دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی کے زیر نگرانی
دلائل کی تخریج و حوالہ جات اور کمپیوٹر کتابت کیساتھ
کفایت المفتی
مع عنوانات
مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی
محمد کفایت اللہ دہلوی
دارالاشاعت

دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی کے زیر نگرانی
دلائل کی تخریج و حوالہ جات اور کمپیوٹر کتابت کیساتھ

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی

محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ

جلد دوم

کتاب العلم، کتاب السلوک والطریقۃ، کتاب التفسیر والتجوید
کتاب الحدیث والآثار، کتاب التاریخ و السیر، کتاب الجہاد، کتاب الحدود
والجنایات، کتاب الاکراہ والاضطرار، کتاب اللقیط واللقطۃ، کتاب الیمین و
النذر، کتاب القضاء والافتاء، کتاب الطہارۃ، کتاب الختان والخفاض۔

دارالاشاعت اردو بازار کراچی
فون: 021-2213768

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علیٰ نبیہ الامی الامین وعلیٰ

آلہ واصحابہ الطاھرین المھدیین

اما بعد۔ یہ کفایت المفتی کی جلد دوم قارئین کے پیش نظر ہے۔ جلد اول کے دیباچے میں عرض کیا گیا تھا کہ جو فتاویٰ جمع کیے گئے ہیں وہ تین قسم کے ہیں۔ اوّل وہ فتاویٰ جو مدرسہ امینیہ کے رجسٹروں میں سے لیے گئے ہیں۔ ایسے فتاویٰ کی پہچان یہ ہے کہ لفظ المستفتی پر نمبر بھی ہے اور مستفتی کا نام مختصر پتہ اور تاریخ روانگی بھی درج ہے۔ بعض جگہ سوال نقل نہیں کیا گیا ہے بلکہ لفظ جواب دیگر کے اوپر مستفتی کا نمبر ڈال دیا گیا ہے۔ دوسرے وہ فتاویٰ جو سہ روزہ الجمعیۃ سے لیے گئے ہیں، ان میں لفظ سوال کے نیچے اخبار کا حوالہ لکھا گیا ہے۔ تیسرے وہ فتاویٰ جو گھر میں موجود تھے یا باہر سے حاصل کیے گئے یا مطبوعہ کتب میں سے لیے گئے۔

لفظ جواب کے شروع میں جو نمبر لکھا گیا ہے وہ مجموعہ میں شامل شدہ فتاویٰ کی کل تعداد ظاہر کرنے کے لئے سیریل نمبر ہے۔ یہ جلد دوم جو آپ کے پیش نظر ہے اس میں درج شدہ فتاویٰ کی اقسام کی تفصیل یہ ہے۔

رجسٹروں سے ۲۲۹ — الجمعیۃ سے ۵۵ — متفرق ۸۷ — کل ۳۷۱

کفایت المفتی جلد اوّل اور جلد دوم کے کل فتاویٰ کی تعداد سات سو نوے (۷۹۰) ہوئی۔

اب انشاء اللہ جلد سوم بھی جلد شائع ہوگی جو کتاب الصلوٰۃ سے شروع ہوتی ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

احقر حفیظ الرحمان واصف

۲۴ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ

فہرست مضامین کفایت المفتی جلد دوم

کتاب العلم

پہلا باب : دینی تعلیم اور تبلیغ

فصل اول : تعلیم کی فضیلت

فصل دوم : تعلیم قرآن

صفحہ	مضمون
۷۷	(۳۶)(۱) بلند آواز سے تلاوت کرنے سے اگر کسی کی نماز میں خلل آئے تو جائز نہیں۔
〃	(۲) جماعت کے بعد بلند آواز سے ذکر کی رسم غلط ہے۔
۷۸	۳۷ حکم انعقاد المحافل الموسومة بحلقة الذکر
۸۰	۳۸(۱) ختم قرآن کے بعد چند سورت اور صل علی نبینا الخ پڑھنے کو ضروری سمجھنا کیسا ہے؟
〃	(۲) تبارک پڑھنے اور پڑھوانے کا مروجہ طریقہ شریعت سے ثابت نہیں
〃	(۳) مجلس ذکر میں انبیاءؑ اور اولیاءؒ کے ارواح کے آنے کا عقیدہ کیسا ہے؟
	فصل دوم : اسماء حسنیٰ
۸۱	۳۹ اسم اعظم کے ورد سے حاضرات کا حکم
〃	جواب از مولوی وزیر الدین چشتی
〃	جواب از حضرت مفتی اعظمؒ
	فصل سوم : توسل
۸۴	۴۰ آیت وابتغوا الیہ الوسیلة میں وسیلہ سے کیا مراد ہے؟
۸۵	۴۱ توسل بالذات میں اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک
〃	۴۲ بزرگان دین کے وسیلے کے بغیر بھی دعا قبول ہوتی ہے
۸۶	۴۳ ”بحق النبی وآلہ الامجاد“ سے دعا کا حکم
〃	۴۴ مدد طلب کرنے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ رسول ﷺ کا نام شریک کرنا جائز نہیں
۸۷	۴۵ نقشہ نعل مبارک مسجد میں لگا کر ہر نماز کے بعد اسے بوسہ دینا اور مصافحہ کرنا جائز نہیں
〃	۴۶ حضور اکرم ﷺ سے کسی حاجت کے لئے دعا مانگنا جائز نہیں
۸۸	۴۷ حضور اکرم ﷺ کے نام کے ساتھ لفظ ”یا“ کا حکم
〃	۴۸(۱) نقشہ نعل مبارک سے تبرک و توسل اور اس کو شائع کرنے کا حکم
〃	(۲) نام سے پہلے ”خادم دربار محمدی“ لکھ دینا کیسا ہے؟
〃	(۳) بلا علم کسی بات کا اعتقاد رکھنا صحیح نہیں
۹۰	۴۹ معروف نقشہ کیا حضور اکرم ﷺ کے نعل ہی کا ہے اس کو بوسہ دینا کیسا ہے؟
	خط و کتابت ماخوذ از اتمام المقال
۹۲	نقشہ نعل مبارک سے توسل کے مسئلہ پر حکیم الامۃ کے نام مفتی اعظمؒ کے مکتوب کا خلاصہ
〃	جواب مکتوب از حکیم الامۃؒ

چوتھا باب: اعراب قرآن

پانچواں باب: متفرقات

کتاب الحدیث والآثار

پہلا باب: متفرق احادیث کی تشریح

كتاب التاريخ والسير

مضمون	صفحہ

مضمون	صفحہ
پہلا باب : عہد و پیمان اور حلف	
فصل اول - حلف کی تشریحات	

| **فصل دوم قسم توڑنے کا کفارہ** | |

| **دوسرا باب : منت ماننا** | |

صفحہ	مضمون
۲۵۱	۲۲۹ مسجد بنانے کی منت واجب الاداء نہیں ....
"	۲۳۰ نذر کی قربان میں عید قربانی کی شرائط کا ہونا ضروری ہے ....
۲۵۲	۲۳۱ حج کرانے کی نذر واجب الاداء نہیں ....
۲۵۳	۲۳۲ نذر کی قربانی میں قربانی در حقیقہ کے جانور کی شرائط کا لحاظ ضروری ہے ....
"	۲۳۴ (۱) بحر ی سے پانچ فیصد مسجد کو دینے کی نذر واجب الاداء ہے ....
"	(۲) پانچ سو ہونے پر ہر روز دو پیسے مسجد کو دینے کی نذر واجب الاداء ہے ....
۱۵۳	۲۳۵ کام پورا ہونے پر ہر جمعہ کے روز روزہ کی نذر ماننے والا روزہ اور فدیہ دینے سے عاجز ہو تو کیا حکم ہے؟ ....
"	۲۳۶ مسجد میں چراغ جلانے اور کھانا رکھنے کی نذر واجب الاداء نہیں ....
۲۵۵	۲۳۷ نذر کا بکرا عقیقہ یا واجب قربانی میں ذبح کرنا جائز نہیں ....
"	۲۳۸ عزیز کی سلامتی واپسی پر جانور کی نذر مانی تو نذر پوری کرنا ضروری ہے ....
"	۲۳۹ بکرا ذبح کرنے کی نذر کے بعد بھیڑ ذبح کردے تو نذر پوری ہو جائے گی ....

کتاب القضاء والافتاء

پہلا باب : ثالث بنانا

صفحہ	مضمون
۱۵۷	۲۴۰ فریقین کی رضامندی سے بنایا گیا ثالث کا فیصلہ صحیح اور معتبر ہے ....
۲۵۸	۲۴۱ ثالث بنانے کے اقرار نامہ پر دستخط کے بعد ثالث کا فیصلہ معتبر ہے ....
۲۵۹	۲۴۲ ثالث بنانے کے اقرار نامہ پر دستخط کے بعد ثالث کا فیصلہ معتبر ہے ....
۲۶۰	۲۴۳ (۱) عورت تین طلاق کی مدعیہ ہے شوہر دو کی تو کیا حکم ہے؟ ....
"	(۲) دی ہوئی طلاقوں کی تعداد میں شوہر شک ظاہر کرے تو کیا حکم ہے؟ ....
"	(۳) عورت تین طلاق کی مدعیہ ہے اور شوہر منکر تو کیا حکم ہے؟ ....
"	(۴) ثالث مقدمہ کا فیصلہ کر سکتا ہے ....
"	(۵) ثالث شرعی مسئلہ سے ناواقف ہو تو عالم سے مسئلہ معلوم کر کے اسکے موافق فیصلہ کرنا ضروری ہے ....
۲۶۱	۲۴۴ پنچایت کو قوم کی دینی و دنیوی فلاح پر نظر رکھ کر موافق شرع فیصلہ کرنا چاہیے ....
۲۶۲	۲۴۵ رضامندی سے بنایا گیا ثالث نکاح فسخ کر سکتا ہے ....

دوسرا باب : عہدہ قضاء

تیسرا باب دعویٰ اور گواہی

صفحہ	مضمون
۲۹۹	۲۹۶ مینڈک کے مرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔
"	۲۹۷ کنویں سے زندہ یا مردہ سانپ برآمد ہو تو کتنا پانی نکالا جائے؟
"	بچوں کے گرائے ہوئے پتھروں کے ناپاکی کا جب تک یقین نہ ہو کنواں پاک ہے۔
۳۰۰	۲۹۸ دہ دردہ کی گہرائی کتنی ہونی چاہئے؟
	دوسرا باب: انسان اور اس کے عوارض
	فصل اول: بول و براز کے احکام
"	۲۹۹ شیر خوار لڑکا اور لڑکی دونوں کا پیشاب ناپاک ہے۔
۳۰۱	۳۰۰ وضو میں مستعمل پانی کے چھینٹوں کا حکم۔
"	۳۰۱ پیشاب کی پاکی کے لئے ڈھیلا اور پانی کا استعمال افضل ہے۔
	فصل دوم: حیض و نفاس
"	۳۰۲ ایام حیض میں قرآن مجید یا کتاب کے جس ورق پر آیت ہوں ان کو ہاتھ لگانا جائز نہیں۔
۳۰۲	۳۰۳ ایام حیض میں عورت قرآن شریف کے علاوہ تمام اذکار پڑھ سکتی ہے۔
"	۳۰۴ شوہر نے بے خبری میں ایام حیض میں جماع کیا تو گناہ نہیں
"	۳۰۵ نفاس والی عورت کے چھوئے ہوئے برتنوں کو ناپاک سمجھنے والا اور دیگر حرام افعال کے مرتکب شخص نمبرداری کے لائق نہیں۔
۳۰۳	۳۰۶ عورت کو نفاس کا خون وقفہ وقفہ سے چالیس دن سے زیادہ آئے تو کتنے دن نفاس کے شمار ہوں گے
۳۰۴	تتمہ سوال
	فصل سوم: آدمی کا جسم اور جھوٹا
۳۰۵	۳۰۷ بھنگی یا چمار نہلا دھلا کر پاک کر لیا جائے تو اس کے ہاتھ کی چیزیں پاک ہیں۔
۳۰۶	۳۰۸ (۱) بھنگی کے ہاتھ پاک ہوں تو اس کے ساتھ کھانا محض اس وجہ سے کہ بھنگی ہے ناجائز نہیں
"	(۲) بھنگی سے مسجد میں جھاڑو دلوانا کیسا ہے؟
۳۰۷	۳۰۹ بھنگی کے ہاتھ پاک ہوں تو اس کے ساتھ کھانا جائز ہے تبلیغی مقصد کے پیش نظر یہ عمل قابل تحسین ہے۔
"	۳۱۰ غیر مسلم کے ہاتھ پاک ہوں تو اس کے ساتھ کھانا کھانا جائز ہے تبلیغی مقصد کے پیش نظر یہ عمل مستحسن ہے

تم الفهرس بعون الله تعالى و منّه العميم ' والحمد لله على ذلك

کتاب العلم

پہلا باب، دینی تعلیم اور تبلیغ

فصل اول، دینی تعلیم اور تبلیغ کی فضیلت

دینی مدرسہ کے خلاف پروپیگنڈا کرنے والے شخص سے تعلقات ختم کر دینے چاہئیں

(سوال) ہمارے یہاں کچھ عرصہ سے ایک مدرسہ قائم ہے جس کی آمدنی کے یہ ذریعہ ہیں کہ ہم سب بستی والے اس کا چندہ بھی دیتے ہیں اور گولک (۱) بھی ہر ایک کے یہاں رہتی ہے اور آٹے کی چٹکی (۲) بھی لی جاتی ہے گولک میں ہر شخص حسب حیثیت وقتاً فوقتاً کچھ ڈالتا رہتا ہے سال بھر کے بعد گولک سب سے واپس لی جاتی ہے لہذا مسمی عمرو جو بستی میں ایک سربرآوردہ آدمی ہے اس کے پاس جب محصل چندہ گولک لینے گیا تو اس نے کہا کہ میں تو ماہواری چندہ گولک سے دیتا ہوں محصل کے پوچھنے پر کہا کہ میرے والد بھی اسی طرح دیتے تھے میں تو ان کی تقلید کروں گا محصل نے کہا کہ وہ تو وعدہ کر چکے تھے کہ گولک الگ دیں گے اور چندہ الگ دیں گے عمرو نے کہا کہ جا کر ان کی قبر پر پوچھو۔ محصل واپس آیا جب اس کو منتظمان مدرسہ نے زیادہ کہا تو اس نے کہا چندہ کا رجسٹر دکھاؤ، منتظمان نے کہا کہ تم کو پہلے جواب دینا چاہئے تھا پھر ہم رجسٹر دکھائیں گے غرضیکہ اس پر بہت دیر تک جھگڑا رہا اور اس نے جواب نہ دیا بعدہ عمرو نے دو چار دیگر لوگوں سے مل کر گاؤں میں گھر گھر یہ اعلان کرایا کہ جو کوئی شخص مدرسے میں چٹکی اور گولک دیگا، اس سے ہم سمجھ لیں گے۔لہذا سوال یہ ہے کہ اس شخص سے اسلامی تعلقات منقطع کر دینا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(جواب ۱) فی زمانہ جب کہ دیگر اقوام روز بروز اسی فکر میں ہیں کہ ترقی کی جائے اور نعوذ باللہ من ذلک اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے تو مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ بھی ایسے اسباب مہیا کریں جس کی وجہ سے دیگر اقوام کو ان کے مقابلے میں اول تو جرأت مقابلہ ہی نہ ہو سکے اور اگر کسی وقت جرأت کر کے آگے بڑھیں تو ان کو پسپائی نصیب ہو اور وہ اسباب جن کی وجہ سے مخالف اقوام کا وار مسلمانوں پر نہ چل سکے ان کی اپنی دینی تعلیم ہے جس قدر تعلیم عام ہو گی اسی قدر مخالفین کو زک اٹھانا پڑے گی۔اس لئے ہر جگہ اور ہر ملک کے باشندوں کا فرض ہے کہ وہ اسلامی تعلیم کی ترقی میں کوشاں رہیں (۳) جو خدا کے بندے اس ضرورت کو محسوس کر کے مدرسے اور انجمنیں قائم کرتے ہیں دیگر مسلمانوں کو ان کی امداد و اعانت

---

(۱) گولک: روز مرہ کی بچری (آمدنی) رکھنے کا ظرف (فیروز اللغات)

(۲) چٹکی: مٹھی بھر آٹا (فیروز اللغات)

(۳) قال العلامي في فصوله: من فرائض الاسلام تعلم ما يحتاج اليه العبد في اقامة دينه، و اخلاص عمله لله تعالى و معاشرة عباده (رد المحتار مقدمه ۱ / ۴۲ ط سعيد)

کرنا واجب ہے، جو کوئی شخص اس کے برخلاف ان کی ترقی میں روڑے اٹکائے وہ درحقیقت ان بیچارے لوگوں کا ہی دشمن نہیں ہے بلکہ وہ اسلام کا دشمن ہے وہ رسول عربی روحی فداہ کا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے۔ ایسے شخص سے مسلمانوں کو اسلامی تعلقات زجراً منقطع کر دینے چاہئیں ایسا شخص ہرگز اس قابل نہیں کہ مسلمان اس سے خلا ملا رکھیں جو شخص اسلام کی بیخ کنی خود اپنے ہاتھوں سے کرے وہ کب اس قابل ہے کہ مسلمان اس سے اسلامی اخوت کو قائم رکھیں۔(۲)

ہر کس از دست غیر نالہ کند　　سعدی از دست خویشتن فریاد　　　　واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) تبلیغ اسلام کی نیت سے غیر مسلم سے رواداری و حسن سلوک مستحسن ہے
(۲) نو مسلموں کو حقیر و ذلیل سمجھنا موجب گناہ ہے
(۳) پست اقوام کو مسلمان بنانے میں رکاوٹ پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کے مجرم ہیں۔
(۴) نو مسلم اقوام کے نو مسلم عام مسلمانوں کے بھائی ہیں
(۵) ہر مسلمان پر بقدر معلومات تبلیغ لازمی ہے

(سوال) بعض مقامات پر بسا اوقات دیکھا گیا ہے کہ خود مسلمان جو احکام اسلام سے ناواقف ہیں یا ہنود کی صحبت سے متاثر ہو کر یا ہنود سے دبے ہوئے ہونے کے سبب یا ہنود کا دست نگر ہونے کے باعث یا اپنی ذاتی ثروت و شرافت پر مغرور ہوتے ہوئے پست اقوام کے مسلمان ہونے میں حارج و مانع نظر آتے ہیں اس جہالت و مد نظر رکھتے ہوئے عامۃ المسلمین کی آگاہی کے لئے ارقام فرمایا جائے۔
(۱) تبلیغ اسلام و تالیف قلوب کی نیت سے مسلمان کو غیر مسلم پست اقوام کے ساتھ رواداری خوش خلقی اور جاذبانہ حسن سلوک کا کیا حکم ہے؟
(۲) جو لوگ خود مسلمان ہو کر نو مسلموں کو ذلیل سمجھیں ان سے نفرت و حقارت کا برتاؤ کریں ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟
(۳) جو لوگ خود مسلمان ہو کر پست اقوام کو مسلمان بننے میں رکاوٹ پیدا کریں اور مخالفت پر آمادہ

(۱) ذلك أنه إذا اضطرب حبل الأمن في الأمة أو انتشر المرض في أبنائها أو كثر الجهل في أفرادها ولا سبيل لدرء هذا إلا ببذل المال، وجب على الأغنياء أن يبذلوه لدفع هذه المفاسد وإزالة هذه الضوارى لحفظ المصالح العامة (تفسير المراغي البقرة ٢٥٤ الجزء الثالث ص ٩ ط شركة مكتبة مصطفى، مصر)
(۲) فبين هذا السبب المسوغ للهجر وهو لمن صدرت منه معصية فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجره عليها ليكف عنها قال المهلب: غرض البخاري في هذا الباب أن يبين صفة الهجران الجائز وأنه يتنوع بقدر الجرم، فمن كان من أهل العصيان يستحق الهجران بترك المكالمة كما في قصة كعب وصاحبيه (فتح الباري شرح صحيح البخاري، باب ما يجوز من الهجران لمن عصى ١٠ / ٤١٥ ط المطبعة الكبرى الميرية مصر)

ہوں، ان کے لئے کیا حکم ہے؟

(۴) جدید مسلمان پست اقوام کے ساتھ محبت، اخوت، کھانے پینے، مسجدوں میں پہلو بہ پہلو نماز پڑھنے ان کو کلمہ کا شریک بھائی جاننے کا کیا حکم ہے؟

(۵) تبلیغ اسلام کیا صرف علماء کرام کا کام ہے؟ یا ہر مسلمان کو سرگرمی سے اپنی اپنی وسعت وہمت کے مطابق اس خدمت کو انجام دینا چاہیے - المستفتی نمبر ۱۲۷۱ محمد ذکریا - ناظم جمعیۃ تبلیغ الاسلام بمبئی - ۲۵ شوال ۱۳۵۴ھ ۲۱ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲) (۱) نہایت مناسب بلکہ ضروری اور موجب اجر ہے کیونکہ حسن سلوک بھی ایک صورت فریضہ تبلیغ کی ادائیگی ہے -(۱)

(۲) نو مسلموں کو حقیر و ذلیل سمجھنا سخت گناہ اور قرآن وحدیث کی تعلیم کے خلاف ہے -(۲)

(۳) یہ لوگ خدا اور رسول کے مجرم اور اسلام کے باغی ہیں -(۳)

(۴) ضروری ہے اور اسلام کی تعلیم یہی ہے کہ سب کلمہ گو بھائی بھائی ہیں -(۴)

(۵) ہر مسلمان پر بقدر اس کی معلومات کے تبلیغ فرض ہے -(۵)　　　　(محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ)

مسلمان ہونے کے لئے آنے والے شخص کو مسلمان کرلینا ضروری ہے

(سوال) ایک مشرک بغرض قبول اسلام مسجد میں آیا اور امام مسجد سے کہا کہ مجھ کو کلمہ پڑھاکے مسلمان بنا یئے اور سند دے دیجئے جس میں چندہ خیرات کا ذکر نہ ہو - امام صاحب نے کہا کہ مسلمان ہونے سے ہم مسلمان اعلان کی سند نہیں دے سکتے مشرک نے عاجزی سے کہا کہ آخر مسلمانی کے اعلان کی سند دینے سے آپ کا کیا نقصان ہے امام صاحب نے کہا کہ متولی صاحب سے دریافت کروں گا وہ شخص ٹھہارہا پھر امام

(۱) وفي مجموع النوازل: اذا دخل يهودي الحمام، هل يباح للخادم المسلم ان يخدمه، ان فعل ذلك طمعا في الاسلام فلا بأس به ... وعلى هذا اذا دخل ذمي على مسلم فقام له، ان قام طمعا في اسلامه فلا بأس به (عالمگيريه، الباب الرابع عشر في اهل الذمة والاحكام التي تعود اليهم ۵/ ۳۴۸، ط ماجديه، كوئٹه)

(۲) وفي الجامع لاحكام القرآن للقرطبي: نهى ان يسمى الرجل كافرا او زانيا بعد اسلامه وتوبته ... وقيل نزلت في عكرمة بن ابي جهل حين قدم المدينة مسلما وكان المسلمون اذا رأوه قالوا: ابن فرعون هذه الامة فشكا ذلك الى رسول الله ﷺ فنزلت - (الحجرات ۱۱ - ۱۶/ ۲۱۳ ط دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

(۳) قل يا اهل الكتاب لم تصدون عن سبيل الله من آمن تبغونها عوجا (الآيه) (آل عمران: ۹۹)

(۴) يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكر وانثى (الآيه) وفي تفسير القرطبي: انزل الله هذه الآية زجرا لهم عن التفاخر بالانساب والتكاثر بالاموال والازدراء بالفقراء فان المدار على التقوى (الحجرات ۱۶/ ۱۳، ۲۲۳ ط دار الكتب العلميه، بيروت، لبنان)

(۵) بلغوا عني ولو آية (الحديث) وفي المرقاة: اى انقلوا الى الناس وافيدوهم ما امكنكم او ما استطعتم مما سمعتموه مني وما اخذتموه عني من قول او فعل او تقرير بواسطة او بغير واسطة (ولو آية) اى ولو كان المبلغ آية (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح كتاب العلم، ۱/ ۲۶۴، ط امداديه ملتان)

صاحب اور متولی صاحب سے گفتگو ہوئی یا نہیں ہم کو اس کا علم نہیں عشاء کے بعد امام صاحب نے کلمہ نہیں پڑھایا اور کمرہ کی طرف چل دیئے ایک مصلی نے متولی صاحب سے کہا کہ یہ شخص مسلمان ہونا چاہتے ہیں متولی صاحب نے کہا کہ کدھر کا ، ڈھیر چمار ہے ہم پہچانتے نہیں مسلمان سندو کیے مسلمان نہیں بناسکتے غرضیکہ اس مصلی اور متولی میں بہت حجت ہوئی اور متولی نے الٹی سیدھی بکواس کی اور اس کو کلمہ نہ پڑھایا۔ المستفتی نمبر ۷۲۰ ایم اے مصطفیٰ (برما)۔

۲۹ شوال ۱۳۵۴ھ ۲۵ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۴) جو شخص مسلمان ہونے کے لئے آئے اس کو مسلمان کرلینا ضروری ہے اور اسلام لانے کی سند دیدینا ضروری تو نہیں ہے مگر جائز ہے، ناجائز یا ممنوع نہیں مسلمان نہ کرنا یا اس کو حقیر و ذلیل سمجھ کر مسلمان کرنے سے انکار کردینا یا برابھلا کہنا یہ سب گناہ کی باتیں ہیں متولی کا یہ فعل سخت گناہ تھا جس سے ایمان جاتے رہنے کا خطرہ ہے(۱) امام کا فعل بھی گناہ تھا۔ ان دونوں کو فوراً توبہ کرنی لازم ہے اور اگر وہ آدمی مل سکے جو مسلمان ہونے آیا تھا اور انہوں نے اس کو زجر کر کے مسجد سے نکال دیا تو ان پر لازم ہے کہ اس سے معافی مانگیں اگر وہ مسلمان ہو گیا ہو جب بھی اور نہ ہوا ہو جب بھی اور اگر مسلمان نہ ہوا ہو تو اس کو ترغیب دیکر مسلمان کرنے کی کوشش کریں۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(۱) کیا مروجہ طریقہ تبلیغ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں بھی تھا ؟
(۲) صحابہ کرام فرداً فرداً اور جماعت کی شکل میں تبلیغ کا کام انجام دیتے تھے
(۳، ۴) تبلیغ فرض کفایہ ہے
(۵) کیا مروجہ تبلیغ کو جہاد کہا جاسکتا ہے ؟
(۶) تبلیغ چھوڑنے پر جہاد چھوڑنے کی وعیدیں چسپاں کرنا صحیح نہیں
(۷) تبلیغ کسی خاص طبقہ کے ساتھ مخصوص ہے یا عام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے ؟
(۸) ہر مسلمان کلمہ کے صحیح مفہوم اور نماز وغیرہ کے مسائل کی تبلیغ کا محتاج ہے

(سوال) (۱) کیا حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی تبلیغی تحریک ہیئت کذائی قرون اولیٰ میں پائی جاتی ہے ؟ (۲) کیا صحابہ کرامؓ وفود بنا کر مسلمانوں میں کلمہ و نماز سکھانے کے لئے تشریف لے گئے تھے یا علماء سلف بدین مسلمانوں کے گھروں پر کلمہ و نماز وغیرہ کے لئے جماعتیں بنا کر اپنا ایک امیر بنا کر تشریف لے جاتے تھے ؟ (۳) یہ تحریک فرض عین ہے یا فرض کفایہ ؟ (۴) اس تحریک میں شامل ہونے کو فرض عین

---

(۱) قال كافر لمسلم اعرض علي الاسلام فقال لا ادرى، او قال اذهب الى عالم، او قام كافر في المجلس واراد ان يسلم فقال له لعالم اجلس الى آخر المجلس - يكفر في هذه كله (جامع الفصولين الفصل الثامن والثلثون ۲۹۶/۲ ، ط مطبعه ازهريه، ناشر اسلامی کتب خانه کراچی)

کرنے والے حق جانب ہیں یا نہیں ؟(۵) اس تحریک پر جہاد متعارف جو قرآن و حدیث میں آتا ہے صادق آتا ہے یا نہیں ؟ نیز انفروا خفافا و ثقالا (۱) کی آیت جہاد ولغدوة و روحة فی سبیل اللہ (۲) کی احادیث جہاد کا اس تحریک کو مصداق ٹھہرانا درست ہے یا نہیں ؟(۶) جو وعیدیں قرآن و حدیث میں ترک جہاد پر وارد ہوئی ہیں اس تحریک میں شامل نہ ہونے والوں پر چسپاں ہو سکتی ہیں یا نہیں ؟(۷) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ عام مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے یا مخصوص طبقے کے ساتھ خاص ہے ؟(۸) جب کہ کلمہ و نماز کا ہر شخص قائل ہے اور اس کو کلمہ کی حقیقت اور نماز کی فرضیت معلوم ہے لیکن اپنی سستی و کاہلی کی وجہ سے ان کا پابند نہیں ہے یا کلمہ کے صحیح الفاظ کا تلفظ نہیں کر سکتا تو اب نماز کی پابندی کے متعلق کہنا یا کلمہ کی صحت الفظی کرانا یہ تبلیغ ہے یا ترغیب ؟**المستفتی** نمبر ۲۷۹۴-
حاجی حنیف الدین صاحب بندوق والے - دہلی مورخہ ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ

(**جواب ٤**) (۱) یہ تحریک اصل حقیقت کے اعتبار سے تو اسلام کی بنیادی چیز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں کو پہنچانا اور ان کے گھروں پر جا کر خود پہنچانا ہی اصل تبلیغ ہے قرون اولیٰ میں ہر شخص بجائے خود یہ خدمت انجام دیتا اور زندگی کے ہر شعبے میں اس کو پیش نظر رکھتا تھا - اس لئے اس وقت جماعتیں بنانے اور کسی نظام کی جداگانہ قائم کرنے کی ضرورت نہ تھی -(۳)

(۲) صحابہ کرامؓ فرداً فرداً اور کئی کئی مل کر یہ خدمت انجام دیتے تھے مگر اس وقت یہ خدمت کلمہ پڑھانے اور نماز سکھانے کی صورت میں ہوتی تھی یعنی غیر مسلم کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتے اور نماز وغیرہ سیکھتے تھے قرآن مجید پڑھتے اور یاد کرتے تھے آنحضرت ﷺ نے بعض کو فرداً (۴) اور بعض کو دوسرے رفقاء کے ساتھ تبلیغ اسلام و تعلیم احکام کے لئے بھیجا ہے (۵) آج کل بد قسمتی سے مسلمانوں کو کلمہ صحیح یاد کرایا

---

(۱) التوبة : ٤١

(۲) بخاری باب الغدوة والروحة فی سبیل اللہ ۱/ ۳۹۲، ط قدیمی کتب خانہ، کراچی

(۳) وقد كان المسلمون في الصدر الاول على هذا المنهج من المراقبة للقائمين بالاعمال العامة فقد خطب عمر على المنبر وكان مما قال: إذا رأيتم في اعوجاجا فقوموه ،فقام احد رعاة الابل وقال لو رأينا فيك اعوجاجا لقومناه بسيوف- وكان الخاصة من الصحابة متكاتفين في اداء هذا الواجب، يشعر كل منهم، بمايشعر الآخر من الحاجة الى نشر لواء الاسلام و حفظه و مقاومة كل من يمس شيئا من عقائد وآدابه واحكامه و مصالح اهله، وكان سائر المسلمين تبعا لهم (تفسير المراغي، آل عمران: ١٠٤ - ٢٢/٤ ط مصر)

(٤) عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ لمعاذ بن جبل حين بعثه الى اليمن انك ستاتي قوما من اهل الكتاب فاذا جئتهم فادعهم الى ان يشهدوا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله، فان هم اطاعوا لك بذلك فاخبرهم ان الله فرض عليكم خمس صلوة كل يوم وليلة (الحديث) (صحيح البخاري باب بعث ابي موسى و معاذ الى اليمن قبل حجة الوداع ٢/٦٢٣، ط قديمي كتب خانه ، كراچي)

(٥) عن انس قال بعث النبي ﷺ سبعين رجلا لحاجة يقال لهم القراء (الحديث) و في الفتح قدم ابو براء عامر بن مالك المعروف بملاعب الاسنة على رسول الله ﷺ فعرض عليه الاسلام فلم يسلم ولم يبعد وقال يا محمد لو بعثت رجالا من اصحابك الى اهل نجد رجوت ان يستجيبوا لك وانا جارهم فبعث المنذر بن عمرو في اربعين رجلا الخ (باب غزوة الرجيع و رعل و ذكوان و بئر معونة ٧/٢٩٨، ط مطبعه ميريه مصر)

جاتا ہے اور ان کو گھیر کر مسجد میں نماز کے لئے لایا جاتا ہے غیر مسلموں میں تبلیغ کے لئے جانے کا موقع ہی دستیاب نہیں ہوتا ان نام کے مسلمانوں کی حالت اصلاح پذیر ہو تو پھر غیر مسلموں کی طرف توجہ کی جائے۔

(۳،۴) فرض عین تو نہیں ہے مگر فرض کفایہ ہونے میں شبہ نہیں ہے۔(۱)

(۵) جہاد کے تو ایک مخصوص معنی ہیں یعنی اعلاء کلمة الله کے لئے قتال کرنا اور ظاہر ہے کہ یہ تحریک اس معنی کے لحاظ سے جہاد نہیں ہے(۲) جہاد کے دوسرے معنی اللہ کے راستے میں کوشش اور ریاضت سے کام لینا اس معنی کے لحاظ سے اس تحریک کو جہاد کہہ سکتے ہیں اور آیہ کریمہ انفروا خفافا وثقالا اور حدیث شریف لغدوة اوروحة فی سبیل الله کے حکم میں اس کو داخل کر سکتے ہیں۔(۳)

(۶) ترک قتال کی وعیدیں اس پر چسپاں کرنا صحیح نہیں ہاں ترک تبلیغ اور مداہنت کی وعیدیں اس کے ساتھ متعلق ہوں گی۔(۴)

(۷) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بہت سے درجات ہیں اس کا ابتدائی اور عام درجہ ہر مسلمان کے ساتھ متعلق ہے۔(۵)

(۸) کسی کو تبلیغ کہہ جائے یا ترغیب اسکا کچھ فرق نہیں کلمہ کا بالاجمال قائل بھی اس کے صحیح مفہوم اور صحیح تلفظ کی تبلیغ کا محتاج ہے اسی طرح نماز کو فرض جاننے والا اور ماننے والا بھی احکام و مسائل نماز کی تفصیلات کی تبلیغ کا محتاج ہے۔(۶)　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) ان الدعوة الاسلامية و نشرها في آفاق العالم، والامر بالمعروف والنهي عن المنكر من فروض الاسلام الكفائية (التفسير المنير في العقيدة والشريعة والمنهج - آل عمران ۱۰۴، ٤ / ۳۵ ط دار الفكر بيروت)

(۲) فالجهاد هو الدعاء الى الدين الحق والقتال مع من امتنع و تمرد عن القبول اما بالنفس او بالمال (عالمگيريه الباب الاول في تفسيره شرعا ۲ / ۱۸۸ ط ماجديه كوئٹه)

(۳) الجهاد احتمال المشقة و مكافحة الشدائد فيشمل الحرب للدفاع عن الدين واهله واعلاء كلمته او جهاد النفس الذى سماه السلف الجهاد الاكبر ومن ذلك مجاهدة الانسان لشهواته خصوصا في سن الشباب والمجاهدة بالمال لاعمال الخير النافعة للامة والدين الخ (تفسير المراغي، آل عمران ۱٤۲، ٤ / ۸۳ ط مصر)

(٤) عن حذيفة ان النبي ﷺ قال والذى نفسه بيده لتامرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر او ليوشكن الله ان يبعث عليكم عذابا من عنده ثم لتدعنه ولا يستجاب لكم (مشكوة المصابيح باب الامر بالمعروف ص ٤۳٦ ط سعيد)

(۵) و في المرقاة لملا على القارى وقد قال بعض علمائنا، الامر الاول (اى النهى باليد) للأمراء و الثانى (اى النهى باللسان) للعلماء والثالث (اى النهى باستنكار القلب) لعامة المسلمين (باب الامر بالمعروف ۹ / ۳۲۸، ط امداديه، ملتان)

(٦) و فرض على كل مكلف و مكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل والصلوة الخ (رد المحتار - مقدمه ۱ / ٤۲، ط سعيد)

خواتین کے لئے تبلیغی سفر کا حکم

سوال (۱) کیا عورتوں کا تبلیغ کے لئے سفر کرنا مع محرم کے درست ہے ؟ (۲) مردوں کا تبلیغ کو جانا اور اپنے اہل و عیال کے نان و نفقہ کا انتظام بھی نہ کرنا کہاں تک درست ہے ؟ (۳) کیا تبلیغ کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے ؟ یا واجب یا سنت ؟

جواب ۵) تبلیغ دین ہر مسلمان پر بقدر اس کے مبلغ علم کے لازم ہے لیکن تبلیغ کی غرض سے سفر کرنا ہر مسلمان پر فرض نہیں بلکہ صرف ان لوگوں پر جو تبلیغ کی اہلیت بھی رکھتے ہوں اور فکر معاش سے بھی فارغ ہوں تبلیغ کے لئے سفر کرنا جائز ہے فرض لازم ہر مسلمان کے ذمے نہیں ہے اور عورتوں کا تبلیغ[۱] کیلئے گھروں سے نکلنا زمانہ خیر الامم میں نہ تھا اور نہ اس کی اجازت معلوم ہوتی ہے کہ عورتیں تنہا تبلیغ کے لئے سفر کریں عورت کو بغیر محرم کے سفر کرنے کی بھی اجازت نہیں حج فرض کے لئے بھی بغیر محرم کے جانا جائز نہیں تو صرف تبلیغ کے لئے کیسے جاسکتی ہیں - (۱) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی

فصل دوم، تعلیم قرآن

(۱) معنی و مطلب سمجھے بغیر بھی قرآن مجید کی تلاوت سے ثواب ملے گا
(۲) قرآن مجید کو سمجھ کر پڑھنا اور اس کے حلال و حرام کو جاننا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے
(۳) اتنا قرآن مجید یاد کرنا جس سے نماز درست ہو ضروری ہے

(سوال) (۱) قرآن شریف بے سمجھے پڑھنے سے کیا قرآن شریف کی بے عزتی ہوتی ہے اگر نہیں تو کیا بے سمجھے پڑھنا داخل ثواب ہے ؟
(۲) قرآن شریف سمجھ کر پڑھنا کیا مسلمانوں پر فرض ہے ؟
(۳) جو شخص مطلقاً قرآن شریف نہ پڑھا ہو تو کیا وہ گناہ گار ہے ؟ (نیاز مند محمد سلیمان، والوڑا)

(جواب ٦) قرآن شریف کی عبارت کی تلاوت خواہ سمجھ کر ہو یا بے معنی سمجھے ہو موجب اجر و ثواب ہے ہاں سمجھ کر پڑھنے والے کو ثواب زیادہ ہوگا اور بے سمجھے ہوئے پڑھنے والے کو کم - لیکن ثواب دونوں کو ملے گا یہ خیال کہ بے سمجھے ہوئے پڑھنے سے قرآن کی بے عزتی ہوتی ہے غلط ہے (۲) بلکہ اس میں تو اس بات کا ثبوت ہے کہ پڑھنے والے کے دل میں قرآن مجید کی اتنی عزت ہے کہ باوجود معنی نہ سمجھنے اور معنی سے لطف اندوز نہ ہونے کے بھی وہ اس کی تلاوت میں اپنا وقت اور قوت خرچ کرتا ہے حدیث شریف

---

(۱) و مع زوج او محرم بالغ - لا مراۃ حرۃ ولو عجوزا فی سفر (التنویر و شرحہ کتاب الحج ۲/ ٤٦٤، ط سعید
(۲) قال ابن حجر اما الثواب علی قرأتہ (ای القرآن) فھو حاصل لمن فھم ولمن لم یفھم بالکلیۃ للتعبد - وان کان متفاوت بین القرآن وغیرہ و بین من فھم و بین من لم یفھم . مرقاۃ المفاتیح - باب بعد کتاب فضائل القرآن . الفصل الثانی ٥ / ٩ ، ط امدادیہ، ملتان)

میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو قرآن مجید کا ایک حرف پڑھے اسے دس نیکیاں ملتی ہیں، اور مثال میں فرمایا کہ الٓمٓ ایک حرف نہیں بلکہ تین حرف ہیں - الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے، میم ایک حرف ہے تو اس کلمہ الٓمٓ کے پڑھنے والے کو تیس نیکیاں ملیں گی (۱) باوجودیکہ اس کلمہ یعنی حروف مقطعات کے معنی کو کوئی نہیں سمجھتا ہے کیونکہ اس کے معنی خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے یہ حضرت حق اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے درمیان راز ہے -

(۲) سمجھ کر قرآن شریف پڑھنا اور اس کے حلال و حرام امر و نہی کا علم حاصل کرنا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے یعنی کچھ لوگ ایسے ضرور ہونے چاہئیں جو قرآن پاک کے معانی اور مطالب سمجھتے ہوں اور وہ لوگوں کو بتاتے رہیں ہر ایک مسلمان کے ذمے یہ فرض نہیں ہے (۲) ہاں ہر مسلمان کے ذمے قرآن مجید کی اتنی عبارت یاد کرنی فرض ہے جس سے نماز پوری ہو سکے - (۳)

(۳) اگر نماز درست ہونے کے لائق بھی قرآن مجید اس نے نہیں پڑھا اور یاد نہیں کیا تو گنہ گار ہوگا (۴) بشرطیکہ پڑھنے اور یاد کرنے کا وقت پایا ہو اور قدرت رکھتا ہو، یعنی نو مسلم اس وقت تک معذور ہے کہ اسے پڑھنے اور یاد کرنے کے لائق وقت ملے اور گونگا عمر بھر کے لئے معذور ہے - (۵)

قاعدہ "یسرنا القرآن" بچوں کو پڑھانا کیسا ہے؟

(سوال) زید کے پاس چند چھوٹے چھوٹے بچے قرآن شریف پڑھتے ہیں جنہیں ابتداء میں قاعدہ یسرنا القرآن (جس کے مصنف ایک قادیانی ہیں) پڑھایا جاتا ہے محض اس خیال سے کہ قاعدہ مذکور وہ بہ نسبت مروجہ قاعدوں کے آسان ہے آیا جائز ہے یا نہیں؟ علیٰ ہذا غیر مترجم قرآن شریف یسرنا القرآن مطبوعہ قادیان پر مسلمان کو پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۹۳ عبدالحق کراچی ۹ رجب ۱۳۵۲ھ ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۳ء

---

(۱) عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ من قرأ حرفا من كتاب الله فله به حسنة، والحسنة بعشر امثالها، لا اقول الٓمٓ حرف ولكن الف حرف و لام حرف و ميم حرف (جامع الترمذی، باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن ماله من الاجر ۲/۱۱۹، ط سعید)

(۲) قال تعالىٰ، فلو لا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين (الآية) قال القاضي ابو السعود في تفسيره و فيه دليل على ان التفقه في الدين من فروض الكفاية (التوبة ۱۲۲، ۲/۶۱۷، ط مكتبة الرياض الحديثة بالرياض)

(۳) و فرض القراءة آية على المذهب، و حفظها فرض عين، و حفظ فاتحة الكتاب و سورة واجب على كل مسلم (تنوير مع الدر المختار، باب صفة الصلاة ۱/۵۳۷، ط سعید)

(۴) لان تعلم بعض القرآن فرض عين على الكل فاذا لم يوجد هناك احد يقرء اثموا جميعا (مرقاة المفاتيح، كتاب فضائل القرآن، الفصل الثاني ۴/۳۶۲، ط امدادیه، ملتان)

(۵) ولا يلزم العاجز عن النطق كاخرس والي تحريك لسانه وكذا في حق القراءة، هو الصحيح لتعذر الواجب (التنوير و شرحه باب الاذان، مطلب في حديث الاذان جزم، ۱/۴۸۱، ط سعید)

جواب ۷) اس قاعدہ اور قرآن مجید کو تعلیم کے لئے استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بشر طیکہ قاعدہ اور قرآن مجید کے ساتھ قادیانی مشن کی تبلیغ اور تعریف کا مضمون چھپا ہوا نہ ہو۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

معنی و مطلب سمجھے بغیر قرآن مجید کی تلاوت سے ثواب ملے گا

سوال) زید کہتا ہے کہ بغیر معنی اور مطلب سمجھے ہوئے قرآن شریف کی تلاوت کرنا بیسود اور بے ثواب ہے۔ المستفتی عبدالعلیم عزیزاللہ متعلم عربک کالج دہلی - ۲۹ رجب ۱۳۵۴ھ م ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۵ء

جواب ۸) قرآن مجید کی عبارت اور نظم کی حفاظت بھی ایک مقصود اور مہتم بالشان امر ہے، حضرت حق تعالیٰ نے انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون (۲) میں قرآن مجید کے اپنی طرف سے نازل فرمانے کو ذکر کرنے کے ساتھ اس کی حفاظت کا بھی خود ہی ذمہ لیا ہے اور عالم اسباب میں حفاظت کا ذریعہ یہ قرار دیا کہ مسلمان اپنے سینوں میں اس کی حفاظت کریں اور ظاہر ہے کہ اسی حفاظت کے لئے اس کی عبارت اور نظم کو پڑھنا اور یاد کرنا لازمی تھا اس لئے شریعت مقدسہ نے نفس عبارت کی تلاوت کو بھی موجب اجر و ثواب قرار دیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص نظم قرآنی میں سے ایک حرف کی تلاوت کرے وہ دس نیکیوں کے اجر کا مستحق ہوتا ہے اور پھر یہ نہیں کہ الم ایک حرف قرار دیا جائے بلکہ اس کے تین حرف الف - لام - میم جدا جدا معتبر ہوں گے اور تیس نیکیاں ملیں گی (۳) کتب سماویہ میں سے تبدیل و تحریف سے محفوظ رہنے میں کوئی کتاب قرآن مجید کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی اور اس خاص تفوق کی اصل وجہ یہی ہے کہ مسلمانوں نے نظم قرآنی کی تلاوت اور حفظ کے ساتھ والہانہ شغف رکھا اور یقیناً ان کا یہ فعل موجب اجر و ثواب ہے کہ اس سے قرآن پاک کا تحفظ مربوط ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ نزول قرآن کا اصل مقصد اس کی ہدایات پر عمل کرنا ہے تو وہ اس کو مستلزم نہیں کہ عبارت کی تلاوت موجب اجر نہ ہو یہ بجائے خود ایک ثواب کا عمل ہے اور عمل کرنا بجائے خود دوسرا عمل ہے اور موجب اجر ہے اور وہ راجح و فائق ہے اور عمل نہ ہو تو معنی و مطلب سمجھ کر پڑھنے اور بے سمجھے پڑھنے میں کوئی بڑا فرق نہیں ہے۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، الجواب صحیح حبیب المرسلین عفی عنہ - الجواب صحیح

---

(۱) اس قاعدہ میں خلاف شرعیت یا قادیانی مشن کی تبلیغ اور تعریف کا کوئی مضمون نہیں، اس لئے بچوں کو اس کا پڑھانا مباح ہے

(۲) (الحجر ۹)

(۳) عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ من قرأ حرفا من کتاب اللہ فلہ بہ حسنۃ، والحسنۃ بعشرۃ امثالہا، لا اقول الم حرف و لکن الف حرف ولام حرف، و میم حرف (جامع الترمذی - باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن مالہ من الاجر ۲ ۱۱۹ ط سعید)

(۴) قال ابن حجر اما الثواب علی قرأتہ (ای القرآن) فہو حاصل لمن فہم ولمن لم یفہم بالکلیۃ للتعبد - وان کان متفاوت بین القرآن وغیرہ و بین من فہم و بین من لم یفہم (مرقاۃ المفاتیح، باب بعد کتاب فضائل القرآن ۵/۹ ط امدادیہ، ملتان)

الجواب صواب بندہ محمد یوسف عفی عنہ

بچوں کو کھڑا کر کے ان سے قرآن مجید سننا خلاف ادب نہیں

(سوال) زید اور عمرو کے عقائد حنفی ہیں زید کہتا ہے کہ بچوں سے کھڑے کھڑے قرآن مجید پڑھوانا خلاف ادب ہے عمرو کہتا ہے کہ مبلغین و قراء قیام فرما کر حدیث شریف اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اور حاضرین جلسہ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہتے ہیں تو کیا یہ خلاف ادب نہیں ہو تا زید نے ایک جلسے کے موقعہ پر ایک قاری صاحب کا رکوع سنوایا اور تمام جلسے کو کھڑا کر دیا۔ یہ کہاں تک صحیح ہے۔
المستفتی نمبر ۱۰۱۲ حافظ محمد صدیق (ہمت نگر) کیم ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ۲۲ جون ۱۹۳۶ء
(جواب ۹) بچوں سے قرآن مجید کا آموختہ یا سبق کھڑا کر کے سننا جائز ہے زید کا قول کہ کھڑے کھڑے قرآن مجید پڑھوانا خلاف ادب ہے صحیح نہیں جلسے میں قاری کے کھڑے ہونے پر سارے جلسے کو کھڑا کر دینا درست نہ تھا یہ فضول حرکت تھی آنحضرت ﷺ اور صحابہ خطبہ جمعہ میں قرآن مجید پڑھتے تھے اور ساری جماعت بیٹھی رہتی تھی اور یہی طریقہ متوارث چلا آتا ہے۔(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

مجلس میں تلاوت و نظم وغیرہ پڑھی جائے تو تلاوت کی تقدیم افضل ہے

(سوال) بچوں کو سکھانے کے لئے جلسہ کرایا جاتا ہے اس میں قرآن شریف کی تلاوت اور کہانی یا مضمون اور نظم تین چیزیں ہوتی ہیں اس میں ایک ترتیب تو یہ ہے کہ اول بچے قرآن شریف کی تلاوت کر لیں اس کے بعد کہانی اور نظم کا مرتبہ رکھا جائے دوسری ترتیب یہ ہے کہ اول کہانی پھر قرآن شریف، پھر نظم ان دونوں صورتوں میں بہتر صورت کونسی ہے قرآن شریف کی تقدیم افضل ہے یا نظم اور کہانیوں کا مقدم کرنا جو صورت شرعاً افضل ہو ارقام فرمائیں۔ المستفتی نمبر ۱۰۸۳ عبدالعلیم دہلی۔ ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ ۳۰ جولائی ۱۹۳۶ء
(جواب ۱۰) قرآن شریف کی تقدیم افضل ہے،(۲) تاکہ وہ پہلے ہو جانے کی وجہ سے کہانی اور نظم سے بھی اختلاط سے محفوظ رہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی۔ الجواب صحیح حبیب المرسلین عفی عنہ

---

(۱) عن جابر بن سمرة قال كانت للنبي ﷺ خطبتان يجلس بينهما يقرء القرآن ويذكر الناس (صحيح لامسلم كتاب الجمعة ۱ / ۲۸۳، ط قديمي كتب خانه كراچي) و فيه عن جابر بن عبدالله قال بينا النبي ﷺ يخطب يوم الجمعة، اذا جاء رجل فقال له النبي ﷺ اصليت يا فلان؟ قال لا قال قم، فاركع، (كتاب الجمعة ۱ / ۲۸۷ ط قديمي)
(۲) ان يقدم على الشروع في البحث والتدريس قراءة شئ من كلام الله تبركا و تيمنا، اذا تعددت الدروس قدم الاشرف فالاشرف والاهم فالاهم لأئمة الدروس فقدم تفسير القرآن ثم الحديث (تذكرة السامع و المتكلم في آداب العالم والمتعلم، ص ۳۴-۳۵ مكتبه دار الباز مكة المكرمة)

نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی - الجواب صحیح - ریاض الدین عفی عنہ، مدرس دار العلوم دیوبند - الجواب صحیح
محمد مظہر اللہ غفرلہ - امام مسجد فتحپوری، دہلی -

کیا غیر مسلم کو قرآن شریف پڑھانا جائز ہے ؟

(سوال) ایک شخص ہندو اپنے شوق سے قرآن مجید پڑھنا چاہتا ہے بلکہ قرآن مجید پڑھنے کا دل سے بہت شوق رکھتا ہے پڑھانے والا بوجہ حرمت و ادب کلام پاک تامل کرتا ہے اس لئے تصدیعہ خدمت ہے کہ ایسے غیر مسلم کو قرآن مجید کا پڑھانا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۱۵۰۲ عبد الغنی صاحب (جے پور) ۹ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ ۱۹ جون ۱۹۳۷ء
(جواب ۱۱) غیر مسلم کو قرآن شریف کی تعلیم دینا جائز ہے معلم اس کو احترام کلام مجید کی تعلیم بھی دے اور اپنے اوپر بے حرمتی کا کام نہ ہونے دے اس قدر کافی ہے - اس کا بھی اندازہ کرے کہ غیر مسلم کی نیت تو خراب نہیں ہے - (۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

معنی و مطلب سمجھے بغیر بھی قرآن مجید کی تلاوت سے ثواب ملے گا

(سوال) قرآن پاک کی تلاوت بغیر فہم معانی باوجود مترجم قرآن کے باعث اجر و ثواب ہے یا نہیں ؟ مع حوالہ تحریر فرمائیں المستفتی نمبر ۲۷۶۵ حکیم محمد ایوب مراد آباد ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ ۲۵ اپریل ۱۹۴۳ء
(جواب ۱۲) قرآن پاک کی تلاوت بغیر فہم معانی کے بھی موجب ثواب ہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک کا ایک حرف پڑھے اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ الم ایک حرف نہیں بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے یعنی صرف الم پڑھنے والے کے لئے تیس نیکیاں ہیں (۲) اس سے صاف ظاہر ہے کہ صرف نظم قرآن کی عبارت پڑھنا بھی موجب اجر ہے اور الم تو معلوم المعنی بھی نہیں ہے متشابہات میں سے ہے ہاں قرأت قرآن فہم معنی کے ساتھ ہو تو اور زیادہ ثواب ملے گا - (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(۱) قال الامام محمد فی السیر الکبیر و اذا قال الحربی او الذمی للمسلم علمنی القرآن فلا باس بان یعلمه و یفقهه فی الدین لعل الله یقلب قلبه والحاصل ممانعة ان وقوع المصحف بايد الكفرة انما یمنع منه اذا خیف منهم اهانته، اما اذا لم یكن مثل هذا المخوف فلا باس بذلك لا سیما لتعلیم القرآن و تبلیغه - والله اعلم (تكملة فتح الملهم شرح صحیح الامام مسلم - باب النهی ان یسافر بالمصحف ج ۳، ۳۸٦، ط مكتبه دار العلوم، كراچی)
(۲) عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قرأ حرفا من كتاب الله فله به حسنة، والحسنة بعشرة امثالها، لا اقول الم حرف ولكن الف حرف، ولام حرف، و میم حرف (جامع الترمذی باب ما جاء من قرأ حرفا من القرآن فله من الاجر ۲/۱۱۹، ط سعید)
(۳) قال ابن حجر: اما الثواب علی قرأة (ای القرآن) فهو حاصل لمن فهم و لمن لم یفهم للتعبد بالكلیة - وان كان یتفاوت بین القرآن وغیره و بین من فهم ومن لم یفهم (مرقاة المفاتیح باب بعد كتاب فضائل القرآن، الفصل الثانی ۵/۹، ط امدادیه ملتان)

دینی تعلیم پڑھنے والے بچوں کو سرکاری لازمی (جبری) تعلیم سے مستثنیٰ کرایا جائے

(سوال) چونکہ آج کل جبریہ تعلیم کا نفاذ روز بروز ترقی پر ہے اور اس میں بعض جگہ میونسپل کمیٹی وغیرہ نے استثنائے تعلیم مذہبی کو برقرار نہیں رکھا جو کہ اصل قانون میں موجود ہے (ایکٹ نمبر ۷ و ۱۹۱۹ء دفعہ ۱۰ میں درج ہے کہ (ب) لڑکے کو مذہبی وجوہات کی بناء پر کمیٹی حاضری مدرسہ نے حاضر ہونے سے معاف کر دیا ہے) ایسی صورت میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے ؟

(جواب ۱۳) مسلمانوں کے بچوں کے لئے قرآن مجید کی تعلیم (حفظ و ناظرہ) ضروری ہے (۱) اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کے لئے گیارہ سال سے کم عمری کا وقت ہی مناسب ہے (۲) اس لئے ضروری ہے کہ جو بچے قرآن مجید کے مکتبوں میں قرآن مجید پڑھ رہے ہیں خواہ حفظ یا ناظرہ، ان کو اس شرط کے ساتھ کہ وہ قرآن مجید پڑھتے رہیں اس جبریہ تعلیم سے مستثنیٰ کرایا جائے لیکن جب وہ قرآن بھی نہ پڑھیں بیکار پھرنے لگیں تو پھر ان کو تعلیم حاصل کرنے پر مجبور کیا جائے۔ محمد کفایت اللہ غفرلہ

(ماخوذ از رسالہ جبریہ تعلیم شائع کردہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کاندھلوی ۱۳۴۶ھ)

دوسرا باب
تعلیم کے احکام و آداب
فصل اول، تعلیم کا معاوضہ لینا

دینی تعلیم یا امامت پر تنخواہ لینا جائز ہے

(سوال) امامت یا تعلیم قرآن و دیگر کتب دینیہ کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۱۴) امامت و تعلیم قرآن کی اجرت لینا (بنابر فتوی متاخرین حنفیہ) جائز ہے - قال فی الهدایه و بعض مشائخنا رحمهم الله تعالى استحسنو الا استئجار على تعليم القران اليوم لظهور التوانى فى الامور الدينية ففى الامتناع تضييع حفظ القرآن و عليه الفتوى و زاد فى مختصر الوقاية و متن الاصلاح تعليم الفقه و زاد فى متن المجمع الامامة و مثله فى متن الملتقى و در البحار (رد المختار (۳) مختصراً)

---

(۱) وايضا فى اطلاقه ايماء الى قوله الائمه ان حفظ القران من فروض الكفايات فيخاطب به كل الامة فى كل زمن نعم ان حفظه جمع منهم يقوم بهم الكفاية سقط الحرج عن جميعهم والا اثموا كلهم (مرقاة المفاتيح كتاب فضائل القرآن ، الفصل الثالث ٤ / ٤٨٠ ، ط امداديه ملتان) و فيها: و ظاهر كلام الزركشى ان كل بلد لا بد فيه ان يكون ممن يتلو القرآن فى الجملة لان تعلم بعض القرآن فرض عين على الكل، فاذا لم يوجد هناك احد يقرا اثموا جميعا (مرقاة. كتاب فضائل القرآن، ٤ / ٤٦٢ ، ط امداديه ، ملتان)

(۲) و حجة من اجاز (اى تعليم القرآن الصبيان) انه ادعى الى ثبوته و رسوخه عنده كما يقال. التعلم فى الصغر كالنقش فى الحجر (فتح البارى، شرح صحيح البخارى باب تعليم الصبيان القرآن، ۹ / ۷۵ . ط مطبعه كبرى ميريه، مصر) (۳) كتاب الاجارة، مطلب فى الاستئجار على الطاعات ، ٦ / ٥٥ ط سعيد)

(۱) قرآن مجید پڑھانے کی تنخواہ لینا جائز ہے، تراویح و شبینہ کی اجرت جائز نہیں
(۲) پیشگی وعدہ اور طے کئے بغیر اگر حافظ صاحب کو کچھ دیا جائے تو گنجائش ہے
(۳) شبینہ پڑھنا کیسا ہے؟

(سوال) (۱) حفاظ کے لئے اجرت و معاوضہ جائز ہے یا نہیں؟ خواہ وہ تعلیم قرآن شریف کا ہو یا ایصال ثواب کے لئے ختم پڑھنا یا رمضان المبارک میں تراویح یا شبینہ پر ہو۔ (۲) اجرت و معاوضہ اگر جائز ہے تو تعین کے ساتھ یا بلا تعین؟ (۳) شبینہ کی دو صورتیں ہیں (ایک رات میں اور تین رات میں) ہر دو جائز ہے یا ناجائز؟ یا کوئی ایک جائز ہے؟ المستفتی نمبر ۳۰۲ حافظ محمد عزیز اللہ خوشنویس (اجمیر شریف) ۱۱ صفر ۱۳۵۳ھ م ۲۲ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۵) قرآن پاک اور علوم دینیہ کی تعلیم کی اجرت متاخرین حنفیہ کے فتوے کے بموجب جائز ہے حنفیہ کا اصل مسلک عدم جواز تھا۔ جواز کا فتویٰ انہوں نے ضرورت کی بناء پر دیا ہے تعلیم کی اجرت کے جواز کی ضرورت ظاہر ہے کہ اگر اجرت یعنی ناجائز قرار دی جائے تو اس کا نتیجہ ترک تعلیم کی صورت میں ظاہر ہوگا اور قرآن مجید اور علوم دینیہ کی تعلیم کا متروک ہونا عظیم الشان نقصان ہے اس لئے جواز اجرت کا فتویٰ دیدیا گیا اسی پر امامت و افتاء کو بھی قیاس کیا گیا،(۱) مگر صرف تلاوت قرآن مجید (بغرض ایصال ثواب) کی اجرت کو اصل مسلک کے موافق ناجائز ہی رکھا گیا کیونکہ اگر عدم جواز اجرت کی وجہ سے تلاوت قرآن بغرض ایصال ثواب متروک ہو جائے تو کسی ضرورت دینیہ میں کمی نہیں آتی اس لئے قرآن مجید تراویح میں سننے کی اجرت بھی ناجائز قرار دی گئی کہ اس کے ترک سے کسی ضرورت دینیہ میں کمی نہیں آتی سورتوں کے ساتھ تراویح پڑھ کر سنت قیام رمضان ادا کر سکتے ہیں۔(۲) (۲) بلا تعیین دے دیا جائے اور نہ دینے پر کوئی شکوہ شکایت نہ ہو تو یہ صورت اجرت سے خارج اور حد جواز میں داخل ہو سکتی ہے۔(۳)

---

(۱) الاصل ان كل طاعة يختص بها المسلم لا يجوز الاستئجار عليها قال في الهداية و بعض مشايخنا رحمهم الله تعالى استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن اليوم لظهور التواني في الامور الدينية ففي الامتناع تضييع حفظ القرآن، و عليه الفتوى و زاد في متن الملتقى و مجمع الانهر، و مثله في متن الملتقى و درر البحار (رد المحتار، كتاب الاجارة، مطلب في الاستئجار على الطاعات ٦/ ٥٥ ط سعيد) (٢) فهذا دليل قاطع و برهان ساطع على ان المفتى به ليس هو جواز الاستئجار على كل طاعة بل على ما ذكروه فقط مما فيه ضرورة ظاهرة تبيح الخروج عن اصل المذهب من طرو المنع وقد ذكرنا مسئلة تعليم القرآن على استحسان اه يعني للضرورة، ولا ضرورة في الاستئجار على القراءة على القبر ولا يصح الاستئجار على القراءة (رد المحتار مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة ٦/ ٥٦، ٥٧ ط سعيد) (٣) فان اعطى المعلم شيئا من غير شرط فظاهر كلام جوازه، وهو قول معتبر للحنفية - ولا اذا كان بغير شرط يكون هبة مجردة، فحينئذ - كما لو لم يعلمه شيئا (اعلاء السنن، باب لاجرة على تعليم القرآن ١٦/ ١٦٩، ١٧٠ ط ادارة القرآن والعلوم الاسلامية، كراچي) [illegible] [illegible] - وفي الشامية ولو لا الاجرة ما قرأ احد في هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظيم مكسبا ووسيلة الى جمع الدنيا - انا لله و انا اليه راجعون (كتاب الاجارة، ٦/ ٥٧، ط سعيد)

(۳) ختم شبینہ کی دونوں صورتیں بوجہ ان عوارض کے جو پیش آتے ہیں اور تقریباً لازم ہیں مکروہ ہیں اگر پڑھنے والے اور سننے والے سب کے سب مخلص ہوں اور بہ نیت عبادت شوق سے پڑھیں اور سنیں تو تین دن میں ختم کرنا بہتر ہوگا۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

(۱) کیا ایسے امام کو امامت پر ثواب ملے گا اگر تنخواہ نہ دی جائے تو امامت چھوڑ دے
(۲) تنخواہ لیکر دینی کتابیں پڑھانے پر ثواب ملے گا
(۳) غریب اور مالداروں کو تنخواہ لیکر دینی کتابیں پڑھانے یا امامت پر ثواب ملے گا
(۴) دینی تعلیم اور امامت پر تنخواہ مقرر کر کے لینا جائز ہے
(۵) طلباء سے خدمت لینے کا حکم
(۶) میں اللہ واسطے امامت یا خدمت کروں گا، تم اللہ واسطے تنخواہ دو سوال ممنوع میں داخل نہیں
(۷) عبادات پر اجرت لینے کے بارے میں شاہ عبدالعزیزؒ کے ایک قول کی تشریح

(سوال) زید ایک جگہ ملازم ہے وہاں دینی کتابیں پڑھاتا ہے اور امامت کرتا ہے اور اس کو تنخواہ ملتی ہے کتابیں پڑھانے کو وہ کار گزاری سمجھتا ہے یعنی اگر ملازمت نہ رہے تب بھی وہ تھوڑا بہت پڑھانے کا کام جاری رکھے اور امامت کے کام کو وہ کار گزاری نہیں سمجھتا یعنی اگر امامت کی تنخواہ نہ ملے تو وہ امامت نہ کرے امامت کرنے کو پسند نہیں کرتا امامت کے پندرہ روپے اور مدرسی کے دس روپے ملتے ہیں اگر امامت کو چھوڑ دے تو اس جگہ مدرسی کرنا مشکل ہو جاتا ہے تو عرض یہ ہے۔

(۱) صورت مذکورہ میں تنخواہ لیکر امامت کرنے سے امامت کا ثواب ملے گا یا نہیں؟
(۲) صورت مذکورہ میں تنخواہ لیکر دینی کتابیں پڑھانے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟
(۳) کوئی شخص تنخواہ لیکر امامت کرے یا تعلیم دینی کرے تو کن وجوہ میں ثواب ہوگا اور کن وجوہ میں ثواب نہ ہوگا کس طرح نیت کرنے سے ثواب ہوگا مالدار اور غریب میں فرق ہے یا نہیں؟
(۴) تعلیم دینی وامامت پر تنخواہ ٹھہرا کر لینا جائز ہے یا نہیں؟
(۵) طلباء سے استاد کام لے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور استاد کو اجر ملے گا یا جاتا رہے گا؟
(۶) اگر کوئی شخص محلہ والوں کو یا متولی مسجد کو یوں کہے کہ میں امامت کروں گا یا مسجد کا کام کروں گا اللہ واسطے اور تم مجھ کو اللہ کے واسطے کھانا اور تنخواہ دو تو اس طرح للہ مانگنا جائز ہے یا نہیں اور یہ مانگنا سوال ممنوع میں داخل ہے یا نہیں؟
(۷) شاہ عبدالعزیزؒ نے سورہ بقر آیت وفی ذلکم بلاء من ربکم عظیم کے تحت میں فرمایا ہے کہ ''

---

(۱) ولا یختم فی اقل من ثلاثة ایام تعظیماً له (عالمگیرية الباب الرابع فی الصلاة والتسبیح و قراءة القرآن لخ، ۵/۳۱۷، ط مکتبه ماجدیه، کوئٹه)

اجرت بر عبادت گرفتن دراں صورت جائز است کہ نیت خالص محض برائے خدا باشد و بودن و نبودن اجرت برابر گردد - آں عبادت را کار کردنی خود داند خواہ کسے بر اں اجرت بدہد یا نہ دہد و اگر مانند حرفہ ہا و مزدوریہائے دنیاوی آں عبادت را معلق بر گرفتن اجرت سازد کہ اگر اجرت داد ند بجا آورد والا ترک کرد پس او محض مزدور است از ثواب بہرہ ندارد بلکہ خوف عقاب دارد کہ کار دین را برائے دنیا کرد و آخرت را بادنیٰ فروخت، معاذ اللہ من ذلک -" عبارت مذکورہ کا کیا مطلب ہے ؟ فی زمانہ امامت کو شاید ہی کوئی کار کردنی سمجھتا ہو اس لئے کہ اس میں بہت ذمہ داری ہے اگر تنخواہ نہ دی جائے تو اکثر مساجد خالی رہیں -
المستفتی نمبر ۵۲۰ محمد ابراہیم (احمد آباد) ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ ۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۶) نمبر ۱ سے لیکر ۴ تک کا جواب یہ ہے : کہ امامت اور تعلیم و تدریس کی تنخواہ ٹھہرا کر لینا جائز ہے (۱) اور اگر اس کی نیت یہ ہو کہ رفع ضروریات کے لئے تنخواہ لیتا ہوں اور اگر ان کاموں کو دینی کام سمجھ کر اختیار کرتا ہوں تو اس کا ثواب بھی ملے گا اگرچہ بلا تنخواہ حسبۃ للہ یہ کام کرے تو ثواب زیادہ ہوگا -(۲)

(۵) طلباء سے عرفی طور پر کوئی کام لینا جو وہ بطیب خاطر خدمت استاد سمجھ کر کردیں اور خوش ہوں جائز ہے اور اس میں اس کے ثواب تعلیم پر کوئی اثر نہ ہوگا -

(۶) یہ تعبیر تو ممنوع نہیں اور نہ یہ سوال میں داخل ہے مگر جب کہ نیت معاوضہ کی ہو تو اس کام سے کچھ فائدہ نہیں -(۳)

(۷) شاہ صاحب کی عبارت اس قول پر مبنی ہے کہ عبادت پر اجرت لینا ناجائز ہے اور جو صورت جواز کی تحریر فرمائی ہے وہ در حقیقت اجرت کی حد میں داخل نہیں ہوتی اور جو صورت عدم جواز کی تحریر فرمائی ہے وہ اجرت ہے جیسا کہ ان کا فقرہ " پس او محض مزدور است " اس کی دلیل ہے اور یہ متقدمین کے نزدیک ناجائز اور متاخرین کے فتوے کے موجب جائز ہے -(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) و یفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والامامة والاذان - فیجب المسمی بعقد (الدر المختار مع رد المحتار، مطلب فی الاستئجار علی الطاعات، ۶ / ۵۵، ط سعید)

(۲) نعم قد یقال ان کان قصده وجه الله تعالی لکن بمراعاته للاوقات، والاشتغال به یقل الاکتساب عما یکفیه لنفسه و عیاله فیاخذ الاجرة لئلا یمنعه الاکتساب عن اقامة هذه الوظیفة الشریفة، ولولا ذلک لم یاخذ اجرا فله الثواب المذکور بل یکون قد جمع بین عبادتین وهما الاذان، والسعی علی العیال، وانما الاعمال بالنیات (رد المحتار باب الاذان، مطلب فی المؤذن اذا کان غیر محتسب فی اذانه ۱ / ۳۹۲، ط سعید)

(۳) انما الاعمال بالنیات (الحدیث) (بخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول الله ﷺ ۱ / ۲، ط قدیمی کتب خانہ، کراچی)

(۴) اما الاجرة علی الطاعات فاصول المذهب الحنفیة تقتضی انها غیر صحیحة بتاتا - لکن المتاخرین من الحنفیة نظروا الی حالة ضرورة طارئة فافتوا بجواز اخذ الاجرة علی بعض الطاعات للضرورة (کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة مبحث ما تجوز اجارته وما لا تجوز ۳ / ۱۱۰، ط دار الفکر، بیروت)

حضور ﷺ کبھی کبھار صحابہ کرامؓ کے گھر بطور محبت و صداقت کھانا تناول فرماتے تھے نہ کہ بطور اجرت

(سوال) عوام رسول اللہ ﷺ کے گھر سے کھانا کھایا کرتے تھے نہ کہ رسول اللہ ﷺ کسی کے گھر سے کھاتے تھے اور نہ ہی کوئی مزدوری یا اجرت لیتے تھے اور قرآن اس حکم کو کئی جگہ فرماتا ہے اس کے مخالف آج علماء مقتدیوں کے گھروں سے کھاتے ہیں اور اپنی نماز پڑھائی جنازہ یا نکاح پڑھائی کی اجرت لے لیتے ہیں۔ المستفتی نمبر ۶۹۹ حکیم سید عبداللہ شاہ دہلی ۹ شوال ۱۳۵۴ھ م ۵ جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۷) قرآن مجید میں کہیں پیغمبر ﷺ کو امت کے گھر کھانا کھانے سے منع فرمایا نہیں گیا اس لئے امت کے افراد بھی حضور ﷺ کے دوست خانے پر کھانا کھاتے تھے اور حضور ﷺ کبھی کبھی اپنے مخلصین کے مکان پر کھانا تناول فرماتے تھے(۱) لیکن حضور ﷺ کا تناول فرمانا معاذاللہ اجرت کے طور پر نہیں ہوتا تھا بلکہ محبت و صداقت کی بناء پر ہوتا تھا جس کا قرآن مجید میں بھی ذکر ہے(۲) رہا آج کل مساجد کے اماموں، موذنوں یا استادوں کا اجرت امامت واذان یا اجرت تعلیم لینا تو یہ مسئلہ مجتہدین امت میں مختلف فیہ تھا امام ابو حنیفہ عبادات کی اجرت لینے دینے کو ناجائز فرماتے تھے اور دوسرے ائمہ جائز فرماتے تھے متاخرین حنفیہ نے بھی دوسرے کے قول کے موافق تعلیم وامامت واذان کی اجرت کے جواز کا فتویٰ دے دیا ہے کیونکہ بغیر اجرت ان چیزوں کا بقاء اور نظام کا قیام مشکل ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

طالب علم کو اگر تعلیم کے ساتھ ہنر بھی سکھایا جائے تو بہتر ہے

(سوال) دینی طلباء کو آج کل علمائے کرام دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہنر کیوں نہیں سکھاتے تاکہ ہنر کے ذریعے اپنی روزی کما سکیں اور علم دین سے دوسروں کو بلا کسی مزدوری کے فیض پہنچا سکیں؟
المستفتی نمبر ۶۹۹ حکیم سید عبداللہ شاہ زنجانی (دہلی)

---

(۱) عن ابی هریرة قال خرج رسول الله ﷺ ذات یوم اولیلة – فاتی رجلاً من الانصار فاذا هو لیس فی بیته فلما رأته المرأة قالت مرحبا (الی قوله) فانطلق فجاء هم بعذق فیه بسر و تمر و رطب فقال کلوا من هذه، واخذ المدیة، فقال له رسول الله ﷺ ایاک والحلوب، فذبح لهم فاکلوا من الشاة ومن ذلک العذق (الحدیث) (صحیح الامام مسلم باب جواز استتباعه غیره الی دار من یثق ۲/ ۱۷٦، ط قدیمی کتب خانه، کراچی)

(۲) و فی تفسیر القرطبی (قوله تعالی قل ما سألتکم من اجر) ای جعل علی تبلیغ الرسالة (فهو لکم) ای ذلک الجعل لکم ان کنت سألتکموه (ان اجری الا علی الله وهو علی کل شئ شهید) (سبا ۴۷ – ۱۹۹/۷، ط دار الفکر، بیروت)

(۳) ولا لاجل الطاعات مثل الاذان والحج والامامة و تعلیم القرآن والفقه، و یفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والامامة والاذان (تنویر الابصار و شرحه) قال المحقق فی الشامیة (قوله و یفتی الیوم الخ) قال فی الهدایة و بعض مشایخنا استحسنوا الاستئجار علی تعلیم القرآن الیوم لظهور التوانی فی الامور الدینیة – وزاد فی متن المجمع الامامة- وزاد بعضهم الاذان (رد المحتار مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستئجار علی التلاوة ۶/۵۵، ط سعید)

(جواب ۱۸) ہاں یہ بات کہ طالب علم کو علم کے ساتھ کوئی صنعت و حرفت بھی سکھائی جائے بہتر ہے اور بہت سے لوگوں نے اس پر عمل شروع بھی کر دیا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف دینی علوم کی تعلیم دینا ناجائز یا غیر مفید ہے۔		محمد کفایت اللہ

(۱) داخلہ فیس کا حکم
(۲) ماہوار فیس لی جا سکتی ہے

(سوال) ایک اسلامی مدرسہ کی مالی حالت نہایت خراب ہے، یہاں کے مسلمان اس قدر بے حس ہیں کہ باوجود خدمات کے اعتراف کے مالی امداد کی طرف راغب نہیں ہوتے اس مدرسہ میں نہ گورنمنٹ سے کوئی مالی امداد لی جاتی ہے نہ کسی بورڈ وغیرہ سے اندریں صورت (۱) اگر بچوں کے داخلہ کے وقت کوئی رقم داخلہ فیس کے طور پر لی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۲) درجہ قرآن یا حفظ و ناظرہ اردو یا فارسی یا عربی ان میں سے کسی درجہ کے لڑکوں پر ماہواری فیس شرعاً مقرر کرنا درست ہے یا نہیں؟
المستفتی مہتمم مدرسہ دینیہ اسلامیہ، غازی پور (یوپی) ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ م ۳۰ جولائی ۱۹۳۶ء
(جواب ۱۹) (۱) داخلہ کی فیس تو کوئی معقول نہیں(۱) (۲) ماہوار فیس لی جا سکتی ہے۔(۲)

متاخرین نے ضرورت کی وجہ سے بعض عبادات پر اجرت لینے کو جائز قرار دیا ہے

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تعلیم قرآن مجید اور اذان و امامت کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا
(جواب ۲۰) واضح ہو کہ یہ مسئلہ قدیم سے مختلف فیہ ہے - امام شافعیؒ اور امام بن حنبل (۳) اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ایسی اطاعت پر جو اجیر کے ذمہ متعین نہ ہوں عقد اجارہ منعقد کرنا اور اجرت لینا دینا جائز ہے جیسے تعلیم قرآن مجید، اذان، امامت وغیرہ اور امام ابو حنیفہؒ اور زہری اور قاضی شریحؒ اور ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ طاعات پر اجارہ ناجائز ہے ہمارے اصحاب متقدمین حنفیہ کا یہی مسلک تھا کہ

---

(۱) معقول اس اعتبار سے نہیں کہ یہ طے نہیں ہو سکا کہ داخلہ فیس کس چیز کی اجرت ہے، خصوصاً جب داخلہ فیس کے ساتھ ماہوار فیس بھی لی جائے، غایۃ مافی الباب یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ داخلہ سے متعلق امور نمٹانے کی اجرت ہے
(۲) و یفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه (الدر المختار مع رد المحتار: مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاستجارہ علی التلاوۃ الخ ۶/۵۵ ط سعید)
(۳) امام احمد بن حنبل کے متعلق یہ نقل ہے کہ وہ طاعات پر اجرت لینے کے مجوزین میں ہیں مگر یہ قول ضعیف یا قول قدیم یا بلا شرط اجرت دینے پر ہے، ان کا مشہور اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ طاعات پر اجرت لینا جائز نہیں (دیکھئے الانصاف: عمل فقه الامام احمد بن حنبل، باب اجرہ ۶/۴۵، ۴۶ ط دار احیاء التراث بیروت و کتاب الفقه علی المذاهب الاربعه، مبحث ما تجوز اجرته وما لا تجوز، ۳/۱۲۶، ط دار الفکر، بیروت)

طاعات پر اجرت لینا دینا ناجائز ہے اور قدمائے حنفیہ اسی کے موافق فتویٰ دیتے اور عمل کرتے رہے علم دین پڑھانے والوں، اذان کہنے والوں اور امامت کرنے والوں کے وظائف بیت المال سے مقرر ہوتے تھے اور یہ لوگ نہایت اطمینان اور فارغ البالی سے اپنا کام انجام دیتے تھے۔

کچھ عرصے کے بعد اسلامی سلطنت نہ رہنے یا بیت المال کے مصارف میں بعض مسلمان بادشاہوں کے شرعی حدود سے تجاوز کر جانے کی وجہ سے ان علماء اور موذنین وائمہ کے وظائف بند ہوگئے اور تعلیم علوم دینیہ یا اذان وامامت کی انجام دہی میں جو فراغت قلبی انہیں حاصل تھی وہ جاتی رہی چونکہ یہ لوگ بھی آخر انسان تھے اور انسانی ضروریات معاش ان کی زندگی کے لوازمات میں بھی داخل تھیں اس لئے ان کو مجبوراً مال حاصل کرنے کے ذرائع کی طرف متوجہ ہونا پڑا جس کے وسیلے سے اپنی اور اپنی اولاد متعلقین کی اوقات بسری کر سکیں ذرائع معاش چونکہ مختلف اقسام کے ہیں کسی نے کوئی طریقہ اختیار کیا کسی نے کوئی۔ کسی نے تجارت، کسی نے زراعت، کسی نے ملازمت، کسی نے صنعت ودستکاری اختیار کی اسی طرح ضرورتیں بھی کمی بیشی میں مختلف تھیں اس لئے رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں ایک بڑا حصہ کسب معاش میں خرچ کر دینے کے باوجود بھی بعض افراد کی ضرورتیں پوری نہ ہوئیں۔

ان حالات کی وجہ سے بہت سے علماء بہت سے موذن، بہت سے امام مجبوراً ان مشاغل کی وجہ سے تعلیم یا اذان یا امامت کی خدمت کو بالالتزام پورا نہ کر سکے اور بلا آخر انہیں اضطراری حالت سے ان خدمات کو چھوڑنا پڑا لیکن تعلیم چھوڑنے سے یہ نقصان متصور تھا کہ علم دین کا سلسلہ منقطع ہو جانے کا کیونکہ جب پڑھانے والوں کو اپنی ضروریات معاش میں مشغولی کی وجہ سے اتنی فرصت نہ ملتی کہ طلبہ کو پڑھا سکیں تو پھر علم دین کی زندگی اور بقاء کی کیا صورت تھی اذان چھوڑ دینے سے یہ نقصان متصور تھا کہ نماز کے اوقات کا انضباط جو معین موذن ہونے کی صورت میں ہو سکتا ہے درہم برہم ہو جاتا چونکہ اس زمانے میں بڑے بڑے شہروں بلکہ بعض قصبوں میں بھی اکثر غریب مسلمان کارخانوں اور کمپنیوں اور ملوں میں مزدوری پر کام کرتے ہیں اور اپنے افسروں کی خوشامد کر کے نماز اور جماعت کے لئے اجازت حاصل کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ اذان اور نماز کا وقت معین ہو کہ اس کے موافق وہ کارخانوں سے ٹھیک وقت پر آجایا کریں اور جماعت سے نماز پڑھ کر اپنے کام پر چلے جائیں اگر اذان وجماعت کے اوقات معین نہ ہوں تو ان لوگوں کو یا تو جماعت چھوڑنی پڑے یا اپنے کام میں زیادہ دیر تک غیر حاضر رہنے کی وجہ سے افسروں سے ناچاقی پیش آئے اور اپنے ذرائع معاش کو کھو بیٹھیں امام معین نہ ہونے کی صورت میں جماعت کا انتظام درست نہیں رہ سکتا، اور پورے انضباط سے نماز نہیں ہو سکتی جن مساجد میں کوئی موذن اور امام مقرر نہیں ہے نماز کے وقت جو پہلے آگیا اس نے اذان کہہ دی اور جس کو مناسب سمجھا امام بنا دیا ایسی مسجدوں میں جماعت کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہو سکتا اور اس لئے ان لوگوں کو جو دوسروں کی تابعداری میں پھنسے ہوئے ہیں اکثر اوقات ایسی مسجدوں میں جماعت سے

نماز نصیب نہیں ہوتی۔
پس متاخرین فقہاء حنفیہ نے اس ضرورت شرعیہ کی وجہ سے حضرت امام شافعی کے قول کے موافق یہ فتویٰ دیا ہے کہ مواقع ضرورت میں طاعات پر اجرت لینا جائز ہے اور قرآن مجید و حدیث و فقہ کی تعلیم اور اذان و امامت پر اجرت لینے کی جواز کی تصریح کر دی کیونکہ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ بغیر ان کے بقاء کے اسلامی حقیقت کا باقی رہنا بھی مشکل ہے۔
ہم ذیل میں فقہاء کی وہ تصریحات نقل کرتے ہیں جن میں آج کل اذان و امامت اور تعلیم پر اجرت لینے کا جواز مذکور ہے۔

و بعض مشائخنا رحمهم الله استحسنوا الاستیجاز علی تعلیم القرآن الیوم لظهور التوانی فی الامور الدینیة ففی الامتناع تصییع حفظ القران و علیه الفتوی اه کذافی الهدایة۔[۱]
اور ہمارے بعض مشائخ رحمہم اللہ نے آج کل تعلیم قرآن پر اجرت لینے دینے کا جواز بہتر سمجھا کیونکہ امور دینیہ میں لوگوں کی سستی ظاہر ہوگئی ہے تو ممانعت کے حکم میں اندیشہ ہے کہ حفظ قرآن ضائع ہو جائے اور اسی جواز اجرت پر فتویٰ ہے۔

و مشائخ بلخ جوزو االاستیجار علی تعلیم القر ن اذا ضرب لذلك مدة وافتوا بوجوب المسمی کذافی المحیط۔
اور مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن کی اجرت لینے کو جائز فرمایا ہے جب کہ اس کی مدت معین کی جائے اور معین شدہ اجرت کے واجب التسلیم ہونے کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔

وکذا جوز واالاستیجار علی تعلیم الفقه و نحوه والمختار للفتوی فی زماننا قول هولاء کذافی الفتاوی العتابیة فتاوی عالمگیری باختصار [۲]
اسی طرح تعلیم فقہ اور اس کے امثال (اذان و امامت) پر اجرت لینے کا جواز بھی ہے اور ہمارے زمانے میں فتویٰ کے لئے انہیں لوگوں کا قول مختار ہے۔

الاستیجار علی الطاعات کتعلیم القران و الفقه والتدریس والوعظ لا یجوز ای لا یجب الاجر واهل المدینة طیب الله ساکنها جوزوه وبه اخذ الامام الشافعی قال فی المحیط و فتوی مشائخ بلخ علی الجواز قال الامام الفضلی والمتاخرون علی جوازه وکان الامام الکرمانی یفتی "بدرنار سیده معلم راخوشنودکنید" و فتوی علمائنا علی ان الاجارة ان صحت یجب المسمی وان لم تصح یجب اجر المثل الخ فتاوی بزازیه[۳]

---

(۱) کتاب الاجارہ، مطلب تحریر مهم فی عدم جواز الاجرة علی التلاوة الخ ۶/ ۵۵، ط سعید)
(۲) الباب السادس عشر فی مسائل الشیوع فی الاجارة والاستجارة علی الطاعات، ۴/ ۴۴۸، ط ماجدیه کوئٹه)
(۳) نوع فی تعلیم القرآن والحرف ۵/ ۳۷، ط ماجدیه کوئٹه

طاعات پر عقد اجارہ مثلاً تعلیم قرآن و فقہ اور تدریس اور وعظ پر اجرت لینا جائز نہیں یعنی اجرت واجب نہیں ہوتی اور اہل مدینہ طیب اللہ ساکنہا طاعات پر اجرت لینے کو جائز کہتے ہیں اور امام شافعیؒ اسی کے قائل ہیں محیط میں فرمایا کہ مشائخ بلخ کا فتویٰ جواز پر ہے۔

امام فضلیؒ نے فرمایا۔ متاخرین حنفیہ جواز کے قائل ہیں اور امام کرمانی فتویٰ دیتے تھے کہ " دروازے تک پہنچنے سے پہلے معلم کو خوش کردو" اور ہمارے علماء کا فتویٰ ہے کہ اگر عقد اجارہ صحیح طور پر کیا گیا تو اجرت معینہ واجب ہوگی ورنہ اجر مثل لازم ہوگا۔

وقال محمد بن الفضل کرہ المتقدمون الاستیجار لتعلیم القرآن وکرھوا اخذ الاجرۃ علیہ لوجود العطیۃ من بیت المال مع الرغبۃ فی امور الدین و فی زماننا انقطعت فلواشتغلوا بالتعلیم بلا اجر مع الحاجۃ الی معاش لضاعو او تعطلت المصالح فقلنا بماقالوا۔ فتاوی بزازیہ (۱) و مثلہ فی الخانیۃ۔(۲)

امام محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ متقدمین حنفیہ نے قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینے کو اس لئے مکروہ فرمایا تھا کہ بیت المال سے معلمین کے لئے عطیات مقرر تھے اور لوگوں کو امور دین کی رغبت بھی تھی اور ہمارے زمانے میں عطیات منقطع ہو گئے تو اب اگر تعلیم میں مشغول ہوں اور اسباب معیشت کی حاجت اسی طرح باقی رہنے کے باوجود اجرت نہ لیں تو مرنے لگیں گے اور مصالح زندگی درہم برہم ہو جائیں گے اس لئے ہم بھی اسی بات کے قائل ہو گئے جس کے (یعنی امام شافعیؒ و امام احمد و اہل مدینہ وغیرہ) قائل تھے یعنی جواز اجرت کا فتویٰ ہم نے بھی دے دیا ہے۔

قال الشیخ الامام شمس الائمۃ السرخسی رحمہ اللہ تعالی ان مشائخ بلخ جوزو االاجارۃ علی تعلیم القران واخذ وافی ذلک بقول اھل المدینۃ وانا افتی بجواز الاستیجار ووجوب المسمٰی ۔ فتاوٰی قاضی خان(۳)

امام شمس الائمہ سرخسیؒ نے فرمایا کہ مشائخ بلخ نے تعلیم القرآن پر اجرت لینے دینے کو جائز فرمایا ہے اور اس بارے میں انہوں نے اہل مدینہ کے قول پر عمل کیا ہے۔ اور میں بھی اجرت لینے دینے کے جواز اور اجرت معینہ کے واجب ہونے کا فتویٰ دیتا ہوں۔

والفتوٰی الیوم علیٰ جواز الاستیجار لتعلیم القران وھو مذھب المتاخرین من مشائخ بلخ استحسنو اذلک لظھور التوانی فی الامور الدینیۃ وکسل الناس فی الاحتساب۔

آج کل تعلیم قرآن کی اجرت لینے کے جواز پر فتویٰ ہے اور یہ متاخرین مشائخ بلخ کا مذہب ہے، انہوں نے

---

(۱) نوع فی تعلیم القران والحرف، ۵/۳۸ ط ماجدیہ، کوئٹہ
(۲) باب اجارۃ الفاسدۃ ۴/۳۲۵ ، ط ماجدیہ کوئٹہ
(۳) حوالہ بالا

اس جوازِ اجرت کو اس لئے بہتر سمجھا کہ امورِ دینیہ میں لوگوں کی سستی ظاہر ہو رہی ہے اور ثواب کی نیت سے کام کرنے میں لوگ کسل کرنے لگے ہیں۔

و کذا یجوز علی الامامۃ فی ھذا الیوم لان الائمۃ کانت لھم عطیات فی بیت المال وانقطعت الیوم بسبب استیلاء الظلمۃ علیھا۔

اور اسی طرح اس زمانہ میں امامت کی اجرت بھی جائز ہے کیونکہ پہلے اماموں کے لئے بیت المال سے وظائف مقرر ہوتے تھے وہ اب بند ہو گئے۔ کیونکہ بیت المال ظالموں کے قبضے میں ہیں۔

و فی روضۃ الزند ویستی کان شیخنا ابو محمد عبداللہ الخیز اخیزی یقول فی زماننا یجوز للامام والموذن و المعلم اخذ الاجرۃ – انتھی عینی (۱) شرح کنز الدقائق

اور روضہ زندویستی میں ہے کہ شیخ ابو محمد عبداللہ الخیز اخیزی فرماتے تھے کہ ہمارے زمانے میں امام، اور موذن اور معلم کو اجرت لینا جائز ہے۔

ویفتی الیوم بصحتھا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان – انتھی (درمختار) (۲)

اور آج کل قرآن و فقہ کی تعلیم اور امامت اور اذان پر اجرت لینے دینے کے جواز پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔

ان نصوصِ فقہیہ سے امورِ ذیل بوضاحت ثابت ہو گئے۔

(۱) متقدمین حنفیہ طاعات پر اجرت لینے دینے کو ناجائز فرماتے تھے اور اہل مدینہ اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور ایک جماعت اس کے جواز کی قائل ہے۔

(۲) متاخرین حنفیہ نے یہ دیکھ کر بیت المال کے عطیات موقوف ہو گئے اور ذرائع معیشت میں دشواریاں پیدا ہو گئیں اور امورِ دین میں سستی اور بے پروائی ظاہر ہو گئی پس ایسی حالت میں عدمِ جوازِ اجرت کا حکم دینے سے دین اور شعائرِ مذہب کو سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ تھا اس لئے انہوں نے اس مسئلہ میں امام شافعیؒ اور اہل مدینہ کا قول اختیار کر لیا جیسے کہ متاخرین حنفیہ نے اسی قسم کی ضرورتوں کی وجہ سے زوجہ مفقود کے بارے میں امام مالک کے قول کو اختیار کیا ہے۔

(۳) متاخرین حنفیہ کا متقدمین کے قول سے اختلاف کرنا اس ضرورتِ شرعیہ پر مبنی تھا، پس جن ضرورتوں میں یہ ضرورت متحقق ہو گی وہیں یہ حکم ہو گا اور جہاں یہ ضرورت نہ ہو گی وہاں یہ حکم جاری نہ ہو گا چنانچہ علامہ شامیؒ نے رد المحتار (۳) میں تصریح کر دی ہے کہ تلاوت قرآن اور تسبیح و تہلیل بغرض ایصالِ ثواب پر اجرت لینا دینا اب بھی ناجائز ہے کیوں کہ اس میں کوئی ضرورت نہیں اور ان کے چھوڑنے سے دین اور شعائرِ مذہب کو کوئی صدمہ نہیں پہنچتا۔ اسی طرح وعظ کی اجرت اس صورت سے کہ وعظ

---

(۱) کتاب الاجارۃ، باب الاجارۃ الفاسدہ ۲/ ۱۵٤، ط ادارہ القرآن دار العلوم الاسلامیہ، کراچی)

(۲) کتاب الاجارۃ، مطلب فی الاستئجار علی الطاعات ٦/ ۵۵، ط سعید)

(۳) کتاب الاجارہ، مطلب تحریر مھم فی عدم جواز اخذ الاجرۃ علی التلاوۃ الخ ٦/ ۵٦ ط سعید)

کہنے کی نوکری کرلی جائے جائز ہے - لیکن متفرق طور پر واعظ جو وعظ کہتے ہیں ان کی اجرت لینا جائز نہیں اور عدم جواز کی وجہ ایک (۱) عارضی خارجی ہے - جو اکثری طور پر ان متفرق وعظوں کو لاحق ہے وہ یہ کہ اجرت کے خیال سے واعظ کتمان حق کر جاتا ہے یعنی اگر اجرت دینے والے کے اندر کوئی خلاف شرع امر پایا جاتا ہو تو واعظ اس کا رد نہیں کرتا کہ مبادا اجرت ملنے میں کوئی روک پیدا ہو جائے کیونکہ ایسے متفرق وعظوں کی اجرت اکثری طور پر شخصیت سے متعلق ہوتی ہے یا سامعین سے ہی وصول اجرت کی امید ہوتی ہے اور نوکری کی صورت میں اکثری طور پر یہ عارض نہیں پایا جاتا - اور اگر کسی ملازمت میں بھی کتمان حق کی نوبت آئے تو وہ بھی ناجائز ہو گی -

(۴) تعلیم قرآن مجید - تدریس حدیث و فقہ - اذان و امامت کی مذکورہ بالا عبارتوں میں تصریح موجود ہے پس ان چیزوں کی اجرت جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں - واللہ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ مولاہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ ما جناہ المدرس فی المدرسۃ الامینیۃ الواقعۃ بدھلی - ۲۰ شعبان ۱۳۳۴ھ

الجواب صواب محمد انور عفا اللہ عنہ معلم دار العلوم دیوبند - الجواب صحیح - خلیل احمد عفی عنہ
الجواب صحیح عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

فصل دوم - آداب تعلیم

عید گاہ میں بچوں کو دینی تعلیم دینا کیسا ہے ؟

(سوال) شہر بھاگلپور میں شہر اور میونسپل حلقے سے کچھ دور شاہ جنگی تالاب سے متصل پورب کی طرف ایک قدیم عید گاہ کی مسجد ہے اب جماعت کی روزافزوں ترقی کی وجہ سے اتر دکھن اور پورب کی جانب پختہ چار دیواری سے اس کا محاصرہ کر دیا گیا ہے جماعت اس میں کثیر ہوتی ہے پانچ ہزار کی جماعت ہوتی ہے سوائے عیدین - اس کے پچھم جانب بڑا تالاب اور اتر اور دکھن جانب میدان پڑا ہے صرف پورب جانب دو تین رسی کے فاصلے پر بستی ہے چند روز سے اس مسجد کے اندر ایک شخص نے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا سلسلہ جاری کیا ہے جس میں چھوٹی چھوٹی ابتدائی درسی کتابوں اور قرآن شریف کی تعلیم بچوں کو

---

(۱) احقر کے نزدیک " عارضی " کہنے کی ضرورت نہیں فقہاء نے وعظ کو امامت و تعلیم قرآن کے ساتھ ذکر کیا ہے یہ قرینہ ہے اس کا کہ اس کا حکم مثل ان دونوں کے ہے اور ان کا حکم یہ ہے کہ اگر التزام کے طور پر عمل ہو تو اجارہ جائز ہے اور اگر کسی نے ایک مسئلہ پوچھ لیا یا ایک وقت کی نماز پڑھنے کو کہہ دیا تو اجرت لینا جائز نہیں پس یہی حکم وعظ کا ہو گا کہ اتفاقاً کسی نے وعظ کی درخواست کی اس پر اجرت لینا جائز نہ ہو گا اور جب نوکری کر لی تو جائز ہو گا - ہذا ما فہمت - بہت حضرت مفتی صاحب سلمہ نے جو متن میں ذکر کیا ہے وہ ان دونوں صورتوں میں فرق ہونے کا ایک لطیف نکتہ ہو سکتا ہے - واللہ اعلم - ۲ اشرف علی (تھانوی)

دی جاتی ہے وہ بھی باضابطہ اور منظم طریقے سے نہیں مسجد کے اندر اس تعلیم کا سلسلہ جاری رکھنے کے بارے میں دو مختلف جماعتیں پیدا ہو گئی ہیں ایک جماعت کا خیال ہے کہ مسجد کے اندر تعلیمی سلسلہ رہے تو کوئی قباحت نہیں اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ مسجد صرف نماز کی جگہ ہے اس میں سوائے نماز کے اور کوئی کام جائز نہیں اس کے متعلق آپ شریعت کا حکم بتائیں-**المستفتی** نمبر ۷۴۴ سید احسن علی (بھاگلپور) ۲ محرم ۱۳۵۴ھ م ۷ اپریل ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۱) عیدگاہ کا حکم مسجد کے احکام سے تھوڑا سا مختلف ہے لیکن تعلیم کے حق میں کچھ زیادہ اختلاف نہیں حتی الامکان مسجد یا عیدگاہ میں بچوں کی تعلیم کا سلسلہ جاری نہ کیا جائے کہ بچے پاکی ناپاکی اور احترام مسجد کا خیال نہیں رکھ سکتے لیکن اگر کسی دوسری جگہ کا انتظام نہ ہو سکے تو پھر مجبوری کی حالت میں مسجد یا عیدگاہ میں بھی تعلیم دینا ناجائز نہیں (۱) ہاں معلم کا فرض ہے کہ وہ مسجد یا عیدگاہ کے احترام و صفائی کا لحاظ رکھے- فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

شریعت میں عاق کر دینے کا اختیار کسی کو نہیں!

(از الجمعیۃ دہلی' مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) استاد شاگرد کو عاق کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر عاق کر دیا تو کیا حکم ہے؟

(جواب ۲۲) عاق کر دینے کا کسی کو اختیار نہیں اور نہ یہ کوئی شرعی اصطلاح ہے جو شخص استاد کا فرمان اور ایذا رساں ہے وہ خود عاق ہے خواہ استاد عاق کرے یعنی عاق کرنے کا اعلان کرے یا نہ کرے اور جو فی الحقیقت نافرمان نہیں ہے اس کو اگر استاد عاق کرنے کا اعلان بھی کر دے جب بھی وہ عاق نہیں ہو سکتا (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تیسرا باب
تعلیم زنان

(۱) اسلام میں خواتین کی تعلیم
(۲) لڑکی کی مدت بلوغ کیا ہے' اور مشتہاۃ کب ہوتی ہے؟

---

(۱) واما المعلم الذی یعلم الصبیان اذا جلس فی المسجد یعلم الصبیان لضرورۃ الحر اوغیرہ لایکرہ (عالمگیریۃ. فصل کرہ غلق باب المسجد ۱/ ۱۱۰ ط ماجدیہ' کوئٹہ)

(۲) فمن تادی منہ استادہ یحرم برکۃ العلم الا قلیلاً (تعلیم المتعلم وطریق التعلم مترجم فصل فی تعظیم العلم واھلہ ص ۵۷ ط میر محمد کتب خانہ' کراچی)

(۳) والدین پر لڑکیوں کی تربیت کے سلسلے میں حقوق
(٤) بلوغ سے پہلے اور بعد میں ستر کی تفصیل
(۵) قرآن وحدیث سے مستنبط علوم کون کون سے ہیں اور ان کے درجات کیا ہیں ؟
(۶) حصول تعلیم کے لئے عورتوں کا اجتماع ثابت ہے
(۷) عورتوں کے حقوق کیا ہیں اور ان پر کون سے علوم کی تحصیل ضروری ہے ؟

(سوال) استفتائے وزارت جلیلہ معارف (افغانستان) از جمعیۃ عالیہ علمائے ہند در دہلی نمبر ۱۰۵۴ مورخہ ۲۴ برج سنبلہ -

معلوم فقاہت و درایت حضرات علمائے حقیقی است کہ دریں روزہا مرکز خلافت و دارا فتوائے اسلامی

(ترجمہ) یہ فتوی حکومت افغانستان کی وزارت معارف کی طرف سے جمعیۃ علمائے ہند سے طلب کیا گیا - متنازع فیہ افادہ مصالح وحوائج طبقہ اہل اسلام در ہر مملکت بنابر سبب فوق تشتت گردیدہ - رجحان حکم نسبت باختلاف آرائے مجتہدین سابق ولاحق در مسائل متفرعہ متزلزل ماندہ عجالۃً فیصلہ احتیاجات فقہی وعقلی بدون استفتاہائے متفرق ومنفرد امکان تلفیق نمی یابد خاصتہً مسائل اجتماعیہ امت محمدیہ ﷺ کہ عمدہ آں دریں عصر بصد ہابالغ می شود -

ازاں جملہ امروز با مسئلہ تحصیل مستورات بنابر آرائے علماء ایں ولا بسکتہ انجامیدہ حال آنکہ بیشتر علمائے ہند ' ایران ' ترکستان کا فکاس ' ترک ' عربستان وافریقا جواز ولزوم آں بدعت حسنہ (عموماً مدرسہ وخصوصاً مدرسہ اناثیہ) را تقویت فرمودہ اند -

اما علمائے افغانستان دلائل نصی واصولی سائر قطعات اسلامی را طلب می نمایند -

اینست کہ وزارت جلیلہ معارف دولت متبوعہ ما استفتائے مسئلہ فوق را از مقام رفیع استدلال ، افتائے شما استفسار می کند کہ " آیا مجتمعاً در مدارس تحصیل اناث استحسان شرعی دارد یانہ ؟ کیفیت اجرائے آں چگونہ باید کرد " ؟

ایں قدر را کاطر نشان خدمت شما مرشداں دینی میدارد کہ در فتوائے فوق جہت ہائے ذیل در نظر گرفتہ می شود -

(۱) سن بلوغ یعنی ابتدائے مکلفیت صنف اناث اصغری چیست ؟ و اعظمی کدام ؟ بشرط آب وہو نسل واصول معیشت) مشتہاۃ چہ درجہ دارد ؟ ستر مشتہاۃ تاچہ اندازہ است ؟

(۲) حقوق ووظائف تربیوی آنہا پیش از بلوغ چیست ؟ وبعد از بلوغ تاچہ اندازہ است ؟ یعنی جبر واختیار آنہا را نقل (شرع) چہ حدود گزاشتہ ؟

(۳) رکن وشرط ستر حقیقی چیست ؟ یعنی استتار عورت آنہا ؟ پیش از سن تکلیف وبعد از تکلیف ہمچنیں قبل از

نائل وبعد ازاں برائے اجنبی ومحارم چہ فرقہا دارد چنانچہ تستر احتیاطی یعنی شعائر عصمت برائے آنہا چہ شرائط اجتماعی ودینی دارد ؟
۴) علوم مفروضہ واستحسانیہ کہ از آیات کریمہ ' واحادیث صحیحہ مستنبط میگردد کدام ہاست یعنی درجہ تحصیل آنہارا شریعت اسلامیہ تاکجا لزوم وجواز می دہد ؟
۵) ممنوعیت اجتماع نسواں نظر بدلائل اربعہ تاکدام حدست ودر کدام مقامہا است ؟
۶) حقوق ووظائف نسوان محترم تنہا بقواعد اجتماعی ومدنی عدوہ بر حقوق شرعی ' نسبت بحالت امروزہ ما مسلماناں چہ باید شد ؟ از علوم وصنائع نظر باحتیاج تمدنی - کدام ہاپے درپے لزوم دارد ؟
۷) حکمہائے فوق عموما در مذاہب اہل سنت وخصوصا در مذہب امام ابو حنیفہؒ سنجیدہ شود چیست ؟ وتلفیق نہا چہ ذریعہ ممکن می شود ؟
خلاصہ - مسئلہ فوق یکے از مسائل اجتماعی واخلاقی است کہ حل وفصل اور از دین ومذہب استنباط کردہ دلائل حقیقی باید اثبات نمود وعلمائے ایں ولادر بسیار مسائل مختلف فیہ کہ از امور مہمہ انام اسلام است تا شکل وتمرکز مقام خلافت ومشیخت اسلامیہ دریوزہ واستفتار می نمایند - بریں وجہ پے درپے مسائل مغلقہ باجماع علمائے امت ' اگر ممکن باشد استدعائے فیصلہ دارند -
حاشیہ) تائید فتوائے مذکور بواسطہ تاریخ اسلام نیز کردہ شود جائے امتنان است - فیض محمد وزیر معارف
حقیقت شناس علمائے حق پر یہ بات روشن ہے کہ فی زمانہ کوئی ایک اسلامی وشرعی مرکز نہ ہونے کی وجہ سے ہر ملک کے مسلمانوں کے دینی وشرعی ضرورتیں اور احکام مختلف فیہ ہوگئے ہیں اور فروعی مسائل میں متقدمین ومتاخرین کے اختلاف رائے کی وجہ سے کسی قطعی فیصلے پر جلد پہنچنا دشوار ہوگیا ہے -
خاص کر وہ فقہی وعقلی مسائل جو اس زمانے میں اجتماعی طور پر امت محمدیہ کو پیش آرہے ہیں ان پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے جب تک کہ متعدد مقامات سے استفتا طلب نہ کئے جائیں -
ان سینکڑوں مسائل میں سے ایک مسئلہ تعلیم نسواں کا ہے جو مقامی علماء کی رائے کی بناء پر معرض التواء میں ہے اور صورت حال یہ ہے کہ ہندوستان ' ایران ' ترکستان ' قفقاز ' ترکی عرب وافریقہ کے اکثر علماء عام اسکولوں میں اور خاص کر زنانہ اسکولوں میں لڑکیوں کی تعلیم کو جائز اور ضروری (بدعت حسنہ) قرار دیتے ہیں -
لیکن علمائے افغانستان تمام دنیائے اسلام کے علماء سے اسکے جواز واستحسان کے لئے واضح اور قوی دلائل طلب کرتے ہیں -
اس بناء پر ہماری واجب الاطاعت حکومت کی وزارت معارف کی طرف سے مذکورہ بالا مسئلے میں آپ کا مدلل فتوے مطلوب ہے کہ آیا اجتماعی طور پر اسکولوں کالجوں میں لڑکیوں کو تعلیم دینا شرعا مستحسن ہے یا نہیں ؟ اور اس کو جاری کرنے کی کیا صورت اختیار کی جائے ؟

رہنمایان دین کو اتنا ذہن نشین کرادینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ مسئلے کی تحقیق میں مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھا جائے -

(۱) لڑکیوں کی عمر بلوغ بلحاظ آب و ہوا نسل اور پیشوں کے کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ کیا ہے ؟ مشتہاۃ کب ہوتی ہے اور مشتہاۃ کا ستر کس قدر ہے ؟

(۲) لڑکیوں کی تربیت کے حقوق والدین پر قبل بلوغ کیا کیا ہیں ؟ اور بعد بلوغ کس قدر ہیں یعنی لڑکیوں کو شریعت نے کس عمر میں خود مختار قرار دیا ہے اور کس عمر تک باپ کی ولایت میں رکھا ہے ؟

(۳) ستر عورت کی تفصیل کیا ہے ؟ مکلف ہونے سے پہلے اور بعد تاہل سے پہلے اور بعد اجانب سے اور محارم سے کتنا ستر ہے اور کیا کیا فرق ہے اسی طرح پردہ کے کیا کیا حدود شرائط شریعت نے اور اسلامی معاشرے نے مقرر کئے ہیں ؟

(۴) وہ فرض اور مستحب علوم جو قرآن وحدیث سے مستنبط ہوتے ہیں کون کون سے ہیں ؟ شریعت نے ان کے حصول کے لئے لزوم وجواز کے کیا درجات مقرر کئے ہیں ؟

(۵) ائمہ اربعہ کے مسلک کے لحاظ سے عورتوں کا اجتماع کس حد تک ممنوع ہے اور کن مقامات میں ؟

(۶) عورتوں کے حقوق شرعی کے علاوہ محض اجتماعی و شہری حقوق عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق کیا کیا ہونے چاہئیں اور موجودہ طرز تمدن کی ضرورتوں کے پیش نظر کون کون سے علوم وفنون اور ہنر درجہ بدرجہ ضروری ہیں ؟

(۷) مذکورہ بالا مسائل میں تمام اہل سنت کے مذاہب اور خاص کر مذہب حنفیہ کے مطابق حکم دیا جائے اور قابل عمل بنانے کا سہل طریقہ ارشاد فرمایا جائے -

غرض کہ مذکورہ بالا مسئلہ اخلاقی واجتماعی مسائل میں سے اہم ترین مسئلہ ہے اس کا فیصلہ دین وشریعت سے مضبوط دلائل کے ساتھ ہونا چاہئے ہمارے مقامی علماء عام اسلام کے اور بھی بہت سے اہم ترین اور مختلف فیہ مسائل میں آپ سے استصواب کرنا چاہتے ہیں مثلاً خلافت اور اسلامی مرکزیت کی تشکیل اور مقام خلافت کی تعیین اور اسی قسم کے اور بہت سے پیچیدہ مسائل بشرط امکان تمام علمائے امت کے اجماع کے ساتھ حل کرنے کے خواہشمند ہیں -

(نوٹ) فتویٰ ہذا کی تائید میں اگر اسلامی تاریخ سے بھی کچھ شواہد پیش کئے جائیں تو موجب ممنونیت ہوگا -

(جواب ۲۳) باسمہ و بحمدہ سبحانہ و تعالی حضرت منعم حقیقی جل شانہ و عز سلطانہ انسان را بحلیہ علم و حلیہ ہنر آراستہ لوائے تکریم او منشور ولقد کرمنا بنی آدم (۱) برافرشتہ و صدور بنی آدم را مستودع امانات ربانیہ و مستقر ودیعات رحمانیہ گردانیدہ بہ پرتو ضیائے علوم لدنیہ منور ساختہ وامت محمدیہ

---

(۱) بنی اسرائیل ۷۰

راعلی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیہ بخطاب کنتم خیر امۃ اخرجت للناس(۱) سربلند بخشیدہ وعلمائے ایشاں را بمیراث انبیاء ومرسلین بہرہ ور فرمودہ شریعت اسلامیہ را برائے ایشاں مکمل و مختتم نازل فرمودہ بطغرائے " الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی " (۲) مسجلنمود خاتم الانبیاء سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ از مفارقت نہ ورزید تا آنکہ شریعت مقدسہ اسلامیہ درجہ شریعۃ بیضاء لیلہا و نہارہا سوء گرفتہ - بابے از ابواب معاش و معاد نگزاشتہ کہ توضیح احکام و نفر مودہ و نوعے از انواع نفسیات و اجتماعیات نماندہ کہ کشف حقائق آں نہ نمودہ -

تکمیل تعلیم اسلامی برائے نجات اسلامیاں کفیل و منار ارشاد نبوی برائے ہدایت ایشاں خیر دلیل است اسفار ائمہ و مجتہدین از تفصیلات احکام مملوو مشحون واز تلفیق اغیار مصون و مامون -

اقوام غیر اسلامیہ از تعلیم و تہذیب اسلامی خوشہ چین و حامیان تہذیب نوع انسانی بجہف ہدایت اسلامیاں پناہ گزین اسلام تہذیبے دارد کہ بمرور اعصار و دہور میدہ نہ شدو نخواہد شد و تازگی و نضارت آں بسموم و حرور حوادث پژمردگی نہ پذیرفت و نخواہد پذیرفت مکون الاکوان و مقدر الاقدر جامہ تہذیب کہ بقد اسلامیان راست فرمودہ حقا کہ کہنگی و خرق دراں راہ یافتن نمی تواند -

طبقات انام کہ باجتماعیات حکم ارکان حقیقت واحدہ دارند ہر یکے را از ایشاں مرتبہ مقرر و ہر رکن را محلے مقدر و جائے معین ہست اگر ذکور بمزیتے شرف دارند اناث ہم بخصوصیتے ممتاز اند -

عملہا است کہ مرداں را شاید و ہنرہا است کہ زناں را می زیبد دراجتماعیات مرداں را حدیست مقرر و زناں را مقریست محدود ہر یکے را از محل و مقر خویش اعتدا نباید (۳) واین سخن شکے و شبہتے نشاید -

مسئلہ تعلیم زناں کہ امروز ہا محل اختلاف است دو مرتبہ دارد مرتبہ اولی تحصیل علم فی حد ذاتہ و مرتبہ ثانیہ صورت و تشکیل تحصیل

مسئلہ اولیٰ اختلاف را نشاید کہ از بدیہیات اسلام است خطابات افتراض تحصیل علوم و اوامر تفکر و تدبر در آیات نفسی و آفاقی مخصوص بذکور نیست (۴) و ضرورت تنور بنور علم اختصاصے بمرداں و اقتصارے بصنفے نہ دارد چہ علم از لوازم حیات نفس انسانی ہست -

---

(۱) ال عمران: ۱۱۰

(۲) المائدہ: ۳

(۳) ان الله كلف كلا من الرجال والناس اعمالا فما كان خاصًا بالرجال لهم نصيب من اجره لا يشاركهم فيه النساء وما كان خاصًا بالنساء لهن نصيب من اجره لا يشاركهن فيه الرجال وليس لاحد هما ان يتمنى ماهو مختص بالاخر وقد اراد الله ان يختص النساء بعمال البيوت والرجال بالا عمال الشاقة التى فى خارجها ليتقن كل منهما عمله و يقوم بما يجب عليه مع الاخلاص (تفسير المراغى النساء ۳۲: ۵/۲۳ ط مصر)

(٤) و منه ما قيل ما حكم المسلمات فى ذلك لانه ذكر جمع التذكير واجيب بان هذا من باب التغليب فإن المسلمات يدخلن فيه كما فى سائر النصوص والمخاطبات (عمدة القارى باب من سلم المسلمون من لسانه ويده ۱: ۱۳۳ ط منيريه بيروت)

انسانے مرد باشد یا زن کہ بہرہ از علم نہ دارد در حقیقت از حیات انسانیہ حظے ندارد واز جہاست کہ حق تعالیٰ شانہ عالم را حی و جاہل را میت خواندہ حیث قال وما یستوی الاحیاء ولا الاموات (۱) رسول کریم

ﷺ فرمود طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ (۲) (اگر زیادت لفظ مسلمہ کہ در اکثر طرق نیست بصحت نہ رسد ثبوت حکم خلل نہ پذیرد - زیرا کہ عموم خطابات شرعیہ ذکور واناث را شامل است پس لفظ مسلم بمعنی صاحب اسلام ست مرد باشد یا زن چنانکہ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ (۳) ودیگر نصوص ہمرداں خصوصیتے نہ دارد - واللہ اعلم محمد کفایت اللہ)

صحابیات کبار برائے تحصیل علم اعتنائے بلیغ فرمودہ وصحابیات سلف بتعلم علوم اہتمامے عظیم نمودہ-

زنان پاک طینت برائے اکتساب فوائد علمیہ در ذات اقدس رسالت پناہ راہ منافست اختیار نمودند وگفتند کہ غلبنا علیك الرجال فاجعل لنا یوما من نفسك (۴)

و مربی اعظم سوال ایشاں را درجہ اجابت عطا فرمودہ بمکان یک صحابیہ تشریف ارزانی داشتند و زنان مجتمعہ را درس و تعلیم فرمودند (۵)

در خطبہ عید مرداں را خطبہ دادہ گماں بردند کہ شاید زناں از سماع خطبہ محروم ماندند پس خود بہ نفس نفیس نزد جماعت زناں رفتند وایشاں را خطبہ دادند (۶)

پس افتراض تحصیل علوم ضروریہ واستحباب اکتساب علوم مستحبہ واباحت اخذ علوم مباحہ برائے زناں محل تردد نیست ودلیلے فرق میان مرداں وزناں دریں باب در شریعت مقدسہ وجود ندارد (۷)

(۱) الفاطر : ۲۲
(۲) سنن ابن ماجه باب فضل العلماء والحث على طلب العلم' ص ۲ ط قديمي كتب خانه' كراچي' و في المرقاة' ى و مسلمة كما في رواية (كتاب العلم' الفصل الثاني ۱/ ۲۸٤' ط امداديه' ملتان)
(۳) بخاري باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده ۱/ ٦ ط قديمي كتب خانه' كراچي
(٤) عن ابى سعيد الخدرىؓ قال قال النساء للنبي ﷺ فحعل لنا يومًا من نفسك فوعدهن يومًا لقيهن فيه فوعظهن وامرهن (الحديث) (صحيح البخاري باب هل يجعل للنساء يومًا على حدةٍ في العلم ۱/ ۲۰' ط قديمي كتب خانه كراچي) (۵) ووقع في رواية سهل بن ابي صالح عن ابيه عن ابي هريرة بنحو هذه القصة: فقال موعدكن بيت فلانة فأتاهن فحدثهن (فتح البارى شرح صحيح البخارى باب هل يجعل للنساء يوما على حده ۱/ ۱۷۵ ط مكتبه مصطفىٰ مصر)
(٦) قال عطاء اشهد على ابن عباس ان رسول الله ﷺ خرج' و معه بلال' فظن انه لم يسمع النساء فوعظهن وامرهن بالصدقة' فجعلت المرأة تلقى القرط والخاتم و بلال ياخذ (صحيح البخاري' باب عظة النساء و تعليمهن ۱/ ۲۰ ط قديمي كتب خانه كراچي)
(۷) واعلم ان تعلم العلم قد يكون فرض عين' وهو بقدر ما يحتاج لدينه' و فرض كفاية وهو مازاد عليه لنفع غيره و مندوبا. وهو التبحر في الفقه' (الدر المختار) قال المحقق في الشاميه. قال العلامي في فصوله: من فرائض الاسلام تعلم ما يحتاج اليه العبد في اقامة دينه و اخلاص عمله لله تعالىٰ و معاشرة عباده' و فرض على كل مكلف و مكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية علم الوضوء والغسل (قوله فرض كفاية) واما فرض الكفاية من العلم فهو كل علم لا يستغنى عنه في قوام امور الدنيا كالطب والحساب والنحو الخ (رد المحتار مطلب في فرض الكفاية و فرض العين ۱/ ٤۲ ط سعيد)

اما مسئلہ ثانیہ کہ بصورت تحصیل و تشکیل آں تعلق دارد پس بیان آں تمہید مقدمہ رامی خواہد و آں مقدمہ ایں کہ حق تعالیٰ شانہ انسان را حوائج گونا گون و مقتضیات بوقلمون آفرید۔

اکل و شرب و ازدواج وغیرہ از ضروریات طبعیہ انسان است۔ اما برائے ہر یکے حدود و ضوابط معینہ ہست کسے را نمی رسد کہ بوقت جوع مال غیر یا چیزے حرام را بخورد۔

و نمی رسد کہ بوقت تشنگی آب نجس و حرام نوشد و نمی رسد کہ بجز زنان مباحہ راہ استمتاع بجوید۔

چنانکہ برائے تحصیل ماکل و مشارب وجوہ معینہ ہست ہمچنیں برائے تحصیل ازواج طرق محدودہ است و چنانکہ اعتداء از حدود تحصیل غذا و شرب و لبس بجرائم ظلم و عدوان و غصب و سرقہ و رشوت وغیرہ می رساند و مغضوب خالق می سازد ہمچنیں اعتداء از حدود مخالطت بفواحش زنا و نظر محرم و قبلہ محرمہ می برد و ممقوت منتقم حقیقی می کند۔

ہر گاہ کہ فتنہ اعتدائے حدود مخالطت خیلے عظیم و فساد او فساد ہائل بود شریعت مطہرہ اسلامیہ دریں باب خیلے احتیاط مرعی داشت و مردان و زنان را بہ تجنب از دواعی فسق بتاکید امر فرمود۔ رب العزۃ جناب رسالت پناہ خطاب فرمودہ گفت **قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم و يحفظوا فروجهم** و گفت **و قل للمؤمنات يغضضن من ابصارهن و يحفظن فروجهن ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها وليضربن بخمر هن على جيوبهن ولا يبدين زينتهن الا لبعو لتهن او آباء هن (الآية)** (۱)

و حضرت رسالت پناہ ﷺ زنان را از حضور مجالس رجال و اجتماع با ایشاں باز داشت تا آنکہ نماز زنے را اندرون خانہ از نماز ش بدالان و نماز ش را بدالان از نماز ش بصحن و نماز ش را بصحن دار از نماز ش بمسجد محلہ و نماز ش را بمسجد محلہ از نماز ش بمسجد جامع افضل و بہتر فرمود (۲) و زنان از اتباع جنائز منع فرمود (۳) بلکہ مطلقاً خروج زنان از بیوت بغیر ضرورت مستحسن نشمردہ (۴) و فرمود **المرأة عورة وانها اذا**

---

(۱) النور ۳۰-۳۱

(۲) عن ام حميد الساعدية انها جاء ت الى رسول الله ﷺ فقالت يا رسول الله انى احب الصلوة معك' قال قد علمت انك تحبين الصلوة معى' و صلوتك فى بيتك خير لك من صلوتك فى حجرتك' وصلوتك فى حجرتك خير لك من صلوتك فى دارك وصلوتك فى دارك خير لك من صلوتك فى مسجد قومك' وصلوتك فى مسجد قومك خير لك من صلوتك فى مسجد الجماعة (فتح البارى شرح صحيح البخارى ' باب خروج النساء الى المساجد بالليل بالغلس ۲ / ۲۹۰' ط مصر)

(۳) عن ام عطيه انها قالت نهينا عن اتباع الجنائز ولم يعزم علينا (صحيح البخارى . باب اتباع النساء الجنائز' ۱ / ۱۷۰' ط قديمى كتب خانه كراچى)

(٤) قال الله تعالى و قرن فى بيوتكن (الآية) قال القرطبى فى تفسيره ' معنى هذه الآية الا مر بلزوم البيت' وان كان الخطاب لنساء النبى ﷺ فقد دخل غير هن فيه بالمعنى' هذا لولم يرد دليل يعم جميع النساء' كيف والشريعة طافحة بلزوم النساء بيوتهن والا نكفاف عن الخروج الا لضرورة (الاحزاب ۳۳' ۱۱۷ / ۱۷' دار الكتب العربية' بيروت لبنان

خرجت استشرفها الشیطان وانها اقرب ما تکون الی الله وهی فی قعر بیتها (رواہ الطبرانی فی الکبیر مجمع الزوائد)(۱) نیز فرمودمامن امراة تخرج فی شهرة من الطیب فینظر الرجال الیها الا لم تزل فی سخط الله حتی ترجع الیٰ بیتها (مجمع الزوائد من الطبرانی)(۲)

ازیں تمام نصوص شرعیہ واضح شد کہ شریعت مقدسہ مطہرہ برائے زناں اصلاً قے ناجائز نداشتہ کہ برائے مرداں مباح است ذور سدباب مفاسد ودواعی اعتداء از حدود استمتاع خیلے اہتمام و تاکید فرمود۔

و لا ریب کہ مسلمانان بہ برکت اتباع اوامر الہیہ و تعمیل ارشادات نبویہ در معاشرات امم معاشرتے دارند کہ از ہمہ فسادات مبراء از جمیع فواحش منزہ است۔

پردہ متعارف اسلامیاں شعبہ از شعب ہمیں معاشرہ و تہذیب است۔مفاسد نسائیہ کہ در اقوام غیر مسلمہ ایشیا و یورپ و افریقہ وامریکہ مشاہدہ می رود در شرفائے اہل اسلام اثرے از ل یافتہ نمی شود۔

اسلامیاں رامی سزد کہ بر جمیع اقوام عالم در خصوص ایں امر بنازند و طبل افتخار بنوازند۔امروز مفاسد اطلاق زناں در ممالک یورپ بر ہمہ عالم ہویدا است۔

دریں زمان پر فتن بر ذمم اولی الامر سلاطین اسلام متحتم است کہ مراقبہ احوال مسلمین بکنند و ایشاں را از حضیض تنزل باوج ترقی برسانند۔

ضروریات زمانہ حاضر بتوسیع تعلیم واشاعت علوم در جماعت زناں احتیاجے شدید پیدا کردہ۔ہم ترین فوائد از تعلیم زناں حاصل و بسبب جہت ایشاں فوت می شود لیکن شک نیست کہ وظائف حفظ حدود الہیہ وصیانت شعار اسلامیہ وترویج سنت نبویہ وابقائے قوانین متعارفہ قومیہ نسبت بہمہ وظائف اقدم واہم است۔چہ سلاطین اسلام بمقتضائے السلطان ظل اللہ فی الارض(۳) اظلال حضرت احدیت و نائبین حاملین رسالت اند و ظل شے را باید کہ از ذی ظل متفاوت نباشد۔

نظر بریں لازم آمد کہ سلاطین اسلام اولاً وبالذات احیائے سنت وسلوک بمسالک تہذیب اسلامی ورعایت آداب معاشرۃ سلف صالحین لازم دارند و صبیات راحدے اطلاق نہ دہند کہ ایشاں عادات واطوار زنان یورپ آموختہ از معاشرۃ اسلامیہ و تہذیب سلف مطلق و آزاد شوند و عواقب وخیمہ اطلاق و آزادی بایشاں رسد۔

اگر اسلامیاں از قوانین وشعائر اسلامیہ بے نیاز شدہ ترقی کردند (اگر تسلیم کردہ شود کہ ایں چنیں

---

(۱) کتاب الادب باب خروج النساء ۲ / ۵۷ ط بیروت

(۲) حوالہ بالا

(۳) عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال ان السلطان ظل الله فی الارض (الحدیث) (مشکوۃ المصابیح کتاب الامارۃ والقضاء ۲ / ۳۱۹ ط سعید)

ترقی ترقی ہست) ترقی اسلام و اقوام مسلمہ نباشد - والله لن يفلح آخر هذه الامة الا بما افلح به اولها - (۱) نظر بر امور فوق جواب استفتاء ایں کہ

افتتاح و اجرائے مدارس خاصہ بزنان و اجتماع صبیات برائے تعلیم - و تعلیم فنون لائقہ بزنان و تعلیم کتابت بزنان ہمہ امور مشروعہ ہست و استحسان شرعی وارد (۲) چہ اصل آں نظم تعلیم است و از حامل نوائے رسالت ﷺ فی الجملہ زنان بہ تعلیم مجتمع در مکانے مروی شدہ و ازیں است کہ امام بخاری عقد بابے بایں ترجمہ نمودہ هل يجعل للنساء يوما على حدة و اثبات حکم حدیث کہ مشعر است بجواز اجتماع زنان در مکانے برائے تعلیم فرمودہ (۳) و تجربہ شاہد کہ فائدہ کہ در تعلیم اجتماعی میسر شود در انفرادی حاصل نمی گردد -

اجرائے مدارس زنان بصورت شخصیہ در قرون اولیٰ نبود مضائقہ ندارد چہ قیام مدارس صبیان ہم بصورت شخصیہ در زمان سلف نشدہ ندارد مع ہذا جمیع امت محمدیہ بجوازش قائل و در مدارس رجال بتعلیم و تعلم شاغل اند - (۴)

تعلیم فرائض اسلامیہ و واجبات شرعیہ معادیہ و معاشیہ فرض و تعلیم علوم مستحبہ مثل سیر صالحین و عبر و حکم مستحب و تعلیم فنون مباحہ مباح است - (۵)

وظیفہ سلطان الاسلام و المسلمین ظل اللہ فی الارضین اینکہ صیانت اوضاع اسلامیہ و مراقبہ احوال مدارس صبیات و سد ابواب خلل و رفع اسباب زلل بذمہ ہمت مبارکہ خود بگیرند و وظیفہ قوم اینکہ

---

(۱) كتاب الاعتصام للشاطبي ۲/۲۱۵ ط بيروت، امداد المفتيين، كتاب السنة والبدعة ۱/۲۰۸ ط ادارة المعارف كراچي

(۲) عن الشفاء بنت عبدالله قالت: دخل علي النبي ﷺ وانا عند حفصة فقال لي الا تعلمين هذه رقية النملة كما علمتيها الكتابة (سنن ابي داؤد، باب ما جاء في الرقى ۲/۱۸٦ ط سعيد) قال الشيخ في بذل المجهود فيه دليل على جواز كتابة النساء، واما حديث لا تعلموهن الكتابة فمحمول على من يخشى عليها الفساد (بذل المجهود في حل سنن ابي داؤد ۸/۵، ط معهد الخليل الاسلامي، كراچي)

(۳) عن ابي سعيد الخدريؓ قال: قال النساء للنبي ﷺ غلبنا عليك الرجال فاجعل لنا يوما من نفسك فوعدهن يوما لقيهن فيه فوعظهن و امرهن (الحديث) (صحيح البخاري، باب هل يجعل للنساء يوما على حدة ۱/۲۰ ط قديمي كتب خانه، كراچي)

(۴) وفي المرقاة لملا علي القاري: قال الشيخ عز الدين بن عبد السلام في آخر كتاب القواعد: البدعة اما واجبة كتعلم النحو ... واما مندوبة كاحداث الربط والمدارس وكل احسان لم يعهد في الصدر الاول - (باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الاول ۱/۲۱٦، ط امداديه، ملتان)

(۵) واعلم ان تعلم العلم يكون فرض عين وهو بقدر ما يحتاج لدينه، و فرض كفاية وهو ما زاد عليه لنفع غيره، و مندوبا وهو التبحر في الفقه وعلم القلب (الدر المختار) قال المحقق في الشامية: قال العلامي في فصوله: من فرائض الاسلام تعلمه ما يحتاج اليه العبد في اقامة دينه واخلاص عمله لله تعالى ومعاشرة عباده، وفرض على كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل ... (قوله: وفرض كفاية) فهو كل علم لا يستغنى عنه في قوام امور الدنيا كالطب والحساب والنحو الخ (مقدمة، مطلب في فرض الكفاية وفرض العين ۱/۴۲ ط سعيد)

با امتثال اوامر ظل اللہ تقدم نمایند اگر ہر وظیفہ بجائے خود بعمل انجامید نتیجے فوائد مہمہ و عوائد فاضلہ بقوم و ملک خواہد رسید انشاء اللہ تعالیٰ۔

کیفیت اجزائے آں بہ نہجیکہ سلطان الاسلام والمسلمین ظل اللہ فی الارضین بمشورہ اساطین علم و حامیان تہذیب اسلامی و محافظین شعائر اسلامیہ و قومیہ نظر بخصوص احوال افغانستان مناسب بینند بکنند (١)

جملۃ الامر ایں کہ مدارس صبیات مخصصہ بہ صبیات باشد و اجتماع و حضور و آمد و رفت ایشاں بمدارس بطورے منضبط کردہ شود کہ احتمال تطرق فساد باقی نماند۔(٢)

نسوانے صالحات راخدمت تعلیم و تہذیب تفویض کردہ شود اگر زنان معلمہ میسر نہ آیند باضطرار رجال صالحین معتمد علیہم را معین نمایند و مراقبہ احوال ایشاں لازم دانند۔(٣)

(١) ابتدائے سن بلوغ نہ سال و انتہائیش پانزدہ سال است یعنی امکان دارد کہ صبیہ نہ سالہ بالغہ و مکلفہ شود(٤) و باختلاف قوت واستعداد و صلاحیت جسمانیہ و تنوع آب و ہوا و خصوصیات نسلیہ و قومیہ سن بلوغ و تکلیف مختلف می شود، ارباب بصیرت در ہر مقام تعیین سال می توانند کرد۔

درجہ مشتہاۃ نیز باختلاف مقام و احوال متفاوت می شود ممکن کہ صبیہ ہشت سالہ یا ہفت سالہ مشتہاۃ گردد ممکن کہ تا یازدہ دوازدہ سال بحد مشتہاۃ نہ رسد۔

حکم ستر صبیات آنکہ بعمر دہ سالگی ستر واجب می شود حد ستر صبیہ دہ سالہ مثل حد ستر بالغہ ہست در در مختار می آرد ثم کبالغ۔ صاحب رد المحتار می گوید ای عورته تکون بعد العشرة كعورة البالغين ٥، وصاحب رد المحتار در بیان درجہ مشتہاۃ می آرد واختلفوا في حد المشتهاة و صحح الزيلعي و غيره انه لا اعتبار بالسن من السبع على ما قيل اوالتسع وانما المعتبران تصلح للجماع بان تكون عبلة ضخمة والعبلة المراة التامة الخلق (٦)

(٢) وظائف تربیت و ابدانہ سہ پدر متعلقہ بغذا و لباس و تہذیب و تعلیم بر درجات متفاوتہ منقسم

---

(١) يجب على الامام ان يشاور اهل الحل والعقد في مهمات الامور التي لانص فيها (تكملة فتح الملهم . كتاب لامارة ٣/٢٧٥' ط مكتبه دار العلوم' كراچی)

(٢) وإذا كان الشرع اذن للمراة ان تتعلم ما ينفعها في امر دينها و دنيا ها فيجب ان يكون هذا التعليم بمعزل من الذكور دنياني عنهم حتى يسلم البنت عرضها و شرفها الخ (تربيت الاولا دفي الاسلام ' مسئولية الواجب التعليمي ١/٢٧٦' ط دار الاسلام قاهره بيروت)

(٣) امرأة متعلم من الاعمى ان تعلمت من المراة احب (خلاصة الفتاوى . القراء ة خارج الصلوة ١/١٠٣' ط مجد اكيڈمی لاهور)

(٤) وادنى مدته له اثنا عشرة سنة ولها تسع سنين هو المختار كما في احكام الصغار (تنوير الابصار و شرحه مع رد لمحتار . فصل بلوغ الغلام ٦/١٥٤' ط سعيد)

(٥) كتاب الصلاة مطلب في ستر العورة' ١/٤٠٨ ط سعيد

(٦) باب صفة الصلاة باب الامامة' ١/٥٧٣' ط سعيد

است تعليم فرائض وواجبات شرعيه فرض و تعليم محاسن اخلاق و حسن معاشرت و فنون ممده معيشت و حرف وصنائع مستحب و مباح بقدر درجه ہائے شرعيه وطبعيه ہست-(١)

پدر را می رسد که اولاد را بر تعلم فرائض وواجبات مجبور کند و تاديب نمايد-

قال النبی ﷺ علموا الصبی الصلوة ابن سبع سنين واضربوه عليها ابن عشرة (ترمذی) (٢) وقال النبی ﷺ لان يودب الرجل ولده خير من ان يتصدق بصاع (ترمذی) (٣) وقال ﷺ مانحل والد ولداً من نحل افضل من ادب حسن (ترمذی) (٤)

(٣) سترے که در نماز شرط است سوائے وجه ويدين وقدمين ہمه جسم را شامل است(٥) و ستر عرفی که نظر حفظ غصمت است وجه ويدين وقدمين را نيز شامل است زيراکه نياطت فتنه بکشف وجه اغلب است(٦) و حکم دائر بعلت خود باشد - حجت تحتم ستر عرفی قول باری عز اسمه **واذا سالتموهن متاعا فاسئلوهن من وراء حجاب** (٧) وقول نبی ﷺ **افعميا وان انتما**(٨) ہست نعم فرق در ميان اجانب و محارم چيزے است معتمد عليه چه در محارم احتمال فساد منعدم و ضروريات معاشرة مقتضيه تسامح موجود است (٩) و ہمچنيں درميان صبيان صغير السن(١٠) وصبيات صغيرة السن که غايت به نه سالگی باشند(١١) و ميان زائد العمر فرقے ہست که اشارتے بآں در فوق رفت اما قبل تامل وبعد تامل فرقے بنظر

---

(١) و فی القنية . له اكراه طفله علی تعليم قرآن وادب و علم لفريضته علی الوالدين (الدر المختار ' باب التعزير ٤/٧٨' ط سعيد)

(٢) باب ماجاء متی يؤمر الصبی بالصلوة ١/٩٣' ط سعيد)

(٣) باب ماجاء فی ادب فی ادب الولد ١/١٦' ط سعيد

(٤) حواله بالا

(٥) بدن الحره عورة الا وجهها و كفيها و قدميها كذافی المتون (عالمگيرية الفصل الاول فی الطهارة و ستر العورة' ١/٥٨' ط ماجديه كوئته)

(٦) و تمنع الشابة من كشف الوجه بين رجال لانه عورةبل لخوف الفتنة كمسه (تنوير الابصار و شرحه) قال المحقق فی الشاميه . والمعنی تمنع من الكشف نخوف ان يری الرجال و جهها فتقع الفتنة ' لانه مع الكشف قد يقع النظر اليها بشهوة (كتاب الصلاة' مطلب فی ستر العورة ١/٤٠٦' ط سعيد)

(٧) الاحزاب : ٥٣

(٨) سنن ابی داؤد ' باب قوله تعالیٰ' و قل للمؤمنات يغضضن من ابصارهن' ٢/٢١٤' ط سعيد

(٩) و ينظر الرجل ... من محرمه هی من لا يحل له نكاحها ابدًا بنسب او سبب ولو بزنا الی الراس والوجه والصدر والساق والعضد ان امن شهوتها (تنوير الابصار و شرحه مع رد المحتار : فصل فی المس والنظر ٦/٣٦٧' ط سعيد)

(١٠) قال الله تعالی : ولا يبدين زينتهن الا لبعولتهن (الی قوله تعالیٰ) اوالطفل الذين لم يظهروا علی عورات النساء (الاية) (النور: ٣١)

(١١) و فی السراج . لا عورة للصغير جدًا ثم مادام لم يشته فقبل و دبر' ثم تغلظ إلی عشر سنين ثم كبالغ (الدر المختار) قال المحقق فی الشاميه' واختلفوا فی تقدير حد الشهوة' فقيل سبع' و قيل تسع (مطلب فی ستر العورة ١/٤٠٧ ط سعيد)

نیامدہ-

(۴) علوم فرائض وواجبات اسلامیہ از عبادات ومعاملات ومعاشرات واجتماعات فرض-وعلوم مستحبات مستحب-وعلوم مباحات مباح-(۱) حسب تفصیل نمبر ۲ باید فہمید-

(۵) اجتماع نسواں فی حد ذاتہ محظور نیست-اگر زناں درجائے مجتمع شوند واجتماع راغرضے مفید وغایتے نافع باشد شرعاً خطرے لازم نیاید-(۲) اما اختلاط زناں برجال ور مجامع نظر بر تطرق فتن ممنوع است-وازیں است کہ زناں از اتباع جنائز وخروج از خانہائے خود بلاضرورت شدیدہ بازداشتہ شدند وترغیب نماز درخانہائے ایشاں رادادہ شد-ونماز خانہ درحق ایشاں از نماز مسجد محلّہ بلکہ مسجد نبوی ہم افضل شمردہ شد(۳)

(۶) حقوق نسوان محترم تنہا بقوامد اجتماعیومدنی ہمیں قدر است کہ ایشاں بعد ادائے حقوق دینیہ خاصہ ادائے حقوق اقارب وزوج وتربیت اولاد وتنظیم امور منزل شعار خود سازند واز اجانب احتراز واجتناب ورزیدہ اگر صحتے بدست دارند وفرصت بہم رسد بداں مشغول باشند-در مجالس ومحافل بے باکانہ درآمدن ودر مجامع لہو ولعب بے حجابانہ شریک شدن وراہ اختلاط با جانب پوئیدن نہ صرف ذاتیات نسواں رامضرت با کلہ مساند بلکہ تہذیب اسلامی راازبیخ برکند-(۴)

(۷) ایں ہمہ لوائح کہ برروئے قرطاس آوردیم برطبق اصول سروات حنفیہ بود-شواہد ونظائر ہر یکے در کتب مشائخ واسفار مذہب موجود است واللہ اعلم-

کتبہ الراجی رحمۃ مولاہ محمد کفایت اللہ عفاعنہ ربہ وکفاہ ۴ جمادی الاولی ۱۳۴۳ھ

(یادداشت) فتوائے حیثیت شخصیہ کاتب الحروف مقصر بایدداشت

---

(۱) واعلم ان تعلم العلم یکون فرض عین وهو بقدر ما یحتاج لدینه و فرض کفایه. وهو مزاد علیه لنفع غیره و مندوبا وهو التبحر فی الفقه و علم القلب (الدر المختار) قال المحقق فی الشامیه و فرض علی کل مکلف و مکلفة بعد تعلمه علم الدین والهدایة تعلم علم الوضوء والغسل (و فرض کفایه) واما فرض الکفایه من العلم فهو کل علم لا یستغنی عنه فی قوام امور الدنیا الخ (مقدمه مطلب فی فرض الکفایة و فرض العین ۱/۴۲ ط سعید)

(۲) عن ابی سعید الخدری قال جاءت امراة الی رسول الله ﷺ فقالت یا رسول الله ذهب الرجال بحدیثك فاجعل لنا یوما من نفسك نأتیك فیه تعلمنا مما علمك الله فقال اجتمعن فی یوم كذا وكذا فی مكان كذا وكذا فاجتمعن فاتاهن رسول الله ﷺ فعلمهن مما علمه الله الحدیث (صحیح البخاری باب تعلم النبی امته من الرجال والنساء ۲/۱۰۸۷ ط قدیمی کتب خانه کراچی)

(۳) عن ام حمید الساعدیه انها جاءت الی رسول الله ﷺ فقالت یا رسول الله انی احب الصلوة معك قال قد علمت انك تحبین الصلوة معی و صلوتك فی بیتك خیر لك من صلوتك فی حجرتك و صلوتك فی حجرتك خیر لك من صلوة فی دارك وصلوتك فی دارك خیر لك من صلوتك فی مسجد قومك وصلوتك فی مسجد قومك خیر لك من صلوتك فی مسجد الجماعة (فتح الباری: باب خروج النساء الی المساجد بالليل بالغلس ۲/۲۹۰ ط مصر) وفی روایة احمد "فی مسجدی" (۲۶۵۵۰ '۷/۵۱۴-۵۱۵ ط دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان)

(۴) فلا تخرج الا لحق لها او لزیارة ابویها کل جمعه مرة او المحارم کل سنة ولکونها قابلة وغاسلة لا فیما عدا ذلك (الدر المختار مع رد المحتار مطلب فی منع الزوجه لنفسها بقبض المهر ۳/۱۴۳-۱۴۴ ط سعید)

(ترجمہ) اس کے نام اور تعریف کے ساتھ پاک اور بلند ہے وہ بارگاہ منعم حقیقی جل شانہ وعز سلطانہ جس نے انسان کو لباس علم اور زیور ہنر سے آراستہ کر کے اُس کی عظمت کے جھنڈے کو بفرمان" ولقد کرمنا بنی آدم " بلند کیا اور اولاد آدم کے سینوں کو امانت ربانی اور ودیعت رحمانی کا مستقر بنا کر خداداد علوم کی روشنی سے منور کیا اور امت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ کو کنتم خیر امۃ اخرجت للناس سے سرفرازی بخشی اور اس امت کے علماء کو انبیاء ومرسلین کی میراث سے بہرہ مند فرما کر اور ان کے لئے اسلام کی مکمل اور آخری شریعت نازل فرما کر " الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی" کی مہر لگادی خاتم الانبیاء سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات سے پہلے شریعت اسلام کو ایک واضح روشن اور معتدل شریعت بنایا جاچکا تھا دین و آخرت کا کوئی ایسا باب نہیں چھوڑا جس کے متعلق احکام وضاحت کے ساتھ بیان نہ فرمائے ہوں اور نفسیات واجتماعیت کا کوئی شعبہ ایسا باقی نہیں رہا جس کی حقیقت کا انکشاف نہ کیا ہو دین کی مکمل تعلیم مسلمانوں کی نجات کی کفیل اور ارشادات نبوی کا مینار ان کے لئے بہترین رہنما ہے ائمہ مجتہدین کی تصانیف مفصل احکام ومسائل سے معمور اور اغیار کی تلبیس سے دور ہیں۔

دنیا کی غیر مسلم اقوام نے اسلام کی تعلیم وتہذیب سے بہت کچھ خوشہ چینی کی ہے اور حامیان تمدن وتہذیب نے اسلام کی رہنمائی میں ہی پناہ لی ہے اسلام ایک ایسا مضبوط کلچر رکھتا ہے جو تغیرات زمانہ کے ساتھ متغیر نہیں ہو سکتا اور اس کی تازگی ورعنائی میں حوادث کی گرم ہواؤں سے کوئی پژمردگی پیدا نہیں ہو سکتی مومن کے قدروقامت پر پروردگار عالم اور کارکنان قضاء وقدر نے جو مخصوص ثقافتی لباس چست کیا ہے واللہ اس کو کبھی بوسیدگی وکہنگی لاحق نہ ہو سکے گی۔

مختلف انسانی طبقات جو اجتماعیات میں حقیقت واحدہ کے ارکان کا حکم رکھتے ہیں ان میں سے ہر ایک رکن کا ایک خاص درجہ مقرر اور ہر ایک کا ایک موقف ومقام معین ومقدر ہے اگر مرد کو خاص اعزازات بخشے گئے ہیں تو عورت کو بھی خاص خاص امتیازات عطا فرمائے گئے ہیں۔

بعض کام مردوں کے مناسب ہیں اور بعض کام عورتوں کے لائق ہیں' اجتماعی زندگی میں مردوں اور عورتوں کے لئے جدا جدا حدود مقرر ہیں لہذا ہر ایک کو اپنے اپنے مقام اور حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے اور یہ ایک ایسی ناقابل تردید بات ہے جس میں کسی قسم کا شک وشبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔

عورتوں کی تعلیم کا مسئلہ جو آج کل زیر بحث ہے اس کے دو حصے ہیں ایک تو یہ کہ عورتوں کو تعلیم دینی چاہئے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ ان کو تعلیم دینے کی کیا صورت اختیار کی جائے؟

صورت اول میں کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہیں کیونکہ حصول علم اسلام کے فرائض میں سے ہے تحصیل علم کی فرضیت کا خطاب اور انفرادی واجتماعی آیات قرآنیہ میں تدبر وتفکر کا حکم صرف مردوں کے لئے مخصوص نہیں ہے علم کی روشنی حاصل کرنے کی ضرورت صرف مردوں یا کسی ایک

صنف کے لئے مخصر نہیں ہے کیونکہ علم حیات انسانی کے لوازم میں سے ہے۔
کوئی انسان مرد ہو یا عورت جو علم سے بہرہ مند نہیں ہے وہ حقیقۃ حیات انسانی سے محروم ہے اور اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے عالم کو زندہ اور جاہل کو مردہ کہا ہے جیسا کہ فرمایا **وما یستوی الاحیاء و لا الاموات** اور رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے "**طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة**" لفظ مسلمہ جو اکثر روایتوں میں نہیں ہے اگر صحیح تسلیم نہ کیا جائے تب بھی ثبوت حکم میں خلل واقع نہ ہوگا کیونکہ شریعت میں خطابات کا عموم ذکور واناث کو شامل ہوا کرتا ہے پس مسلم سے مراد صاحب اسلام ہے خواہ مرد ہو یا عورت' جیسا کہ **المسلم من سلم المسلمون من لسانه و یده** اور اسی قسم کے دیگر نصوص صرف مردوں کے لئے نہیں ہیں۔واللہ اعلم
بڑی بڑی صحابیات نے تحصیل علم کے لئے سخت جدوجہد فرمائی ہے اور سلف میں سے بہت سی صالحات نے علم حاصل کرنے میں بڑی بڑی کوششیں کی ہیں ان پاک طینت مخدرات عصمت نے استفادہ علم کے لئے رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس سے گلے شکوے کئے اور کہا کہ ہمارے مقابلے میں مردوں نے آپ کو گھیر لیا ہے پس آپ ہم کو بھی اپنا ایک دن عطا فرمایئے چنانچہ مربی اعظم ﷺ نے ان کی درخواست قبول فرمائی آپ ایک صحابیہ کے مکان پر تشریف لے گئے اور وہاں بہت سی عورتوں کا اجتماع ہوا اور آپ نے ان کو احکام شریعت کی تعلیم دی۔
اسی طرح ایک عید کے موقعہ پر آپ نے عید کا خطبہ دیا اور پھر خیال ہوا کہ عورتیں خطبہ نہیں سن سکیں لہذا آپ خود بہ نفس نفیس عورتوں کے اجتماع کے قریب تشریف لے گئے اور دوبارہ خطبہ دیا۔
پس علوم ضروریہ کی تحصیل کی فرضیت اور علوم مستحبہ کے حصول کا استحباب اور مباح علوم کے اکتساب کی اباحت عورتوں کے لئے محل تردد نہیں ہے اور اس مسئلہ میں عورتوں مردوں کے درمیان امتیاز کرنے کے لئے کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔
دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عورتوں کو تعلیم دلانے کی صورت اور طریقہ کیا ہونا چاہیئے پس اس پر بحث کرنے سے پہلے تمہید ذیل پر غور کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے انسان کو انواع واقسام کی احتیاجات و خواہشات کے ساتھ پیدا کیا ہے مثلاً کھانا پینا اور ازدواج وغیرہ انسان کی فطری ضرورتیں ہیں لیکن ہر ایک ضرورت پوری کرنے کے لئے کچھ حدود اور ضابطے مقرر ہیں' کسی کو یہ جائز نہیں ہے کہ بھوک کے وقت غیر کا مال یا کوئی حرام چیز کھالے یا پیاس کے وقت ناپاک یا حرام مشروب پی لے اور جائز نہیں کہ جائز و حلال عورت کے سوا کسی عورت سے حظ نفس حاصل کرے۔
جس طرح معاش حاصل کرنے کے لئے جائز طریقے مقرر ہیں اسی طرح زوجہ حاصل کرنے کے لئے بھی خاص حدود ہیں اور جس طرح کہ تحصیل رزق ولباس کے مقررہ طریقوں سے تجاوز کرنا جرائم و ظلم' عدوان وغصب' سرقہ ورشوت کی طرف لیجاتا ہے اور خالق کا غضب کا سبب بنتا ہے اسی طرح

صنفی تعلقات کے حدود سے تجاوز کرنا بدکاری و بد نگاہی اور ناجائز اختلاط کی طرف لے جاتا ہے اور منتقم حقیقی کے عتاب کا مستحق بنادیتا ہے۔

یہ ناجائز اختلاط کا فتنہ چونکہ عظیم الشان فتنہ ہے اور اس کے نتائج بہت تباہ کن ہوتے ہیں اس لئے شریعت اسلامیہ نے اس باب میں بہت زیادہ احتیاط مد نظر رکھی ہے اور مردوں اور عورتوں کو دواعی فساد سے بچنے کی سخت تاکید فرمائی ہے اللہ تعالیٰ حضرت رسالت پناہ صلعم کو خطاب فرماتا ہے۔ "و قل للمومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم" اور فرمایا "وقل للمومنات یغضضن من ابصارھن و یحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ماظھر منھا و لیضربن بخمر ھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعو لتھن او آباء ھن"

اور حضرت رسول اکرم ﷺ نے عورتوں کو مردوں کے اجتماعات میں شریک ہونے سے منع فرمایا ہے یہاں تک فرمایا کہ عورت کا کوٹھڑی کے اندر نماز پڑھنا دالان میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور دالان کی نماز صحن کی نماز سے اور گھر کے صحن کی نماز مسجد محلّہ کی نماز سے اور مسجد محلّہ کی نماز مسجد جامع کی نماز سے بہتر ہے اور عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے منع فرمایا۔ بلکہ مطلقاً گھروں سے بلا ضرورت عورتوں کے نکلنے کو اچھا نہیں سمجھا۔ فرمایا "المراة عورة وانها اذا خرجت استشر فها الشیطان وانها اقرب ما تکون الی الله وهی فی قعربیتها (رواہ الطبرانی فی الکبیر مجمع الزوائد) اور فرمایا "مامن امراة تخرج فی شهرة من الطیب فینظر الرجال الیها الا لم تزل فی سخط الله (مجمع الزوائد من الطبرانی)

ان تمام نصوص شرعیہ سے واضح ہے کہ جو آزادی مردوں کو دی گئی ہے شریعت مطہرہ نے عورتوں کے لئے جائز نہیں رکھی اور صنفی تعلقات کی حدود سے تجاوز کرنے کے اسباب اور اس کے مفاسد کے سدباب کے لئے بے انتہا سعی بلیغ فرمائی ہے بیشک احکام خداوندی کی اطاعت اور ارشادات نبوی کی تعمیل کی برکت سے دنیا کی دوسری قوموں کے مقابلے میں مسلمانوں کا معاشرہ بدکاری و فواحش سے پاک اور محفوظ ہے۔

پردہ جو مسلمانوں میں رائج ہے وہ اسی تہذیب و معاشرہ کا ایک حصہ اور شعبہ ہے صنفی بگاڑ جو ایشیا یورپ افریقہ اور امریکہ کی غیر مسلم اقوام میں دیکھا جارہا ہے شرفائے اہل اسلام کے اندر اس کا کوئی اثر نہیں پایا جاتا۔

خاص کر اس باب میں اگر مسلم قوم تمام اقوام عالم پر فوقیت کا ناز کرے اور فخر کرے تو زیبا ہے دور حاضر کی عورتوں کی مطلق العنانی سے ممالک یورپ میں جو تباہی برپا ہے وہ دنیا پر روشن ہے اس عہد پر فتن میں سلاطین اسلام کے ذمہ واجب ہے کہ مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیں اور ان کو تنزل کی پستی سے اوج ترقی پر پہنچانے کی کوشش کریں۔

زمانہ حاضر کے مقتضیات نے عورتوں کے اندر تعلیم کی توسیع واشاعت کی شدید ضرورت پیدا کر دی ہے' وہ اہم فوائد جو ان کی تعلیم کی صورت میں حاصل ہو سکتے ہیں وہ محض ان کی جہالت کی وجہ سے فوت ہو رہے ہیں لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ حدود الہیہ کی نگہداری اور شعائر اسلامیہ اور ترویج سنت نبویہ کی پاسداری اور قومی تہذیب و معاشرہ کا باقی رکھنا دوسرے تمام امور سے زیادہ اہم اور مقدم ہے کیونکہ سلاطین اسلام خدائے واحد کے سائے اور انبیاء کے قائم مقام ہیں اور کسی چیز کا سایہ اس چیز کے مطابق ہی ہونا چاہئے۔

ان امور کے پیش نظر لازم آیا کہ سلاطین اسلام سب سے پہلے اور بذات خود دین کا احیاء کریں اور اسلامی تہذیب کے راستے اختیار کریں اور سلف صالحین کے آداب معاشرۃ کی حفاظت ضروری سمجھیں اور لڑکیوں کو اتنی آزادی نہ دیں کہ وہ زنان یورپ کی عادات واطوار سیکھ کر اسلامی معاشرۃ اور اسلاف کی تہذیب کو خیر باد کہہ دیں' اور پھر اس آزادی کے خطرناک نتائج اور ان کو بھگتنے پڑیں۔

اگر مسلم قوم اسلامی قوانین و شعائر کو چھوڑ کر ترقی کرے (بشرطیکہ اس کو ترقی مانا جائے) تو یہ ترقی اسلام کی اور مسلم قوم کی ترقی نہ ہو گی خدا کی قسم اس اُمت کے متاخرین ہر گز ترقی نہ کر سکیں گے جب تک کہ متقدمین کے اسوہ حسنہ کو اختیار نہ کریں امور مذکورہ بالا کو پیش نظر رکھتے ہوئے استفتاء کا جواب یہ ہے کہ ۔

زنانہ مدارس کا کھولنا اور جاری کرنا اور لڑکیوں کا تعلیم کے لئے وہاں جانا اور عورتوں کو انکی صنف کے مناسب علوم وفنون سکھانا اور کتابت سکھانا یہ تمام امور شریعت کے مطابق اور مستحسن ہیں کیونکہ ان کا مبنا تعلیم و تعلم کی تنظیم اور تشکیل ہے تعلیم کے لئے اجتماعی طور پر عورتوں کا ایک مقام پر جمع ہونا احادیث سے ثابت ہے اور اسی وجہ سے امام بخاریؒ نے ایک باب اس عنوان کا باندھا ہے کہ **هل یجعل للنساء یوما علی حدۃ** اور اس کے تحت وہ حدیث لائے ہیں جس سے تحصیل علم کے لئے کسی مکان میں عورتوں کا اجتماع ثابت ہوتا ہے اور تجربہ شاہد ہے کہ اجتماعی طور پر تعلیم جس قدر مفید ہے انفرادی طریقے سے اتنی مفید نہیں۔

زنانہ مدارس کی تشکیل اگر قرون اولی میں نہیں تھی تو کوئی حرج نہیں کیوں کہ لڑکیوں کے اسکول اور مدرسے بھی زمانہ ماضی میں نہیں تھے پھر بھی امت محمدیہ کے تمام علما اس کے جواز کے قائل ہیں اور مردانہ مدارس کے اندر پڑھتے پڑھاتے چلے آرہے ہیں۔

فرائض اسلامیہ اور واجبات شرعیہ خواہ عبادات میں سے ہوں خواہ معاملات میں سے ان کی تعلیم فرض ہے اور علوم مستحبہ مثلاً صلحا و علما کے تذکرے اور عبرت آموز تاریخی روایات اور اخلاقیات وغیرہ کی تعلیم مستحب ہے اور فنون مباحہ کی تعلیم مباح ہے۔

۔ سلطان اسلام ظل اللہ کا فرض ہے کہ اسلامی طرز معاشرت کی حفاظت کرے اور زنانہ

مدارس کے حالات کی نگرانی اور مفاسد و فتن کی روک تھام کو اپنے ذمہ لازم سمجھے اور رعایا کا فرض ہے کہ ظل اللہ کی اطاعت کریں اگر ہر کام کو حدود شناسی کے ساتھ عمدہ طریقے سے انجام دیا جائے تو ملک و قوم کو انشاء اللہ بہت فائدہ پہنچے گا۔

زنانہ اسکولوں کے اجرا کا طریقہ پادشاہ اسلام 'مشورہ ارکان دولت و علمائے ملت و حکمائی امت طے کرے خاص کر افغانستان کے حالات کو مد نظر رکھ کر جو طریقہ مناسب ہو وہ اختیار کیا جائے۔

اجمالاً یہ کہ لڑکیوں کے اسکول صرف لڑکیوں کے لئے مخصوص ہونے چاہئیں اور ان کے لئے اسکولوں میں جمع ہونے اور آمدورفت کے ایسے طریقے اختیار کئے جائیں کہ فتنہ کا احتمال باقی نہ رہے نیک کردار اور پاک دامن عورتوں کو تعلیم وتربیت کی خدمت کے لئے مقرر کیا جائے اگر معلمات نہ مل سکیں تو مجبوراً نیک اور صالح قابل اعتماد مردوں کو معین کیا جائے اور ان کی کڑی نگرانی کی جائے۔

(۱) سن بلوغ کی عمر کم سے کم نو سال اور زیادہ سے زیادہ پندرہ سال ہے یعنی نو سال کی لڑکی کا بالغ اور مکلف ہو جانا ممکن ہے اور جسمانی قوت و استعداد اور نوعیت آب و ہوا اور نسلی و قومی خصوصیت کے اختلاف سے بلوغ و مکلفیت کی عمروں میں اختلاف ہوتا ہے ارباب بصیرت مختلف مقامات کے مطابق عمر بلوغ متعین کر سکتے ہیں۔

مشتہات کے درجات بھی احوال و مقامات کے اختلاف سے مختلف ہوتے ہیں ہو سکتا ہے کہ سات آٹھ سال کی لڑکی مشتہات ہو جائے اور ہو سکتا ہے کہ گیارہ بارہ سال تک مشتہات نہ ہو۔

لڑکیوں کے لئے ستر عورت کا حکم یہ ہے کہ دس سال کی عمر میں ستر واجب ہو جاتا ہے اور دس سال کی لڑکی کے لئے ستر کی حد مثل بالغہ عورت کے ہے در مختار میں ہے ثم کبالغ صاحب ردالمحتار فرماتے ہیں ای عورته تكون بعد العشرة كعورة البالغين اور صاحب ردالمحتار نے درجہ مشتہاۃ کو اس طرح بیان کیا ہے واختلفوا فی حد المشتهاة و صحح الزيلعي وغيره انه لا اعتبار بالسن عن السبع على ما قيل اوالتسع وانما المعتبران تصلح للجماع بان تكون عبلة ضخمة والعبلة المرأة التامة الخلق

(۲) باپ کے اوپر اولاد کی تربیت کی ذمہ داریاں جو غذا لباس اور تادیب و تعلیم سے تعلق رکھتی ہیں چند درجات پر منقسم ہیں فرائض وواجبات شرعیہ کی تعلیم فرض ہے اور حسن اخلاق و معاشرۃ اور روزگار اور پیشہ و ہنر وغیرہ کی تعلیم شرعی وطبعی درجات کے مطابق مستحب و مباح ہے۔

باپ کا حق ہے کہ اولاد کو فرائض اور واجبات شرعیہ کے سیکھنے پر مجبور کرے اور ضرورت ہو تو سزا دے۔قال النبی ﷺ علموا الصبی الصلوة ابن سبع سنين واضربوه عليها ابن عشرة (ترمذی) وقال النبی ﷺ لان يودب الرجل ولده خير من ان يتصدق بصاع (ترمذی) وقال ﷺ ما نحل والد ولدا من نحل افضل من ادب حسن (ترمذی)

(۳) عورتوں کے لئے جو ستر کہ نماز میں شرط ہے چہرے اور دونوں ہاتھوں اور پیروں کے علاوہ تمام جسم پر مشتمل ہے اور پردہ عرفی کہ شعار عصمت ہے چہرہ اور دونوں ہاتھوں اور پیروں کو بھی شامل ہے کیونکہ چہرے سے ہی فتنے کا قوی تعلق ہے اور حکم اپنی علت پر ہی جاری ہوتا ہے اس پردہ عرفی کے وجوب کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ واذا سالتموھن متاعا فاسئلوھن من وراء حجاب اور نبی ﷺ کا فرمان افعمیاوان انتما البتہ اجنبی اور محرم کے فرق کا اعتبار کیا گیا ہے کیونکہ محارم میں بدنیتی کا احتمال نہیں ہوتا اور معاشری ضروریت کشف حجاب کی اجازت کی مقتضی ہیں اسی طرح چھوٹے لڑکوں اور زیدہ سے زیادہ نو سال کی لڑکیوں اور زیادہ عمر والوں کے درمیان بھی فرق ہے جس کے بارے میں کچھ اشارات اوپر گزر چکے ہیں لیکن قبل تاہل اور بعد تاہل کا فرق میری نظر سے نہیں گزرا۔

(۴) شرعی فرائض وواجبات کا علم حاصل کرنا فرض ہے 'خواہ وہ علوم عبادات و معاملات سے تعلق رکھتے ہوں خواہ معاشرۃ اور تہذیب و تمدن سے اور مستحبات کا علم مستحب اور مباحات کا علم مباح جیسے کہ نمبر ۲ میں ذکر کیا جاچکا ہے۔

(۵) محض اجتماع عورتوں کا ممنوع نہیں ہے اگر صرف عورتیں کسی جگہ جمع ہوں اور اجتماع کی غرض وغایت مفید ہو تو شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہے لیکن عورتوں اور مردوں کا مخلوط اجتماع بہت سے فتنوں کا سبب ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے اسی وجہ سے عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے اور بلا ضرورت شدیدہ گھر سے نکلنے سے منع فرمایا ہے اور ان کو اپنے گھروں میں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور گھر میں نماز پڑھنے کو مسجد محلہ سے اور مسجد نبوی سے بھی بہتر قرار دیا گیا ہے۔

(۶) اجتماعی و تمدنی حیثیت سے محترم خواتین کے صرف اتنے ہی حقوق ہیں کہ وہ حقوق دینیہ کی ادائیگی کے بعد شوہر اور اقارب کے حقوق بجالائیں اولاد کی تربیت امور خانہ داری میں دلچسپی لیں اجنبی سوسائٹی سے دور رہیں اور اگر کوئی ہنر آتا ہو تو اور فرصت ملے تو اس میں مشغول رہیں اور بیباکانہ مردانہ اجتماعات اور جلسوں میں شریک ہونا اور بے حجابانہ لہو ولعب کے مجمعوں میں جانا اور غیر مردوں سے بے تکلف ہونا نہ صرف یہ کہ نسوانی خصوصیات کو فنا کردے گا بلکہ اسلامی تہذیب کو بھی تباہ کردے گا

(۷) یہ جو کچھ مسائل لکھے گئے ہیں اکابر حنفیہ کے مسلک کے مطابق ہیں ہر مضمون کے متعلقہ دلائل وشواہد مشائخ مذہب کی تصانیف میں موجود ہیں۔واللہ اعلم۔

کتبہ الراجی رحمة مولاہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ ربہ و کفاہ - ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ

(نوٹ) فتویٰ ہذا کو راقم الحروف کا ذاتی جواب سمجھنا چاہیے۔

مکمل شرعی پردہ کی رعایت کے ساتھ لڑکیوں کو تعلیم دینے میں کوئی مضائقہ نہیں

(سوال) بعض کہتے ہیں کہ لڑکیوں کو لکھنا پڑھنا ہی نہیں چاہئے بس قرآن شریف پڑھا دینا چاہئے کیونکہ بڑے اسکولوں کی نازیبا افواہیں پہنچی ہوئی ہیں مسلمان راجپوتوں کی بستی ہے اکثر گھرانے مہذب ہیں پردہ کی پابندی ہے لیکن اس عمر کی لڑکیاں ملاجی کے پاس تقریباً تیس جاتی ہیں اس مدرسے کی مدد کرنی چاہئے یا نہیں - ؟ المستفتی نور محمد صاحب ہیڈ ماسٹر جونڈلہ ضلع کرنال - ۷ ذیقعدہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۱ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۲٤) لڑکیوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا جائز ہے حساب 'اردو وغیرہ پڑھانے اور ہنر سینا پکانا کاڑھنا وغیرہ سکھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہاں پردے اور صلاحیت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے (۱) محمد کفایت اللہ

پردہ کی رعایت کے ساتھ عورت کار خیر میں حصہ لے سکتی ہے

(سوال) شریعت عورت کو کار خیر یا رفاہ عام میں اقدام کرنے کی اجازت دیتی ہے یا نہیں حضور ﷺ نے تعلیم یافتہ خواتین کے متعلق ارشاد فرمایا ہے لہذا عرض ہے کہ پنجاب میں بڑی بڑی قابل ترین عورتیں مل سکتی ہیں - المستفتی نمبر ۱۲۰۵ مختار جہاں بیگم معرفت آغا محمد حفیظ اللہ صاحب (جالندھر) ۱۰ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۷ / ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۵) شریعت مقدسہ اسلامیہ عورتوں کو کسی اسلامی خدمت سے جو ان کے لائق ہو منع نہیں کرتی پردہ کی محافظت کے ساتھ عورت مردوں کے مجمع میں تقریر کر سکتی ہے -(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

بچی سے مجمع میں تلاوت کرانا

(از اخبار الجمعیۃ دہلی - مورخہ ۲۴ جون ۱۹۳۳ء)

(سوال) ایک صاحب جو علم دین کے مدعی ہیں اور ایک اسلامی جامعہ کے پرنسپل ہیں اپنے وعظ کا افتتاح ایک نابالغ لڑکی کی قرآن خوانی سے فرماتے ہیں باوجودیکہ اس کی حاجت نہیں جلسہ میں بہترین

---

(۱) عن الشفاء بنت عبدالله قالت دخل علي النبي ﷺ وانا عند حفصة فقال لي الا تعلمين هذه رقية النملة كما علمتيها الكتابة (سنن ابي داود' باب ماجاء في الرقى' ۲/۱۸۶ ط سعيد) قال الشيخ في بذل المجهود' فيه دليل على جواز كتابة النساء واما حديث لا تعلموهن الكتابة فمحمول على من يخشى عليها الفساد - (بذل المجهود في حل سنن ابي داؤد ۵ / ۱۸' ط معهد الخليل الاسلامي' كراچی)

(۲) عورت کی آواز کے بارے میں صحیح قول یہ ہے کہ عورت ہے' اس لئے بلا ضرورت شدیدہ غیر محرم کے سامنے بولنا جائز نہیں -

وفي الشامية (قال عليه الصلوة والسلام) التسبيح للرجال والتصفيق للنساء فلا يحسن ان يسمعها الرجل وفي الكافي : ولا تلبي جهراً لان صوتها عورة و مشى عليه في المحيط في باب الاذان مطلب في ستر العورة ۱ / ۴۰۶ ط سعيد

حفاظ موجود ہوتے ہیں کیا یہ جائز ہے ؟

(جواب ۲۶) نابالغہ بچی سے قرآن شریف کی تلاوت کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ بچی اتنی چھوٹی ہو جس کی طرف بد نظری سے دیکھنے کا موقع نہ ہو۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' مدرسہ امینیہ دہلی

لڑکیوں کو لکھائی سکھانے کا حکم

(الجمعیۃ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۳۱ء)

(سوال) لڑکیوں کو کتابت کی تعلیم دینی بروئے شریعت جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۷) لڑکیوں کو کتابت کی تعلیم دینے کے بارے میں فقہا کا اختلاف ہے بعض فقہا سدّ الذریعۃ الفساد منع کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ جائز ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

چوتھا باب
متفرقات

بہشتی زیور مفید اور معتبر کتاب ہے

(سوال) بہشتی زیور مولانا اشرف علی صاحب کی لکھی ہوئی کتاب ہمارے مدرسہ میں چلانے کا ارادہ ہے اس کے پڑھانے میں کچھ برکت ہے یا نہیں اس کتاب میں غلط مسئلہ ہے یا نہیں جاہلوں میں یہ بات مشہور ہے اس لئے آپ کا جواب آنے کے بعد اس میں چلانے کا ارادہ ہے۔ المستفتی نمبر ۱۸۲۰ محمد اسماعیل جی پٹیل (ضلع سورت) ۲۲ رجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۸) بہشتی زیور بہت اچھی اور معتبر اور مفید کتاب ہے اس کے مضامین اور مسائل جو اس میں لکھے ہیں معتبر اور صحیح ہیں اور بچوں طالب علموں کو اس سے دینی اور دنیوی فائدے پہنچے گے تعلیم الاسلام بھی بچوں کے لئے مفید ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) وفی السرح لا عورة للصغیر جداً ثم مادام لم یشته فقبل و دبر' ثم تغلظ الی عشر سنین (الدرالمختار) قال المحقق فی الشامیه (قوله لا عورة للصغیر جداً) وکذا الصغیرة کما فی السراج (مطلب فی ستر العورة ۱/ ۴۰۷' ط سعید)

(۲) عن الشفاء بنت عبدالله قالت دخل علی النبی ﷺ وانا عند حفصة فقال لی الا تعلمین هذه رقیة النملة کما علمتیها الکتابة- (سنن ابی داؤد. باب ماجاء فی الرقی' ۲/ ۲۱۶' ط سعید) قال الشیخ فی بذل المجهود' فیه دلیل علی جواز کتابة النساء' واما حدیث لا تعلموهن الکتابة' محمول علی من یخشی علیها الفساد (۵/ ۸۰ ط' معهد الخلیل الاسلامی' کراچی)

علماء کو شیطان 'بد معاش' ظالم کہنے والا فاسق ہے!

(سوال) ایک شخص نے کہا کہ فی زمانہ جتنے علماء واعظ ہیں وہ سب شیطان ہیں اور بد معاش اور ظالم اور چور ہیں - المستفتی نمبر ۱۸۴۷ محمد عبدالحق صاحب (ضلع ہوڑہ) ۲۸ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۹) یہ کہنا کہ فی زمانہ جتنے واعظین ہیں سب شیطان اور بد معاش اور ظالم اور چور ہیں غلط ہے اور کہنے والا ظالم اور فاسق ہے 'اس کو توبہ کرنی چاہیئے -(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

نو مسلم اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے مالدار مسلمانوں سے امداد کی درخواست کر سکتا ہے

(سوال) میں ایک نو مسلم ہوں آغوش اسلام میں آئے ہوئے صرف پانچ سال ہوئے ہیں لیکن تعلیم اسلام اور دیگر اسلامی کتابوں کا مطالعہ میں نے اپنی طالب علمی کے زمانے میں کیا تھا یہ اعزاز مجھے میرے محسن استاد مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب ورنیکلر ٹیچر مشن ہائی اسکول لاہور کی بدولت نصیب ہوا قصہ بڑا طویل ہے اور آزمائشوں سے بھرا ہوا ہے لیکن اللہ کریم نے میری ہر حال میں مدد فرمائی اور لغزش سے محفوظ رکھا مختصراً عرض ہے کہ میں نے ایک متمول ہندو گھرانے میں پرورش پائی ہے میرے والد لالہ ہیرالال صاحب جائیداد ہیں اور سات سو روپیہ ماہوار کے قریب صرف مکانات کا کرایہ آمدنی ہے مجھ کو انہوں نے بی اے تک تعلیم دلائی اور میرے اسلامی خیالات سے ہمیشہ خائف رہے اور ڈی اے وی کالج میں خاص طور پر مجھ پر نگاہ رکھی جاتی تھی اور ہندو مذہب کی تعلیم میں کوشاں تھے لیکن میری رغبت دن بدن اسلام کی طرف ہوتی گئی اور میں نے اپنے رہبر مولانا صاحب کا ساتھ نہ چھوڑا انہوں نے بھی مجھے قرآن شریف اور دینیات اور دیگر اسلامی مسائل کا درس دیا یہ سب تعلیم بالکل خفیہ طریق پر ہوتی رہی میں نے اس اثناء میں اپنے اسلام پاک کا اعلان کرنے کا ارادہ کیا لیکن میرے اخراجات 'بیوی بچوں کا گزارہ بچوں کی تعلیم بیوی کا اپنے ہی مذہب پر رہنے کا اصرار 'والدین کی محبت اور دیگر امیرانہ زندگی تھی الغرض شیطانی وسوسے تھے لیکن میں مولوی صاحب کے دست مبارک پر اسلام قبول کر چکا تھا اور صوم وصلوٰۃ پر پابند تھا میرے والدین ہر ممکن طریقے سے میرے اس مبارک کام میں حائل ہوتے تھے لیکن میرا ذوق اور مولوی صاحب کا اخلاص بالکل بھی اثر نہ ہونے دیتا تھا والدین روپیہ

---

(۱) یہ حکم اس وقت ہے جب علماء کی توہین بلاوجہ یا کسی دنیوی معاملہ کی وجہ سے کرے' وفی جامع الفصولین' بغض عالمًا او فقیھًا بلا سبب ظاهر خیف علیه الكفر جامع الفصولین' الباب الثامن والثلثون فی مسائل كلمات الكفر ۳۰۹/۲' ناشر اسلامی کتب خانہ کراچی' اور اگر علماء کی توہین، تفصیل ان کے حاملین علم ہونے کی وجہ سے کرے تو بلا شبہ کافر ہوگا - قال فی الاشباه والنظائر 'الا ستهزاء بالعلم والعلماء كفر (الفن الثانی' كتاب السير ص ۱۹۱' ط دار الكتب العلمية ' بیروت)

پیسہ مجھ پر بہت خرچ کرتے اور تمام جائیداد کا مجھ کو انچارج بنایا لیکن میرے مذہب نے مجھ کو دیانتداری سچ بولنا اور سچائی کی حمایت کا درس پہلے ہی دیا تھا لہذا میں نے اپنے ملازموں سے اچھا منافع دکھایا آخیر میں میری بیوی بھی قبول اسلام پر رضا مند ہو گئی اور میرے دو بڑے لڑکے جو انٹرنس کلاس میں پڑھتے تھے تعلیم اسلام مجھ سے لیتے اور پورے طور پر مجھ سے متفق تھے اور ۱۹۳۲ء کے درمیان میں ۱۵ جون کو ہم نے اپنے آپ کو خدا کے حوالے کرتے ہوئے قبول اسلام کر لیا اس کے بعد جو مجھ پر اور میری نیک بیوی پر گزری وہ خدا ہی بہتر جانتا ہے لیکن ہم نے صبر سے برداشت کیا میرے والدین نے میری بیوی کا تمام زیور اور جہیز جو اس کے قبضے میں تھا طلب کیا یہ امتحان عورت کے لئے بہت سخت تھا لیکن خدا کا فضل شامل حال تھا بلا دریغ سب پیش کر دیا اور ہم لوگ تنہ تنہا علیحدہ رہے اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کیا میں نے محنت مزدوری کی لوراپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالا ہاں البتہ بچوں کی تعلیم جاری نہ رکھ سکا لیکن ایک ماہ کی آزمائش کے بعد بچوں کو میری والدہ نے کالج میں داخل بلا کسی شرط کے کروادیا۔
اس وقت دو بچے بڑا ایف ایس سی اور چھوٹا ایف ایس سی میں تعلیم پاتا ہے ذہین محنتی اور اسلامی رکن کے پابند ہیں لیکن اب جب کہ میرے بچے اعلیٰ تعلیم کے اختتام پر ہیں میرے دیگر عزیز واقارب نے والدین کو مجبور کر دیا ہے اور انہوں نے میرے بچوں کو تعلیم دلوانے سے اگست ۱۹۳۷ء سے انکار کر دیا ہے اور فیس وغیرہ بچوں کی نہیں دی چند مسلم بھائیوں نے مل کر بچوں کی چار چار ماہ کی فیس اور ان کے خورد ونوش کا انتظام کر دیا تھا لیکن آئندہ کے لئے ان کا خرچ مشکل نظر آتا ہے بچوں کو اتنے اعلیٰ مقام تعلیم پر لے جا کر چھوڑنا ایک صدمے سے خالی نہیں لیکن یہ قربانی بھی میں اور میرے بچے کرنے کو تیار ہیں سلام قبول کرنے سے پیشتر ہم دونوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ ہم لوگ اسلام پر بار ڈالنے کے لئے اسلام میں داخل نہیں ہوئے ہیں اور کسی مسلم برادر کو تکلیف نہیں دیں گے مولوی صاحب مرحوم کا ارشاد تھا کہ خدا کے سوا کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلانا لیکن میرے چند دوست مصر ہیں لہذا اب ازروئے شرع جو مناسب احکام ہیں اس کے متعلق فتویٰ صادر فرمائیں۔
(۱) مندرجہ بالا بیان کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا اسلام مجھے اجازت دیتا ہے کہ اپنے متمول مسلم بھائیوں سے امداد کے لئے عرض کر دوں (۲) کیا امداد کنندہ بھائی کے روپے کا مصرف جائز ہو گا (۳) کیا اس قسم کی امداد کی درخواست میرے لئے خدا کی درگاہ میں قابل مواخذہ تو نہ ہو گی جبکہ امداد دنیاوی تعلیم کے لئے طلب کی جائے کیا امداد کنندگان کو اس کا اجر ویسے ہی ملے گا جیسا کہ دیگر اسلامی کاموں میں روپیہ خرچ کرنے سے ملتا ہے۔
(نوٹ) میری مستقل آمدنی اس وقت ۵۴ روپیہ ماہوار ہے بچوں کا خرچ تعلیم تقریباً ۸۰ روپے ہے موجودہ تعلیم سے فارغ ہونے میں ۸ ماہ باقی ہیں میں اپنی آمدنی میں سے ۲۲ روپے ماہوار ان کو دے سکتا ہوں باقی تقریباً ۶۰ روپے ماہوار کا خرچ ہے اس طرح سے مجھے تقریباً ۴۸۰ روپے کی ضرورت ہے یہ

فتویٰ صرف اپنے چند مہربانوں کے اصرار پر طلب کیا گیا ہے کیونکہ وہ لوگ مجھے دست سوال دراز کرنے پر مجبور کرتے ہیں لیکن میرے ضمیر نے اس کی اجازت نہیں دی میرا خدا میرا خود کفیل ہے بچوں کے لئے بھی وہی کفالت فرمائے گا یہ میرے بچوں پر امتحان کا موقعہ ہے دعا فرمایئے اللہ کریم صبر عطا فرمائے میں اپنے کافر والدین کے سامنے دست سوال دراز نہیں کروں گا۔ انشاء اللہ المستفتی نمبر ۲۷۱۹ محمد عبداللہ نو مسلم معرفت سید محمد احسان صاحب۔ نیو دہلی ۷ ۲ شعبان ۱۳۵۶ھ مطابق ۲ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۰) آپ اپنے مسلم دوستوں کے سامنے یہ تمام حالات بیان کرنے میں مواخذہ دار نہیں ہوں گے پھر مسلم احباب آپ کے بچوں کی تعلیم کی تکمیل میں جو خرچ کریں گے ان کو اس کا ثواب ضرور ملے گا آپ ان کی اعانت قبول کرنے سے انکار نہ کریں (۱) اللہ تعالیٰ آپ کی آپ کے بچوں کی صداقت واخلاص کا نعم البدل اور اجر جزیل عطا فرمائے گا یہ تعلیم اگرچہ دنیوی ہے لیکن یہ بھی صدق نیت اور اخلاص کے ساتھ دینی حیثیت حاصل کر سکتی ہے کیونکہ فراغت کے بعد اس کے ذریعہ سے بھی دین کی خدمت کی جا سکتی ہے (۲) اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں اور برکتوں سے آپ کو نوازے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

غیر عالم معتبر کتابوں سے تبلیغ کا کام کر سکتا ہے!

(سوال) تبلیغ کا کام اگر کوئی شخص اردو یا فارسی خواں کتاب دیکھ کر بیان کرے تو جائز ہے یا نہیں ایک شخص کو دلچسپی ہے اور اکثر اشخاص کو امر معروف نہی منکر کرتا ہے اور کئی سال سے دینیات سے شوق ہے تو ایسا شخص کسی کو وعظ و پند وغیرہ کہنے کا حق رکھتا ہے یا نہیں۔ المستفتی عبدالعزیز ٹونکی

(جواب ۳۱) اگر یہ شخص خود عالم نہ ہو تو تبلیغ کا کام کتابوں سے کر سکتا ہے مگر صرف کتابیں سنا دے اپنی طرف سے کچھ بیان نہ کرے اور کتابیں بھی معتبر اور معتمد علیہ ہوں (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) والغنی لا یمنع من تناولها عند الحاجة کابن السبیل' بحر عن البدائع' وهذا التعلیل یقوی ما نسب للواقعات من ان طالب العلم یجوز له اخذ الزکوة ولو غنیا اذا فرغ نفسه لا فادة العلم واستفادته لعجزه عن الکسب' والحاجة داعیة الی مالا بدمنه کذا ذکره المصنف (الدر المختار) قال المحقق فی الشامیة' یکون طلب العلم مرخصا لجواز سؤ له من الزکاة وغیرها وان کان قادرا علی الکسب- (باب المصرف ۲ ۳۴۰ ط سعید)

(۲) قال النبی ﷺ انما الاعمال بالنیات (الحدیث) (صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الی رسول الله ﷺ ۱ ۲ ط قدیمی کتب خانه' کراچی)

(۳) ثم انه کان یامر وینهی من کان عالما بما یامربه و ینهی عنه' و ذلک یختلف باختلاف الشیء فان کان من الواجبات الظاهرة والمحرمات المشهورة کالصلوة' والصیام والزنا والخمر و نحوها فکل مسلمین علماء بهاء وان کان من دقائق الافعال والاقوال ومایتعلق بالاجتهاد فلم یکن للعوام مدخل فیه (مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح باب الامر بالمعروف' ۹ ۳۲۹ ط امدادیه ملتان)

کیا حکومت کی طرف سے مدح صحابہ کو روکنا مداخلت فی الدین نہیں؟

(سوال) حکومت ہند نے مدح صحابہؓ کی ممانعت کا ایک دل آزار قانون بنایا ہے جس کا نفاذ لکھنؤ میں بالکل جابرانہ طور پر ہو رہا ہے اہل السنت والجماعۃ کے بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ مدح صحابہؓ کی ممانعت مداخلت فی الدین ہے اس موقع پر خاموش رہنا حرام ہے لہذا ہم طلبہ دار العلوم آپ کی رائے دریافت کرتے ہیں کہ تعلیم کا خیال کریں یا قانون شکنی کے لئے تیار ہو جائیں؟ المستفتی نمبر ۱۱۹۶ خواجہ محمد احمد غازی پوری متعلم دار العلوم دیوبند ۲ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۲) مداخلت فی الدین کا مفہوم بہت عام ہے اور عموم کے لحاظ سے ہر آن میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں مداخلتیں ہندوستان میں ہو رہی ہیں امتناع مدح صحابہؓ کا قانون جہاں تک مجھے معلوم ہے نہ حکومت ہند کا ہے نہ حکومت صوبہ کا وہ صرف ایک مقامی کمیٹی کا جو اس کام کے لئے مقرر کی گئی تھی فیصلہ تھا جسے مقامی حکومت نے انتظاماً نافذ کر دیا ہے۔

میرے خیال میں دار العلوم کے طلبہ مذہباً ابھی تک شرکت پر مجبور نہیں ہیں مسلمان تحریک کو چلا رہے ہیں طلبہ کو تعلیمی ضروریات میں مشغول رہنا چاہئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فحش گو فسادی وعظ کرنے کے لائق نہیں

(ازاخبار سہ روزہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۱۸ جون ۱۹۲۷ء)

(سوال) ایک شخص جو اپنے آپ کو مولوی اور واعظ اسلام کہتا اور لکھتا ہے 'مسجد میں کھڑے ہو کر نہایت بیباکی سے فحش کلامی کرتا ہے مسلمانوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرتا ہے 'مسلم خادمان قوم کو مسلم نمائندہ کہتا ہے نعرہ تکبیر کے مقابلے میں ہر ہر مہادیو کا جیکارہ لگاتا ہے دوسرے لوگوں کو بھی اس جیکارہ کی تلقین کرتا ہے مسلمانوں پر جھوٹے بہتان باندھتا ہے ماؤں بچوں 'بوڑھوں کی موجودگی میں مسجد کے اندر فحش مغلظات گالیاں زبان سے نکالتا ہے جن کا نقل کرنا بھی خلاف تہذیب ہے مسلمان شہدائے مقتولین کو کوئی شہید کے نام سے یاد کرتا ہے وغیرہ۔

(جواب ۳۳) ایسا شخص اس لائق نہیں کہ اس کو وعظ کی اجازت دی جائے وعظ و تذکیر کا مقصود لوگوں کی اصلاح اوران کے اخلاق کی درستی ہے ان میں اسلامی اتفاق و اتحاد پیدا کرنا واعظ کا پہلا فرض ہے ہر ہر مہادیو کا جیکارہ لگانا کفر کی نشانی اور کافروں کا شعار ہے۔ مسلمان کی شان کے لائق نہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) ان رسول اللہ ﷺ قال لیس منا من تشبہ بغیرنا ولا تشبھوا بالیھود ولا بالنصاری (الحدیث) (جامع الترمذی باب ماجاء فی کراھیۃ اشارۃ الید فی السلام ۲ /۹۹' ط سعید)

بخلاف وضع قلنسوۃ المجوس وشد الزنار' لانہ امارۃ الکفر کالختان امارۃ الاسلام۔ (الفتاوی البزازیۃ علی ھامش الہندیۃ' الثالث فی الحظر و الاباحۃ ۶/۳۱۱' ط ماجدیہ کوئٹہ)

بچوں کو قاعدہ "یسرنا القرآن" پڑھنا کیسا ہے ؟
(الجمعیۃ مورخہ ۴ او ستمبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) ایک شخص پیرزادہ منظور محمد نام نے ایک ہوئیل قاعدہ بچوں کی تعلیم کے لئے بنایا ہے جس کا نام قاعدہ یسرنا القرآن ہے یہ شخص قادیانی ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی اور صاحب وحی مانتا ہے اس قاعدہ کو پڑھانا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر کوئی شخص قاعدہ لکھے اور قاعدہ کا نام یسرنا القرآن رکھ دے تو جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۴) میں نے قاعدہ یسرنا القرآن اب تک نہیں دیکھا اگر اس قاعدہ میں قادیانی مشن کی باتیں لکھی ہوں تو یقیناً اسے بچوں کو پڑھانا نہیں چاہئے ایسا نہ ہو کہ ابتدا ہی سے ان کے دل میں گمراہی کی طرف میلان ہو جائے اور صرف حروف اور تراکیب حروف کی پہچان کرانے اور تعلیم دینے کے طریقے ہی مذکور ہوں اور قادیانیت کی کوئی بات نہ ہو تو اس کی تعلیم مباح ہوگی(۱) لیکن بہر صورت اس سے احتراز اولیٰ و انسب ہے کیونکہ بچوں کی تعلیم کے لئے دوسرے قاعدے بہت اچھے اچھے (مثلاً نورانی قاعدہ وغیرہ) موجود ہیں قاعدہ کا نام 'یسرنا القرآن رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) قاعدہ یسرنا القرآن میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے قادیانی مشن کی تبلیغ ہو لہذا بچوں کو اس کی تعلیم دینا مباح ہے۔

كتاب السلوك و الطريقة

پہلا باب
اذکار واشغال
فصل اول ذکر جلی و خفی اور ختم وغیرہ

عارضی مانع نہ ہو تو ذکر جلی جائز ہے مگر خفی اولیٰ ہے!

(ازاخبار سہ روزہ الجمعیتہ مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) زید کہتا ہے کہ جلی ذکر حرام ہے اور عمرو کہتا ہے کہ ذکر جلی جائز ہے ؟

(جواب ۳۵) ذکر جلی جائز ہے اور مشائخ صوفیہ کا معمول و متوارث ہے احادیث کثیرہ سے اس کا ثبوت ہوتا ہے جن مواقع میں کہ شریعت نے خود ذکر جلی مقرر فرمایا ہے اس کے اندر تو کوئی کلام ہی نہیں کر سکتا جیسے اذان 'تکبیر' تلبیہ 'حج' تکبیر' تشریق وغیرہ کہ یہ سب اذکار ہیں اور جہر سے ثابت ہیں ہاں جن مواقع میں کہ شریعت سے ثبوت نہیں وہاں اگر کوئی وجہ عارضی مانع نہ ہو تو نفس حکم یہی ہے کہ جائز ہے اور اگر کوئی عارضی مانع موجود ہو تو ناجائز ہو جائے گا موانع عارضیہ کی مثال یہ ہے کہ ذاکر کے جہر سے کسی سونے والے کو تکلیف ہو یا کسی نماز پڑھنے والے کی نماز میں خلل پڑتا ہو یا ذکر کرنے والا جہر کو ضروری یا لازم سمجھے وغیرہ(۱) اور جہاں یہ موانع موجود نہ ہوں وہاں ذکر جلی جائز مگر ذکر خفی اولیٰ ہے(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) بلند آواز سے تلاوت کرنے سے اگر کسی کی نماز میں خلل آئے تو جائز نہیں
(۲) جماعت کے بعد بلند آواز سے ذکر کی رسم غلط ہے!

(سوال) (۱) بوقت خطبہ جمعہ سورہ کہف کا دور با آواز بلند ایک ایک رکوع کر کے پڑھتے ہیں تو وارد مصلیوں کی نمازوں میں خلل آتا ہے۔

(۲) جماعت کے ختم ہوتے ہی فوراً کلمہ طیبہ کا ذکر بالجہر کیا کرتے ہیں تین مرتبہ اس طرح لا الہ الا اللہ الا اللہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ یہ جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۶۰۱ سیٹھ قاسم باپو ولد حسین باپو (مسی کانتھا) مورخہ ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۵ مئی ۱۹۴۰ء۔

---

(۱) اما رفع الصوت بالذکر فجائز کما فی الاذان والخطبہ والحج' وقد حرر المسئلہ فی الخیریہ و حمل ما فی فتاوی القاضی علی الجهر المضر وقال. ان هناك احادیث اقتضت طلب الجهر و احادیث طلب الاسرار والجمع بینهما بان ذلك یختلف باختلاف الاشخاص والاحوال' فالاسرار افضل حیث خیف الریاء او تاذی المصلین او النیام الخ (رد المحتار ' کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع' ۶ ,۳۹۸ ط سعید)

(۲) واما الادعیه والاذکار فما لحجبة اولی (رد المحتار قبیل مطلب الثناء علی الکریم دعا ۲ ۵۰۷ ط سعید)

(جواب ۳۶) سورہ کہف آواز بلند سے مسجد میں پڑھنا جس سے نمازیوں کی نماز میں خلل آئے ناجائز ہے۔(۱)

(۲) اسی طرح نماز کے بعد کلمہ طیبہ کو بلند آواز سے پڑھنے کی رسم بھی درست نہیں(۲) اتنی آواز سے کہ کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ آئے سلام کے بعد کلمات ماثورہ کو پڑھنا جائز ہے۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

حکم انعقاد المحافل الموسومہ بحلقة الذکر

(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) (۱) ان فی دیارنا انعقدت محافل متعددة فی اماکن مختلفة موسومة بحلقة الذکر بین معاشر المسلمین فمن الناس من ینعقد ھا فی اسبوع مرة و منھم من یحضرھا فی شھر مرة فیھا یذکرون اللہ تعالیٰ و یکبر ونه ویسبحونه و یمجدون و یھللون و یستغفرون و یحمدون و یتلون القرآن و یصلون علی النبی الکریم واحیاناً یقرأ فیھا المولد و یذکر وغیر ذالك من الاوراد یقرؤن مجتمعین و الغرض من ذالك ان یؤلف اللہ تعالی بھذہ البرکات بین قلوب المؤمنین و ینور قلوبھم بنور الھدایة فیفوز وابا لفلاح والنجاح یوم الدین ـــ

(۲) وقوافل من شبان الاسلام متعلقة بھا الموسومون بالمبلغین وھم یتعلمون المواعظ الحسنة والمسائل الشرعیة منظومةً لتکون اقرب الی الحفظ والقبول فاحیاناً ھم یخرجون مزینا بالا علام والبیاض ویطوفون فی اماکن مختلفة وینشدون المنظوم المذکور مبلغاً و یکبرون اللہ تعالیٰ بین ذالك لکلمة اللہ معلیًا فوجدت زھاء ثلثة آلاف من شبان المبلغین انھم صاروا مصلیًا و محسنا مزکیا فما قول جمعیة علماء الھند فی ذالك الامر؟

(ترجمہ) ہمارے علاقے میں مختلف مقامات پر متعدد محفلیں قائم ہیں جن کو حلقہ ذکر کہا جاتا ہے بعض لوگ ایسی محفلیں ہفتے میں ایک مرتبہ منعقد کرتے ہیں اور بعض مہینے میں ایک مرتبہ ان محفلوں میں

---

(۱) و فی حاشیة الحموی للشعرانی' اجمع العلماء سلفًا و خلفًا علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد و غیرھا الا ان یشوش جھرھم علی نائم او مصل او قاری الخ (رد المحتار' باب ما یفسد الصلاة وما یکرہ فیھا ۱/ ۶۶۰ ط سعید)

(۲) ثم قال فی النھر عن المعراج' واما ما یفعل عقب الصلوة من السجدة فمکروہ اجماعًا' لان العوام یعتقدون انھا واجبة او سنة ـــ ای وکل جائز ادی الیٰ اعتقاد ذلك کرہ (رد المحتار' کتاب الصلاة ۱/ ۳۷۱ ط سعید)

(۳) والا سرار افضل حیث خیف الریاء او تاذی المصلین او النیام (رد المحتار' کتاب الحظر والاباحة' فصل فی البیع' ۶/ ۳۹۸' ط سعید)

لوگ جمع ہو کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں، اور تکبیر و تسبیح و تمجید بیان کرتے ہیں کلمہ طیبہ استغفار تحمید کا ورد کرتے ہیں تلاوت کرتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں کبھی کبھی ان محفلوں میں مولود شریف اور دیگر اذکار بھی پڑھتے ہیں اور اس سے مقصد یہ ہے کہ ان اذکار کی برکت سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے قلوب میں محبت والفت پیدا کردے اور نور ہدایت سے منور کردے تاکہ آخرت میں ان کی کامیابی کا سبب ہو۔

ان محفلوں سے مسلم نوجوانوں کی کچھ ٹولیاں وابستہ ہیں جن کو مبلغین کہا جاتا ہے وہ وعظ و نصیحت کے مضامین اور مسائل شرعیہ بصورت نظم سیکھتے ہیں تاکہ جلدی اور بآسانی یاد ہو جائیں پھر کبھی کبھی وہ ٹولیاں جھنڈیاں اور روشنی لیکر نکلتی ہیں اور وہ نظمیں بآواز بلند پڑھتی ہوئی آبادی میں چکر لگاتی پھرتی ہیں اور اس سے مقصد تبلیغ اور اللہ کے نام کو بلند کرنا ہے چنانچہ میں نے مشاہدہ کیا ہے کہ کئی ہزار ایسے مبلغ نوجوان نمازی اور نیک بن گئے تو اس مسئلے میں ہندوستان کے علماء کی جمعیۃ کیا رائے رکھتی ہے؟

(جواب ۳۷) اعلموا رحمکم اللہ انہ لا خیر الا فی اتباع سیدنا و مولانامحمد ن المصطفی ﷺ وما من رجل احدث فی الدین ما لیس منہ الا یکون مردودًا علیہ ما احدث (۱) وما من حدث الا وقد یری المحدث انہ احدث خیرًا فیضل و یضل وقد رای ابن مسعودؓ قومًا یجتمعون فیذکرون اللہ تعالیٰ - یسبحون و یھللون فقام فقال انا ابن مسعود ولا ارکم الا قداحد ثتم ما ھکذا وجدنا اصحاب النبی ﷺ فمن کان منکم ذاکرًا فلیذکر اللہ فی تفسہ و فی بیتہ او کما قال (۲) وانکرابن عمرؓ علی قوم کانوا یجتمعون فی المسجد لصلوۃ الضحی و یھتمون لھا کالفرائض وقال انھا بدعۃ (۳) فھذہ الحلق المسئول عنھا من الاحداث التی یری محدثوھا انھا خیرو ذریعۃ للاصلاح وماھی الا وبال ولکال اذ لیس لھا فی الشریعۃ الاسلامیۃ اصل یعتمد علیہ (۴) ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

وکذا انشاد الا شعار فی الطرق والاسواق لیس من التبلیغ فی شئی وانما ھو تھییج النفوس المستعدۃ للشھوات

وتزکیۃ النفوس بکتاب اللہ و السنۃ واحوال صالحی الامۃ وسیر الصحابۃ

---

(۱) عن عائشۃؓ قالت: قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھورد، (مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ۱/۲۷ ط سعید)

(۲) رد المحتار، کتاب الحظر والا باحۃ ۶/۳۹۸، ط سعید)

(۳) وامہ ما صح عن ابن عمر انہ قال فی الضحی ھی بدعۃ محمول علی ان صلاتھا فی المسجد والتظاھر بھا کما کانوا یفعلونہ بدعۃ لا ان اصلھا فی البیوت و نحو ھا مذموم، او یقال قولہ بدعۃ ای المواظبۃ علیھا (شرح النووی علی الصحیح لمسلم باب استحباب صلوۃ الضحی ۱/۲۴۹ ط قدیمی کتب خانہ ،کراچی)

(۴) والمبتدع قدم ھوی نفسہ علی ھدی اللہ مکان اضل الناس وھو یظن انہ علی ھدی (کتاب الاعتصام للشاطبی، ۱/۵۲ ط مصر)

والتابعین اولی من هذا الطریق واللہ الموفق –
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ٬ مدرسہ امینیہ٬ دھلی

(ترجمہ) جان لو خدا تم پر رحم فرمائے کہ بھلائی اگر ہے تو صرف رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں ہے اور جس آدمی نے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جو ہم تک نبی ﷺ سے نہیں پہنچی تو وہ اس کی ایجاد کی ہوئی بدعت اس پر رد کر دی جائے گی یعنی نامقبول ہے اور ہر بدعت کا موجد یہی سمجھتا ہے کہ اس نے بڑا عمدہ اور مفید کام جاری کیا ہے اس غلط فہمی میں وہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے ایک جگہ دیکھا کہ کچھ لوگ جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تسبیح و تہلیل کرتے ہیں آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں ابن مسعود ہوں یہ جو کچھ تم کر رہے ہو یہ تمہاری ایجاد کی ہوئی بدعت ہے ہم نے نبی ﷺ کے اصحاب کو کبھی ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا پس تم میں سے جو شخص ذکر کرنا چاہے وہ چپکے چپکے اپنے دل میں کرے اور اپنے گھر میں جا کر کرے او کما قال اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے ان لوگوں کو منع کیا جو نماز چاشت کے لئے مسجد میں جمع ہوتے تھے اور اس کے لئے فرائض کی طرح اہتمام کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ اس طرح اہتمام کرنا اور جمع ہونا بدعت ہے۔ پس یہ حلقہ ہائے ذکر جن کے متعلق دریافت کیا گیا ہے اسی قسم کی بدعات میں سے ہیں جن کے ایجاد کرنے والے ان کو عبادت سمجھتے ہیں اور اصلاح کا ذریعہ جانتے ہیں حالانکہ یہ گناہ اور موجب عذاب ہے٬ کیونکہ شریعت میں اس (قسم کے حلقہ ہائے ذکر کے اہتمام و انتظام) کا کوئی قابل اعتبار ثبوت نہیں ہے اور گمراہی سے بچنے اور سیدھا راستہ پانے کی توفیق خدائے بزرگ و برتر ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔

اور یہی حکم ہے نظمیں پڑھنے اسطرح ٹولیاں بنا کر جھنڈیاں اور روشنی لیکر بازاروں اور گزرگاہوں میں نظمیں پڑھنا کوئی تبلیغ نہیں ہے یہ تو محض رنگین طبائع کے لئے حظ نفس کا ذریعہ اور تحریک ہے۔

نفوس کی اصلاح و تزکیہ قرآن و حدیث اور امت کے صلحا کے حالات اور صحابہ و تابعین کی سیرت کے ساتھ بہتر ہے بہ نسبت ایسے من گھڑت طریقوں کے۔ اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(۱) ختم قرآن کے بعد چند سورتیں اور" صل علی نبینا الخ" پڑھنے کو ضروری سمجھنا کیسا ہے ؟
(۲) تبارک پڑھنے اور پڑھوانے کا مروجہ طریقہ شریعت سے ثابت نہیں
(۳) مجلس ذکر میں انبیاء و اولیاء کے ارواح کی موجودگی کا عقیدہ کیسا ہے ؟

(سوال) (۱) بستی میں عام طور سے یہ طریقہ رائج ہے کہ لوگ ثواب کی خاطر قرآن ختم کراتے ہیں اور ختم کے بعد کچھ سورتیں یعنی قل یا ایھا الکفرون سے لیکر مفلحون تک پڑھتے ہیں اور صل

علی نبینا صل علی کریمنا صلّ علی محمد اس ختم کا ایک سلام پڑھتے ہیں اور اس کو اتنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اکثر اوقات فرض نماز بھی قضا کر دیتے ہیں۔
(۲) یہ لوگ تبارک پڑھواتے ہیں اگر کوئی نہیں پڑھتا تو اس کو ذلیل کرتے اور برا بھلا کہتے ہیں۔
(۳) بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس مجلس میں ذکر ہوتا ہو اس میں تمام انبیاء و اولیاء کی ارواح موجود ہوتی ہیں اس لئے اس مجلس میں سے نماز کے لئے بھی اٹھ کر نہیں جانا چاہئے۔
(جواب ۳۸) (۱) ختم کا یہ طریقہ مسنون نہیں ہے اس کو ضروری سمجھنا اور اس کی وجہ سے نماز فرض قضا کر دینا ناجائز ہے اس طریقے کو بند کر دینا چاہئے(۱)
(۲) تبارک پڑھنے اور پڑھوانے کا طریقہ بھی شریعت سے ثابت نہیں یہ بھی لوگوں کا خود گھڑا ہوا طریقہ ہے اسے بھی ترک کر دینا لازم ہے(۲)
(۳) یہ قول بھی بے اصل ہے تمام انبیاء اور اولیاء کی روحوں کا آنا بے دلیل ہے(۳) اور یہ بات کہ مجلس ذکر میں سے نماز کے لئے بھی اٹھکر نہیں جانا چاہئے بے دینی ہے فریضہ نماز اللہ تعالیٰ کا فرض کیا ہوا ہے اس کی ادائیگی سے کوئی چیز نہیں روک سکتی نہ اس پر غالب آسکتی ہے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل دوم اسمائے حسنیٰ وغیرہ

اسم اعظم کے ورد سے حاضرات کا حکم

(سوال) نودونہ (۹۹) اسمائے الٰہی کہ مندرج کلام شریف میں ہیں مثل رحیم، کریم، علی وغیرہ میں سے کوئی اسم مبارک یوں اور اس کی دعوت کریں اور حسب شرائط علم عمل کے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ متقدمین نے ہر اسم الٰہیہ کو بشرائط مزبورہ جدا جدا دعوت کے ساتھ معہ موکلان ان اسماء کے قبضہ عمل کا کیا ہے مجاہدات کلیہ اور محنت تامہ اپنے سے باتباع ان متقدمین کے صاحب مذکور عمل اسم الٰہی کا کریں اور مؤکل اسم کو کہ اثر اسم ہے حاضر کریں کہ جس کا نام حاضرات ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور نیز حاضری موکلان کے کہ جو اللہ پاک کے نام کے مؤکل ہیں ان کے توسط سے اکثر دخل آسیب و خارجی

---

(۱) ای وکل جائز ادی الی اعتقاد ذلک کرہ' (رد المحتار' کتاب الصلاۃ ۱ ۳۷۱' ط سعید)
(۲) وقراۃ الکافرون الی آخرہ مع الجمع مکروھۃ لانھا بدعۃ لم ینقل عن الصحابۃ ولا عن التابعین (عالمگیریۃ' الباب الرابع فی الصلوۃ والتسبیح و قراۃ القرآن ۵ /۳۱۷' ط ماجدیہ کوئٹہ)
(۳) حتیٰ کہ روحوں کے آنے کے اعتقاد رکھنے والے کو فقہائے کرام نے کفر کہا ہے" وعن ھذا قال علمائنا "من قال ارواح المشائخ حاضرۃ یکفر" (الفتاوی البزازیۃ علی ھامش العالمگیریۃ' الثانی فیما یتعلق باللہ تعالیٰ ۶ ۳۲۶ ط ماجدیہ کوئٹہ)
(۴) ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا (سورۃ النساء) و فی تفسیر الجلالین' کتاباً مکتوباً ای مفروضاً موقوتاً مقدرا وقتھا فلا تؤخر عنہ (تفسیر الجلالین' النساء ۸۶' ط قدیمی کتب خانہ' کراچی)

امراض جسم انسانی وغیرہ کے جو بالکل موہومیت سے متعلق ہیں دریافت کا ذریعہ وہ موکلہا کئے جا کر افادہ عامہ بسوئے خلائق عامل کا رجوع ہونا اور فیض عام جاری کرنا خلقت کی طرف شریعت پاک کیا حکم نافذ کرتی ہے بینوا توجروا۔

(جواب) (از مولوی محمد وزیر الدین چشتی نظامی سلیمانی) اسمائے صفات الٰہی کی دعوت بوجوہات کلیہ از روئے شرع شریف کے جائز ہے اس دعوت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے بلکہ دلائل کے ساتھ دعوت اسمائے الٰہی کا حکم نافذ ہے اور اللہ پاک زور کے ساتھ اپنے بندوں کو ارشاد فرمارہے ہیں کہ **وللہ الاسماء الحسنی فادعوہ بہا** (وخدائے راست نامہائے نیک پس بخوانید او را بآں نامہا سورہ اعراف ۹) اور منکر دعوت اسمائے الٰہی کا بدلیل نص صریح قطعی کافر ہے اور وہ نصوص صریح یہ ہے **وذروا الذین یلحدون فی اسمائہ سیجزون ما کانوا یعملون** (۱) (وبگذارید آناں را کہ کجروی می کنند در نامہائے خدا داوہ خواہد شد مر ایشاں را جزائے آنچہ می کردند۔ سورہ اعراف) اور مشکوۃ کے عذاب قبر میں لکھا ہے کہ جو کوئی ننانوے ناموں کا منکر ہووے اس کو قبر میں ننانوے سانپ آویں گے کہ بہت زہردار ہوں گے اور اس کو کھاویں گے۔

از علمائے صوفیہ طریق شرائط خواندن اسم اعظم یابدیع العجائب بالخیر یابدیع دریابد ایں مشترک ہم بصفت جلالی وہم بصفت جمالی موصوف است و دعوت اسم مذکور جمیع اولیاء اللہ متقدم و متاخر کردہ اند۔ چنانچہ حضرت میراں سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اللہ سرہ العزیز و حضرت شاہ مدار بدیع الدین و حضرت نور قطب عالم و حضرت شیخ حسام الدین مانک پوری و اکثر خواجگان چشت از تصرف ایں اسم متصرف بودہ اند چنانچہ میر سید علاؤ الدین کنتوری خلیفہ حضرت سلطان نصر الدین محمود چشتی یک رسالہ جدا خاصیت اسم مذکور نوشتہ است کہ علم ہمیو و ریمیا و سیمیا و کیمیا ہر چہار علم از دعوت اسم مذکور نوشتہ اند و از ارواح انبیاء و اولیاء و شہداء در بیداری ملاقات کنند و صاحب عمل ہر مقامے را کہ خواہد بیند در ساعت سیر کند و سیر افلاک نیز از اندک توجہ میسر آید۔ عالم ملکوت و جبروت ولاہوت را معائنہ کند۔ واللہ اعلم بالصواب و در جواہر خمسہ شیخ محمد غوث گوالیری در جوہر سوم می نویسد عبارت ہذا" ایں دعائے کبیر منزل است بر مہتر آدم علیہ السلام و صحف آدم بزبان ہندی بود دراں ایں دعا مسطور است و از توریت و از صحف ابراہیم علیہ السلام ہم روایت کردہ اند و اکثر انبیائے عظام و اولیائے کرام ایں دعا خواندہ اند و قوم عیسیٰ ہنوز بدعوت ایں دعا عامل اند و حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اسناد ایں دعا بے نہایت فرمودہ اند و بعضے مشائخ نیز گفتہ اند کہ ایں دعا را مقید باید کنند بہر نیتے کہ خواند مستجاب گردد و دریں دعا الفاظ گونا گوں افتادہ اند زیرا کہ بہر لسانے آدم علیہ السلام سخن کردہ اند حق تعالیٰ ایشاں را اسمائے بہی و کوئی معلوم کردہ و

(۱) الاعراف : ۱۸

كقوله تعالى وعلم آدم الا سماء كلها(۱) شاہد بر آنست دعائے کبیر این است **یاحی حین لا حی فی دعوة ملکه و بقائه یا حی اوام ھوام** (حٰمٓ نسرین پرین رائی پرم ہنساوتگ بانگ رہنگ پرنگ سرنگ انتگ اعنگ نمو- بلکہ بعض اسمائے قرآن شریف کے علاوہ صحیفہ آدم علیہ السلام نازل ہوئے ان کے دعوت بھی ہمارے اولیاء اللہ و مشائخ عظام نے بہت کچھ کئے ہیں بلکہ تعلیم و تلقین دعوت اسماءالٰہی کا سلسلہ ہمیشہ تاقیام جاری رکھا گیا ہے کیونکہ آدم علیہ السلام ابوالبشر کو تمام اسم تعلیم ہوئے ہیں ہر اقلیم کی زبان میں ان اسموں کی دعوت آدم علیہ السلام نے کی اور اولاد میں بھی دعوت اسماء کا سلسلہ جاری ہوا-**الولد سر لابیہ** جس نبی علیہ السلام نے جس اسم کو لیا اور اپنے عمل میں لانا چاہا مع موکل اس کی دعوت کے وہی اسم ان کے لئے اسم اعظم بن گیا اللہ پاک کے تمام ہی نام اسم اعظم ہیں و علی ہذا امت محمد رسول اللہ ﷺ میں اولیاء اللہ و مشائخ متقدمین و متاخرین اسی طرح تمام دعوت کرتے رہے ہیں اور اسم اعظم وہی اسم ان کے حق میں ہوا عمل دو طرح ہیں ایک ورد اور ایک عمل ورد وہ ہے جو تبرکاً پڑھا جاوے عمل وہ ہے کہ بموکل ترک حیوانات کے ساتھ واسطے حاضری موکلہا کے پڑھا جاوے اگر بموکل پڑھا گیا اور اثر ظاہر ہوا یعنی موکل حاضر ہوئے اسم اعظم ہو گیا واللہ اعلم بالصواب- فقیر محمد وزیر الدین چشتی النظامی السلیمانی

(جواب ۳۹) (از حضرت مفتی اعظمؒ) ہو المصوب خدا تعالیٰ و تقدس کے اسماء بطور ورد کے پڑھنا اور ان کے ذریعے سے خدائے تعالیٰ کو اپنی دعا میں پکارنا شریعت مقدسہ میں ثابت اور محمود و مستحسن ہے(۲) باقی رہا بطور عمل کے پڑھنا اور موکلوں کو تابع یا حاضر کرنا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس طریقہ عمل اور قواعد دعوت میں کوئی بات قوانین شرعیہ کے خلاف نہ ہو تو حد جواز و اباحت میں داخل ہے اور اگر اس میں کوئی بات خلاف شریعت یا اس دعوت سے غرض کوئی بری بات ہو تو قطعاً ناجائز ہو گا-

اور جواب مذکور چند وجوہ مخدوش ہے اول تو جواز دعوت پر آیہ کریمہ **فادعوہ بھا** سے استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ اس میں فقط یہ حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے اسمائے حسنیٰ کے ساتھ پکارو نہ کہ اور گھڑے ہوئے ناموں کے ساتھ اور نہ اس کے اسمائے حسنیٰ کے ساتھ پکارنے کو برا سمجھو آیت میں یہ مراد نہیں کہ دعوت اصطلاحی اسما کی ادا کرو کیونکہ یہ دعوت جس کو عامل اپنی اصطلاح میں دعوت کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ اور اصحاب کرامؓ سے ثابت نہیں **ومن ادعی فعلیه البیان** پس اس دعوت اصطلاحیہ کے منکر کو کافر کہنا سخت جرأت ہے اور کافر کہنے والے کے ایمان کی خیر نہیں(۳) اور جواہر خمسہ

---

(۱) (البقرة: ۳۱)

(۲) و فی التتار خانیه معزیا للملتقی عن ابی یوسف عن ابی حنیفه لا ینبغی ان یدعو الله الابه' والدعاء الماذون فیه الما موربه ما استفید من قوله تعالیٰ' ولله اسماء الحسنی فادعوه بها (الدر المختار . قال المحقق فی الشامیة (قوله به) ای بذاته و صفاته و اسمائه (کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع ۶/۳۹۶' ط سعید)

(۳) وعذر الشاتم " فیا کافر" وهل یکفر" ان اعتقد المسلم کافراً نعم (تنویر وشرحه) قال المحقق فی الشامیة' قوله " ان اعتقد المسلم کافراً نعم" ای یکفر ان اعتقده کافر لا بسبب مکفر (باب التعزیر' ۴/۶۹' ط سعید)

اور اس قسم کی اور اعمال کی کتابیں اس بارے میں حجت نہیں ہیں اور نہ ان کے مضامین فتوے میں بطور دلیل پیش کئے جاسکتے ہیں اور عالموں اور صوفیہ کے اقوال شرعاً دلیل نہیں ہیں (۱) پس سوال مذکور کا جواب وہی ہے جو اوپر بندہ نے تحریر کیا ہے - واللہ اعلم کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

فصل سوم - توسل

آیت " وابتغوا الیه الوسیلة " میں وسیلہ سے کیا مراد ہے ؟

(سوال) یا ایها الذین اٰمنوا اتقوا الله وابتغوا الیه الوسیلة الخ (۲) زید کہتا ہے کہ اس آیت میں جو وسیلہ کا لفظ آیا ہے اس سے اولیاء اللہ مراد ہیں یعنی اولیاء اللہ کو وسیلہ بناؤ نیز حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ کی مترجم حمائل کے ص ۱۸۳ پارہ ششم سورہ مائدہ رکوع ۶ کے حاشیہ میں یہ عبارت مندرج ہے - " حضرت ابن عباس نے کہا مراد وسیلہ سے قربت ہے یہی قول مجاہدؒ اور بہت سے مفسرین کا ہے قتادہ نے کہا یعنی تقرب حاصل کرو اللہ کا اطاعت کر کے اور عمل پسندیدہ بجالا کے بعض جاہل لوگوں نے لفظ وسیلہ کو اس جگہ پیری مریدی پر اتارا ہے یہ تفسیر حقیقت میں مجرد رائے کے ساتھ کی ہے حدیث شریف میں آیا ہے - جس شخص نے قرآن شریف کی تفسیر اپنی رائے کے ساتھ کی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ بنالے (ابن کثیر و فتح) " (۳)

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ حمائل شریف کی یہ عبارت صحیح ہے یا زید کا قول ؟

(جواب ۰ ٤) آیہ کریمہ میں وسیلہ سے مراد اعمال صالحہ یا قرآن پاک پر عمل کرنا ہے (۴) اور اگر نبی یا ولی بھی مراد ہوں تو ان کی اطاعت اور فرماں برداری امور شرعیہ میں مراد ہوگی نہ ان کی ذات اور شخصیت - محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

---

(۱) ولا یخفی ان مبنی الاعتقاد ولا یکون الا علی الادلة الیقینیه و مثل هذا المعنی الذی اساسه علی ذلك المبنی لا یصلح ان یکون من الا دلة الظنیة ولذا لم یعتبر احد من الفقهاء جواز العمل فی الفروع الفقهیة مما یظهر للصوفیة من الامور الکشفیة او الحالات المنامیة (مرقاة المصابیح ' باب اشراط الساعة' ۱/۱۷۹-۱۸۰ ط امدادیه ملتان)

(۲) المائدة ۳۵

(۳) واما التفسیر بمجرد الرای فحرام لما رواه محمد بن جریر ' عن ابن عباس عن النبی ﷺ من قال فی القرآن برایه او بما لم یعلم فلیتبوا مقعده من النار (مقدمه تفسیر ابن کثیر ۱ ,۵ ط سهیل اکیدمی' لاهور)

(٤) قال فی روح المعانی . " الوسیله " فعلیة بمعنی ما یتوسل به و یتقرب الی الله عزو جل من فعل الطاعات و ترك المعاصی الخ (المائدة ۳۵' ۵/۱۸۲' ط دار الفکر بیروت' لبنان)

توسل بالذات میں اہل السنۃ والجماعت کا مسلک

(سوال) جناب نبی کریم ﷺ و دیگر اکابر امت کے ساتھ دعا میں توسل کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ یعنی حضور ﷺ و دیگر حضرات انبیاء کرام و اولیائے کرامؒ کے توسل سے دعا مانگنا قرون ثلاثہ سے ثابت ہے یا نہیں اہل سنت والجماعت و دیگر اکابر امت کا اس مسئلے میں کیا مسلک رہا ہے - المستفتی نمبر ٥٠٠ مولانا محمود احمد صدیقی حسن پور - ۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ م ۲۵ جون ۱۹۳۵ء

(جواب ٤١) توسل بالصالحین کے مسئلے میں اختلاف ہے بعض علماء منع کرتے ہیں لیکن اکثر جواز کے قائل ہیں قائلین بالجواز کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حق تعالیٰ سے دعا کی جائے کہ وہ فلاں اپنے مقرب و مقبول بندے کی برکت سے یا اپنے عباد مقبولین مقربین کی برکت سے میری دعا قبول فرمائے تو اس میں مضائقہ نہیں ہے(۱) اللھم انی اتوجہ الیك بنبیك نبی الرحمۃ الخ (۲) حدیث میں موجود مذکور ہے جو جواز کے لئے دلیل ہے - محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

بزرگان دین کے وسیلے کے بغیر بھی دعا قبول ہوتی ہے !

(سوال) عمر کہتا ہے کہ جسطرح دنیا میں کسی شخص کو بغیر وسیلہ امیر وزیر کے بادشاہ تک رسائی نہیں ہو سکتی' ٹھیک اسی طرح بغیر بزرگان دین کا وسیلہ پکڑے ہماری دعا در گاہ رب العزۃ میں قبول ہونا تو در کنار وہاں تک پہنچ بھی نہیں سکتی اگر کسی بزرگ کا وسیلہ نہ بھی لیا جائے تو حرج نہیں مگر حضور ﷺ کا وسیلہ لینا تو ضروری ہے آپ کے وسیلے کے بغیر ہماری کوئی مراد پوری نہیں ہو سکتی یعنی یوں دعا مانگنی چاہیے "اے معبود حقیقی مالک دو جہاں اپنے محبوب پاک ﷺ کے صدقے یا طفیل سے میری یہ دعا قبول فرما" بکر جواب دیتا ہے کہ یہ صریح شرک ہے کیونکہ ہمارے نبی ﷺ کے زمانے کے مشرک بھی اپنے معبودوں کو خدا نہیں سمجھتے تھے بلکہ خدا کا مقرب سمجھ کر ان کا وسیلہ لیتے تھے اور اسی فاسد عقیدے کو مٹانے کے لئے خداوند عالم نے حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا البتہ یہ دعا جائز ہے کہ "اے معبود حقیقی مالک دو عالم اپنے محبوب پاک کی برکت سے میری یہ دعا قبول فرما"

براہ کرم تحریر فرمائیں کہ طفیل صدقہ اور برکت میں کیا فرق ہے ؟ دعا میں اگر لفظ طفیل یا صدقہ استعمال کیا جائے تو شرک ہو جاتا ہے اور اگر برکت کہا جائے تو جائز ہو جاتی ہے کیا ان کے معنی میں کچھ فرق ہے ؟ المستفتی نمبر ٥٤٤ فقیر احمد (سگرور) ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۳۵ء

---

(۱) او یراد بالحق الحرمۃ والعظمۃ فیکون من باب الوسیلۃ وقد قال تعالی وابتغوا الیہ الوسیلۃ وقد عد من آداب الدعاء التوسل (رد المحتار ' باب الاستبرا ، وغیرہ ٦' ٣٩٧' ط سعید)

(۲) عن عثمان بن حنیف' ان رجلا ضریر البصر اتی النبی ﷺ فقال . یدعو بھذا الدعا اللھم انی اسئلك واتوجہ الیك بنبیك محمد نبی الرحمۃ (جامع الترمذی ' باب ماجاء فی دعاء النبی ﷺ وتعوذہ فی دبر کل صلوۃ ٢ ' ١٩٨ ط سعید)

(جواب ٤٢) بکر کا جواب صحیح ہے حضرت حق کی جناب مقدس میں کسی واسطے اور وسیلے کی ضرورت نہیں ہے دعا میں وہی الفاظ جو بکر کے بیان میں ہیں کہے جائیں یا لفظ وسیلہ کہا جائے اور اس سے وہی مطلب مراد ہو تو جائز ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

"بحق النبی و آلہ الامجاد" سے دعا کا حکم

(سوال) اگر کوئی اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے اور یہ کہے کہ بحق النبی و آلہ الامجاد کیا یہ جائز ہے ؟
المستفتی نمبر ۷۹۵ مولوی عبدالحلیم (پشاور) ۴ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۳۶ء
(جواب ٤٣) بحق النبی و آلہ الامجاد کہنا منع ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مدد طلب کرتے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ رسول کا نام شریک کرنا جائز نہیں

(سوال) عوام الناس میں مشہور ہے کہ حاجت اور ضرورت مصیبت کے وقت اللہ ورسول ﷺ کی مدد مانگتے ہیں اور اللہ و محمد کی مدد یا اللہ ورسول ﷺ کی مدد یا یوں کہتے ہیں یا اللہ ورسول ﷺ مدد کر یا یوں کہتے ہیں یا اللہ و یا رسول اللہ ﷺ مدد کر سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے مدد مانگنا الفاظ مذکورہ سے یا اس کے ہم معنی الفاظ سے جائز ہے یا نہیں جو شق اختیار کی جائے مدلل بیان ہو در صورت عدم جواز امداد الفاظ مذکورہ کے ساتھ چاہنے والے اور مانگنے والے کا حکم کیا ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۱۴۲ مولوی محمد صدیق صاحب مدرس مدرسہ صدیقیہ (پھاٹک حبش خاں دہلی)

(جواب ٤٤) ہر حاجت اور مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ ورسول اللہ ﷺ سے مدد مانگنے والے کا اگر قصد یہ ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ہر شخص کی دعا اور درخواست کو سنتا ہے اور جانتا ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ بھی سنتے اور جانتے ہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ ہر حاجت کو رفع اور ہر مصیبت کو دفع کرنے پر قادر ہے اسی طرح رسول اللہ ﷺ بھی ہر حاجت کو رفع اور ہر مصیبت کو دفع کرنے پر قادر ہیں اور اس قصد اور اس خیال سے وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ناموں کو استمداد و استعانت کے وقت جمع کرتا ہے تو یہ کھلی ہوئی بدعقیدگی اور اسلامی تعلیم کی مخالفت ہے(۳) اسلامی تعلیم یہ ہے کہ جو خود آنحضرت ﷺ سے ترمذی شریف میں مروی ہے اذا سالت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ

---

(۱) و یکرہ ان یقول فی دعائہ بحق فلان او بحق انبیائک و رسلک' لانہ لا حق للمخلوق علی الخالق (تنویر و شرحہ) قال المحقق فی الشامیہ (قولہ لانہ لاحق للمخلوق علی الخالق) قد یقال انہ لا حق لہم وجوبا علی اللہ تعالٰی (کتاب الحظر والاباحۃ' فصل فی البیع' ٦/٣٩٧ ط سعید)
(۲) حوالہ بالا
(۳) والثانی انہ دعاہ وناداہ (ای الرسول ﷺ بالتضرع و اظہار الفاقۃ' والا ضطرار الیہ' وسال منہ ھذہ المطالب التی لا تطلب الامن اللہ' وذلک ھو الشرک فی الا لھیۃ (تفسیر العزیز الحمید فی شرح کتاب التوحید باب من الشرک ان یستغیث بغیر اللہ ص ۱۸۷ ط المکتبۃ السلفیہ)

(۱) (او کما قال) یعنی حضور انور ﷺ کا ارشاد اور حکم ہے کہ جب کچھ مانگے تو اللہ سے مانگ اور جب مدد طلب کرے تو اللہ سے مدد طلب کر اس تعلیم اور اس حکم کے موافق مسلمانوں کو مدد طلب کرتے وقت صرف حضرت حق کا نام لینا چاہئے رسول اللہ ﷺ کا نام شریک کرنا درست نہیں - فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نقشہ نعل مبارک مسجد میں لگا کر نماز کے بعد اسے بوسہ دینا اور مصافحہ کرنا جائز نہیں

(سوال) مسجد کے ایک امام صاحب نے محراب پر ایک چھپا ہوا نقشہ نعلین کا لگا رکھا ہے اور وہ اس کو حضور پاک کی نعلین مبارک کی صورت قرار دیکر ہر نماز پڑھانے کے بعد اس پر ہاتھ پھیر کر اور آنکھوں سے لگا کر اس کو بوسہ دیتے ہیں اور تمام مقتدیوں کو مسجد میں وہ اپنے اس نئے فعل کی اور مصافحے کی ترغیب دیتے ہیں اور ان سے کراتے ہیں آیا یہ ایسا عمل شریعت میں درست ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۴۰۶ حافظ محمد رحیم بخش صاحب لال دروازہ متھرا ۷ صفر ۱۳۵۶ھ ۱۹ اپریل ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٥) آنحضرت ﷺ کے نعل مبارک کا نقشہ کسی کے پاس ہو اور وہ براہ محبت اس کو بوسہ دے تو مضائقہ نہیں (۲) لیکن اس کو کسی جگہ لگا کر لوگوں کو ہدایت کرنا کہ وہ اس پر ہاتھ پھیریں اور بوسہ دیں یہ جائز نہیں کہ اس میں ایک رسم پڑ جانے اور تعظیم میں غلو پیدا ہونے سے ایک بدعت قائم ہو جائے گی - (۳) اور نماز کے بعد خصوصیت سے مصافحہ کرنا بھی جائز نہیں ہے (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

حضور اکرم ﷺ سے کسی حاجت کے لئے دعا مانگنا جائز نہیں!

(سوال) کیا حضور ﷺ سے کسی مقصد کی استدعا کرنا جائز ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۵۶۴ جناب سید عبدالمعبود صاحب (ضلع بدایون) ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۴ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ٤٦) حضور اکرم ﷺ سے کسی مقصد کی استدعا کرنا صحیح نہیں دعا اور سوال سب اللہ تعالیٰ سے ہونے چاہئیں خود آنحضرت ﷺ نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے فرماتے ہیں اذا سالت فاسئل الله واذا

---

(۱) جامع الترمذی' باب ۲/۷۸ ط سعید

(۲) فی هذه الاحادیث ' التبرك بآثار الصالحین و بیان ما كانت الصحابة علیه من التبرك بآثاره' و تبركهم بادخال یده الكریمة فی آنیتهم و تبركهم بشعره الكریم (شرح النووی مع الصحیح لمسلم باب قربه ﷺ من الناس و تبركهم به ۲'۲۵٦ ط قدیمی کتب خانه کراچی)

(۳) ثم قال فی النهر عن المعراج واما ما یفعل عقب الصلوة من السجدة فمكروه اجماعاً لان الناس یعتقدون انها واجب او سنة - ای وكل جائز ادى الى اعتقاد ذلك كره (رد المحتار - كتاب الصلاة ۱ / ۳۷۱ ط سعید)

(٤) وقد صرح بعض علمائنا و غیر هم : بكراهة المصافحة المعتاده عقب الصلوة مع ان المصافحة سنة وما ذاك - إلا لكونها لم تؤ ثر فی خصوص هذا الموضع (رد المحتار ' مطلب فی دفن المیت ۲/۲۳۵ ط سعید)

استعنت فاستعن بالله (۱) کہ جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کر اور جب مدد چاہے تو اللہ سے مدد مانگ اس پر عمل کرنا امتی کو لازم ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

حضور اکرم ﷺ کے نام کے ساتھ لفظ "یا" کا حکم!

(سوال) اکثر علما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے نام کے آگے یا کا حرف لگا سکتے ہیں اور کسی کے نام کے آگے نہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے نام کے آگے یا کا حرف لگایا گیا تو غوث پاک ان کی اولاد میں سے ہیں اگر یا غوث کر کے یاد کیا یا پکارا تو کیا حرج ہے - المستفتی نمبر ۲۳۱۸ اے سی منصوری (بمبئی) ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۵ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ٤٧) آنحضرت ﷺ کے نام کے ساتھ بھی یا لگانا جائز نہیں ہاں درود شریف میں صلی اللہ علیك یا رسول اللہ کہنا جائز ہے وہ بھی اس خیال سے کہ فرشتے یہ درود حضور ﷺ کو پہنچادیں گے (۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱ تا ۴) نقشہ نعل مبارک سے توسل و تبرک اور اس کو شائع کرنے کا حکم
(۵) نام سے پہلے خادم دربار محمدی لکھ دینا کیسا ہے؟
(۶) بلا علم کسی بات کا اعتقاد رکھنا صحیح نہیں

(سوال) استفتاء ہذا کی پشت پر رسول کریم ﷺ کے نعل مبارک کا نقشہ ہے اور اس کے ساتھ نعل مبارک کے بعض آثار و خواص اور اس کی تعریف میں بعض بزرگوں کے اشعار اور اس نعل مبارک کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے حاجات طلب کرنے کا طریقہ بھی تحریر ہے زید نے یہ نقشہ نعل مبارک مع امور بالا حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم کی کتاب زاد السعید سے ملحقہ رسالہ نیل الشفا بنعل المصطفے سے نقل کر کے طبع کرایا اور مسلمانوں کے مجمع میں اس لئے تقسیم کیا تاکہ وہ اس کی برکات سے بہرہ اندوز ہوں حضرات اکابر تحریر فرمائیں کہ کیا (۱) زید کا یہ فعل ناجائز ہے (۲) اس کے آثار و خواص میں جن برکات کے ظہور کا ذکر ہے ان کا اعتقاد ناجائز ہے (۳) اس نقشہ مبارک کو باعث برکت سمجھنا ناجائز ہے (۴) اس نقشہ مبارک کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا ناجائز ہے (۵) زید جو ایک مسجد میں امام ہے اس نے اس نقشہ کو طبع کرا کے اپنے نام سے پہلے خادم دربار محمدی لکھ دیا کیا یہ لکھنا ناجائز ہے (۶) زید نے صبح کو یہ مبارک نقشے مسلمانوں میں تقسیم کئے دوسرے دن صبح کو زید کی کمر میں

---

(۱) جامع الترمذی ، باب ۲/ ۷۸ ط سعید)
(۲) اور حاضر و ناظر سمجھ کر یا متعلقات و مقدرات کے لئے کہنا شرک ہے الثانی انہ دعاہ و ناداہ (الرسول ﷺ بالتصریح ولہ ظہار الفاقة والاضطرار الیہ و سال منہ ھذہ المطالب التی لا تطلب الا من اللہ و ذلك ھو الشرك فی الالٰھیة (تیسیر العزیز الحمید شرح کتاب التوحید' باب من الشرك ان یستغیث بغیر اللہ ص ۱۸۷ ط المکتبة السلفیہ)

پڑے تو غیرہ اتار کر ٹھنڈی ہوا میں لیٹنے کی وجہ سے درد ہو گیا اس پر ایک شخص نے زید سے کہا کہ تم نے یہ نقشہ طبع کرا کے تقسیم کیا تھا اسی وجہ سے تمہارے سر اور کمر میں درد ہو گیا اور تم دو دن ترجمہ نہ کر سکے کیا اس شخص کا یہ قول صحیح ہے ؟ اگر غلط ہے تو اس شخص کا شرعاً کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا

المستفتی نمبر ۱۵۵۷ مولوی محمد یوسف صاحب امام مسجد حوض والی محلہ چوڑی والان دہلی مورخہ ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق یکم جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۴۸) آنحضرت ﷺ کے آثار متبرکہ طیبہ سے برکت حاصل کرنا تو علماء متقدمین اور صحابہؓ اور تابعینؒ سے ثابت ہے (۱) لیکن آثار واشیاء متبرکہ سے مراد یہ ہے کہ ان چیزوں کے متعلق یہ بات ثابت ہو کہ وہ حضور ﷺ کی استعمال کی ہوئی اشیاء (مثل جبہ مبارک یا قمیص مبارک یا نعل مبارک) یا حضور کے جسم اطہر کے اجزاء (مثل موئے مبارک) یا حضور کے جسم اطہر کے ساتھ مس کی ہوئی چیزیں ہیں (مثل اس خاص پتھر کے جس پر قدم مبارک رکھنے سے نشان قدم بن گیا ہو) لیکن ان میں سے کسی چیز کی تصویر بنا کر اس سے برکت حاصل کرنے کا معتمد اہل علم وارباب تحقیق سے ثبوت نہیں (۲)

اگر تصویر سے تبرک حاصل کرنا بھی صحیح ہو تو پھر نعل مبارک کی کوئی تخصیص نہ ہوگی بلکہ جبہ مبارک ' قمیص شریف ' موئے مبارک اور قدم شریف کی کاغذ پر تصویر بنانے اور ان سے تبرک و توسل کرنے کا حکم اور نقشہ نعل مبارک سے تبرک و توسل کا حکم ایک ہوگا اور ایک ماہر با شریعت اور ماہر نفسیات اہل زمانہ اس کے نتائج سے بے خبر نہیں رہ سکتا جن بزرگوں نے نعل مبارک کے نقش کو سر پر رکھا یا بوسہ دیا اس سے توسل کیا وہ ان کے وجدانی اور انتہائے محبت بالنبی ﷺ کے اضطراری افعال ہیں ان کو محکم حکم اور تشریع للناس کے موقع پر استعمال کرنا صحیح نہیں (۳)

نیز اس امر کا بھی کوئی ثبوت نہیں کہ نعل مبارک کا یہ نقشہ فی الحقیقت حضور ﷺ کے نعل

---

(۱) عن انس بن مالک قال کان رسول اللہ ﷺ اذا صلی الغداۃ جاء خدم المدینۃ بآنیتھم فیھا الماء فما یؤتی باناء الا غمس یدہ فیھا - و عنہ قال لقد رأیت رسول اللہ ﷺ والحلاق یحلقہ واطاف اصحابہ فما یریدون ان تقع شعرۃ الا فی ید رجل (صحیح الامام مسلم) قال النووی فی شرحہ فی ھذہ الاحادیث التبرک بآثار الصالحین و بیان ماکانت الصحابۃ علیہ من التبرک بآثارہ و تبرکھم بادخال یدہ الکریمۃ فی الآنیۃ و تبرکھم بشعرہ الکریم (باب قربہ ﷺ من الناس و تبرکھم بہ ۲/۲۵۶ ' ط قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۲) عن ابی الحوراء السعدی قال " قلت لحسن بن علی " ما حفظت من رسول اللہ ﷺ ؟ قال حفظت من رسول اللہ ﷺ " دع ما یریبک الی ما لا یریبک (الحدیث) (ترمذی قبیل ابواب صفۃ الجنۃ ۲/۷۸ ' ط سعید)

وفی المرقاۃ " والمعنی اترک ما تشک فیہ من الاقوال والاعمال انہ منھی عنہ اولا او سنۃ او بدعۃ واعدل الی ما لا تشک فیہ منھما والمقصود ان یبنی المکلف امرہ علی الیقین البحت والتحقیق والصرف و یکون علی بصیرۃ فی دینہ (کتاب البیوع ' باب الکسب وطلب الحلال ' ۶/۴۳ ' ط امدادیہ ' ملتان)

(۳) ولا یخفی ان مبنی الاعتقاد لا یکون الا علی الادلۃ الیقینیۃ و مثل ھذا المعنی الذی اسسہ علی ذلک المبنی لا یصلح ان یکون من الادلۃ الظنیۃ ' ولذالم یعتبر احد من الفقہاء جواز العمل فی الفروع الفقہیۃ بما یظھر للصوفیۃ من الامور الکشفیۃ او من الحالات المنامیۃ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ' باب اشراط الساعۃ ' الفصل الثانی ۱۰/۱۷۹-۱۸۰ ' ط امدادیہ ' ملتان)

مبارک کی صحیح تصویر ہے یعنی حضور ﷺ کے نعل مبارک کے درمیانی پٹھے (شراک) کے وسط میں اور آگے کے تسموں (قبالین) پر ایسے ہی پھول اور نقش و نگار بنے تھے جیسے اس نقشے میں بنے ہوئے ہیں اور بلا ثبوت صورت و ہیئت کے حضور ﷺ کی طرف نسبت کرنا بہت خوفناک امر ہے اندیشہ ہے کہ من کذب علی متعمداً الخ (۱) کے مفہوم کے عموم میں شامل نہ ہو جائے کیونکہ اس ہیئت کے ساتھ اس کو مثال نعل مصطفی قرار دینے کا ظاہر مطلب یہی ہے کہ اس کو مثال قرار دینے والا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے ایسی نعل مبارک استعمال کی تھی جس کے پٹھوں اور اگلے تسموں پر اس قسم کے پھول بنے تھے اور اس طرح کے نقش و نگار بھی تھے۔

پھر یہ سوال بھی پیدا ہو گا کہ یہ نقش و نگار ریشم سے بنائے گئے تھے یا کلابتوں اور زری کے تھے یا محض ٹھپہ تھا اور ان تمام امور میں سے کسی ایک کا بھی ثبوت مہیا نہ ہو گا اور اختلاف ہوتے مختلف حکم لگائے جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔

بہر حال تصویر کو اصل کا منصب دینا اور اس کے ساتھ اصل کا معاملہ کرنا احکام شرعیہ سے ثابت نہیں اگر حضور ﷺ کی نعل مبارک جو حضور ﷺ کے قدم مبارک سے مس کر چکی ہو کسی کو مل جائے تو زہے سعادت اس کو بوسہ دینا سر پر رکھنا سب صحیح مگر نعل کی تصویر اور وہ بھی ایسی تصویر جس کی اصل سے مطابقت کی بھی کوئی دلیل نہیں اصل نعل مبارک کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔

سوال نمبر ۱ سے ۴ تک کا تو یہ جواب ہو گیا نمبر ۵ کا جواب یہ ہے کہ کسی شخص کا اپنے متعلق خادم دربار محمدی لکھ دینا ناجائز نہیں ہے اور نمبر ۶ کا جواب یہ ہے کہ جو شخص سر اور کمر کے درد کو اس پرچہ کی اشاعت کا نتیجہ ہونے کا اعتقاد رکھے وہ بھی غلطی کرتا ہے اور لا تقف ما لیس لك به علم (۲) کے تحت اس کو ایسا حکم لگانے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

معروف نقشہ کیا حضور ﷺ کے نعل ہی کا نقشہ ہے ؟ اس کو بوسہ دینا کیسا ہے ؟

(سوال) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک نقشہ معہ ہدایت شائع ہوا ہے جس میں شان کف پائے مبارک کا نقشہ دیا گیا ہے یہ نقشہ جو شائع کیا گیا ہے حضور ﷺ کے نعلین شریف کا درست نقشہ ہے کیا اس کی اصل احادیث شریف یا اقوال خلفائے راشدین سے ثابت ہے دوسرے مشتہر نے یہ بھی تحریر کیا کہ بتوسل نعلین شریف دعا کرنا چاہئے یہ نقشہ معہ تحریر ارسال ہے لہذا شرع شریف میں اس نقشہ کو بوسہ دینا سر پر رکھنا اس کے توسل سے اپنی حاجت طلب کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۵۶۸ انور احمد صاحب (دریبہ کلاں دہلی - مورخہ ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۵

---

(۱) صحیح الامام مسلم باب تغليظ الكذب على رسول الله ﷺ ۱/ ۷' ط قدیمی کتب خانہ' کراچی

(۲) بنی اسرائیل : ۳٦

جولائی ۱۹۳۶ء)

(جواب ۴۹) اگر آنحضرت ﷺ کی استعمال کی ہوئی نعل شریف کسی کو مل جائے تو زہے سعادت اور فرط محبت سے اس کو بوسہ دینا سر پر اٹھالینا بھی موجب سعادت ہے(۱) مگر یہ تو اصل نعل نہیں اس کی تصویر ہے اور یہ بھی متیقن نہیں کہ یہ تصویر اصل کے مطابق ہے یا نہیں اور تصویر کے ساتھ اصل شے کا معاملہ کرنا شریعت میں معہود نہیں ورنہ آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پائے مبارک موئے مبارک اور قمیص مبارک' جبہ مبارک کی تصویریں بھی بنائی جا سکتی ہیں اور اگر ان میں بھی اصل کی مطابقت کے ثبوت سے قطع نظر کرلی جائے تو پھر آج ہی بیشمار تصویریں بن جائیں گی اور ایک فتنہ عظیمہ کا دروازہ کھل جائے گا (۲) جن بزرگوں نے اس تصویر کے ساتھ محبت کا معاملہ کیا وہ ان کے والہانہ جذبات محبت کا نتیجہ تھا مگر دستور العمل قرار دینے کے لئے حجت نہیں ہو سکتا-(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

خط و کتابت
(ماخوذ از رسالہ اتمام المقال)

(سوال) مذکورہ بالا دو فتوؤں کے بعد بھی حضرت مفتی صاحب قبلہ کی خدمت میں مختلف اشخاص کی طرف سے سوالات آئے اور بعض مخلصین نے حاضر خدمت ہو کر موافق و مخالف اپنے خیالات کا اظہار کیا اور مسلمانوں میں اس مسئلہ کے متعلق اختلاف ہونے لگا-

حضرت مفتی صاحب نے دیکھا کہ اختلاف و شقاق بین المسلمین کا ایک نیا دروازہ کھل رہا ہے اگر

---

(۱) عن انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ اذا صلی الغداة جاء خدم المدینة بآنیتهم فیها الماء' فما یؤتی باناء الا غمس یده فیها و عنه لقد رایت رسول الله ﷺ والحلاق یحلقه واطاف به اصحابه' فمایریدون ان تقع شعره الا فی ید رجل (صحیح الامام مسلم) قال النووی فی شرحه فی هذه الاحادیث- التبرك بآثار الصالحین و بیان ماکانت الصحابة علیه من التبرك بآثاره و تبرکهم بادخال یده الکریمه فی الآنیة و تبرکهم شعره الکریم(باب قربه ﷺ من الناس و تبرکهم به ۲' ۲۵۶ ط قدیمی کتب خانه ' کراچی)

(۲) عن الحسن بن علی قال حفظت من رسول الله ﷺ دع مایریبك الی مالا یریبك (جامع الترمذی : قبیل ابواب صفة الجنة ۲ / ۷۸ ط سعید) وفی المرقاة والمعنی اترك ما تشك فیه من الاقوال والاعمال انه منهی عنه اولا او سنة و بدعة' واعدل الی مالا تشك فیه منهما والمقصود ان یبنی المکلف امره علی الیقین البحت والتحقیق الصرف و یکون علی بصیرة فی دینه (مرقاة کتاب البیوع' باب الکسب وطلب الحلال ۶/ ۴۳' ط امدادیه ملتان)

(۳) ولا یخفی ان مبنی الاعتقاد لا یکون الا علی الادلة الیقینیة و مثل هذا المعنی الذی اساسه علی ذلك المبنی لا یصلح ان یکون من الادلة الظنیة" ولذالم یعتبر احد من الفقهاء جواز العمل فی الفروع الفقهیة بما یظهر للصوفیه من الامور الکشفیه او من الحالات المنامیة (مرقاة المفاتیح' شرح مشکوة المصابیح: باب اشراط الساعة" الفصل الثانی ۱۰/ ۱۷۹-۱۸۰' ط امدادیه' ملتان)

ممکن ہو تو اس وقت اس کا تدارک کرلیا جائے چنانچہ حضرت ممدوح نے اپنے دونوں جواب حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم کی خدمت میں ایک مکتوب کے ساتھ روانہ کردیئے افسوس کہ اس مکتوب کی نقل مفتی صاحب نے نہیں رکھی تھی (غالباً حضرت حکیم الامۃ مدظلہم العالی کے یہاں محفوظ ہوگی) مگر اس کا خلاصہ مضمون یہ تھا :-

خلاصہ مضمون مکتوب مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مدظلہ

بخدمت حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب دام فیضہم

حضرت محترم دام فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یہاں اپنی جماعت کے ایک اچھے مستند عالم نے یہ نقشہ جوار سال خدمت ہے چھپواکر شائع کیا لوگوں میں اس کی اشاعت سے کچھ اختلاف پیدا ہوگیا ہے اور اس کے جواز و عدم جواز کے متعلق سوالات ہو رہے ہیں میرے پاس بھی دو سوال آچکے ہیں میں نے جو جواب تحریر کئے ہیں وہ ملاحظہ اقدس کے لئے ملفوف ہذا ہیں براہ کرم ملاحظہ کے بعد رائے عالی سے مطلع کرکے ممنون فرمائیں اگر جواب درست نہ ہونے کا مجھے اطمینان ہو جائے گا تو میں بلا تکلف رجوع کرلوں گا یہ عرض کردینا مناسب ہے کہ رسالہ نیل الشفا میں نے مطالعہ کیا ہے وہ میرے لئے موجب اطمینان نہیں ہوا - والسلام - محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

مفتی صاحب کے خط کے جواب میں حضرت مولانا تھانوی کا جو گرامی نامہ آیا اس کی نقل یہ ہے

ارشاد نامہ حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم

بجواب مکتوب مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دامت فیوضہم

تصحیح الجواب وتوثیقہ من الاحقر الافقر اشرف علی عفی عنہ

بعد الحمد والصلوۃ احقر نے دونوں جواب پڑھے جو بالکل حق ہیں اور صحت معنی کے ساتھ اسلوب(۱) کلام میں ادب کی رعایت خاص طور پر قابل داد ہے جس کی ایسے نازک مسائل میں سخت ضرورت ہے اب ان کے مضامین کے متعلق بغرض توضیح بعض ضروری معروضات پیش کرتا ہوں -

نمبر ۱- بدلائل ثابت ہو چکا کہ یہ اعمال(۲) شرعیہ نہیں اور ایسے اعمال کے لئے جن کا منشاء حب و شوق طبعی وادب ہو مستقل دلیل کی حاجت نہیں خلاف دلیل نہ ہونا کافی ہے **کما قال عثمانؓ ولا مسست ذکری بیمینی منذ بایعت رسول اللہ ﷺ رواہ ابن ماجہ**(۳)

(۱) ھذا مقدد کلامہ مدظلہ و لفظہ لفظی ادب

(۲) بدلہ فی مکتوبہ الاخیر یا مقاصد الشرعیة

(۳) باب کراھیة مس الذکر بالیمین والاستنجاء بالیمین ص ۲۷ ط سعید

ظاہر ہے کہ یہ رعایت بنابر حکم شرعی نہیں ورنہ ثوب نجس کا دلک یا عصر بھی یمین سے جائز نہ ہوتا-
نمبر ۲- جب ان اعمال کی بنا ادب و حب و شوق طبعی ہے اور بعض اوقات صرف تشاکل و تشابہ بھی منشاان جذبات کا ہو جاتا ہے تو وہاں بھی اجازت دی جائے گی- **كما في فتاوى العلامة عبدالحي صفحه ۳۲۲- نقل عياض عن احمد بن فضلو يه الزاهدالغازى قوله ما مسست القوس بيدى الا على طهارة منذ بلغني ان رسول الله ﷺ اخذ القوس بيده** - ظاہر ہے کہ مبنی اس کا جز دونوں قوس کے تشابہ کے اوپر کیا تھا پھر تشابہ و تشاکل عام ہے ناقص ہویا تام او وکسی عین کا ہو یا تمثال کا چنانچہ حضرت مولانا گنگوہیؒ نے تصویر روضہ منورہ و نقشہ مدینہ منورہ و مکہ مکرمہ واقعہ دا ئل الخیرات کے باب میں جواب دیا ہے کہ بوسہ دادن و چشم مالیدن بریں نقشہ با ثابت نیست واگر از غایت شوق سرزد ملامت و عتاب ہم بر جانیا شد اھ من الفتاویٰ الامدادیہ جلد ثالث ص ۱۴۰ اور نعل شریف کی تمثال اگر پوری مطابق بھی نہ ہو مگر کسی درجہ میں تو مشابہ ضرور ہے جیسا روضہ شریفہ کا نقشہ واقعہ دا ئل الخیرات پس غایت مافی الباب تطابق تام کا دعوئ و اعتقاد ناجائز و محتاج نقل صحیح ہو گا باقی مطلق تشابہ تو احادیث سے ثابت ہے-
نمبر ۳- ایسے احکام حبیہ شوقیہ میں تعدیہ نہیں ہوتا اس لئے ضروری نہیں کہ نعل مبارک کے تمثال کے ساتھ کوئی معاملہ کرنا مستلزم ہو دوسرے تبرکات کے تماثیل کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرنے کو **كما قال بعض العشاق- امر على الديار ديار ليلى- اقبل ذاالجدار و ذاالجدارا- وما حب الديار شغفن قلبى- ولكن حب من سكن الديارا- ولم يقل اقبل ذى الثمار و ذى الثمار؟** - اور مثلاً مساجد میں مستعمل طاہر جوتہ پہن کر نہ جانا جس کی بناء محض ادب طبعی عرفی ہے اسکو مستلزم نہیں کہ جرابیں پہن کر بھی جانا مساجد میں قیاساً خلاف ادب سمجھا جاوے اور مثلاً تقبیل تمثال روضہ شریفہ کا جواز مذکور نمبر ۲- اس کو مستلزم نہیں کہ اصل قبر شریف کی تقبیل کی اجازت دی جائے بلکہ اس کا مدار اہل ادب کے ذوق و عادت پر ہے باقی تمثال نعل شریف کی تخصیص اول تو بوجہ ذوقی ہونے کے محل سوال نہیں لیکن ممکن ہے کہ داعی اس تخصیص عادی کا طالب کا اپنے لئے غایت تذلل اختیار کرنا ہو کہ اس سے زیادہ درجہ کی چیزوں تک میری کہاں رسائی ہوتی- کما قیل-

نسبت خود بسگت کردم وبس منفعلم　　　زانکہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی

والله اعلم باسرار عباده -

نمبر ۴- یہ سب تفصیل حکم فی نفسہ کی ہے ورنہ جہاں احتمال غالب مفسدکا ہو وہاں نقشہ تو کیا خود اصل تبرکات کا انعدام بھی بشرط عدم اہانت و بشرط عدم لزوم ابقا مطلوب و مامور بہ ہو گا جیسے حضرت عمرؓ کا قصہ قطع شجرہ کا منقول ہے-(۱)

(۱) كان الناس يأتون الشجرة التي يقال لها شجرة الرضوان فيصلون عندها فبلغ ذلك عمر بن الخطاب فاوعدهم فيها وامر بها فقطعت (طبقات ابن سعد، غزوة الحديبية ۲/ ۱۰۰ ط بيروت)

نمبر ۵- میں نے جب رسالہ نیل الشفا بنعل المصطفے لکھا تھا جس کو غالباً چھتیس سال کا زمانہ ہو گیا گو اس میں بھی کافی احتیاطیں کر لی گئی تھیں منشا میں بھی کہ ثقات سے نقل کیا گیا اور ناشی میں بھی کہ آخر میں غلو سے اہتمام کے ساتھ روک دیا گیا مگر تاہم اتنے مفاسد محتملہ سے ذہن خالی تھا لیکن پندرہ سال سے زائد مدت گزری کہ اس قسم کے شبہات قلب میں پیدا ہوئے کہ عوام غلو نہ کرنے لگیں اس کے چند روز بعد ایک صاحب توفیق نے اس کے متعلق استفسار کیا جس کا جواب لکھ کر میں مطمئن ہو گیا یہ جواب النور محرم ۱۳۴۲ھ کے صفحہ ۹ میں بعنوان تنبیہ بر اصلاح معاملہ با تمثال نعل شریف شائع ہوا ہے پھر مزید احتیاط کے لئے النور شوال ۱۳۴۳ھ کے صفحہ ۲۰ میں اس تنبیہ کی تجدید اس عبارت سے کر دی کہ نیل الشفاء کے متعلق النور نمبر ۹ جلد ۳ میں ایک تنبیہ شائع ہوئی ہے اس کے خلاف نہ کریں۔ اھ

اب بحمد اللہ دوسرے علماء کی تحریر سے بھی میرے مقصود کی تائید ہو گئی پس کسی کو غلو کی گنجائش نہیں رہی اور اس مفصل و مکمل تحقیق کے بعد احقر کی تحریرات میں باہم بھی اور دوسرے حضرات اہل تحقیق کی تحریر سے بھی تعارض کا احتمال نہیں رہ سکتا لیکن اگر اب بھی کسی کے خیال میں تعارض کا شبہہ ہو تو اس کے لئے میں اعلان کر رہا ہوں کہ دوسرے حضرات کی تحقیق پر عمل کیا جاوے اور میری تحریر کو مرجوح بلکہ مجروح و ممنوع عنہ بلکہ مرجوع عنہ سمجھا جاوے۔ فقط ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ

مفتی صاحب قبلہ کے دونوں جوابوں کی تصدیق و تصحیح اور نفس مسئلہ کی توضیح کے متعلق تو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی دام ظلہ کی یہ تحریر تھی جو اوپر نقل کی گئی اس کے ساتھ ایک مکتوب بھی تھا جس کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

مکتوب حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی دام فیضہ
بنام مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مدظلہ

مولانا۔ السلام علیکم۔ اگر اصل جواب شائع ہو تو بشرط خلاف مصلحت نہ ہونے کے میری تحریر(۱) بھی شائع فرما دی جائے خواہ بعینہ خواہ بعد تلخیص و حذف اجزاء مضرہ سعوام۔ البتہ صورت ثانیہ میں اگر تلخیص کو میں بھی دیکھ لوں تو یہ فائدہ ہے کہ اس کو یہاں بھی محفوظ کر لوں تاکہ آئندہ جواب میں اس کی رعایت رہے

اور بعینہ شائع کرنے کی صورت میں یہ بھی اختیار ہے کہ اجزاء مضرہ کا جواب و رد بھی ساتھ ساتھ حواشی میں شائع کر دیا جائے اور اس صورت میں مجھ کو دکھلانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ

---

(۱) (اس تحریر سے وہ تحریر مراد ہے جو اوپر بعنوان تصحیح الجواب و توثیقہ نقل کی جا چکی ہے)

تصرف میری عبارت میں نہ ہوگا جیسا تلخیص کی صورت میں ہوگا۔

اور اگر خلاف مذاق نہ ہو تو اس مجموعہ کا کوئی لقب بھی رکھ دیا جائے۔ خواہ "(۱) تمام المقال فی بعض احکام التمثال" یا اور کچھ اور اشاعت کی صورت میں النور کا مضمون بعنوان تنبیہ (۲) بھی شائع ہو جائے تو انفع ہے جس کا پتہ نمبر ۵ میں لکھا ہے فقط۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہ کے اس ارشاد نامے کے موصول ہونے پر حضرت مفتی صاحب قبلہ نے پھر ایک خط حضرت حکیم الامت مدظلہ کی خدمت میں لکھا جس کی نقل حسب ذیل ہے۔

مکتوب دوم مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مدظلہ
خدمت حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی دام فیوضہم

۳۰ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ۔ مدرسہ امینیہ دہلی

حضرت مخدوم محترم دام فضلہم

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ مکرمت نامہ نے معزز و مفتخر فرمایا جزاکم اللہ تعالیٰ۔ مجھے دو باتیں عرض کرنی ہیں امید کہ تسلی بخش جواب سے شاد کام فرمائیں گے حضرت عثمانؓ کی حدیث کے ابن ماجہ (۳) میں یہ الفاظ ہیں **ما تغنیت ولا تمنیت ولا مسست ذکری بیمینی منذ بایعت بها رسول الله** ﷺ اس میں وہ تین باتیں مذکور ہیں اور تینوں اسلام میں ممنوع ہیں تو کیا اس قول کا مطلب یہ ہو سکتا ہے یا نہیں کہ جب سے میں نے حضور سے بیعت کی یعنی اسلام لایا ہوں یہ کام نہیں کئے جیسے حضرت عمرؓ کا قول ہے **ما بلت قائماً منذ اسلمت (رواہ البزاز و رجاله ثقات كذافي الزوائد)** (۴) اگر یہ مطلب ہو تو مس ذکر بالیمین نہ کرنے کی وجہ اس کا اسلام میں ممنوع ہونا ہوگا نہ یہ کہ حضور ﷺ کے دست مبارک سے مس کرنے کی وجہ سے مس ذکر بالیمین ترک کیا۔

دوسری بات یہ کہ احمد بن فضلویہ کا قول **ما مسست القوس بیدی الا علی طهارة الخ** قوس کے متعلق ہے یا القوس میں الف لام عہد کا ہے اور اس سے ایک خاص قوس مراد ہے جس کے متعلق انہیں یہ علم ہوا تھا کہ اس قوس کو حضور کے دست مبارک میں جانے کا شرف حاصل ہوا ہے میرے خیال میں قوس معہود کا مراد لینا راجح ہے کیونکہ عام قوس کا مراد لینا اور محض اس خیال سے کہ ممکن

---

(۱) (اس مشورہ مفیدہ کے ماتحت یہ مجموعہ اسی لقب سے ملقب کر دیا گیا ہے حضرت اقدس کی پوری تحریر شائع کر دی گئی ہے کی تلخیص نہیں کی گئی)

(۲) (یہ مضمون ابتدائے رسالہ تمام المقال میں ہے)

(۳) باب کراهية مس الذكر واليمين والاستنجاء باليمين ص ۲۷ ط سعید

(۴) باب البول قائماً ۱/۲۰۶ ط دار الفکر بیروت لبنان

کو حضور ﷺ نے ہاتھ میں لیا ہے اس لئے تمام مدنوں کو محض مشاکلت کی وجہ سے بے وضو نہ چھونا موجہ نہیں حضور ﷺ نے صرف کمان دست مبارک سے نہیں پکڑی بلکہ تلوار سکین 'ازار' رداء' عمامہ' قمیص اور بہت سی چیزیں دست مبارک سے چھوئی ہیں تو اگر محض مشاکلت اس کی وجہ ہوتی تو ان کا یہ جذبہ صرف قوس میں نہ پایا جاتا اگر دوسرا احتمال مراد ہو تو معقول بات ہے اور جو چیز بھی اس کو ایسی مل جاتی کہ حضور کے دست مبارک میں آئی ہوتی تو اس کے ساتھ یہی معاملہ کرتے مگر اور کوئی ایسی چیز نہ ملی صرف کوئی کمان ایسی ہاتھ لگی جس کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے دست مبارک سے مس کرنے کا شرف اس کو حاصل ہے تو ان کے جذبہ محبت نے اس کمان کو بے وضو چھونے سے انہیں باز رکھا جناب نے اس عبارت کا حوالہ مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحی کے صفحہ ۳۲۲ کا دیا ہے میرے پاس جو مجموعہ فتاویٰ ہے اس کی جلد اول و دوم کے ص ۳۲۲ میں یہ عبارت نہیں ملی اور جلد سوم کے صفحات ہی اتنے نہیں ہیں براہ کرم جلد کی تعیین کے ساتھ کوئی مزید نشان بھی تحریر فرمادیں ان دو باتوں کے علاوہ ایک اور بات بھی عرض کرنی ہے کہ جذبہ محبت سے جو افعال سرزد ہوں وہ اختیاری ہوں گے یا اضطراری اگر اختیاری ہوں گے تو احکام شرعیہ (وجوب' سنیت' ندب' اباحت' کراہت' حرمت) میں سے ان کے ساتھ کوئی حکم ضرور متعلق ہوگا ہاں اگر اضطراری ہوں گے تو ان احکام میں سے کوئی حکم ان سے متعلق نہ ہوگا تو تصویر اور نقشہ کو بوسہ دینا سر پر رکھنا اگر اختیاری ہو تو وہ کم از کم مستحب یا مباح ضرور ہوگا یا بصورت دیگر اس کو کم از کم مکروہ کہا جائے گا پھر اس کو امور شرعیہ سے خارج کرنے کی کیا صورت ہے۔

استحباب کی صورت میں اس کی تشریع اور عمل کی ترغیب بھی صحیح ہوگی۔

لیکن اگر اضطراری ہونے کی صورت میں اس کو جائز فرمایا جائے تو یہ کہنا تو صحیح ہے کہ وہ امور شرعیہ میں سے نہیں کیونکہ شرع کا تعلق اختیار سے ہے نہ اضطرار سے مگر اس صورت میں مضطر کا یہ فعل (بوسہ دینا سر پر رکھنا' توسل کرنا) جواز یا استحباب یا اباحت یا کراہت کے ساتھ متصف نہ ہو سکے گا بلکہ زیادہ سے زیادہ مسکوت عنہ ہوگا اور تشریع للعوام اور ترغیب للناس کے لئے حجت بھی نہ ہو سکے گا کیونکہ امور اضطراریہ کی تشریع اور ترغیب غیر معقول ہے وہ تو اضطرار اور غلبہ شوق سے خود بخود سرزد ہو سکتے ہیں نہ کسی کے کہنے اور ترغیب دینے سے۔

میری جرات کو معاف فرماتے ہوئے تسلی بخش جواب سے سرفراز فرمائیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

اس کے جواب میں حضرت حکیم الامتہ کا جو ارشاد نامہ آیا اس کی نقل حسب ذیل ہے

ارشاد نامہ دوم حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دام فیضہم

بنام حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب مدظلہ

مولانا السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ الطاف نامہ نے ممنون فرمایا فبارک اللہ تعالیٰ فی صونکم

للدین جواحتمال منذ بايعت بها الخ میں اور اسی طرح ما مسست القوس کے الف لام میں ظاہر کیا گیا ہے گوذوق (۱) اس سے آبی ہے خصوص لفظ بہا پر نظر کر کے۔ مگر صون دین عوام کے لئے نافع ہے۔ باقی تخصیص قوس (۲) کی سوال تو ایسے احکام ادبیہ میں تعدیہ نہیں ہوتا کماذکرتہ فی نمبر ۲ من تحریری السابق دوسرے کثرت استعمال فی عبادۃ الغزو فی ذاک الزمان۔ اس تخصیص کی ایک وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کو تلبس دینی زیادہ ہے ور یہ عبارت مجموعہ فتاوی کی جلد اول مطبوعہ شوکت اسلام ۱۳۰۴ صفحہ ۳۲۲ میں ہے صفحہ ۳۱۸ سے کتاب النوادر کے تحت میں شروع ہو کر صفحہ ۳۲۷ تک چلی گئی ہے۔ اصل مجیب مولانا محمد اسماعیل ہیں اور مولانا محمد عبدالحی صاحب مصوب ہیں اور امور شرعیہ سے خارج کرنے کے متعلق جو صورت پوچھی گئی ہے یہاں افعال مقصودہ فی الشرع مراد ہیں نہ کہ احکام شرعیہ میں نے یہ عنوان آپ ہی کی رعایت سے اختیار کیا تھا کہ آپ کی عبارت خط سابق میں ہے اب اس کو مقاصد شرعیہ کے عنوان سے بدلتا ہوں اور اس کے اختیاری ہونے اور اس کے ساتھ حکم شرعی کے متعلق ہونے سے انکار نہیں کرتا اور وہ حکم اباحت فی نفسہ اور استحباب یا کراہت لغیرہ باتسبب للمقاصد او للمفاسد ہے۔ یہ تو طالب علمانہ کلام ہے جس میں جانبین کو بہت وسعت ہے ہر جواب پر شبہ اور ہر شبہ کا جواب ہو سکتا ہے لیکن شیخ شیرازی کا ارشاد یاد آتا ہے۔

---

(۱) حضرت عثمانؓ کی حدیث میں چونکہ تین باتوں کا ذکر ہے ما تعنيت ولا تمنيت ولا مسست ذكرى بيمينى الخ یعنی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے گانے کا ارتکاب نہیں کیا اور جھوٹ نہیں بولا اور ذکر کو سیدھا ہاتھ نہیں لگایا اور یہ تینوں باتیں اسلام میں ممنوع ہیں تو غرض بیان کا مقصد یہ ہے کہ جب سے میں نے حضور ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی یعنی اسلام لایا ان ممنوعات شرعیہ میں سے کسی کا ارتکاب نہیں کیا اور اس تقدیر پر لفظ منذ کا تعلق تینوں باتوں سے ہے نہ صرف مسست سے اور جب کہ تینوں سے تعلق ہو تو پھر منذ بایعت کے معنی منذ اسلمت ہی زیادہ موزوں اور مناسب ہیں اور اب وجہ مس ذکر بالیمین نہ کرنے کی اسلام لانا ہے کیونکہ یہ فعل اسلام میں ممنوع ہے یعنی اگر ان کا سیدھا ہاتھ حضور ﷺ کے دست مبارک سے مس بھی نہ کرتا جب بھی حکم اسلام یہ مس ذکر بالیمین ترک کرتے جیسے کہ حکم اسلام غناء و راعیہ کو ترک کر دیا تھا ہاں چونکہ مس ذکر بالیمین میں ترک کی ایک دوسری لطیف وجہ بھی تھی اس کی طرف خاص اشارہ کرنے کے لئے بہا بڑھا دیا مگر مطلب یہی ہے کہ جب سے اسلام لایا ہوں ان تینوں باتوں کا ارتکاب نہیں کیا ہے اگر ان کا مقصد یہ ہوتا کہ اپنے یمین کے حضور کے دست مبارک سے مس کرنے کی بناء پر میں نے مس ذکر بالیمین ترک کر دیا تو اس تعبیر جائے منذ بیعت بہا کے منذ صافحت بہا زیادہ موزوں ہوتی اور شیخ احمد ان فضلویہ کے کلام میں قوس سے خاص قوس مراد لینے کو میں زیادہ قوی اور راجح سمجھتا ہوں اور مولانا محمد اسماعیل صاحب بھی خاص قوس مراد لینے کو ہی راجح سمجھے اور اسی لئے وہ ترجمہ کیا جو حاشیہ آئندہ میں مجموعہ فتاوی سے نقل کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

(۲) حضرت مولانا تھانوی مدظلہم العالی کے اس گرامی نامہ سے جب اس عبارت کا پورا پتہ معلوم ہوا تو میں نے اپنے پاس کے مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحی مطبع یوسفی ۱۳۲۱ھ کے جلد اول ص ۲۷۸ میں یہ عبارت دیکھی مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مجیب نے اس عبارت کا جو ترجمہ کیا ہے وہ میری توجیہ کے موافق ہے ان کے ترجمہ کی عبارت یہ ہے (انہوں نے کہا کہ جب سے میں نے یہ سنا کہ میری کمان کو آنحضرت ﷺ نے دست مبارک سے چھوا اس وقت سے میں نے اس کو کبھی بے وضو نہیں چھوا) یعنی انہوں نے کمان سے ایک خاص کمان ہی مراد لی ہے ہر کمان کے متعلق یہ طرز عمل قرار نہیں دیا۔ واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

ندانی کہ مارا سر جنگ نیست
دگرنہ مجال سخن تنگ نیست

اس لئے مناظرانہ کلام کو بند کر کے ناظرانہ عرض کرتا ہوں کہ گو احتیاطی تحریرات میں ہمیشہ شائع کرتا رہا چنانچہ مکتوبات خبرت کے حصہ سوم بابت ۱۹۳۳ء کے صفحہ ۱۵ میں بھی ایک صاف مضمون ہے مگر مسئلہ میں تردد نہ ہوا تھا لیکن اب مجھ کو خواص کے اس اختلاف آراء سے نفس مسئلہ میں تردد پیدا ہو گیا پھر اس کے ساتھ عوام کے اختلاق اہواء سے جس سے میرا ذہن خالی تھا مصالح دینیہ اسی کو مقتضی ہیں کہ حکم دع ما یریبك الی مالا یریبك (الحدیث)(۱) اپنے رسالہ نیل الشفاء سے رجوع کرتا ہوں اور کوئی درجہ تسبب ضرر کا اگر واقع ہو گیا ہو اس سے استغفار اور کسی عاشق صادق کے اس فیصلہ کا استحضار اور تکرار کرتا ہوں۔

علی اننی راض بان احمل الهوی واخلص منه لا علی ولا لیا والسلام

(نوٹ) اگر ممکن ہو کم از کم اس مضمون کو مکملایا ملخصاً جدی شائع فرما دیں پھر خواہ مستقلاً ہو یا ون یا اخبار میں۔ اشرف علی ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۶ھ

حاشیہ از مولانا تھانوی مدظلہ متعلقہ حاشیہ صفحہ ۶۸

قولہ ترجمہ کی عبارت یہ ہے الخ اقول گو اس میں سہو کاتب کا بھی احتمال ہے نیز اس کی کوئی دلیل بھی نہیں لیکن مانع کو دلیل کی حاجت نہیں احتمال کافی ہے اور اس احتمال کے فرض و قوع کے بعد بھی منشا اس کا حکم شرعی نہیں محض عاشقانہ ادب ہے اور اسی حکم شرعی نہ ہونے کی بناء پر حضرت عثمان کے قول ما مسست الخ کو ظاہر معدول کیا گیا ہے۔

ضروری توضیح

حضرت اقدس حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہ کے رسالہ نیل الشفاء سے اس اعلان رجوع کا مطلب یہ ہے کہ رسالہ نیل الشفاء سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ نقشہ نعل شریف سے استبراک و توسل کی مسلمانوں کو تلقین و ترغیب اور نقشہ کی تشہیر و شاعت کی تحریض مقصود ہے اب حضرت مولانا دام فیضہم نے عوام کے تجاوز عن الحد اور غلو کو مد نظر رکھ کر استبراک و توسل کی ترغیب اور تشہیر و اشاعت کی تلقین سے رجوع فرما لیا ہے رہا کسی عاشق صادق اور مجذوب محبت کا والہانہ طرز عمل تو وہ بجائے خود مذموم نہیں بلکہ مسکوت عنہ ہے اسی طرح نفس مسئلہ میں تردد پیدا ہو جانے کا جو ذکر ہے اس کا حاصل بھی بجائے جزم جواز سابق کے عدم جزم جواز ہے نہ کہ جزم عدم جواز پس عشاق پر طعن نہ کیا جائے۔

----

(۱) جامع الترمذی ابواب صفۃ القیمۃ ۲ / ۷۸ ط سعید

حضرت مولانا کے اعلان رجوع سے کوئی غلط فہمی نہ ہو اس نظر سے یہ ضروری توضیح کر دی گئی اور حضرت مولانا کی اجازت سے شائع کی گئی۔

میں نے اس مجموعہ کی اشاعت کا ارادہ حضرت مولانا پر ظاہر کیا تو جواب میں فرمایا کہ (اشاعت) عین مطلوب ہے اور ساتھ ہی یہ دعا بھی ارشاد فرمائی جزاکم اللہ تعالیٰ وبارک فیکم
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل چہارم۔ درود شریف اور دعائے گنج العرش وغیرہ

درود تاج اور دعائے گنج العرش کی اسناد بے اصل ہیں۔

(سوال) درود تاج' درود لکھی' دعائے گنج العرش وغیرہ کی اسناد جو لکھی ہیں یہ کہاں تک صحیح ہیں؟
المستفتی نمبر ۱۲۰۱ غلام ربانی عباسی صاحب (ضلع غازی پور) ۹ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۵۰) درود تاج اور دعائے گنج العرش کی اسناد بے اصل ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

حضور ﷺ کا تعلیم کردہ درود کیا ہے؟ اور صلی اللہ علیک یا رسول اللہ کا حکم

(سوال) آج کل مروجہ درود صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وسلم علیک یا حبیب اللہ کب کی ایجاد ہے اور یہ غنا کے طور پر پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور نبی ﷺ کی بابت دریافت ہوا تو آپ نے کون سا ارشاد فرمایا؟
المستفتی نمبر ۱۲۸۸ محمد اسمٰعیل صاحب (امرتسر) ۲۳ شوال ۱۳۵۵ھ مطابق ۷ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۱) یہ درود بھی جائز ہے (۱) اور اس کی اصل نماز کی یہ تعلیم السلام علیک ایھا النبی حضور ﷺ کا تعلیم کردہ درود یہ ہے اللھم صل علی محمد وازواجه و ذریته کما صلیت علی آل ابراهیم و بارك علی محمد وازواجه و ذریته کما بارکت علی آل ابراهیم انك حمید مجید (۲) اس کے علاوہ اور بھی درود حضور ﷺ کے تعلیم فرمودہ ہیں (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) ایسے صیغے اس غرض سے پڑھنا کہ فرشتے آپ ﷺ کو پہنچا دیں' جائز ہے (امداد الفتاوی' کتاب العقائد والکلام ۵/ ۴۰۲ ط دار العلوم کراچی) اور اس عقیدے سے پڑھنا کہ حضور ﷺ حاضر وناظر ہے ممنوع ہے' والثانی انه دعاه و ناداه (ای الرسول ﷺ) بالتضرع واظهار الفاقة والاضطرار الیه و سأل منه هذه المطالب التی لاتطلب الا من الله تعالی وذلك هو الشرك فی الالهیه (تیسر العزیز الحمید فی شرح کتاب التوحید' باب من الشرك ان یستغیث بغیر الله ص ۱۸۷ ط مکتبه سلفیه) (۲) صحیح البخاری' باب الصلوة علی النبی ﷺ ۲/ ۹۴۰ ط قدیمی کتب خانه' کراچی) (۳) حوالہ بالا

ہر جمعرات کو درود شریف کے ختم کے لئے اجتماع کا التزام بے اصل ہے

(سوال) ہر جمعرات کو ایک جگہ پر جمع ہو کر درود شریف کا ختم سوا لاکھ کا مسلمانوں کی بہبودی کے لئے پڑھ کر دعا مانگنا کیسا ہے اس مجمع میں شریک ہونا اور درود شریف پڑھنا چاہئے یا نہ پڑھنا چاہئے ؟
المستفتی نمبر ۱۳۳۳ محمد عزت علی خاں صاحب (ضلع ہردوئی) ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۶ فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۱) ایسے اجتماع کا التزام کرنا بے اصل ہے (۱) درود شریف فرداً فرداً پڑھنے کا بہت ثواب ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

جماعت بنا کر بلند آواز سے درود شریف پڑھنے کا حکم

(سوال) چند لوگوں کا مجتمع ہو کر زور زور سے درود شریف پڑھنا یا ذکر کرنا کیسا ہے اگر جواب نفی میں ہے تو دلیل کیا ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۹۶۱ محمد انصار الدین صاحب (آسام) ۲۵ شعبان ۱۳۵۶ھ مطابق ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۵۲) اس طرح جماعت بنا کر درود پڑھنا ثابت نہیں اس لئے اس ہیئت کا التزام نہ چاہئے (۲) بطور خود درود شریف جس قدر پڑھ جائے موجب ثواب ہے اور زور سے پڑھنا بھی جائز ہے بشرطیکہ کسی نماز پڑھنے والے یا مریض کو تکلیف نہ ہو (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

کیا درود شریف کا ثواب حضور ﷺ کے علاوہ دوسرے کو بخشا جا سکتا ہے ؟

(سوال) کیا درود شریف کا ثواب مخصوص بذات آنحضرت ﷺ ہے یا اس کا ثواب دوسروں کو بھی بخشا جا سکتا ہے عموماً مشہور ہے کہ بجز سرور عالم ﷺ کسی اور کو نہیں پہنچ سکتا۔ المستفتی نمبر ۲۴۶۹ مولوی محمد ابراہیم صاحب (گوڑگاؤں) ۲۲ شوال ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۳۸ء

(جواب ۵۴) ایک ثواب تو درود شریف پڑھنے کا ہے وہ تو پڑھنے والے کو ملتا ہے اور اسے اختیار ہے کہ وہ اپنا ثواب کسی دوسرے کو بخش دے (۴) اور ایک وہ ثواب ہے جو درود میں آنحضرت ﷺ کے لئے

---

(۱) صح عن ابن مسعود انه اخرج جماعة من المسجد يهللون و يصلون على النبى ﷺ جهراً وقال لهم ما اراكم الا مبتدعين (رد المحتار ' فصل فى البيع ۶/۳۹۸' ط سعید)

(۲) صح عن ابن مسعود انه اخرج جماعة من المسجد يهللون و يصلون على النبى ﷺ جهرا وقال لهم ما اراكم الا مبتدعين (رد المحتار' كتاب الحظر والا باحة' فصل فى البيع' ۶/۳۹۸' ط سعید)

(۳) والا سرار افضل حيث خيف الرياء او تاذى المصلين او النيام (رد المحتار ' كتاب الحظر والا باحة' فصل فى البيع' ۶/۳۹۸' ط سعید) (۴) صرح علمائنا فى باب الحج عن الغير بان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره و فى البحر من صام او صلى او تصدق و جعل ثوابه لغيره من الاموات والاحياء جاز' و يصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة (رد المحتار' مطلب فى القراء ة لميت واهداء ثوابها له ۲/۲۴۳ ط سعید)

اللہ تعالیٰ سے طلب کیا جاتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ لفظ صلوۃ یا اس کے مشتقات سے صرف انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے وہ طلب کرنا چاہئے قصداً او بالذات دوسروں کے لئے اللھم صل علی فلان نہ کہنا چاہئے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

درود تاج حدیث سے ثابت نہیں اس کے بعض جملے مفہوم کے لحاظ سے قابل اعتراض ہیں

(سوال) درود تاج کا ثبوت کسی حدیث سے ہے یا نہیں؟

(جواب ۵۵) درود تاج کوئی ایسا درود نہیں ہے جو آنحضرت ﷺ سے مروی ہو اور اس کے بعض جملے مفہوم کے لحاظ سے بھی قابل اعتراض ہیں (۲) اس سے بہتر وہ درود ہیں جو نبی اکرم ﷺ سے مروی ہیں جیسے نماز کے درود۔ یہ افضل و اعلیٰ ہیں (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) درود تاج کے بجائے ماثور دعا پڑھنا افضل ہے
(۲) درود اکبر اور دعائے گنج العرش پڑھنا جائز ہے مگر ان کی اسناد بے اصل ہیں!

(اخبار الجمعیۃ حبیب نمبر مورخہ ۲ فروری ۱۹۲۸ء)

(سوال) (۱) درود تاج کے پڑھنے میں جناب کا کیا ارشاد ہے؟ (۲) درود اکبر اور دعائے گنج العرش کا پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب ۵۶) (۱) درود تاج کا پڑھنا کوئی گناہ نہیں ہے مگر دوسرے ماثور درود اس سے افضل ہیں (۴) (۲) جائز ہے مگر ان کی اسنادیں معتبر نہیں ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) وکذا لا یصلی احد علی احد الا علی النبی (الدر المختار) قال المحقق فی الشامیہ (قولہ وکذا لا یصلی احد علی احد) ای استقلالاً (کتاب الحظر والاباحۃ' فصل فی البیع ۶/ ۳۹۶ ط سعید)

(۲) درود تاج کے بعض الفاظ مثلاً دافع البلا والوباء والقحط والمرض والالم الخ موہم شرک ہونے کی وجہ سے قابل اجتناب واحتراز ہیں (مجموعۃ الفتاویٰ) (اردو) ۲/ ۱۹۷' ط سعید)

(۳) ان النبی ﷺ خرج علینا فقلنا قد علمنا کیف نسلم علیک' فکیف نصلی علیک؟ فقال' قولوا اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم (الحدیث) (صحیح البخاری' باب الصلوۃ علی النبی ﷺ ۲/ ۹۴۰ ط قدیمی کتب خانہ' کراچی)

(۴) ولاشک ان اتباع الادعیۃ الماثورۃ اولی وارجی للقبول (تکملۃ فتح الملھم : مسئلۃ التوسل ۵/ ۶۲۲ ط مکتبہ دار العلوم' کراچی)

دوسرا باب
پیری مریدی
فصل اول ۔ بیعت

بیعت توبہ مسنون ہے 'معروف چار طریقوں میں مرید ہونا مستحب ہے!

(سوال) اکثر علمائے دین فی زمانہ بغیر ان پانچ طریقوں کے توبہ نہیں کراتے خصوصاً بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ ان طریقوں کا نام لینا ضروری نہیں کسی معروف و مشہور طریقہ محمدیہ کافی ہے 'یا حسب شرع ان میں توبہ کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت ؟ اگر کسی نے سوا ان طریقوں کے توبہ کی تو قبول ہوگی یا نہیں ؟

(جواب ۵۷) بیعت توبہ مسنون ہے 'اور چاروں طریقے جو مروج ہیں اور معروف ہیں ان میں مرید کرنا مستحب ہے واجب فرض یا سنت مؤکدہ نہیں پس ان طریقوں کے علاوہ بھی مرید کرنا اور توبہ کرانا جائز ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قول جمیل میں فرماتے ہیں اعلم ان البیعة سنة ولیست بواجبة لان الناس بایعوا النبی ﷺ و تقربوا بها الی الله تعالی ولم یدل دلیل علی تاثیم تارکها ولم ینکر احد من الائمة علی تارکها الخ (۱) اور اسی میں ہے 'اعلم ان البیعة المتوارثة بین الصوفیة علی وجوه احدها بیعة التوبة من المعاصی والثانی بیعة التبرک فی سلسلة الصالحین الخ (۲) اور اسی میں ہے' ولا باس أن یلقنه فیقول قل اخترت الطریقة النقشبندیة او القادریة او الچشتیة (۳) الی آخرہ اور لفظ لاباس کی دلالت اس امر پر ظاہر ہے کہ ان طریقوں کا نام نہ لینا بھی جائز ہے (۴) واللہ اعلم کتبہ ' محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

ایک بزرگ سے صرف وظیفہ لینے کی وجہ سے دوسرے بزرگ سے بیعت ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں

(سوال) خادم نے ایک بزرگ سے کچھ درود وظیفہ خط کے ذریعہ دریافت کیا تھا اور ہاتھ پر بیعت نہیں ہوا تھا اب اگر میں کسی اور بزرگ کے ہاتھ پر بیعت ہو جاؤں تو شرعاً درست ہے یا نہیں ؟

(جواب ۵۸) صورت مسئولہ میں کسی دوسرے بزرگ کے ہاتھ پر بیعت ہونے میں کوئی مضائقہ

---

(۱) الفصل الثانی 'سبة البیعة' ص ۱۲ ط کلکته
(۲) حوالہ بالا ص ۱۹
(۳) حوالہ بالا' ص ۲۳
(۴) فكلمة لا باس وان كان الغالب استعمالها فيما تركه اولىٰ' لكنها قد تستعمل فی المندوب' كما صرح به فی البحر (رد المحتار' كتاب الصلاة مطلب كلمة "لاباس" قد تستعمل فی المندوب ۱ / ۱۱۹ ط سعید)

نہیں کسی دوسرے سے اس وقت بیعت ہونا مناسب نہیں جب کہ پہلے سے بیعت ہو جاؤ اور باوجود اس سے فائدہ پہنچنے کے دوسرے سے بیعت کی جائے لیکن اگر پہلے سے بیعت ہی نہ کی ہو تو دوسرے سے بیعت ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں(۱) واللہ اعلم

(۱) پیر کا تخت پر بیٹھ کر دوسروں کو نیچے بٹھا کر بلا ضرورت ذکر کرانا اچھا نہیں
(۲) دوسروں کو ہمیشہ نیچے بٹھا کر ذکر کرنا حضور ﷺ یا خلفاء راشدین یا کسی بزرگ سے ثابت ہے؟
(۳) کرامت پیر کے اختیار میں نہیں

(سوال) (۱) پیر بلند جگہ تخت پر بیٹھے اور دوسروں کو نیچے بٹھا کر بغیر ضرورت ذکر کراوے اس طرح خدا کے نام کی ہتک و بے حرمتی ہوتی ہے یا نہیں؟
(۲) پیر دائما دوسروں کو نیچے بٹھا کر ذکر کراوے تو ایسا فعل حضرت سرور کائنات ﷺ یا خلفائے راشدین نے یا حضرت عبدالقادر جیلانی نے کیا ہے؟
(۳) کرامت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے یا پیر کی طرف سے؟
المستفتی نمبر ۴۱۴ فقیر محمد دکاندار (ضلع ہزارہ) ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۴ء
(جواب ۵۹) (۱) یہ فعل پیر کا اچھا نہیں ہے (۲) حضور ﷺ و صحابہ کرام اور بزرگان دین کی یہ عادت نہ تھی (۳) کرامت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے پیر کے اختیاری نہیں ہوتی(۲) محمد کفایت اللہ

ناجائز کے مرتکب شخص کے ہاتھ پر بیعت جائز نہیں

(سوال) زید تصویر کشی اور تصویروں کی زینت سے اپنے مکانوں کو زیبائش دیتا ہے اور اس کو جائز خیال کرتا ہو اور لوگوں کو مرید کرنے میں کسی مذہب و ملت کی قید نہ رکھتا ہو مسلم ہندو عیسائی پارسی کو بلا دعوت اسلام پیش کئے اور بلا توبہ کرائے مرید کرتا ہو اور اس طریقہ کار کو جائز اور اچھا سمجھتا ہو اور طوائفوں کا گانا سنتا ہو اور ریڈیو پر غزلیں اور گانا بھی سنتا ہو اور نماز جماعت کا پابند نہ ہو یعنی نماز جماعت کے وقت سینما ہال میں تماشہ اور ناچ و رنگ دیکھتا ہو اور اپنی مرید ہ عورتوں کو اور دوستوں کی عورتوں کا حلیہ اور خد و خال اور زلفوں کا حال اپنے اخبارات میں لکھتا ہو اور اس سے دلچسپی اور مزہ لیتا ہو اور مولویوں کو برا بھلا کہتا ہو اور سجدہ تعظیمی مقابر وغیرہ کو جائز قرار دیتا ہو اور اپنے اخبار میں بھی تحریر کرتا ہو کہ نہ میں سنی ہوں نہ

---

(۱) فان کان بظہور حال فیس بایعہ فلا باس و کذلک بعد موتہ او غیبۃ منقطعۃ واما بلا عذر فانہ یشبہ الملاعب و مذہب بالبرکۃ و یصرف قلوب الشیوخ عن تعہدہ (القول الجمیل ' الفصل الثانی ص ۲۰ ط کلکتہ)
(۲) ظہور الکرامۃ لیس من لوازم الولی ولا فی استطاعۃ کل من اراد (نبراس شرح شرح العقائد ص ۵۵ ط امدادیہ ملتان)

میں شیعہ ہوں اپنا مذاق مذہبی بقصد رکھتا ہو بہت سے امور بدعت کا مرتکب ہو عورتوں کو بے حجابانہ اپنے سامنے رکھتا ہو اور اپنی اولاد کو تھیٹر سینما اور اپنے مریدوں کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہو تو کیا ایسے شخص کو جس کے اندر اس قدر منہیات شرع مذکورہ بالا موجود ہوں اس سے بیعت جائز ہے۔ **المستفتی** نمبر ۱۲۰۹ اعجاز حسین صاحب (دہلی) ۱۲ رجب ۱۳۵۵ھ ۲۹ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۶۰) تصویر بنانا اور بنوانا اور تصویروں سے گھر کو مزین کرنا صریح اور صحیح احادیث کے بموجب ناجائز ہے(۱) مذہب راجح یہی ہے کہ تصویر کی حرمت دستی تصاویر اور فوٹو اور تصویروں اور نصف تصویروں کو شامل ہے(۲) غیر مسلموں کو مرید کرنا اگر ان کو اسلام میں داخل کرنے کیلئے ہو تو صدا باخت میں آسکتا ہے لیکن غیر مسلم کے غیر مسلم رہنے اور رہنے دینے کے ساتھ اسکو مرید کرنے کے کوئی معنی نہیں کیونکہ مرید کرنے کی غرض ارشاد حق اور تصفیہ باطن ہے اور غیر مسلم غیر مسلم رہنے کی حالت میں تصفیہ باطن کا اہل نہیں اسلام کے بغیر نور قلب کا حصول ناممکن ہے اور غیر مسلم کو مرید کرنا اور اس کو صحیح و جائز طور پر مرید سمجھنا عملی طور پر اس امر کا اعلان ہے کہ نور باطن کے حصول کے لئے اسلام لانا ضروری نہیں اور یہ خیال بداہتہً اصول اسلامیہ کے خلاف اور باطل ہے طوائفوں کا گانا سننا حرام ہے(۳) ریڈیو پر جائز باتیں سننا جائز ہے اور ناجائز باتیں سننا ناجائز(۴) ترک نماز موجب گناہ کبیرہ اور ترک جماعت بلا عذر احیاناً ہو تو موجب ملامت اور عادۃً ہو اور اکثری ہو تو موجب گناہ ہے(۵) سجدہ تعظیمی غیر اللہ کو کرنا حرام اور سجدہ عبادت غیر اللہ کو کرنا کفر ہے(۶) بہر حال جو شخص امور مذکورہ فی السوال کا مرتکب ہو وہ ارشاد و تلقین کا اہل نہیں اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرنی جائز نہیں(۷) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) ومن اجل هذه الاحاديث والآثار ذهب جمهور الفقهاء الى تحريم التصوير واتخاذ الصور في البيوت سواء كانت مجسمة لها ظل او كانت غير مجسمة ليس لها ظل فيقول النووی تحت حديث الباب قال اصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر لانه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الاحاديث وسواء صنعه بما يمتهن او بغيره فصنعته حرام بكل حال لان فيه مضاهاة لخلق الله تعالى (تكملة فتح الملهم بشرح صحيح الامام مسلم : حكم الصورة الشمسية ٤ /١٦٢ ط مكتبه دار العلوم كراچی)

(۲) ولكن كثير من علماء البلاد العربية جلهم او كلهم فى البلاد الهندية قد افتوا بانه لا فرق بين الصور المرسومة والصور الشمسية فى الحكم (تكملة فتح الملهم كتاب اللباس والزينة باب تحريم تصوير صورة الحيوان حكم الصور الشمسية ٤ /١٦٢ ط دار العلوم كراچی)

(۳) وان كان سماع غناء وهو حرام باجماع العلماء (شاميه الحظر والاباحة ٦ /٣٤٩ ط سعيد)

(٤) استماع اشعار العرب لو فيها ذكر الفسق تكره (الدرالمختار) قال المحقق في الشامية قراءة الاشعار ان لم يكن فيها ذكر الفسق والغلام ونحوه لاتكره (رد المحتار الحظر والاباحة ٦ /٣٤٩، ٣٥٠ ط سعيد)

(٥) بترك الجماعة يستوجب اساءة ولايقبل شهادته اذا تركها استخفافا بذلك و مجانة اما اذا تركها سهوا او تركها بتاويل بان يكون الامام من اهل الاهواء لا يستوجب الاساءة (البحر الرائق باب الامامة ١ /٣٦٥ ط بيروت)

(٦) ان على وجه التعظيم والعبادة كفر وان على وجه التحية لا وصار آثما مرتكبا للكبيرة (الدرالمختار باب الاعشر ٦ /٣٨٣ ط سعيد) (٧) والولي هو العارف بالله تعالى حسب ما يمكن المواظب على الطاعات المجتنب عن المعاصي (شرح العقائد ص ١٤٥ ط مكتبه خير كثير كراچی)

کبائر کے مرتکب شخص سے بیعت اور پیری و مریدی جائز نہیں

(سوال) فی زمانا مشائخین جو سلسلہ بیعت جاری رکھتے ہیں عوام الناس کو حلقہ اطاعت میں لانا فرض عین سمجھتے ہیں ہر ممکن طریقہ سے ہزاروں لاکھوں کو مرید بننے کی ترغیب دیکر مرید بنالیتے ہیں پھر مرید غیر مرید پیر صاحب کی قدم بوسی باعث برکت سمجھتے ہیں حتی کہ پیر صاحب کے مبارک قدموں کو آنکھوں سے لگاتے ہیں علاوہ بریں پیر صاحب طبقہ نسواں کو اپنے حلقہ میں بے پردہ داخل فرماکر رشدو ہدایت کرتے ہیں مذکورہ طبقہ بھی پیر صاحب کی قدم بوسی کا شرف حاصل کرتا ہے ازاں بعد پیر صاحب اشغال ذکر میں مصروف کراتے ہیں ہزاروں عورتیں بے پردہ حلقہ ذکر میں مستغرق ذکر ہو کر بیخود ہو جاتی ہیں آیا یہ طریقہ بیعت و طریقہ ذکر جائز ہے یا نہیں ؟

دیگر پیر صاحب خوان طعام ماحضر نوش فرماتے ہوئے گاہ گاہ اپنے مریدوں پر توجہ فرماتے ہوئے لقمہ دہان نکال کر مریدوں کے برتنوں میں ڈال دیتے ہیں لقمہ مذکور کو مریدان بہترین نعمت سمجھ کر نوش کرتے ہیں اس قسم کی حرکت پیر کے لئے جائز ہے یا نہیں ؟

پرچہ ہذا جواس میں ملفوف ہے اس قسم کے مضامین بڑھا چڑھا کر مشتہر کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۶۳۷ سید افضل صاحب (میسور اسٹیٹ) ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۹ مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۴۰ء

(جواب ٦١) بیعت توبہ کا طریقہ مسنونہ یہ ہے کہ مرشد لوگوں سے اس بات پر بیعت لے کہ وہ گناہوں سے اجتناب کریں گے اور فرائض الہیہ بجالاتے رہیں گے (۱) نیز لازم ہے کہ مرشد خود بھی سنت نبویہ کا متبع ہو اور کوئی امر قصداً سنت کے خلاف نہ کرے پس پیری مریدی اگر اس حد تک محدود رہے تو وہ صحیح اور جائز ہے اور اگر اس حد سے متجاوز ہو مثلاً مرشد خود ہی بے شرع ہو سنت کے خلاف اعمال کرتا ہو مریدوں کو بھی اتباع شریعت اور پیروی سنت کی تلقین نہ کرتا ہو گناہوں سے بچنے کی ہدایت نہ کرتا ہو ان سے کوئی ٹیکس وصول کرتا ہو عورتوں کو بے پردہ سامنے آتے دیتا ہو ان سے پاؤں دبواتا ہو یا بے پردہ حلقہ ذکر عورتوں کا منعقد کرتا ہو تو ان حالات میں بیعت اور پیری مریدی ناجائز ہے (۲)

اگر پیر صاحب نے یہ طریقہ بنالیا ہو کہ نیک متبع شریعت مریدوں کی درخواست کے بغیر اپنے منہ کا لقمہ نکال کران کے آگے کھانے میں ڈال دیتے ہیں تو یہ ناجائز اور بد تہذیبی ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) اعلم ان البيعة المتوارثة بين الصوفية على وجوه احدها بيعة التوبة من المعاصي (القول الجميل الفصل الثاني ص ۲۳ كلكتة)

(۲) والولي هو العارف بالله تعالى حسب ما يمكن المواظب على الطاعات المجتنب عن المعاصي (شرح العقائد ص ۱٤٥ ط مكتبه خير كثير كراچي) وفي شرحه " النبراس حتى انه يخرج بالكبيرة واصرار الصغيرة عن الولاية (ص: ۲۹٥ ط امداديه ' ملتان)

مرشد منع نہ کرے تو سیاسی معاملہ میں مرشد کے خلاف رائے دینے سے بیعت پر کوئی اثر نہیں پڑتا

(سوال) ایک شخص مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ سے بیعت ہے اور ان کی رحلت کے بعد اس نے ان کے ایک خلیفہ مجاز سے تجدید بیعت کر رکھی ہے ایسی صورت میں وہ اس بات کے بھی خواہشمند ہیں کہ ان حضرات کے سیاسی عقیدہ کے خلاف کانگریس میں شریک ہو جائیں اور کانگریس یا کانگریس کی بعض دیگر ہم خیال وہمنوا جماعتوں میں سے کسی کے امیدوار کو الیکشن میں ووٹ دے پس کیا ایسا کرنے سے بیعت فسخ ہو جائے گی ؟ المستفتی محمد حسینی (ضلع بلیا) ۲۰ محرم ۱۳۶۵ھ

(جواب ۶۲) سیاسی معاملہ بیعت سے علیحدہ ہے مرشد کے خلاف رائے دینے سے بیعت پر کوئی اثر نہیں پڑتا مگر جب کہ مرشد اس بات سے منع نہ کرے اور ناراض نہ ہو اور اگر وہ منع کرے اور ناراض ہو تو پھر اس کے خلاف کرنا معتبر ہوگا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

پیر و مریدی کے متعلق چند سوالات کے جوابات

(جواب دیگر ۶۳) برادر مکرم السلام علیکم۔ آپ کا خط موصول ہوا کثرت مشاغل کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی امید کہ معاف فرمائیں گے آپ کے سوالات کے مختصر جواب تحریر کرتا ہوں کیونکہ تفصیل بہت زیادہ وقت چاہتی ہے۔

(۱) پیر کی حیثیت ایک استاد کی ہے اگر استاد کی ہر شخص کو ضرورت ہے تو پیر کی بھی ہر شخص کو ضرورت ہے پیر اخلاق رذیلہ کو دور کرنے اور اخلاق حسنہ کو حاصل کرنے کے طریقے تعلیم کرتا ہے اور ان طریقوں پر عمل کرنے کے راستے بتاتا ہے (۲) تمام ان لوگوں کو پیر کی ضرورت ہے جو مذکورہ بالا باتیں خود نہ کر سکیں اور اس لئے کہ استاد کے ذریعے سے تحصیل معارف آسان ہوتی ہے (۱) (۳) میں بھی ایک مرشد سے بیعت رکھتا ہوں اب ان کا وصال ہو چکا ہے (۴) بال بزرگوں اور اولیاء اللہ سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ بزرگوں سے کرامتیں ضرور ظاہر ہوں (۲) اور ایسے پیر بھی ہو سکتے ہیں جو اپنی روحانی قوت سے مرید کی قلبی کثافتیں دور کر دیں (۳) (۵) موجود ہوں گے اگرچہ ہمیں

---

(۱) ولا يتيسر ذلك الا بالمجاهدة على يد شيخ كامل قد جاهد نفسه و خالف هواه و تخلى عن الاخلاق الذميمة و تحلى بالاخلاق الحميدة ومن ظن من نفسه انه يظفر بذلك بمجرد العلم و درس الكتب فقد ضل ضلالا بعيدا فكما ان العلم بالتعلم من العلماء فكذلك التخلق بالتحلق على يد العرفاء بالقرآن (اعلاء السنن باب الزهد و لورع ۱۸ / ۴۴۳ ط ادارة القرآن و العلوم الاسلاميه كراچی)

(۲) ظهور الكرامة ليس من لوازم الولي ولا في استطاعته كل من اراد بل كل من باشر المجاهدات لظهور الخوارق لم يبلغ الولاية ولم يظهر عنه الكرامة النبراس شرح شرح العقائد ص ۵۵ ط امداديه ملتان)

(۳) فقال نقض العدة على سبيل الكرامة لاهل الولاية جائز عند اهل السنة (رد المحتار مطلب في كرامات الاولياء ۴ / ۲۶۰ ط سعيد)

معلوم نہ ہوں جیسے یہ ممکن ہے کہ بدخشاں کے پہاڑوں میں لعل موجود ہوں لیکن ان کا علم نہ ہو (۶) بزرگوں اور اولیاء اللہ کی حقیقی پہچان مشکل ہے ظاہری پہچان اتباع سنت ہے جو شخص جس قدر زیادہ آنحضرت ﷺ کی سنت اور طریقوں کا متبع ہوگا اسی قدر زیادہ بزرگ ہوگا (۷) میرے خیال میں آج کل تصفیہ باطن کے لئے حضرت مولانا اشرف علی صاحب کی ذات گرامی مغتنم ہے آپ قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر میں قیام رکھتے ہیں (۸) جب کہ کوئی شخص اس بات پر ایمان لائے کہ خدا ہے اور اس نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے پیغمبروں کو بھیجا ہے اور حضرت محمد ﷺ خدا کے سچے پیغمبر اور رسول تھے قرآن پاک خدا کی کتاب ہے تو اس کے بعد قرآن پاک کے تمام احکام اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کا اتباع واجب ہونے میں کوئی شبہ اور تامل باقی نہیں رہتا اور نہ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ پانچ نمازیں کیوں ہوئیں یا ایک مہینے کے روزے کیوں ہوئے یہ خدا کے احکام ہیں اور ہر شخص جو خدا اور رسول اور قرآن کو مانتا ہے اسے ان احکام کا ماننا لازم ہے (۹) دنیاوی عیش و آرام حاصل کرنے سے اسلام نے منع نہیں کیا اسلام صرف یہ چاہتا ہے کہ شریعت کے موافق عیش و آرام اٹھایا جائے (۱۰) دنیا کی زندگی یقیناً فانی ہے اس میں کسی کو ہمیشہ نہیں رہنا اس کے بعد جس عالم سے سابقہ پڑنا ہے وہ باقی ہے عقل مند کا فرض ہے کہ وہ فانی پر باقی کو قربان نہ کرے شریعت کی متابعت اس عالم باقی کی بہتری کی کفیل ہے اس کی فکر رکھنی اور ہمیشہ کا آرام حاصل کرنے کی سعی پیدا کرنی عقل کا مقتضا ہے نہ کہ خلاف عقل (۱۱) جن صاحب کا نام آپ نے تحریر فرمایا ہے میرے خیال میں وہ ارشاد و ہدایت کے لئے منتخب کئے جانے کے لائق نہیں (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تستحب البیعۃ فی طریق من طرق المشایخ

ازاخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ ۶ نومبر ۱۹۲۵ء

(سوال)هل يلزم بيعة الطريقة للمشائخ المعروف بالقادرية الشاذلية وعيرهما و يجب العمل بما يلقنه ام لا وان لم ياخذ البيعة يخشى عليه سؤ الخاتمة؟

(ترجمہ) مشائخ طریقت کے جو سلسلے مشہور ہیں مثلاً قادریہ شاذلیہ وغیرہ تو کیا ان میں سے کسی سلسلے میں کسی مرشد سے بیعت ہونا اور مرشد کی ہر ہدایت پر عمل کرنا واجب ہے؟ اور اگر کوئی شخص کسی مرشد سے بیعت نہ ہو تو کیا سوئے خاتمہ کا خطرہ ہے؟

(جواب ٦٤) لا يلزم بيعة الرسمية في طريقة من طرق المشائخ نعم تستحب فمن اتى بهاو في توفى اجرها ومن لم يات بها و سلك الطريق المستقيم اخذا من الكتاب والسنة واداب السلف الصالحين لا يختشى عليه سوء الخاتمة هذا والله اعلم محمد كفايت الله كان الله له' مدرسه امينيه دهلى

---

(۱) والولى هو العارف بالله تعالى و صفاته حسب ما يمكن لمواظب على الطاعات المجتنب عن المعاصى (شرح العقائد ص ١٤٥ ط مكتبه خير كثير كراچی)

(ترجمہ) مشائخ طریقت کے مشہور و مروجہ سلسلوں میں بیعت ہونا (شرعاً) لازم نہیں ہے ہاں مستحب ہے تو جو شخص بیعت اختیار کرے اور کما حقہ عمل کرے تو ماجور ہوگا اور جو بیعت اختیار نہ کرے مگر کتاب و سنت اور آداب سلف و صالحین کے مطابق صراط مستقیم پر گامزن رہے اس کے سوئے خاتمہ کا خطرہ نہیں ہے(۱) میری رائے تو یہی ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ علیم و خبیر ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) مرید ہونے کا مطلب
(۲) مرید ہونا مستحب ہے
(۳) بیعت کرنا اور مرید ہونا دونوں کا ایک ہی مطلب ہے
(۴) کیا بغیر مرید ہونے مرنے سے نقصان پہنچے گا؟
(۵) مرید ہونا ضروری نہیں
(۶) خلاف شرع حرکت کرنے والے پیروں کا مرید ہونا جائز نہیں.
(از اخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ ۱۶ جولائی ۱۹۳۴ء)

(سوال) (۱) مرید کرنے یا مرید ہونے کے کیا معنی ہیں؟ (۲) مرید ہونے کے متعلق شریعت میں کوئی تاکید یا ہدایت ہے یا نہیں (۳) کیا بیعت کرنا اور مرید ہونا دونوں ایک ہی طرح کا عمل ہے (۴) اگر کوئی شخص بغیر مرید ہوئے مر جائے تو کیا آخرت میں اس کو کچھ نقصان پہنچے گا (۵) اگر مرید ہونا لازمی ہے تو مرید کرنے کا حق کس کو ہے؟ (۶) مرید ہونے کے متعلق اگر مزید تفصیلات ہوں تو تحریر فرمایئے؟

(جواب ٦٥) کسی بزرگ کے ہاتھ پر یہ معاہدہ کرنا کہ میں آئندہ معصیت نہ کروں گا اور تصفیہ قلب کے لئے آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا' اس کا نام بیعت کرنا یا مرید ہونا ہے(۲) (۲) کوئی تاکید نہیں صرف استحباب اور اولویت کا درجہ ہے(۳) (۳) دونوں کا ایک ہی مطلب ہے (۴) اگر وہ شریعت کے احکام کے مطابق عمل کرتا رہا تو اس کو صرف اس وجہ سے کہ وہ کسی کا مرید نہیں تھا کوئی نقصان نہیں ہوگا (۵) لازمی تو نہیں مگر جائز ہے اور مرید کرنے والا شخص واقف شریعت اور متبع سنت ہونا چاہیئے (۶) عام طور پر لوگ ایسے پیروں کے مرید ہو جاتے ہیں جن کے افعال صریحاً خلاف شریعت ہوتے ہیں مثلاً پیر صاحب

---

(۱) اعلم ان البیعة سنة و لیست بواجبة لان الناس بایعوا النبی ﷺ و تقربوا بها الی الله تعالی ولم یدل دلیل علی تاثیم تارکها ولم ینکر احد من الائمة علی تارکها (القول الجمیل الفصل الثانی' ص ۱۲ ط کلکتة)
(۲) اعلم ان البیعة المتوارثة بین الصوفیة علی وجوه احدها بیعة التوبة من المعاصی الخ (القول الجمیل الفصل الثانی' ص ۱۲ ط کلکتة)
(۳) اعلم ان البیعة سنة و لیست بواجبة ولم یدل دلیل علی تاثیم تارکها ولم ینکر احد علی تارکها (القول الجمیل والفصل الثانی' ص ۱۲ ط کلکتة)

نماز نہیں پڑھتے یا نشہ استعمال کرتے ہیں یا اور اسی قسم کی خلاف شرع حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں اور لوگ ان کو خدا رسیدہ سمجھتے ہیں یہ سخت غلطی ہے ایسے لوگوں کا مرید ہونا ناجائز ہے پیر کو عالم متقی متبع سنت پابند شریعت ہونا چاہئیے۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

حرام افعال کے مرتکب پیر کے حلقہ بیعت میں داخل ہونا حرام ہے

(از اخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۳۶ء)

(سوال) یہاں چاٹگام کے قریب ایک قریہ ہے جس میں ایک بزرگ کا درگاہ ہے جسکا نام مجھنڈار شریف رکھا گیا ہے اور جو بزرگ درگاہ میں ہیں اس کا نام مولانا مولوی احمد اللہ شاہ تھا جو عرصہ تیس سال قبل ان کا انتقال ہوا اور آج ان کا خلیفہ جانشین خود کا لڑکا مولوی غلام الرحمن ہے جو ہمیشہ مست رہتا ہے چلم حقہ خوب پیتا ہے کھانا پینا کبھی کبھی کھاتا پیتا ہے مگر غسل وضو کبھی نہیں کرتا ہاتھ منہ بھی نہیں دھوتا بالکل مادر زاد برہنہ رہتا ہے اس کی اولاد بھی ہے لوگ مرد و عورت سب اس کے لئے اور درگاہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں اور عورتیں بھی اس کے ستر کو دیکھتی ہیں چند مولوی حضرات جو اس کے خلیفہ ہیں مثلاً مولوی امین الحق فرہاد آبادی و مولوی عبدالسلام وغیرہ کہتے ہیں کہ سجدہ کرنا بزرگان دین کے لئے جائز ہے اس کے اکثر مرید مالدار ہیں مگر بے نمازی ہیں زکوۃ بھی نہیں نکالتے ہر سال چندہ کر کے عرس منایا جاتا ہے اس میں ہزاروں مرد و عورت تماشے کے لئے جمع ہوتے ہیں طوائفیں بھی آتی ہیں خوب ناچ گانا ہوتا ہے زائرین قربانیاں نذر و نیاز کے نام سے لاکر ذبح کرتے ہیں ذبح کے وقت بسم بھنڈاری یا بسم احمد اللہ پڑھتے ہیں پھول ہار سے مزین کر کے ذبح کرتے ہیں کہتے ہیں جنہوں نے چالیس بار زیارت کیا وہ حج کا ثواب ہوگا اس لئے اکثر لوگ حج کو نہیں جاتے وغیرہ۔

(جواب ۶۶) وضو و غسل نہ کرنا۔ نماز روزہ زکوۃ اور فرائض شرعیہ ادا نہ کرنا اور اپنے لئے سجدہ کرانا اور جانوروں کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا یا کرانا اور رنڈیوں کو ناچ گانے کی اجازت دینا اور فواحشات کا مرتکب ہونا یہ تمام افعال حرام اور سخت ناجائز اور موجبات فسق ہیں (۲) اور ان کو حلال سمجھنا کفر ہے (۳) یہ لوگ جو ان فواحش کے مرتکب اور ذمہ دار ہیں زندیق ہیں ان کے حلقہ بیعت میں داخل ہونا حرام ہے (۴) غیر

---

(۱) والولی هو العارف بالله تعالی و صفاته حسب ما یمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی (شرح العقائد' ص ۱۴۵' ط مکتبه خیر کثیر' کراچی)

(۲) و یجوز ان یکون مرتکب الکبیرة مومنا فاسقا غیر کافر (شرح الفقه الاکبر' مرتکب الکبیرة' ص ۱۴۰ ط قطر)

(۳) لکن فی شرح العقائد للنسفی استحلال المعصیة کفر اذا ثبت کونها معصیة بدلیل قطعی (رد المحتار' باب زکوة الغنم' مطلب استحلال المعصیة کفر ۲/۲۹۲ ط سعید)

(۴) والولی هو العارف بالله تعالی و صفاته حسب ما یمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی (شرح العقائد ص ۱۴۵ ط مکتبه خیر کثیر کراچی)

اللہ کو سجدہ کرنا شریعت محمدیہ میں ہرگز مباح نہیں آیت سجدہ ملائکہ اور سجدہ برادران حضرت یوسف علیہ السلام امم سابقہ کے واقعات ہیں اور امم سابقہ کے احکام ہمارے لئے اس وقت حجت ہوتے ہیں جب کہ ہماری شریعت میں اس کے خلاف حکم نہ آیا ہو اور ظاہر ہے کہ شریعت محمدیہ میں سجدہ غیر اللہ کی حرمت اور ممانعت صراحۃً موجود ہے(۱) اگر غیر اللہ کو سجدہ عبادت کیا جائے تو کفر ہے اور سجدہ تحیہ ہو تو حرام اور موجب فسق ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل دوم۔ ریاضت

تزکیہ نفس کے لئے کئے جانے والے مراقبے میں ناجائز کام نہ ہو تو مباح ہے

(سوال) کیا ازروئے قرآن کریم یا احادیث صحیحہ مراقبہ یعنی چند آدمیوں کا اندھیرے میں بیٹھ کر مسجد کے ایک کونہ میں پتھر پڑھنا یا امام صاحب کا ان پر توجہ ڈالنا یا منہ پر چادر ڈال کر کسی کا تصور باندھ کر پتھر وظائف وغیرہ پڑھنا جائز ہے؟ کیا رسول کریم ﷺ نے اس طرح کا فعل کیا یا کرنے کا حکم دیا ہے؟

المستفتی نمبر ۵۴۸ رحیم بخش (آبادان ایران) ۲۲ ربیع الثانی مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۶۷) مراقبہ اور اسی قسم کے اور افعال جو مشائخ کے یہاں تزکیہ نفس اور ریاضت کے سلسلے میں معمول ہیں بشرطیکہ ان میں کوئی ناجائز چیز شامل نہ ہو مباح ہیں فی حد ذاتہ مقاصد میں داخل نہیں ہیں بلکہ اصل مقصود یعنی تذکر قلب یا تخلیہ رذائل یا تحلیہ بالفضائل کے ذرائع میں سے ہیں(۳) پس اگر کوئی انہیں عمل میں نہ لائے یا ان کو نہ مانے تو اس پر کوئی شرعی مواخذہ نہیں حضور ﷺ یا صحابہ کرام سے ان اعمال کی موجودہ مروجہ شکلیں ثابت نہیں ہاں اصولاً یہ چیزیں شریعت کے دائرہ کے اندر ہیں بشرطیکہ بتانے والا شیخ عالم متقی اور متبع سنت ہو۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) وقد كان هذا سائغا في شرائعهم اذا سلموا على الكبير يسجدون له ولم يزل هذا جائز امن لدن آدم الى شريعة عيسى عليه السلام فحرم هذا في هذه الملة و جعل السجود مختصا بجناب الرب سبحانه (تفسير ابن كثير يوسف ۱۰۰ ۲ / ۴۹۱ ط سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) ان على وجه التعظيم والعبادة كفر وان على وجه التحية لا وصار آثما مرتكبا للكبيرة (الدر المختار و شرحه كتاب الحظر والاباحة باب الاستبراء ۶ / ۳۸۳ ط سعيد)

(۳) فليلاحظ السالك الله حاضري الله ناظري الله معي او يتخيل في الجنان ثم يتصور حضوره تعالى ونظره و معيته تصورا جيدا مستغيثا مع تنزيهه عن الجهة والمكان حتى يستغرق في هذا التصور (القول الجميل الفصل الرابع ص ۳۸ ط كلكته) وفي اعلاء السنن وبهذا اندفع انكار بعض الناس على الصوفية بانهم اخترعوا اذكارا من انفسهم لا اصل لها في السنة كذكر الاثبات بلفظ الا الله الا الله فالاذكار التي اخترعها المشايخ وان لم تكن ماثورة فانها مقدمات لقبول القلب وصلاحيته للذكر الماثور (باب الذكر ۱۸ / ۴۵۳، ۴۵۴ ط ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراچی)

تصور شیخ کا حکم

(سوال) آج کل عموماً جتنے پیر و مرشد ہوا کرتے ہیں وہ مرید کرنے کے بعد مرید کو پہلے وظائف بتلاتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ میری صورت کا تصور کرو اور اپنی صورت کو وسیلہ قرار دیتے ہیں ذات باری تعالیٰ جل شانہ کے تصور کا اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا رہبر کی صورت کا تصور جائز ہے یا ناجائز اگر جائز ہے تو اس میں کچھ ثواب ہے یا نہیں دریہ کہ اگر مرید کا جام عمر اس صورت میں لبریز ہو گیا تو کیا اس کی موت صورت پرستی پر ہو گی؟

المستفتی نمبر ۷۷۷ سید حمید شاہ (پامرد ضلع کستا) یکم ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۵ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۶۸) تصور کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ مرشد کا خیال پیش نظر رہے تاکہ منہیات کے ارتکاب سے احتراز کرنا آسان ہو اس سے زیادہ اس کی کوئی وقعت نہیں اور عبادت یعنی نماز کے اندر یہ تصور اور خیال بھی نہ ہونا چاہئے نماز میں توتعبد اللہ کانک تراہ (۱) کی تعلیم ہے یعنی یہ خیال رہے کہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں اور اس کے سامنے ہوں اور گویا اس کو دیکھ رہا ہوں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

نماز یا مراقبہ میں تصور شیخ کا حکم

(اخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۴ جون ۱۹۳۷ء)

(سوال) تصور شیخ جو کہ اکثر مشائخ اپنے مریدوں کو تلقین کرتے ہیں مراقبہ میں یا نماز میں جائز ہے یا نہیں؟ خصوصاً جب کہ اللہ کے ذکر کے ساتھ ہو۔

(جواب ۶۹) تصور کا مسئلہ تصوف کا مسئلہ ہے صوفیہ اس کو توحید خیال کے لئے مفید سمجھتے ہیں لیکن نماز کی حالت میں اصول فقہیہ کی رو سے اس کی اجازت دینی مشکل ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) مشکوۃ المصابیح ' کتاب الایمان' الفصل الاول ۱۱/۱ ' ط سعید

(۲) قال ابوذر قال رسول الله ﷺ لا یزال الله عزوجل مقبلا علی العبد' وھو فی صلوته' مالم یلتفت فاذا التفت انصرف عنه (سنن ابی داود' باب الالتفات فی الصلوۃ ۱۳۸/۱' ط امدادیه' ملتان)

تیسرا باب
متفرقات

شعر " اللہ کے پلے میں سوائے وحدت " الخ ملحدانہ شعر ہے '
ایسی غزل خوانی کی مجالس میں شرکت سے بچنا ضروری ہے

(سوال) چار پانچ ڈاڑھی منڈے بے نماز زنانی و مردانی مجلسوں میں بیٹھ کر نعت خوانی و غزل خوانی ور منڈھا خوانی نہایت خوش الحانی سے کرتے ہیں ور ایسے اشعار پڑھتے ہیں جن میں اللہ تعالی کی توہین ہوتی ہے مثلاً " اللہ کے پلے میں سوائے وحدت کے رکھا ہی کیا ہے 'ہمیں جو کچھ لینا ہے وہ سرکار محمد سے لے لیں گے " وغیرہ ایسی مجلسوں میں شرکت جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۶۲ ـ ۲۳ جمادی الاخری ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۷۰) یہ اشعار جو سوال میں مذکور ہیں سخت ملحدانہ اور عوام مسلمین کی گمراہی کا باعث ہیں اور اس قسم کی غزل خوانی کو نعت خوانی کے نام سے مشہور کیا جاتا ہے در حقیقت شریعت اور پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین ہے اور عورتوں کے مجمع میں نوجوان مردوں کا خوش الحانی سے گانا موجب شیوع فسق ہے لہذا یہ تمام باتیں جو سوال میں مذکور ہیں ناجائز اور حرام ہیں اور بعض تو زندقہ والحاد میں داخل ہیں(۱) مسلمانوں کو ایسی مجالس سے بچنا فرض ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

متبع شرع عالم دین کی توہین اس کے علم کی وجہ سے کرنا کفر ہے 'تصوف شرعی علوم میں داخل ہے

(سوال) ایک بزرگ عالم با عمل بل سنت والجماعت ذکر الہی میں ہمیشہ مشغول رہتے ہیں سنت جناب رسول اکرم ﷺ پر قربان وفدا اور بدعت سے نہایت متنفر اور بیزار اہل اسلام کو ذکر الہی کرنے کی ترغیب و ہدایت دیتے ہیں جن کے وعظ وہدایت سے ایک گروہ اہل اسلام نماز پنجگانہ 'نوافل و تہجد و ذکر و شغل رابطہ مراقبہ محاسبہ میں مشغول ہے ور شریعت جناب سرور عالم ﷺ پر قائم اگر کوئی شخص یا بہت سے آدمی مل کر اس گروہ یاد الہی والوں کی خواہ مخواہ مخالفت کریں یا ان پر اتہام کریں تو منداشرع ان پر کیا حکم ہوگا۔

جو شخص اپنے آپ کو مسلمان اور مقلد ظاہر کرے اور علم تصوف سے منکر ہو یا علم تصوف اور صوفیوں اور ذکر الہی کرنے والوں کو حقیر جانے اس پر کیا حکم ہے ؟

---

(۱) اذا وصف اللہ تعالی بما لا یلیق بہ او سخر باسم من اسمائہ تعالی او بامر من اوامرہ او انکر وعدہ و وعیدہ یکفر الخ (الفتاوی البزازیہ علی ہامش الہندیہ الثانی فیما یتعلق باللہ تعالی ۶/۳۴۳ ط ماجدیہ کوئٹہ)

(جواب ۷۱) جو لوگ کہ احکام شرعیہ کے پابند اور سنت نبویہ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیۃ کے موافق عامل ورنہ کر واشغال مشروعہ میں مشغول رہتے ہیں ان کی توہین و تذلیل کرنا یا استخفاف واستہزاء سے پیش آنا اگر ان کے عمل، اتباع شریعت و امتثال احکام الہیہ و نبویہ کی وجہ سے ہو تو بے شک و شبہ کفر ہے کیونکہ وہ در حقیقت شریعت بیضاو سنت غرا کا استخفاف ہے جس کے کفر ہونے میں کوئی شبہ نہیں ترك السنن فان راها حقا اثم والا كفر (در مختار) قوله والا كفر اى بان استخف فيقول هى فعل النبى ﷺ وانا لا افعله الخ (ردالمحتار)(۱) وفى العقائد النسفية والا ستهزاء على الشريعة كفر انتهى.(۲) بالخصوص کسی بزرگ عالم کی توہین یا تذلیل کرنا بہت سخت گناہ ہے عن ابى امامة مرفوعا ثلاثة لا يستخفهم الا المنافق ذو الشيبة فى الاسلام و ذو العلم وامام مقسط (رواه الطبرانى فى الكبير انتهى (كذافى مجموعة الفتاوى)(۳) و فيها نقلا عن البزازية الاستخفاف بالعلماء لكونهم علماء استخفاف بالعلم والعلم صفة الله تعالى منحه فضلا على خيار عباده ليدلوا خلقه على شرعه نيابة عن رسله فاستخفافه بهذا يعلم انه من يهود انتهى.(۴)

علم تصوف جسے علم اخلاق و علم القلب کہا جاتا ہے شرعی علوم میں داخل ہے اور اس میں سے اتنی مقدار کا سیکھنا جس کے ذریعے سے اپنے رذائل باطنیہ کا ازالہ اور اخلاق و ملکات نفسیہ کے استعمال محرم سے اجتناب ہو سکے لازم ہے فی تبيين المحارم لاشك فى فرضية علم الفرائض الخمس و علم الاخلاص لان صحة العمل موقوفة عليه و علم الحلال والحرام و علم الرياء لان العابد محروم من ثواب عمله بالرياء و علم الحسد والعجب اذ هما يا كلان العمل كما تاكل النار الحطب الخ (رد المحتار)(۵) وقال فى رد المحتارلما علمت ان علم الاخلاص والعجب والحسد والرياء فرض عين و مثلها غير ها من آفات النفوس كالكبر والشح والحقد والغش والغضب والعداوة والبغضاء والطمع والبخل والبطر والخيلاء والخيانة والمداهنة والا ستكبار عن الحق والمكر والمخادعة والقسوة وطول الامل و نحوها مما هو مبين فى ربع المهلكات من الاحياء قال فيه ولا ينفك عنها بشر فيلزمه ان يتعلم منها ما يرى نفسه محتاجا اليه وازالتها فرض عين الخ (رد المحتار)(۶) ہاں صوفیہ

---

(۱) باب الوتر والنوافل ۲/۲۲ ط سعید
(۲) ص : ۱۶۷ ط مکتبہ خیر کثیر کراچی
(۳) کتاب الکراھیۃ ۴ / ۳۵۳ ط لکھنؤ
(۴) کتاب الکراھیۃ ۴/ ۳۵۲ط لکھنؤ
(۵) مطلب فی فرض الکفایۃ و فرض العین ۱/ ۴۲ ط سعید
(۶) مقدمہ ۱/ ۴۳ ط سعید

کے اذکار و مراقبات وغیرہ کا علم جو زائد از حاجت ہو وہ فرض وواجب نہیں مگر مستحب ضرور ہے(۱) پس اس علم کو مطلقاً برا کہنے والا فاسق ہے اور استخفاف واستہزا میں خوف کفر ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

پمفلٹ میں مذکور تمام باتیں صحیح ہیں!

(سوال) ایک شخص نے جو اپنے آپ کو حلقہ فقرا میں سے بتاتے ہیں اپنی قوم کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا ہے اور ایک پمفلٹ شائع کیا ہے جس میں مندرجہ ذیل امور پر نفیاً اثباتاً روشنی ڈالی ہے۔

(۱) نسل وخاندان پر فخر وغرور زمانہ جاہلیت کی یادگار ہے اور اسلام نے پتھر کے بتوں کی طرح اس کو بھی توڑا ہے۔

(۲) فقراء کو چاہئیے کہ وہ سستی کاہلی اور بے عملی جمود اور نشہ بازی کی عادتوں کو ترک کردیں۔

(۳) جو فقرا الو باپنتے' سینگ بجاتے' ماتھے پر صورت لف ٹیکا لگاتے' بدن پر راکھ ملتے اور لنگوٹا باندھ کر برہنہ رہتے ہیں وہ گناہ گار ہیں اور اسلامی تعلیمات کے خلاف جارہے ہیں

(۴) فقیروں کو نفس کشی کے بہانے گداگری کرنا اور مرید بنا کر لوگوں کو خلاف سنت امور کی ترغیب دینا' عقل وخرد رکھتے ہوئے اپنے آپ کو ملنگ کہنا منع ہے۔

(۵) السلام علیکم کے بجائے یاعلی مدد اور وعلیکم السلام کے بجائے مولی علی مدد کہنا ناجائز ہے۔

(۶) ڈھولک سارنگی کے ساتھ گانا سننا اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔

(۷) فقیری کو ایک مستقل پیشہ بنانا سخت معیوب ہے۔

(۸) فقرا کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے مدرسے کھولیں اور ان میں مذہبی تعلیم کا انتظام کریں ان مدارس میں دستکاری کی تعلیم بھی دی جائے۔

(۹) فقراء کو صرف خدا ہی کا محتاج ہونا چاہئیے۔

(۱۰) فقراء صرف خدا سے مانگیں اسی ذات کو مستعان ورحاجت روا سمجھیں

(۱۱) شادیوں میں گانٹھ رنگ وغیرہ ترک کردیئے جائیں۔

(۱۲) بارات میں ناچ رنگ اور تاشہ باجہ ممنوع ہیں۔

(۱۳) رخصت کے وقت لوگوں کو جہیز وغیرہ نہیں دکھانا چاہئیے۔

(۱۴) چالا گونہ وغیرہ قابل ترک ہیں کھانے کی جو رسم جھوٹ کے نام سے موسوم ہے ترک کردینی چاہئیے۔

(۱۵) غمی کے موقع پر تعزیت کنندگان کے لئے پان حقہ اور کھانا مہیا کرنا قابل ترک ہے۔

---

(۱) و صدوبا وهو التبحر فی الفقه و علم القلب (الدر المختار مع رد المحتار' مقدمه ۱ /۴۳ ط سعید)

(۲) لاستهزاء بالعلم والعلماء کفر (الاشباه و النظائر' الفن الاول' کتاب السیر ص ۱۹۱ ط بیروت)

(۱۶) تیجہ دسواں چہلم وغیرہ رسوم کا ترک کرنا مستحسن ہے۔

صاحب رسالہ نے مندرجہ بالا امور لکھے ہیں وہ از روئے شرع شریف صحیح ہیں یا نہیں اور فقراء کو ان پر عمل کرنا چاہیے یا نہیں؟ **المستفتی نمبر ۵۳** محمد عمر ملی قصبہ پلکھوہ ضلع میرٹھ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۶ جون ۱۹۳۵ء

(جواب ۷۲) یہ تمام امور صحیح ہیں اور شرع شریف کی تعلیم کے مطابق ہیں پہلے نمبر کا مطلب یہ ہے کہ نسل اور خاندان پر تکبر اور ایسا فخر کرنا جس سے دوسرے مسلمانوں کی توہین ہوتی ہو ناجائز ہے اور باقی سب نمبر درست ہیں (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کیا جاہل شخص ولی بن سکتا ہے؟

(سوال) جاہل آدمی عارف ولی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر قسمت کی تیزی سے ہو جائے تو اس کو علم لدنی حاصل ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ **المستفتی نمبر ۹۴۴** محمد مقصود احمد خاں (تانبوے) ۲۹ صفر ۱۳۵۵ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۷۳) عرفی طور پر جاہل آدمی یعنی لوگ جس کو جاہل سمجھتے ہوں وہ ولی ہو سکتا ہے اور روایت

---

(۱) (۱) عن ابی هریرة قال : قال رسول الله ﷺ : ان الله قد اذهب عنكم عبية الجاهلية و فخرها بالآباء مؤمن تقي و فاجر شقي انتم بنو آدم و آدم من تراب' ليدعن رجال فخرهم باقوام" (سنن ابی داؤد' باب التفاخر بالاحساب' ۲ : ۳۵۰' ط امدادیه ملتان)

(۲) عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال : كل مسكر خمر و كل مسكر حرام (صحیح مسلم' باب ان كل مسكر حرام ۲ : ۱۶۷ ط قدیمی کتب خانه' کراچی)

(۳-۶) قال رحمه الله تعالى : السماع والقول والرقص الذي يفعله المتصوفة في زماننا حرام لا يجوز القصد اليه والجلوس عليه وهو والغناء والمزامير سواء (العالمگیریة' الباب السابع عشر في الغناء واللهو ۵ : ۳۵۲ ط ماجدیه' کوئٹه)

(۴) واما الذين يتعبدون بالرياضات و الخلوات ويتركون الجمع والجماعات' فهم الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا (شرح العقيدة الطحاوية ص ۵۱۴ ط قدیمی کتب خانه' کراچی)

(۵) عن عبدالله بن بسر قال : كان رسول الله ﷺ اذا اتى باب قوم ... ويقول : "السلام عليكم" (سنن ابی داؤد' باب كم مرة يسلم الرجل في الاستيذان' ۲ : ۲۵۸ ط امدادیه ملتان)

(۸) وفي القنية : له اكراه طفله على تعليم قرآن وادب و علم لفريضته على الوالدين" (الدر المختار' باب التعزير ۴ : ۷۸' ط سعید)

(۱۱-۱۲) استماع صوت الملاهي كضرب قصب و نحوه حرام (الدر المختار' كتاب الحظر والاباحة ۶ : ۳۴۹' ط سعید)

(۱۴-۱۵) و يكره اتخاذ الضيافة من اهل الميت' لانه شرع في السرور لا في الشرور' وهي بدعة مستقبحة وروى الامام احمد و ابن ماجه باسناده عن جرير بن عبدالله' كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت و صنعهم الطعام من النياحة (رد المحتار' كتاب الجنائز' مطلب في كراهية الضيافة من اهل الميت ۲ : ۲۴۰' ط سعید)

(۱۶) و يكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث و بعد الاسبوع ... (مرجع سابق)

کے لئے جس قدر علم ضروری ہے وہ خداوند تعالیٰ اس کو عطا فرما دیتا ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کرامت بعد الموت ممکن نہیں

(سوال) کیا مرنے کے بعد کسی ولی کی کرامت ماننا کفر ہے ؟ المستفتی نمبر ۷ ۹۵ مولوی عبدالحلیم (ضلع پشاور) ۴ربیع الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۷۴) ولی کی کرامت بعد موت بھی ممکن ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

حضور ﷺ کا نام سن کر انگوٹھے چومنے آنکھوں پر لگانے کا حکم

(سوال) (۱)اذان کے درمیان جب مؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ کہتا ہے تو نام مبارک محمد پر سامعین اپنے دونوں ہاتھوں کے ابہام کو چوم کر آنکھوں پر رکھتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۲۸۳ محمد گھوڑو خاں صاحب (ضلع دھارواڑ) ۱۹ شوال ۱۳۵۵ھ مطابق ۳ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ۷۵) آنحضرت ﷺ کا نام نامی سننے پر ابہام کو چومنا ور آنکھوں سے لگانا سنت نہیں ہے حضور ﷺ نے کوئی ایسا حکم نہیں دیا اور نہ صحابہ کرامؓ سے یہ عمل در آمد ہوا ہاں مسند فردوس دیلمی سے ایک روایت اس کے متعلق نقل کی گئی ہے وہ روایت ضعیف ہے(۳) بعض بزرگوں نے اس عمل کو آنکھیں نہ دکھنے کے لئے مؤثر بتایا ہے تو اگر کوئی شخص اس کو سنت نہ سمجھے اور آنکھوں کے نہ دکھنے کے لئے بطور ایک علاج کے عمل کرے تو اس کے لئے فی نفسہ یہ عمل مباح ہو گا مگر لوگ اس کو شرعی چیز اور سنت سمجھ کرتے ہیں اس لئے اس کو ترک کر دینا ہی بہتر ہے تاکہ لوگ التباس میں مبتلا نہ ہوں۔(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

شجرہ کو قبر میں دفن کرنا جائز نہیں.

(سوال)جو شخص کسی پیر کا مرید ہو اور اس کا شجرہ دوسرے گاؤں کو رہ گیا ہو اور اس شخص کا دوسری جگہ

---

(۱) و الولی هو العارف بالله تعالی و صفاته حسب ما یمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی (شرح العقائد النسفیة' ص ۱٤٥ ط مکتبه خیر کثیر کراچی)

(۲) عن عائشة لما مات النجاشی کنا نتحدث انه لا یزال یری علی قبره نور رواه ابوداؤد (مشکوة المصابیح باب الکرامات ۲/٥٤٥' ط سعید)

(۳) وکتاب الفردوس من قبل ظفری ابهامه عند سماع اشهدان محمدا رسول الله فی الاذان' انا قائده' و مدخله فی صفوف الجنة" و تمامه فی حواشی البحر للرملی عن المقاصد الحسنة للسخاوی' و ذکر ذلک الجراحی واطال' ثم قال' ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شیٔ (رد المحتار' باب الاذان ۱/۳٥٨ ط سعید)

(٤) ای وکل جائز ادی الی اعتقاد ذلک کره (رد المحتار' کتاب الصلاة ۱/۳۷۱' ط سعید)

انتقال ہو جائے تو اس شجرہ کو کیا کرنا چاہئے بعض کہتے ہیں کہ بعد میں اس قبر پر تھوڑا کھود کر اس میں دفن کر دینا چاہئے۔ المستفتی نمبر ۱۳۷۸ شیخ اعظم شیخ معظم ملاجی صاحب (مغربی خاندیس) ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۱ مارچ ۱۹۳۷ء

(جواب ۷۶) شجرہ کو قبر میں دفن کرنا جائز ہے انتقال کے بعد شجرہ کسی دوسرے شخص کے کام میں آجائے گا۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

نامحرم عورت کا مرشد کے ساتھ رہنا جائز نہیں .

(سوال) زید بعمر ۷۵ سال ایک مستند عالم فاضل اجل مدرسہ عربیہ دیوبند کا قدیم سند یافتہ حافظ قاری حاجی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا کامل مکمل بزرگ متبع سنت کہ شاید اس کی نظیر متقدمین میں ہی ملے زہد واتقا میں آپ اپنی نظیر ۔ صحبت ایسی بابرکت اور پر اثر کہ بہت سے نسبت مجددیہ سے سرشار ہو کر سلوک ختم کر چکے اور بفضلہ تعالیٰ اشاعت طریقہ میں مشغول ہیں۔

ایک عورت مسماۃ خالدہ بعمر ۳۰ سال انگریزی تعلیم یافتہ جدید تہذیب و تمدن کی دلدادہ اس کی اپنے خاوند سے اس بنا پر ناچاقی ہو گئی کہ وہ قادیانی مذہب پر تھا خالدہ کو بھی مجبور کرتا تھا کہ قادیانی مذہب اختیار کرے خاوند نے خالدہ کو میکے پہنچادیا اور کہہ دیا کہ میرے یہاں آنے پر تجھ کو طلاق ہے بلکہ اس کو لکھ دیا خالدہ نے میکے آکر زید کی صحبت اختیار کی اور مرید ہو گئی زید کی صحبت اور توجہ کا خالدہ پر یہ اثر ہوا کہ انگریزی تہذیب و تمدن غائب ہو گیا خالدہ پر اب زید کی جدائی شاق ہے معمولات طریقت پر حسب ہدایت سختی سے پابند ہے زید کی ہر خدمت مثلاً وضو کا پانی دینا سوتے میں پنکھا جھلنا غسل کرانا کپڑے سینا سب کچھ اپنے ذمے لے لیا ہے زید کو بھی اس سے مثل بیٹی کے ایسی ہی محبت ہے چنانچہ زید اس کو بیٹی ہی کہتا اور لکھتا ہے پردہ نہیں ہے چنانچہ جہاں جاتا ہے خالدہ بھی ساتھ جاتی ہے کھانا بھی ساتھ کھاتے ہیں ایک ہی کمرے میں سوتے ہیں حتی کہ زید کبھی اپنے ہاتھ سے خالدہ کے منہ میں لقمہ بھی دیتا ہے خالدہ کی یوماً فیوماً استقامت شریعت ترقی پذیر ہے سلوک قریب الختم ہے لباس اور ہر چیز شریعت و طریقت ہے۔

لوگ ان تعلقات پر انگشت بدنداں ہیں زید یہ جواب دیتا ہے کہ میری عمر تقریباً ۷۵ سال ہو چکی ہے شہوانی خیالات کا مجھ پر اثر بھی باقی نہیں ہے میں جو کچھ کرتا ہوں حسبۃً للہ خالدہ کی تکمیل کے واسطے کرتا ہوں کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ زید اس امر میں کذب کا مرتکب ہو نہ ان امور کو پوشیدہ

---

(۱) وقد افتی ابن الصلاح بانہ لا یجوز ان یکتب علی الکفن "یسٓ" والکھف و نحوھما خوفاً من صدید للمیت والقیاس المذکور ممنوع لان القصد ثم التمیز و ھنا التبرک فالا سماء المعظمۃ باقیۃ علی حالھا فلا یجوز تعریضھا للنجاسۃ (رد المحتار' مطلب فیما یکتب علی کفن المیت ۲ ۲۴٦ ط سعید)

رکھتا ہے خالدہ کے خاندان کے سب لوگ موجود ہوتے ہیں دلیل میں پارہ نمبر ۷ ان آیت حجاب (غیر اولی الاربة) اور حدیث جابر حجۃ الوداع واقعہ فضل بن عباس ور حدیث ام ہانی فتح مکہ بیان کرتا ہے۔

اگر ان امور میں شرعی حرمت یا عدم جواز ہے تو زید و خالدہ کے باطنی امور سب ہو جانے چاہئیں تھے مگر ایسا نہیں ہے بلکہ جملہ مشاغل شرعی ترقی پذیر اور صحبت و توجہ میں اثر بدستور ہے۔ المستفتی نمبر ۲۷۸۱ حکیم عبدالقادر خاں۔ بہرائچ مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۴۳ء

(جواب ۷۷) آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ خالدہ ابھی تک منکوحہ عورت ہے اس کے شوہر نے اس کو میکے پہنچادیا ہے اور یہ کہہ دیا ہے یا لکھ دیا ہے کہ اگر تو میرے یہاں آئی تو تجھ پر طلاق ہے اور سوال سے یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ اس کے بعد خالدہ زوج کے یہاں گئی اور مطلقہ ہو گئی پس اگر وہ اب تک منکوحہ عورت ہے تو اس کو اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر میکے کے سوا کسی دوسری جگہ رہنا ہی جائز نہیں (۱) پھر منکوحہ غیر منکوحہ کے امتیاز سے قطع نظر کرتے ہوئے بھی وہ اپنے مرشد زید کی غیر محرم ہے غیر محرم عورت کا مرشد کے ساتھ یک حجرے میں تنہا رہنا سونا زید کا اس کے منہ میں لقمہ دینا یہ سب باتیں باوجود بد ظنی نہ کرنے کے بھی قانون شریعت کے خلاف ہیں (۲) اور قانون شریعت کی خلاف ورزی مرشد کے لئے دوسروں سے زیادہ قابل گرفت ہے کیونکہ اس کا فعل دوسروں کے لئے حجت ہوتا ہے اور نفس پرست اس سے اپنی بوالہوسی کے لئے استدلال کر سکتا ہے۔

رہی یہ بات کہ "اگر یہ امور خلاف شریعت ہیں تو زید و خالدہ کے باطنی امور سب ہو جانے چاہئیں تھے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے" تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہم یہ فرض کر لیں کہ ان کے باطنی امور سلب نہیں ہوئے تو یہ بات بھی ہمارے جواب پر اثر انداز نہیں ہو سکتی کیونکہ جواب قانون شرع پر مبنی ہے اور سلب ہونا نہ ہونا معاملہ خداوندی پر موقوف ہے جو علیم بذات الصدور ہے ایک شخص قانون کی رو سے ماخوذ اور عنداللہ بری ہو سکتا ہے جیسے منصور حلاج اور اگر ہم اسے تسلیم ہی نہ کریں کہ ان دونوں کے باطنی کمالات سلب نہیں ہوئے تو یہ بھی درست ہے کیونکہ ہمارے پاس علم بالباطن کا کوئی ذریعہ نہیں ہے وما یدریك ان الله اکرمه والله لا ادری وانا رسول الله ما یفعل بی (۳) ہم تو اس کے مکلف ہیں کہ کسی شخص کے اعمال کو اسوہ حسنہ اور سیرۃ مقدسہ جناب خاتم المرسلین رحمۃ للعلمین ﷺ کی کسوٹی پر جانچیں حضور ﷺ کا فرمان یہ ہے لا یخلون رجل بامراۃ الا کان ثالثها

---

(۱) فلا تخرج الا لحق لها او علیها ولزیارۃ ابویها کل جمعة او المحارم کل سنة او لکونها قابلة او غاسلة لا فیما عدا ذلك (الدر المختار مع رد المحتار مطلب فی منع الزوجة نفسها لقبض المهر ۳ / ۱۴۳ ط سعید)

(۲) عن جابر قال : قال رسول الله ﷺ الا لا یبیتن رجل عند امراۃ ثیب الا ان یکون ناکحا او ذا محرم (صحیح الامام مسلم: باب تحریم الخلوۃ بالاجنبیة ۲ / ۲۱۵ ط قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۳) مشکوۃ المصابیح باب البکاء والخوف الفصل الاول ۲ / ۲۵۶ ط سعید)

الشیطان (۱) اور حضور کا عمل یہ ہے واللہ ما مست یدہ ید امراۃ قط (۲) یعنی تمام عمر حضور ﷺ نے عورتوں کو بیعت کرتے وقت کبھی عورت کے ہاتھ کو اپنا دست مبارک نہیں لگایا۔ ﷺ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

ماثور وظائف کو ثابت شدہ ترتیب سے پڑھنا چاہئے 'غیر ماثور میں اختیار ہے

(سوال) متعلق وظائف ماثورہ وغیر ماثورہ

(جواب ۷۸) جو وظائف آنحضرت ﷺ سے منقول ہیں ان کو اسی ثابت شدہ ترکیب و ترتیب سے پڑھنا چاہئے اس میں برکت اور امید قبولیت ہے (۳) اور جو وظائف حضور ﷺ سے منقول نہیں ان میں اختیار ہے جس طرح چاہے پڑھے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مخصوص وقت میں اجتماعی طور پر درود شریف پڑھنے کا التزام درست نہیں!

(سوال) متعلقہ التزام وظائف اجتماعا

(جواب ۷۹) نماز عشاء کے بعد روزانہ درود شریف پڑھنے کو لازم کر لینا بھی درست نہیں جو لوگ فارغ ہوں اور اپنی خوشی اور اخلاص سے پڑھنا چاہیں وہ پڑھیں اور جو نہ پڑھنا چاہے اس پر کوئی دباؤ اور جبر نہ کیا جائے (۴) درود شریف کا دم کیا ہوا پانی پینا ہر شخص پر لازم نہیں جو پینا چاہے پئے نہ پینا چاہے نہ پئے۔ اس کو برا بھی نہ کہا جائے اور نہ کوئی بدگمانی کی جائے۔ وظیفہ کے شمار کے لئے پتھر کی کنکریاں ہوں یا بادام ہوں دونوں برابر ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

حضور ﷺ کا معراج کے وقت حضرت عبدالقادر جیلانی کی گردن پر قدم رکھ کر براق پر سوار ہونے کا واقعہ جہلاء کی طرف سے گھڑا ہوا ہے۔

(سوال) اکثر مولود خواں صاحبان معراج مبارک کے واقعات میں یہ بات بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ معراج میں تشریف لے گئے اور براق پر سوار ہونے لگے تو براق نے شوخی کرنا شروع کی اس وقت حضرت غوث پاک محی الدین جیلانی نے اپنی گردن مبارک حضور ﷺ کے قدم کے نیچے رکھ

---

(۱) جامع الترمذی باب کراھیۃ الدخول علی المغیبات ۱ '۲۰۲ ط سعید

(۲) صحیح البخاری باب اذا جاءکم المؤمنات مہاجرات ۲ '۷۲۶ ط قدیمی کتب خانہ کراچی

(۳) ولا شک ان اتباع الادعیۃ الماثورۃ اولی وارجی للقبول (تکملۃ فتح الملھم مسئلۃ التوسل ۵ '۶۲۴ ط مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۴) لما صح عن ابن مسعود انہ اخرج جماعۃ المسجد یھللون و یصلون علی النبی ﷺ جھرا وقال ما اراکم الا مبتدعین (رد المحتار فصل فی البیع ۶ '۳۹۸ ط سعید)

وں اس وقت آپ براق پر سوار ہو گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا جیسا میرا قدم تیری گردن پر ہے ویسا ہی تیرا قدم کل اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا کیا یہ روایت صحیح ہے ؟ **المستفتی** نمبر ۱۶۱۱ نذیر احمد عزیز احمد ریاست ریواں ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۸۰) یہ قصہ بے اصل ہے اس کی کوئی معتبر سند اور ثبوت نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

سماع متعارف ، قوالی ڈھول ، طبلہ ، سارنگی سننا ممنوع ہے .

(سوال) سماع متعارف یعنی قوالی مع مزامیر ڈھول طبلہ ستار سارنگی وغیرہ محرمات شرعیہ کے ساتھ ازروئے شرع خواص و عوام کے لئے جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۸۱) قوالی اور مزامیر اور ڈھول طبلہ سارنگی وغیرہ سب شرعاً ممنوع اور بدعت ہیں۔ کل بدعة ضلالة (۱)بدعت کو رواج دینے والا اور اس میں شریک ہونے والا اور سننے والا سب فاسق ہیں۔ التغنی باللهو معصية فی جميع الاديان و علل بانه يجمع الناس علی ارتكاب كبيرة كذافی العينی (۲) علی الهدايه و فی الحديث نهی رسول الله ﷺ عن الصوتين الاحمقين النائحة والمغنية كذافی الهداية (۳) ص ١٤٦ قال رحمه الله تعالى السماع والقول والرقص الذی يفعله المتصوفة في زماننا حرام لا يجوز القصد اليه والجلوس عليه وهو والغناء والمزامير سواء كذافی الهنديه (۴) واللہ اعلم بالصواب

---

(۱) مشکوۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنة ۱ / ۲۷ ط سعید

(۲) یہ عبارت " عینی " میں تلاش کے باوجود نہیں مل سکی " التغنی للهو معصية فی جميع الاديان " (العناية كتاب الشهادة باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل ۷ / ۴۰۸ ط مصر) میں ہے ' و علل بانه يجمع الناس على ارتكاب كبيرة ' مرجع سابق ۷ / ۴۰۹) میں موجود ہے

(۳) كتاب الشهادة باب من تقبل شهادته ومن لا تقبل ۳ / ۱۶۲ ط مكتبه شركه علميه ملتان

(۴) الباب السابع عشر فی الغناء و اللهو و سائر المعاصی ۵ / ۳۵۲ ط ماجديه كوئٹه

كتاب التفسير والتجويد

پہلا باب
آیات کی تشریح

آیت " ولو علم اللہ فیھم خیراً لا سمعھم " الایہ کا صحیح مطلب

(سوال) ولو علم اللہ فیھم خیرا لاسمعھم ولو اسمعھم لتولوا وھم معرضون (۱) اگر اللہ جانتا ان میں بھلائی تو ان کو سناتا اور اگر ان کو سنا دیتا تو بھاگتے منہ پھیر کر۔
اللہ تعالیٰ ان کو سمجھاتا اور سناتا اور پھر بھی وہ نہ سنتے اور نہ سمجھتے اور بھاگ جاتے یہ عقل میں نہیں آتا اس سے قلب پر یہ اثر ہوتا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا ہے کہ میں کیا ان کو سناتا میرا سنانا بے کار ہے اگر میں ان کو سناتا تو بھی وہ نہیں سنتے اور منہ پھیر کر بھاگ جاتے اس آیت کے صحیح مطلب سے آگاہ فرمائیں تاکہ یہ شک رفع ہو۔ فقط المستفتی نمبر ۲۳۸۴ ایس محمد اسمٰعیل صاحب۔ صدر بازار (دہلی)
۲۷ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۶ جولائی ۱۹۳۸ء

(جواب ۸۲) آیت کے شان نزول میں یہ مذکور ہے کہ مشرکین نے آنحضرت ﷺ سے مطالبہ کیا تھا کہ اگر آپ سچے پیغمبر ہیں تو قصی کو زندہ کیجئے (قصی عرب کے ایک جد اعلیٰ کا نام ہے) قصی بڑا اچھا اور مبارک آدمی تھا اگر وہ زندہ ہو کر آپ کی نبوت کی تصدیق کرے اور ہم خود ان کی تصدیق ان کی زبانی سن لیں تو آپ کی نبوت پر ایمان لائیں گے (۲)

اس مطالبے کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی حضرت حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ جانتا کہ ان کے دل میں خیر ہے اور وہ ایمان لانے کے لئے تیار ہیں تو ان کو قصی کی زبان سے تمہاری نبوت کی تصدیق سنا دیتا (مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ان کے دل میں خیر نہ تھی اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ان کا یہ مطالبہ خلوص پر مبنی نہیں ہے اگر قصی زندہ ہو کر بھی حضور ﷺ کی نبوت کی تصدیق کر دے اور یہ لوگ قصی کو زندہ دیکھ لیں اور اس کی زبان سے تصدیق نبوت سن لیں جب بھی ایمان نہ لائیں گے اس لئے حضرت حق نے انکا مطالبہ پورا نہ کیا اور قصی کی زبان سے ان کو تصدیق نبوت نہیں سنائی) اور اگر وہ باوجود ان کی بد نیتی اور خبث باطن کے علم کے ان کو قصی کی زبان سے تمہاری نبوت کی تصدیق سنا بھی دیتا تو اس کا بھی نتیجہ یہی ہوتا کہ ایمان نہ لاتے اور اعراض کرتے اور پشت پھیر کر بھاگ جاتے۔

کہ شان نزول کے واقعہ کو پیش نظر رکھ کر آیت کریمہ کا مطلب اور مضمون سمجھنے میں کوئی

---

(۱) الانفال ۲۳
(۲) وعن الجبائی انھم کانوا یقولون لرسول اللہ ﷺ احی لنا قصیا فانہ کان شیخا مبارکا حتی یشھد لک ونؤمن لک فالمعنی ولو اسمعھم کلام قصی الخ (روح المعانی ۹ : ۱۷۶ ط دار الفکر بیروت)

شواری اور پریشانی باقی نہیں رہتی اس کے علاوہ اور بھی توجیہ ہے مگر مسلمانوں کے اطمینان قلب کے لئے یہ کافی ہے جو میں نے ذکر کر دی۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

"قل انما انا بشر مثلکم" کا ترجمہ "کہہ دو تحقیق نہیں ہوں بشر مانند تمہارے" کرنا غلط اور تحریف قرآن ہے

(سوال) ایک عالم مندرجہ ذیل آیت میں انما کے معنی اس طرح کرتا ہے قل ان ما انا بشر مثلکم (۱) کہہ دو تحقیق نہیں ہوں میں بشر مانند تمہارے ایک بار نہیں بلکہ بار بار وہ عالم یہی کہتا ہے کہ انما کے معنی ہیں تحقیق نہیں اب سوال یہ ہے کہ (۱) انما کے صحیح معنی کیا ہیں مدلل بیان فرمائیں (۲) اور ایسا شخص جو انما کے معنی "تحقیق نہیں" کرتا ہے شریعت کی طرف سے اس پر کیا حکم وارد ہوتا ہے نیز ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں ؟ (۳) جو مسلمان ضد اور ہٹ سے یہ کہیں کہ ہمارے عالم کے معنی (تحقیق نہیں) ہی صحیح ہیں اور ہم یہی مانیں گے ان کے لئے شریعت کا حکم واضح فرمایا جائے۔ المستفتی نمبر ۲۲۰۹ حکیم محمد صادق صاحب۔ سیالکوٹ ۷ رجب ۱۳۵۷ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۹۳۸ء

(جواب ۸۳) یہ ترجمہ غلط ہے اور قرآن پاک کے مفہوم کی تحریف ہے انما کلمہ حصر ہے جس کے ترجمہ کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ جس جملہ پر یہ داخل ہو اس میں خبر یا مسند کا مبتدا یا مسند الیہ کے لئے ثبوت لازم اور ضروری ہوتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے انما ہو الہ واحد -ہو کی ضمیر کا مرجع اللہ ہے اور معنی یہ ہوئے ضروری طور پر اللہ تنہا معبود ہے اور دوسری جگہ فرمایا انما الھکم الہ واحد یعنی ضروری طور پر تمہارا معبود ایک ہے اس کلمہ کا ترجمہ اہل علم جز ایں نیست کے ساتھ کرتے تھے ایسے ہی آیت کریمہ انما انا بشر مثلکم کا ترجمہ یہ ہے ضروری طور پر میں بشر ہوں مثل تمہارے۔ یعنی بشریت میں تمہاری طرح ماں باپ سے پیدا ہوا ہوں کھاتا پیتا سوتا جاگتا بول و براز کرتا بولتا چالتا چلتا پھرتا ہوں (۲)

اس لفظ میں ما نفی کے معنی میں نہیں دیتا۔ ورنہ انما ہو الہ واحد کے معنی یہ ہو جائیں گے تحقیق نہیں وہ (یعنی اللہ) ایک معبود اور انما الھکم الہ واحد کے معنی یہ ہوں گے تحقیق نہیں معبود تمہارا ایک معبود اور یہ دونوں معنی کفر کو مستلزم ہیں پس جو شخص کہ انما انا بشر مثلکم کا ترجمہ یوں کرتا ہے کہ تحقیق نہیں میں بشر مانند تمہارے وہ قرآن مجید کی تحریف کرتا ہے اس کی امامت بھی

---

(۱) الکھف ۱۱۰

(۲) قل لھولاء المشرکین یا محمد انما انا بشر مثلکم من بنی آدم لا علم لی الا ما علمنی اللہ و ان اللہ یوحی الی ان معبودکم الذی یجب علیکم ان تعبدوہ ولا تشرکوا بہ شیئا معبود واحد (جامع البیان للطبری' الکھف ۱۱۰ ۱۶ / ۳۱ ط بیروت لبنان)

درست ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی

آیت " وات ذالقربی حقہ الخ وبالوالدین احسانًا" (الآیۃ) وغیرہ کی تفسیر

(سوال) آیت ذیل کا مطلب وضاحت کے ساتھ مع اس کی تفسیر کے بیان فرمائیں؟

(۱) وآت ذاالقربی حقہ والمسکین (۲) الخ (۲) وبالوالدین احسانا و بذی القربی والیتامی و المساکین (۳) الخ (۳) واذا حضر القسمۃ اولو القربی والیتا می والمساکین فارزقوھم منہ وقولوا لھم قولاً معروفا (۴) (٤) وات ذاالقربی حقہ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا –

ب یہ عام بات ہے کہ غیر لوگ آتے ہیں زکوۃ خیرات چندہ وغیرہ خوشامد درآمد سے وصول کر لیتے ہیں اور دینے والے صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اگر ہمارا نام صف اول میں ہوگا تو ہم اور دیں گے مگر اپنے عزیزان کا منہ دیکھتے رہتے ہیں حالانکہ صاحب مال کو یہ معلوم رہتا ہے کہ ہمارے عزیز قرضدار ہیں ضرورت مند ہیں لیکن وہ ان کو خیال میں نہیں لاتے حالانکہ جو پوزیشن خاندانی ان کی ہے وہی ان کی ہے فرق اتنا ہے کہ وہ صاحب مال ہیں اور یہ بے مال وزر ہیں شرم وحیا کے مارے زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ان کو حقیر سمجھا جاتا ہے دعوت وسلام میں گریز کیا جاتا ہے۔ اگر کسی رشتہ دار کو ملازم رکھ لیں تو اس کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے کہ غیر ملازمان سے بھی نہیں کرتے۔ اس پر بھی بس نہیں ہوتا تو طعن و تشنیع وغیرہ سے بھی گریز نہیں کرتے کاش ہوں یا خورد سب ہی سے ایک طرح کا ہی برتاؤ کرتے ہیں کیا اسلام کے لوگوں نے یہی معنی اخذ کئے ہیں؟

(نوٹ) صاحب مال کو چاہئے کہ وہ خود اپنے عزیزوں کو جو کچھ دینا ہے دے یا ضرورت مند کو چاہئے کہ وہ سوال کرے حالانکہ صاحب مال جانتا ہے؟

المستفتی نمبر ۲۷۰۲ محمد سرور ولد حمید اللہ صاحب (جہلم) ۷ا محرم ۱۳۶۱ھ مطابق ۴ فروری ۱۹۴۲ء

(جواب ۸٤) ان آیت کریمہ میں ذوی القربیٰ اور مساکین اور مسافر کا ذکر ہے ذوی القربیٰ سے کنبہ کے لوگ مراد ہیں قریب وبعید ہونے کے لحاظ سے ان کے درجات مختلف ہیں ان کے حقوق بھی مختلف ہیں بعض کے حقوق مؤکد اور مقدم ہیں اور بعض کے مستحب اور مؤخر ہیں مثلاً مستطیع پر اس کی اولاد اور

---

(۱) (ویکرہ امامتہ) مبتدع ای صاحب بدعۃ وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول (تنویر الابصار و شرحہ مع رد المحتار' باب الامامۃ ۱/ ۵٦۰ ط سعید)
(۲) بنی اسرائیل ۲٦
(۳) النساء : ۳٦
(٤) النساء : ۸

ماں باپ کا نفقہ واجب ہے۔(۱) مگر ایسے شخص پر جویا تو اولاد کو نفقہ دے سکتا ہے یا ماں باپ کو یعنی دونوں کو دینے کی استطاعت نہیں رکھتا اولاد کا نفقہ مقدم ہے(۲)

صدقات واجبہ یعنی زکوۃ فطرہ عشر کفارہ اپنے اصول و فروع کو نہیں دے سکتا ان کے علاوہ باقی تمام قرابت داروں کو جب کہ وہ مسکین ہوں دے سکتا ہے بلکہ اجنبی مسکینوں سے انکا حق مقدم ہے(۳)

صاحب مال کو جب علم ہو کہ اس کے کنبے میں غریب اور حاجت مند لوگ ہیں تو اس کو خود ان کو دینا چاہئیے انکے مانگنے کا انتظار نہ کرنا چاہئیے ضروری نہیں ہے کہ یہ ان کو زکوۃ یا صدقہ جتا کر دے بلکہ جتا کر نہ دینا ہی بہتر ہے کیونکہ زکوۃ صدقہ خیرات کا نام سن کر وہ قبول کرنے سے احتراز کریں گے۔(۴)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

آیت " ان عبادی لیس لك علیهم "الایۃ اور " لا غوینهم اجمعین " میں شبہ تعارض کا رفع

(سوال) قرآن شریف میں حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ میں مذکور ہے کہ ابلیس کو جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا **ان عبادی لیس لك علیهم سلطان** اور خود ابلیس کا اقرار بھی ہے کہ **لا غوینهم اجمعین الا عبادك منهم المخلصین** حضرت آدم و حوا علیہما سلام کے مخلصین میں سے ہونے میں شک نہیں اور صراحۃً یہ بھی مذکور ہے کہ ابلیس نے دونوں کو بھکایا مثلاً **فازلهما الشیطان** وغیرہ اس سے من وجہ سلطان اور اغوا بھی ثابت ہوتا ہے ان آیات کا تعارض رفع فرمائیں۔
المستفتی نمبر ۲۷۸۳ مولوی عبدالحمید۔ مہتمم مدرسہ رشیدیہ لدھیانہ۔ مورخہ ۱۵ نومبر ۱۹۴۲ء

(جواب ۸۵) قرآن مجید میں **ان عبادی لیس لك علیهم سلطان** اس بارے میں صریح ہے کہ شیطان کا مقربین و مخلصین پر قابو اور غلبہ نہیں ہوتا بھکانا یا بھکانے کی کوشش کرنا منفی نہیں ہے اور **لا غوینهم اجمعین الا عبادك منهم المخلصین** (۵) میں استثناء دراصل **لاغوینهم** سے نہیں ہے بلکہ

---

(۱) قال و یجبر لولد الموسر علی نفقة الا بوین المعسرین (عالمگیریہ' لفصل الخامس فی نفقه ذوی الارحام' ۱ ۵٦٤ ط ماجدیه کوئٹہ)(۲) وان کان للرجل اب و ابن صغیر' وهو لا یقدر الا علی نفقة احد هم فالا بن احق (عالمگیریة' الفصل الخامس فی نفقة ذوی الارحام' ۱/۵٦۵ ' ط ماجدیه کوئٹہ)

(۳) ولا الی من بینهما ولاء (تنویر شرحه) و فی الشامیه ای بینه وان علا کابویه و اجداده واجداده من قبله و فرعه وان سفل و قید بالولاء لجوازه لبقیة الا قارب کالا خوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولی لانه صلة و صدقة و فی الظهیریه' و یبدا بالصدقات فی الاقارب' الخ ,رد المحتار' باب المصرف ۲/۳٤٦ ط سعید)

(٤) ومن اعطیٰ مسکیناً دراهم وسماها هبة او قرضاً ونوی الزکاة فانها تجزیه وهو الاصح (عالمگیریه الباب الاول فی تفسیر ها وصفتها و شرائطها' ۱/۱۷۰ ط ماجدیه کوئٹہ)

(۵) الحجرات : ۳۹' ٤۰' ٤۲

اس کے مطاوع سے ہے تقدیر عبارت کی یوں ہے لا غوینهم اجمعين فيكونون من الغاوين الا عبادك منهم المخلصين مگر چونکہ مطاوع مذکور نہیں ہے (گو مراد ہے) اس لئے مستثنیٰ کا اعراب نصب لایا گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے جو لغزش ہوئی وہ ابلیس کے سلطان ور قابو پانے سے نہیں ہوئی بلکہ سہوا ہوئی اسکی شہادت قرآن مجید میں موجود ہے۔ ولقد عهدنا الى آدم من قبل فنسى ولم نجد له عزما فازلهما (۱) میں شیطان کی طرف نسبت اس کی سعی اور کوشش کے اظہار کے لئے کی گئی ہے کہ اس نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر آدم پر قابو نہ پا سکا لیکن آدم سے نسیانا وہ فعل سرزد ہو گیا جو شیطان چاہتا تھا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(۱) آیت " يعيسى انى متوفيك و رافعك " (الآیۃ) کا صحیح معنی۔
(۲) آیت مرج البحرين سے علیؓ اور يخرج منهما اللؤلؤ والمرجان سے حسن و حسین مراد لینا غلط ہے

(از اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) (۱) يعيسى انى متوفيك ورافعك الى و مطهرك الخ (۲) اس آیت میں متوفیک کے کیا معنی ہیں؟

(۲) مرج البحرين يلتقين بينهما برزخ لا يبغيان (۳) يخرج منهما اللولؤ والمرجان (۴) ایک مولوی صاحب نے آیت مذکورہ کی تشریح میں حوالہ تفسیر روح البیان یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت علیؓ و حضرت فاطمہ الزہراؓ ہیں اور آیت ثانی کا تعلق حضرت حسن و حسین سے ہے کیا یہ صحیح ہے؟

(جواب ۸۶) (۱) آیت شریفہ کے معنی یہ ہیں کہ اے عیسیٰ میں ہی تم کو وفات دینے والا ہوں یہود تم کو قتل نہیں کر سکتے جب وقت کا وقت آئے گا تو میں تم کو قبض کروں گا اور تم کو اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تم کو کفار کی تہمت سے پاک کروں گا (۵)

(۲) یہ مطلب لغت اور محاورے کے لحاظ سے نہیں بلکہ ایک تخیل ہے جو کسی طرح حجت نہیں

---

(۱) طه ۱۱۵
(۲) آل عمران ۵۵
(۳) الرحمن: ۱۹، ۲۰
(٤) ایضا ۲۲
(٥) وفي التفسير الكبير للامام الرازي قوله تعالى (انى متوفيك) اى متمم عمرك فحينئذ اتوفاك فلا اتركهم حتى يقتلوك بل انا رافعك الى سمائي و مقربك بملائكتي واصونك عن ان يتمكنوا من قتلك وهذا تاويل حسن. (آل عمران ۵۵، ۸/ ۶۷، ط دار الكتب العلمية تهران)

ہو سکتا(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ

(۱) قرآن مجید میں بعض ایسی آیتیں ہیں جن کا حکم مؤقت تھا۔
(۲) قوانین اسلام مقتضائے عقل کے موافق ہیں۔

(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۳۵ء)

(سوال) (۱) کیا کلام پاک کی کوئی آیت منسوخ الاحکام بھی ہے ؟ یعنی ایک مرتبہ ایک بات کا حکم صادر ہوا اور پھر دوسرے موقعہ پر کلام پاک ہی میں اس کی تردید کر دی گئی ہو (۲) قانون مذہب اسلام کی بنیاد عقل پر ہے یا محض اعتقاد پر ؟

(جواب ۸۷) (۱) ہاں بعض آیتیں ایسی ہیں جن کا حکم موقت تھا اور دوسری آیت کے نازل ہو جانے سے سابقہ آیت کا حکم مرتفع ہو گیا یہ بات نہیں کہ کوئی حکم دیا گیا تھا اور اس کی تردید کر دی گئی بلکہ سابقہ حکم اسی وقت تک کے لئے تھا جب تک دوسری آیت نازل ہو(۲) (۲) اسلامی قانون کی بنیاد قرآن پاک اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات و تعلیمات پر ہے اور تمام اسلامی قانون مقتضائے عقل کے موافق ہے اسلام کا کوئی مسئلہ عقل صحیح ورائے سلیم کے خلاف نہیں البتہ بعض مسائل ایسے دقیق ضرور ہیں کہ عقل کی وہاں تک رسائی نہیں مگر یہ بات نہیں کہ عقل ان کے خلاف کوئی دلیل قائم کر سکتی ہے جیسے محسوسات میں بعض جرم ایسے ہیں کہ قوت بصارت ان کے ادراک سے قاصر ہے مگر ان کا وجود صحیح و ثابت ہے اور خوردبین کے ذریعے سے وہ دیکھے جا سکتے ہیں ایسے ہی معقولات میں بعض مسائل ایسے باریک ہیں کہ عقل بغیر الہام یا وحی کے خوردبین کے انہیں دریافت نہیں کر سکتی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

دوسرا باب
رموز او قاف

قرآن مجید میں مواضع وقف کا حکم

(سوال) ایک شخص اپنے کو قاری واقف تجوید بتاتا ہے مگر وقت تلاوت قرآن مجید او قاف پر وقف نہیں کرتا یعنی آیات و مطلق وغیرہ حتیٰ کہ رکوع پر نیز اختتام سورت پر بھی وقف نہیں کرتا برابر اعراب

---

(۱) بخلاف نحو تاویل البحرین بعلی و فاطمۃ واللؤلؤ والمرجان بالحسن والحسین فانہ من تاویل الجہلۃ الحمقاء کالروافض (مرقاۃ المفاتیح کتاب العلم الفصل الثانی ۱/۲۹۲ ط امدادیہ ملتان)

(۲) فمعنی النسخ عندہم ازالۃ بعض الاوصاف من الایۃ بآیۃ اخری اما بانتہاء مدۃ العمل الخ (الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص ۳۸ مکتبہ خیر کثیر کراچی)

کے ساتھ پڑھے جاتا ہے جب ہم نے ان سے اس کے متعلق کہا کہ متقدمین و متاخرین نے یہ علامتیں مقرر کی ہیں تم اس کے خلاف ہو تو ان کے جواب میں قاری صاحب نے یہ کہا کہ اول تو صحت لفظ آخر حرف کی حرکت سے ہو جانے کی دوسرے علم تجوید دنیا سے مفقود کے قریب ہو چکا ہے صحیح ہم پڑھتے ہیں سوئم یہ کہ قرآن پڑھنے والا مسافر ہے کہ اس کو اپنی منزل پر پہنچنا ہے لہذا اگر تھکا نہ ہو تو اور تھوڑا راستہ طے کرے گا اگر قاری وقف کرے گا تو راستہ طے نہ ہو گا اور اگر برابر چلا جائے تو زیادہ تلاوت کرے گا بال سانس ٹوٹ جائے تو وہیں وقف کرنا اولیٰ واجب ہے ورنہ اور سب فضول ہے وقف لازم وغیرہ کسی وقف کے کرنے کی ضرورت نہیں بنظر غور و خوض سے جواب عنایت فرمائیں ؟

(جواب ۸۸) شخص مذکور فی السوال کا قول غلط ہے اور اس کی تمام دلیلیں باطل ہیں آیات قرآن مجید توقیفی ہیں ان پر وقف کرنا عین اتباع مانزل ہے بعض مقامات میں وقف کرنا ضروری ہے کیونکہ وقف نہ کرنے سے معنی فاسد ہو جاتے ہیں یہ کہنا کہ وقف نہ کرنے سے آخر حرف کی صحت حرکت ہو جانے کی غلط ہے کیونکہ وقف کے موقع پر وقف کرنا ہی صحیح ہے نہ کرنے سے اخلال نظم واقع ہو گا نیز وقف کرنا بھی عرب عرباء کی اسالیب کلام میں داخل ہے پس اسالیب عربیت کی رعایت نہ کرنے کا نام صحت رکھنا ناواقفیت کا نتیجہ ہے اور یہ فرمانا کہ علم تجوید تقریباً مفقود ہو چکا ہے یہ بھی مغالطہ ہے علم تجوید ویسا ہی موجود ہے جیسے پہلے تھا اور اس کی کتابیں اور قواعد تجوید ان کتابوں میں موجود ہیں اگر اس علم کے عاملوں کا وجود کم بھی ہو تاہم علم کا فقدان غلط ہے اوقاف کے قواعد کتب تجوید میں موجود ہیں جو شخص مذکور کی بات کی صریح تغلیط کرتے ہیں قرآن پڑھنے والے کا مثل مسافر کے ہونا مسلم لیکن یہ کون عقل مند کہہ سکتا ہے کہ مسافر کو حالت سفر میں ٹھہرنے اور توقف کرنے کے مواقع میں بھی ٹھہرنا نہ چاہئے مثلاً کھانے پینے یا دیگر ضروریات کے لئے وغیرہ وغیرہ جو مواقع کہ وقف کے لئے مقرر کئے ہیں وہ وہی ہیں جہاں ٹھہرنا مناسب یا ضروری ہے (۱) واللہ اعلم　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

"غشاوة" پر سانس ٹوٹنے میں " ولهم" سے ابتداء کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں.

(سوال) اگر سانس ٹوٹ جائے یا کسی اور عذر کی وجہ سے **"غشاوة"** پر وقف کر دیا اور **"ولهم"** کو علیحدہ پڑھ دیا تو جائز ہے یا نہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۱۱۵۱ نذیر احمد (ضلع منٹگمری ' پنجاب) ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۹ اگست ۱۹۳۶ء

---

(۱) قال النحاس فهذا الحديث يدل على انهم كانوا يتعلمون الاوقاف كما يتعلمون القرآن و قول ابن عمرؓ لقد عشنا برهة من دهرنا " يدل على ان ذلك اجماع من الصحابة ثابت و عن على في قوله تعالى " و رتل القرآن ترتيلا قال الترتيل تجويد الحروف و معرفة الوقف قال ابن الانبارى من تمام معرفة القرآن معرفة الوقف والابتداء (الاتقان في علوم القرآن نوع الثامن والعشرون في معرفة الوقف والابتداء ۸۳/۱ ط سهيل اكيڈمی لاہور)

(جواب ۸۹) سانس ٹوٹنے یا کسی اور عذر سے "غشاوة" پر وقف کر دینا اور "ولهم" کو علیحدہ پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ایسے لفظ پر سانس ٹوٹے جہاں وقف نہ ہو تو اعادہ افضل ہے

(سوال) اگر کسی لفظ پر سانس ٹوٹ جائے اور وہاں وقف نہ ہو تو اس لفظ کا دوبارہ لوٹانا کیسا ہے ؟
(جواب ۹۰) سانس ٹوٹ جائے تو اس لفظ کو جس پر سانس ٹوٹا ہے اور وقف نہیں ہے' دوبارہ پڑھ لینا بہتر ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(سوال) ایضاً
(جواب ۹۱ از استفتاء دیگر) سانس ایسی جگہ ٹوٹ جائے کہ وہاں وقف نہ ہو تو اوپر سے ملا کر پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تیسرا باب
مخارج حروف

ضاد اکثر صفات میں ظاء کا مشابہ ہے لیکن مستقل حرف ہے۔

(سوال) (۱) حرف ضاد کا مشتبہ الصوت بظ جو کہ اکثر کتابوں میں اور زندہ قاریوں کے فتوے میں مصرح ہے تو اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ صورت صفائی میں تشابہ ہے سننے میں ظا کی آواز کے مشابہ نہ ہو گا اس دعوی میں یہ بھی دلیل پیش کرتے ہیں کہ مفتی کفایت اللہ صاحب استاد کل ہیں تشابہ کے قائل ہیں اور اس کا قرات یہ تھا کہ اس کا ضاد سننے میں ظ کے ہرگز قریب نہ تھا۔
(۲) حرف ضاد اگر سننے میں نہ دال ہو نہ دال مفخم ہو نہ دال کے مشابہ ہو نہ مخلوط بدال ہو نہ مشابہ بالظا ہو بلکہ مستقل صوت ہو یہ صحیح ہے۔

---

(۱) و فی النشر لابن الجزری لما لم یمکن للقاری ان یقرأ سورة او القصة فی نفس واحد' ولم یجز التنفس بین کلمتین حالة الوصل بل ذلك كالتنفس فی اثناء لکلمة' وجب حینئذ اختیار وقفة للتنفس والا ستراحة و تعین ارتضاء وابتداء و بعده و یتحتم ان لا یکون ذلك مما یحیل المعنیٰ ولا یخل بالفهم (الاتقان فی علوم القرآن' النوع الثامن والعشرون فی معرفة الوقف والابتداء' ۱/۸۳ ط سهیل اکیدمی' لاهور)
(۲) وقال ابن الانباری الوقف علی ثلاثه اوجه . تام' وحسن و قبیح والحسن الذی یحسن الوقف علیه ولا یحسن الابتداء بما بعده کقوله ، الحمد لله' لان الابتداء بقوله رب العلمین' لا یحسن بکونه صفة لما قبله (الاتقان فی علوم القرآن' النوع الثامن والعشرون' ۱/۸۴ ط سهیل اکیدمی'لاهور)
(۳) حواله بالا

(۳) فتاوی سعدیہ ص ۴۴ میں مفتی سعد اللہ فرماتے ہیں کہ "حال دال و ضاد مثل صاد صاحات و طاتے طالحات کہ ہر کسے فرق بینہما بلا مشقت حاصل تواں کرد و زبان وقت ادائے ہر یکے بر دیگرے لغزش نہ کند نیست الخ" اس کا کیا مطلب ہے؟ یہ ضاد صحیحہ اور دال کے درمیان کی نسبت کا ذکر ہے یا ضاد غیر صحیحہ اور دال کے درمیان ہے؟

(۴) مولانا رشید احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ دال پُر خود کوئی مستقل حرف نہیں بلکہ وہی ضاد ہے ضاد کے ہی مخرج سے پورے طور ادا نہ ہوا تو کیا ان کے کلام سے وہی ضاد ہے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ ضاد جو کہ سمع میں دال کے مشابہ ہے اور ظا کے مشابہ نہیں صحیح ہے؟ (فتاوی رشیدیہ حصہ سوم ص ۹۳-۹۴)

(۵) دال پر کی آواز میں پڑھنے والے کی نماز صحیح لکھا ہے قاری کی نماز بھی اس کے پیچھے صحیح لکھا ہے قصد و غیر قصد کا ذکر نہیں اس کی وضاحت فرمادیں۔ المستفتی نمبر ۳۳ خان محمد بنوری متعلم مدرسہ امینیہ دہلی ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۲ھ مطابق ۲ ستمبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۹۲) (۱) کتب تجوید میں جو لکھا ہے اور قرائے موجودین جو فرماتے ہیں کہ ضاد صفات میں ظا کے مشابہ ہے یہ صحیح ہے مگر ظاہر ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ضاد مستقل اور ظا ست جداگانہ حرف ہے ادا کے وقت سماع میں بھی اسکو ظا سے علیحدہ آواز میں مسموع ہونا چاہئے یہ دوسری بات ہے کہ اس کی آواز میں ظا کی آواز کے ساتھ مشابہت پائی جائے (۱) جس آواز کو دال مفخم کی آواز سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ محض برائے تفہیم ہے ورنہ دال مفخم کوئی حرف نہیں اور نہ اس کی کوئی آواز ہے ضاد کی ادا دو قسم کی آواز سے کی جاتی ہے ایک آواز تو بالکل ظا کی آواز ہوتی ہے اور دوسری وہ آواز ہے جو نہ ظا کی طرح ہے نہ دال کی طرح اس کو بوجہ اس کے مستقل نام نہ موجود ہونے کے دال مفخم کی آواز سے بغرض تعبیر کر دیتے ہیں وہ ضاد ہی کی آواز ہے جو مختلف ادا کرنے والوں کی قوت ادا کے اختلاف کی وجہ سے بیشمار مراتب و مدارج رکھتی ہے بعض مراتب میں وہ صحیح ضاد اور بعض میں اقرب الی الصحۃ اور بعض میں قریب الی الصحۃ اور بعض میں غلط اور بعض میں اقرب الی الغلط ہو جاتی ہے مگر بہر صورت وہ ضاد ادا کرنے کی نیت سے ادا کی جائے تو اقرب الی الصواب ہے۔ (۲)

(۲) بیشک ضاد مستقل حرف ہے اور اس کے لئے مستقل صوت ہے نہ وہ دال ہے نہ ظا۔ اور جسے دال مفخم کی آواز کہا جاتا ہے وہ ضاد کو ادا کرنے کی نیت سے مستقل آواز ہے جو دال سے بالکل جدا ہے اور صفات ظا کی حامل ہے (۳)

---

(۱) والضاد والظاء اشترکا صفۃ جہرا و رخاوۃ و استعلاء و اطباقا وافترقا مخرجا وانفردت الضاد بالاستطالۃ (الاتقان فی علوم القرآن، فصل من المہمات تجوید القرآن ۱/۱۰۱ ط سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) المختار عندنا ان اشتباہ الضاد بالظاء لا یبطل الصلوۃ و یدل علی ان المشابہۃ حاصلۃ بینہما جدا والتمییز عسر فوجب ان یسقط التکلیف (التفسیر الکبیر المسالۃ العاشرۃ ۱/۲۶۷ ط دار الکتب العلمیہ تہران)

(۳) حصل فی الضاد انبساط لاجل رخاوتہا و بہذا السبب یقرب مخرجہ من مخرج الظاء الخ (التفسیر الکبیر المسالۃ العاشرۃ ۱/۶۳ ط دار الکتب العلمیہ تہران)

(۳) یہ عوام کے ضاد اور دال کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ بسا اوقات اس کو دال خالص کی آواز سے ادا کرتے ہیں بالخصوص جب کہ وہ کلمہ کا ابتدائی حرف ہو اور مکسور ہو۔ مثلاً ضدا کہ عوام اس کو خالص دِدا پڑھ دیتے ہیں۔

(۴۔۵) حضرت مولانا رشید احمد کا یہ فرمانا کہ دال پُر کوئی حرف نہیں ہے صحیح ہے اور جس آواز کو دال پُر کی آواز سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ دال نہیں ہے بلکہ ضاد ہے جو اپنے مخرج سے پورا ادا ہونے کی صورت میں صفات ظا کا حامل ہوتا ہے اور نہ ہونے کی صورت میں اس کو تفہیم کے لئے دال پر سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ اس آواز کو اور کسی لفظ سے تعبیر کرنا دشوار تھا (ایسے شخص کی اپنی نماز بھی صحیح ہے اور اس کی اقتدا بھی درست ہے اور اگر کوئی قاری مجود ضاد کو اپنے صحیح مخرج سے ادا کرے اور بوجہ صفات ظا کا حامل ہونے کے اس کی آواز ظا کے مشابہ مسموع ہو وہ بھی درست ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

"ضاد" کو مشابہ "ظاء" پڑھنا درست ہے یا دال پُر پڑھنا.

(سوال) حرف ضاد کو مشابہ ظا پڑھنا درست ہے یا دال پُر پڑھنا درست ہے نیز کس طرح ادائیگی سے نماز درست ہوگی اور کس طرح ادائیگی سے فاسد ہوگی ؟ المستفتی نمبر ۲۸۴ قاری امیر احمد صاحب۔ امام مسجد مور سرائے دہلی ۲۹ محرم ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۳۴ء

(جواب) (از قاری محی الاسلام پانی پتی) حرف ضاد اکثر صفت میں ظا سے مشابہ ہے لیکن مخرج میں ظا سے قطعاً جدا اور صفت استطالۃ کی بنا پر صفتہً بھی ممتاز ہے(۳) صحیح یہ ہے کہ ضاد کو حافہ لسان یعنی زبان کی کروٹ اور اضراس سے ادا کیا جائے اس کی صورت میں تشابہ بظا ضرور ہوتا ہے مگر عینیت نہیں ہوتی۔(۴) ضاد کے ادا کرنے والوں کی کئی حالتیں ہیں بعض آدمی اس کو اس کے مخرج سے برعایت صفات صحیح ادا کرتے ہیں اور بعض غلط ان میں سے جو لوگ ادا پر قادر نہیں ہوتے یا ان کو سکھنے والا نہیں ملتا وہ معذور ہیں اور جو لوگ صحیح ادا کر سکتے ہیں مگر نہیں کرتے یا سیکھ سکتے ہیں مگر نہیں سیکھتے وہ خاطی ہیں غلط پڑھنے والوں میں سے بعض آدمی زبان کی نوک اور سامنے کے دانتوں کے سر (یعنی ظا کے مخرج) سے ادا

---

(۱) حصل فی الضاد انبساط لا جل رخاوتها و بهذا السبب یقرب مخرجه من مخرج الظاء الخ (التفسیر الکبیر المسألة العاشرة ۱/ ۷۶۳ ط دار الکتب العربیه تهران)

(۲) وان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقة کالظاء مع الضاد و الصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشایخ قال اکثرهم لا تفسد صلاته (عالمگیریه: الفصل الخامس فی زلة القاری ۱/ ۷۹ ط ماجدیه کوئته)

(۳) والضاد والظاء اشترکا صفة جهراً و رخاوة واستعلاء واطباقاً وافترقا مخرجاً وانفردت الضاد بالاستطالة (الاتقان فی علوم القرآن فصل فی المهمات تحوید القرآن ۱/ ۱۰۱ ط سهیل اکیدمی لاهور)

(٤) ان الظاء وان کان مخرجه من بین طرف اللسان واطراف الثنایا العلیاء ومخرج الضاد من اول حافة اللسان وما یلیها من الاضراس الا انه حصل فی الضاد انبساط لاجل رخاوتها الخ (التفسیر الکبیر المسئلة العاشرة ۱/ ۷۶۲ ط دار الکتب العلمیه تهران)

کرتے ہیں جو بین ظا ہو جاتا ہے یہ غلط ہے اور بعض آدمی زبان کی نوک اور سامنے کے دانتوں کی جڑ (یعنی دال کے مخرج) سے ادا کرتے ہیں یہ دال بن جاتا ہے جو غلط تر ہے اگرچہ پُر ہو۔ خلاصہ یہ کہ ضاد صحیح ایک ممتاز حرف ہے مگر ظا سے صفاتی تشابہ ضرور رکھتا ہے(۱) اور دال سے اس کو بہت بعد ہے یہ حضرات علماء بتلا سکتے ہیں کہ نماز کس سے درست ہوتی ہے اور کس سے غلط۔ واللہ اعلم بالصواب۔ خاکسار ابو محمد محی الاسلام عفی عنہ پانی پتی۔ دولت خانہ حضرت مولانا قاری محمد اسحٰق صاحب مدظلہ دہلی۔ ۲۸ محرم ۱۳۵۳ھ - **ما اجاب المجیب اللبیب فھو حق صحیح و بالقبول حقیق احقر محمد اسحاق عفی عنہ میرٹھی مہر**

(جواب ۹۳) از حضرت مفتی اعظمؒ۔ جو لوگ قصداً خالص ظا پڑھیں یا خالص دال پڑھیں ان کی نماز نہیں ہوگی اور جو ادائے صحیح کا قصد کریں مگر صحیح ادا نہ کر سکنے کی وجہ سے مشابہ بظا مسموع ہو یا دال پُر سنائی دے(۲) ان دونوں کی نماز درست ہو جاتی ہے مشابہ بظا پڑھنے والوں کے ادا اقرب الی الصحۃ ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

الجواب صحیح حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

(جواب) (از مولوی قاری سید طاہر حسن) امام عیدگاہ دہلی۔ حرف (ض) کے متعلق ایک فتویٰ اور بھی ہو چکا ہے جو جمعیۃ القراء والحفاظ دہلی کی جانب سے شائع ہوا ہے جس پر اکثر علماء و قراء کے مفصل بیان اور دستخط ثبت ہیں وہ قابل ملاحظہ ہے خلاصہ یہ ہے کہ اس کو مخرج سے ادا کرنا نہایت مشکل ہے جن حضرات سے اس کا مخرج پورا ادا نہ ہو اسکو اہل فن سے حاصل کرنا ضروری ہے باوجود کوشش کے پھر بھی ادا نہ ہو سکے تو معذوری خیال کی جائے گی اور نماز درست ہو جائے گی(۳) احقر الزمن سید طاہر حسن عفی عنہ شاہی امام عیدگاہ دہلی - ۲۹ محرم ۵۳ء

الجواب صحیح۔ احقر محمد یوسف عفی عنہ۔ ناظم اعلیٰ جمعیۃ القراء والحفاظ دہلی
الجواب صحیح۔ حفیظ الدین احمد امام مسجد رنگریزاں۔ باڑہ ہندو راؤ۔ دہلی

---

(۱) الصاد والظاء اشترکا صفۃ جہراً ورخوۃ و استعلاءً و اطباقاً وافترقا مخرجاً و انفردت الصاد بالا ستطالہ (الاتقان فی علوم القرآن، فصل من المہمات تجوید القرآن ۱/۱۰۱ ط سہیل اکیڈمی لاہور)

(۲) وفی خزانۃ الاکمل قال القاضی ابو عاصم ان تعمد ذلک تفسد، وان جریٰ علی لسانہ اولا یعرف التمییز لا تفسد وھو المختار حلیہ و فی البزازیہ وھو اعدل الا قاویل وھو المختار (ردالمحتار، مطلب مسائل زلۃ القاری ۱/ ۶۳۳ ط سعید)

(۳) وان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقۃ کالظاء مع الصاد قال اکثرھم لا تفسد صلاتہ - ومن لایعرف بعض الحروف ینبغی ان یجہد ولا یعذر فی ذلک، فان کان لا ینطق لسانہ فی بعض الحروف ان لم یجد آیۃ لیس فیہا تلک الحروف تجوز صلاتہ (عالمگیریہ الباب الخامس فی زلۃ القاری ۱/ ۷۹، ط ماجدیہ کوئٹہ)

"ضاد" کردار صفات میں مشابہ "ظاء" کے ہے "ضاد" کو "دال پر" پڑھنے والے کی نماز بھی صحیح ہوگی

(سوال) ضاد مشابہ بالصوت ظاء کے ہے یا مشابہ بالصوت دال کے کس صورت میں نماز فاسد ہوگی مولانا عبدالحی لکھنوی فتاوی جلدی اول ص ۱۹۵ پر لکھتے ہیں کہ "مشابہ بالدال پڑھنے سے نماز باتفاق علما فاسد ہو جاتی ہے اور مشابہ بظا پڑھنے سے اکثروں کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی" یہ صحیح ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۲۹۳ مولوی محمد سعید (سکھر ضلع اٹک) ۱۴ صفر ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۹ مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۹۴) ضاد جب اپنے مخرج سے صحیح ادا ہو تو وہ ظا کے مشابہ ہوتا ہے لیکن عام طور پر جو دال پر کے مشابہ ادا کرتے ہیں یہ اسی ضاد کی بگڑی ہوئی ادا ہے اور جو لوگ کہ بالکل ظا کی آواز سے پڑھ دیتے ہیں وہ بھی صحیح نہیں لہذا دال پر کی آواز پڑھنے والے اور مشابہ بظا پڑھنے والے دونوں کی نماز صحیح ہو جاتی ہے ' اس میں جھگڑا فساد نہ کرنا چاہئے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

"ضاد" کو مشابہ "ظاء" پڑھنے والے کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے

(سوال) ضاد کو مشابہ بظاء پڑھنے والے کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۵۷۱ عبدالرشید (ضلع سلہٹ) ۱۱ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۲ اگست ۱۹۳۵ء

(جواب ۹۵) جو لوگ کہ ضاد کو اس کے اصل مخرج سے ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور سننے والے ان کی ادا میں صوت مشابہ بظ سنتے ہیں ان کی ادا صحیح ہے اور جو لوگ اصل مخرج سے ادا کرنے کی کوشش میں اس طرح پڑھتے ہیں کہ سننے والے کو دال مفخم کی آواز سنائی دیتی ہے یہ بھی درست ہے وہ بھی ضاد ہی کی آواز ہے کیونکہ صرف دال میں درحقیقت تفخیم کی صلاحیت ہی نہیں ہے مگر ان دونوں اداؤں میں وہ ادا جس میں صوت مشابہ بظا مسموع ہوتی ہے اقرب الی الصحتہ ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ۔

"ضاد" صحیح طور پر مخرج سے ادا کیا جائے تو مشابہ "ظاء" ہوگی یا نہ ؟
ضاد کو مشابہ دال پڑھنا کیسا ہے ؟

(سوال) حرف (ض) کو اگر صحیح طور پر ادا کیا جائے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے قراء مجودین اور حفاظ متقنین کے صدور میں ہم تک پہنچا ہے تو اس کی آواز مانند آواز ظائے معجمہ کے ہوگی یا نہیں نیز آج کل عام طور پر حرف (ض) کو دال مفخم یا مشابہ دال کے پڑھتے ہیں اور عوام کالانعام سے کیا شکایت بہت سے

---

(۱) المحتار عندنا ان اشتباہ الضاد بالظاء لا یبطل الصلوٰۃ' ویدل علی ان المشابھۃ حاصلۃ بینھما جداً والتمییز عسر فوجب ان یسقط التکلیف (التفسیر الکبیر ۔ المسألۃ العاشرۃ' ۱/ ۶۲ ط ' دار الکتب العربیہ' تھران)

(۲) مرجع سابق

علماء اتقیا بھی ہماد ر یغ بغیر تحقیق ہر ایک کے پیچھے نماز پڑھتے رہتے ہیں موجودہ زمانے کے رسائل کو جب ہم نے غور سے مطالعہ کیا جیسا کہ رسالہ الاقتصاد فی الضاد یا الارشاد فی الضاد وغیر ذلک تو ہم نے حوالہ کتب معتبرہ تجوید و فقہ و تفسیر و صرف کے مصرح پایا کہ حرف (ض) صحیحہ عربیہ صوت اور سمع میں ظاء کے مانند ہے اور غیر اس کے دال مفخمہ یا مشابہ دال کے جو کہ آج کل مروج ہے غلط اور لحن جلی قرار دیا ہے برائے نمونہ عبارت جہد المقل نقل کی جاتی ہے۔ فان لفظت بالضاد فان جعلت مخرجها من حافة اللسان مع ما يليهامن الاضراس بدون اكمال حصر الصوت واغلبت لها الاطباق والتفخيم الوسطين و التفشى القليل فهذا هو الحق المؤيد بكلمات ائمة التجويد والتصريف فى كتبهم و يشبه صوتها حينئذٍ صوت الظاء المعجمة بالضرورة وما ذابعد الحق الا الضلال اور جہد المقل کے منہیہ پر عبارت شعلہ (فارسی) کی یہ ہے : واما اقول لو كان حق اداء الضاد المعجمة كالدال المهملة المطبقة اوالدال الخالصة كما هو الدائع بين اكثر الناس من الخواص والعوام فى زماننا هذا يقدر عليه الشارع فى اول الشروع ولا يتعسر على احد فما اسعدزماننا بعد زمان صاحب الرعاية بثمان مائة و ستين سنة انتهى اب ہم حیران ہیں کہ اگر دین کی کتابوں کو دیکھیں تو حرف (ض) صحیحہ عربیہ آواز میں مانند ظا کے معلوم ہوتا ہے اور اگر چودھویں صدی کے عمل کو دیکھتے ہیں تو مشابہ دال کے پڑھتے ہیں لہذا یہ بات قابل دریافت ہے کہ اگر ضاد مروجہ یعنی مشابہ دال کی صحت کسی کتاب میں کتب دین سے ہو تو براہ کرم نام کتاب مع عبارت درج استفتا فرمادیں اور اگر نہیں تو جو صحیح حرف ہے اس کی ترویج و اشاعت میں عضو علیها بالنواجذ کا مصداق بن جائیں حدیث میں ہے کہ جو شخص ایک سنت کو میری سنتوں میں سے بعد اماتت کے رائج کرے تو اس کے واسطے اتنا ثواب ہے۔

المستفتی نمبر ۱۱۸ سید خلیل احمد شاہ (ضلع مظفر گڑھ) ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۵ مارچ ۱۹۳۶ء

(جواب) (از مولانا غلام رسول ہوی) ہو اموفق لصواب۔ حرف (ض) کو اگر صحیح ادا کیا جائے تو ضرور اس کی آواز مانند آواز ظاء کے ہوگی کیونکہ ان سب میں باہم سخت مشابہت ہے تفسیر کبیر (۱) جلد اول میں ہے۔ والمختار عندنا ان اشتباه الضاد بالظاء لا يبطل الصلوة و يدل عليه ان المشابهة حاصلة بينهما جدًا و التمييز عسير فوجب ان يسقط التكليف بالفرق دوسری جگہ اس جلد میں ہے فثبت بما ذكرنا ان المشابهة بين الضاد والظاء شديدة والتمييز عسير فنقول لو كان هذا الفرق معتبر الوقع السوال عنه فى زمان رسول الله ﷺ او فى ازمنة الصحابة لا سيما عند دخول العجم فى الاسلام فلما لم ينقل وقوع السوال عن هذه المسئلة علمنا ان

(۱) المسألة العاشرة ۶۲/۱ ط دار الكتب العلمية تهران

التمییز بین ھذین الحرفین لیس فی محل التکلیف اور شیخ احمد مکی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے.
لو ابدل الضاد بغیر ظاء لم یصح قرأته قطعا فعلم من ھذاانه لم یقع خلاف فی ابدالھاد الا کما وقع فی الظاء فالنطق بھا دالاً لم یقل احد بصحته (۱) اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے مجموعۃ الفتاوی (۲) میں پوری تحقیق اس مسئلہ میں کی ہے جو شخص دیکھنا چاہے دیکھ سکتا ہے وما علینا الا البلاغ فقط کتبہ غلام رسول ہوی۔ سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی ھذا الجواب ھو الصحیح العبد محمد صدیق بقلم خود اصاب المجیب فیما اجاب بارك الله فی علمه و عمله سلطان محمود بقلم خود عفا عنه

(جواب ۹۶) (از حضرت مفتی اعظمؒ) یہ صحیح ہے کہ ضاد کی آواز صحت ادا کی صورت میں ظا کے مشابہ ہوتی ہے (۳) اور صحت ادا نہ ہو تو یہ آواز ایک ایسی آواز ہو جاتی ہے کہ وہ نہ ظا کی آواز ہوتی ہے نہ دال کی اور جو شخص صحت ادا پر قادر ہو اس کو صحیح ادا کرنی چاہئیے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(جواب ۹۷ دیگر ۸۵۶) ضاد کو جب صحیح طور پر اپنے مخرج سے ادا کیا جائے تو اس کی آواز ظاء کے مشابہ ہے اس لئے جو لوگ کہ اس کو مشتبہ الصوت بظا پڑھتے ہیں وہ غلط نہیں ہے ہاں جو خالص ظا پڑھیں تو وہ غلط ہے اور خالص دال کی آواز سے پڑھنا جیسے اکثر عوام پڑھتے ہیں یہ بھی غلط ہے (۴)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' ۲۱ محرم ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۴ اپریل ۱۹۳۶ء

غیر المغضوب یا ولا الضالین میں ضاد کو قصداً ظاء پڑھنا غلط ہے' صحیح ادا کیا جائے تو مشابہ ظاء ہوگی

(سوال) قرآن پاک میں غیر المغضوب یا ولاالضالین ظا کے ساتھ قصداً اور دال پر کے ساتھ پڑھنا اور مقصود غیر المغضوب کو ادا کرنا ہے اور مروج یعنی دال پر ہے اور ظا سے فتنہ پیدا ہوتا ہے اب دونوں جائز ہیں یا ایک اور اگر ایک جائز ہے تو کون سا جائز ہے اور اگر ناجائز کو کوئی پڑھے تو کیا سزا ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۱۷۵ اکرم خاں طالب علم مسجد چوری خیل (صوبہ سرحد) ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۸ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۹۸) ضاد کو ظاپڑھنا غلط ہے اسی طرح دال پڑھنا بھی غلط ہے ضاد اگر اپنے مخرج سے صحیح طور پر ادا ہو تو اس کی آواز ظا کے مشابہ ہوتی ہے دال پر جسے کہا جاتا ہے وہ بھی ضاد کی آواز ہے اور ضاد ادا

---

(۱) فتاوی حدیثیه ص ۲۰۹ ط مصر
(۲) ۱ / ۸۱ تا ۸۷ ط سهیل اکیدمی لاهور
(۳) والضاد والظاء شترکا صفة جهر اور خوة واستعلاء و اطباقاً و افترقا مخرجاً و انفردت الضاد بالا ستطالة (الاتقان فی علوم القرآن فصل فی المهمات ۱ / ۱۰۱ ط سهیل اکیدمی لاهور)
(۴) حواله بالا

کرنے کی نیت سے ہی آواز نکالی جاتی ہے لہذا دونوں فریق ایک دوسرے پر اعتراض کرنے کا حق نہیں رکھتے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(جواب ۹۹ دیگر ۱٤٥٥) ضاد اپنے مخرج و صفات میں ظا کے قریب اور مشتبہ الصوت ظا ہے یہ بات تمام تجوید کی کتابوں میں مذکور ہے اور فقہ حنفی میں بھی اسی طرح مرقوم ہے(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' ۹ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۹۳۷ء

"ضاد" کو خالص "ظا" یا "دال" پڑھنا غلط ہے۔

(سوال) عام طور سے بعض جگہ ضاد کو مشابہ بمخرج دال پڑھتے ہیں جیسا کہ رضی اللہ عنہ کو ردی اللہ عنہ ولا الضالین کو ولا الدالین اور عید الضحی کو عید الدحی وغیرہ مگر اکثر مقامات پر ضاد کو ضاد ہی پڑھتے ہیں مثلاً ماہ رمضان کو رمدان حضرت کو حدرت اور مرض کو مرد نہیں کہتے اور رضی اللہ عنہ کو ردی اللہ عنہ کہتے ہیں تو معنی ہی بدل جاتے ہیں رد کے معنی پھیرنا انکار شوخی وغیرہ کے ہیں اگرچہ اس کے یہ معنی نہیں لیتے مگر ظاہر میں ردی اللہ کہنا کریہہ ہے رسالہ زینت القاری میں لکھا ہے کہ ہم لوگوں میں یہ ایک ایسی وبا پھیل گئی ہے کہ ضاد کو داد پڑھتے ہیں اور باوجودیکہ ضاد کا تلفظ ظ سے ملتا ہوا ہے دال سے نہیں ملتا جیسا کہ تمام تفاسیر اور کتب قرأت مثلاً فتح العزیز اور فتح القدیر نیز اتقان وغیرہ میں لکھا ہے کہ ض ظ سے ملتا ہوا حرف ہے دال سے ملتا ہوا نہیں ہے لہذا ضاد کو داد پڑھنا غلط ہے۔
المستفتی نمبر ۱۵۲۹ مدیر راہ نجات (کاٹھیاواڑ) ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۴ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰۰) یہ صحیح ہے کہ حرف ضاد کو دال کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ کہ وہ ظا کے ساتھ اپنی اکثر صفات میں مشابہ ہے مگر ظاء سے بھی وہ جداگانہ حقیقت رکھتا ہے پس جو شخص اس کو خالص ظا پڑھے وہ اور جو شخص خالص دال پڑھے وہ دونوں تبدیل حرف کی مرتکب ہیں اور جو شخص ضاد کو ادا کرنے کے قصد سے پڑھے اور اس کی آواز دال پر کی نکلے یا ظا کے مشابہ نکلے ان دونوں کی نماز صحیح ہوگی اور ظا کے مشابہ پڑھنے والا اقرب الی الصحۃ ہوگا(۳) اور خالص دال کی آواز سے ادا کرنا غلط ہے دال پر جس آواز کو ہم نے کہا ہے وہ ضاد کی بگڑی ہوئی آواز ہے کیونکہ دال میں فی حد ذاتہ تفخیم نہیں ہوتی۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی ۔

---

(۱) مرجع سابق
(۲) مرجع سابق
(۳) ایضاً

ولا الضالین کو ولا الظالین (بالظاء) پڑھنا غلط ہے

(سوال) شہر اکولہ میں کچھ روز سے ایک فتنہ پھیلا ہوا ہے کہ ایک شخص جو پیش امام ہے اس کا کہنا ہے کہ سورہ فاتحہ میں ولا الضالین کو لفظ ظ سے پڑھنا صحیح ہے اور والضالین کو ض سے پڑھنا غلط ہے لہذا بروئے اظہار حق یہ استدعا ہے کہ ولا الضالین پڑھنا چاہئے یا ولا الظالین اور شخص مذکور کا کہنا ہے ولا الضالین پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ المستفتی نمبر ۱۸۱۴ اسماعیل خاں حسن خاں (برار) ۲۴ رجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۰۱) یہ کہنا کہ الضالین کو لفظ ظا سے پڑھنا صحیح ہے اور لفظ ض سے پڑھنا صحیح نہیں ہے' درست نہیں ہے بس کو ض سے پڑھنا چاہئے ظا سے پڑھنا جائز نہیں ہے مگر بات یہ ہے کہ ض کو اصل مخرج سے ادا کیا جائے تو اس کی آواز ظا کے زیادہ مشابہ ہوتی ہے اور دال سے اس کو کوئی نسبت نہیں ہے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ظا سے پڑھا ہے حالانکہ وہ ضاد ہی ہوتا ہے ظا نہیں ہوتا پس ضاد پڑھنے کا قصد کر کے اصل مخرج سے نکالنے کی سعی کرنے والا ٹھیک پڑھتا ہے اگرچہ سننے والوں کو ظا معلوم ہو لیکن اگر وہ ظا پڑھنے کا قصد کر کے ظالین پڑھے تو یہ غلط ہے(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ولا الضالین کو ولا الظالین پڑھنا درست ہے یا ولا الدوالین؟

(سوال) ولا الضالین کے ضاد کو کوئی نماز میں (یا باہر نماز سے) مخرج بالظا مثلاً ظوالین پڑھتے اور کوئی ضاد مخرج بالدال پڑھتے مثلاً دوالین پڑھا کرتے ہیں اب بتلایئے کہ کس کی نماز صحیح ہوئی اور کس کی باطل اور کس کا پڑھنا غلط ہوگا۔

اکثر علماء کا فتویٰ مخرج بالدال پر ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو عوام الناس و اکثر حافظ قرآن و علماء ضاد کو مخرج بالدال کیوں پڑھتے ہیں آیا ان لوگوں کا پڑھنا غلط ہے یا صحیح عوام الناس خصوصاً مریدان مونگیر کے کہتے ہیں کہ میرے پیر و مرشد مجمع فیوض البرکات مولانا محمد علی مونگیریؒ بھی ضد و کو تازیست مخرج بالدال مثلاً دوالین پڑھتے تھے آیا حضور کا پڑھنا کیا غلط تھا پھر ایسا ہی مکہ و مدینہ منورہ کے قراء حرمین شریفین کے چاروں مصلوں کے امام و علمائے محدثین بلکہ تمام اہل عرب ولا الضالین کو مخرج بالدال مثلاً دوالین پڑھتے ہیں تمام جگہ سارے قرآن میں ضاد کو مخرج بالدال پڑھتے ہیں آیا ان حضرات مجمع الفیوض والبرکات واقف احادیث و آیات مجدد العلم والفرقان کا پڑھنا کیا غلط ہے؟

مفتی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ نے اس مسئلہ کا جواب یوں دیا ہے کہ ض اور ظ یہ دونوں حرف قریب المخرج ہیں اس لئے اگر ضالین میں باوجود کوشش کے ض صحیح مخرج سے ادا نہ ہو اور اس کی جگہ ظ پڑھا گیا ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی بخلاف اس کے اگر دال پڑھا جائے گا تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ یہ

---

(۱) مرجع سابق

خلاف مخرج بھی ہے اور اس سے معنی بھی متغیر ہو جاتے ہیں (فتاویٰ قاضی خاں میں ایسا ہی لکھا ہے ص ۶۹ ج ۱) باقی رہا قراء اور علماء جو قرأت و تجوید کے فن سے واقف ہیں وہ ضاد کو صحیح مخرج سے ادا کرتے ہیں وہ دوالین نہیں پڑھتے لیکن جو لوگ اس فن سے ناواقف ہیں وہ قراء کی غلط نقل کر کے دوالین پڑھتے ہیں تو ان کی نماز اس سے فاسد ہوتی ہے ایسے لوگوں کو کسی قاری سے سیکھ لینا چاہئے اور کوشش کرنا چاہئے کہ ض کو صحیح مخرج سے ادا کریں۔ فقط المستفتی نمبر ۲۶۶۹ منشی جلال الدین صاحب ۶ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ مطابق ۳ جون ۱۹۴۱ء

(جواب ۱۰۲) ضاد کو قصداً دال یا ظا کے مخرج سے ادا کرنا غلط ہے اور اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن ایسا کوئی شخص نہیں کرتا کہ قصداً دال پڑھے یا قصداً ظا پڑھے۔

لوگ ارادہ تو یہی کرتے ہیں کہ ضاد کو صحیح اپنے مخرج سے ادا کریں لیکن ان سے صحیح ادا نہیں ہوتا اور اس میں تین صورتیں ہو جاتی ہیں اول تو عوام کی قرأت کہ وہ صاف دال پڑھتے ہیں اور کبھی کوشش بھی نہیں کرتے کہ اس کو اور دال سے علیحدہ کر کے اصل مخرج سے یا اس کے قریب قریب ادا کریں ان کا یہ فعل ناجائز اور عمل غلط ہے ان کی نماز بھی نہیں ہوتی (۱)

دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ دال سے تو ممتاز کر لیتے ہیں اور ظا سے دور رہتے ہیں ان دونوں سے ممتاز اور جدا ایک آواز ہوتی ہے جس کو بتانے کے لئے کوئی صحیح تعبیر نہیں مگر عام صورت سے اس کو دال مفخم کی آواز کہا جاتا ہے (حالانکہ حقیقت میں وہ دال کی آواز نہیں ہے کیونکہ اس میں تفخیم ہوتی ہے اور اصل دال میں تفخیم کا تصور اور وجود نہیں) یہ آواز چونکہ علیحدہ آواز ہے نہ دال ہے نہ ظا ہے اور ضاد کو ادا کرنے کی نیت کی گئی ہے اس لئے ادائے حرف ضاد کے لئے کافی ہوگی اور نماز ہو جائے گی قراء اور علماء اور اکثر حضرات اسی طرح سے پڑھتے ہیں پھر ان میں سے جو مخارج کے عالم ہیں ان کی ادا بالکل صحیح ہوتی ہے اور جو اچھی واقفیت یا مہارت نہیں رکھتے ان کی ادا میں نقصان رہتا ہے مگر یہ یقینی ہے کہ ان کا ادا کیا ہوا حرف دال اور ظا نہیں ہوتا (۲)

تیسری صورت یہ ہے کہ ادا کرنے والا ظا ہی پڑھے یعنی بالکل ظا پڑھ دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ چونکہ میں ضاد کو ادا نہیں کر سکتا اس لئے اسکو ظا کی آواز کے مشابہ ادا کروں کیونکہ ضاد اور ظا آپس میں قریب الصوت اور مشابہ صفات رکھنے والے ہیں تو اگرچہ یہ خیال تو صحیح نہیں مگر اس شخص کی نماز اس لئے ہو جائے گی کہ یہ ضاد کو اسکے اصل مخرج سے ادا نہیں کر سکتا اور جس طرح ادا کیا ہے وہ اس کے

---

(۱) مداد في التصحيح والتعلم ولم يقدر عليه فصلاته جائزة، وان ترك جهده فصلاته فاسدة كذا في المحيط (رد المحتار، مطلب في الالثغ ۱ / ۵۸۲، ط سعيد)

(۲) والضاد والظاء اشتركا صفة جهرا ورخاوة واستعلاء واطباقا وافترقا مخرجا وانفردت الضاد بالاستطالة الخ (الاتقان في علوم القرآن: فصل في المهمات ۱ / ۱۰۱، ط سهيل اكيڈمي، لاهور)

مخرج کے بعض اوصاف پر مشتمل ہے اور اگر یہ شخص یہ نیت کرلے کہ میں ظا پڑھتا ہوں تو اس کی نماز بھی نہ ہوگی۔(۱)

نماز اسی صورت میں ہوگی کہ قصد تو کرے ضاد کا اور ادائیگی میں مشتبہ الصوت بظا معلوم ہو۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

چوتھا باب
اعراب قرآن

قرآن مجید کے اعراب حضور ﷺ کے زمانہ سے کتنے برس بعد لگائے گئے؟

(سوال) قرآن شریف کے اعراب کس زمانے میں اور کس نے لگائے ہیں؟ المستفتی نمبر ۲۹۹ حسین جمال الدین منہار راجپور ۱۸ صفر ۱۳۵۳ھ مطابق ۲ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۰۳) قرآن مجید کے اعراب زمانہ آنحضرت ﷺ سے تقریباً ستر برس کے بعد لگائے گئے ہیں(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

پیش (ُ) کو واؤ معروف اور زیر (ِ) کو یا معروف کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے۔

(سوال) اعراب زیر اور پیش کو کس طرح پڑھا جائے کوئی یہ کہتا ہے کہ زیر اور پیش کو باریک آواز سے پڑھنا صحیح ہے کوئی کہتا ہے کہ موٹی آواز سے پڑھنا چاہئے مثلاً الف زیر اے۔ ب زیر بے۔ یا الف زیر ای ب زیر بی کون سا صحیح ہے؟

المستفتی نمبر ۵۱۷ عبدالغفور (کوٹہ راجپوتانہ) ۲ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۰۴) صحیح یہ ہے کہ پیش کو واؤ معروف کی طرف اور زیر کو یائے معروف کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے مگر زیادہ کھینچانہ جائے کیونکہ کھینچنے سے پوری واؤ یا پوری یا ہو جائے گی اور وہ صحیح نہیں اور واؤ مجہول یا یائے مجہول کی طرف مائل کرنا عربی لہجے کے خلاف ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) قال القاضی ابو عاصم ان تعمد ذلك تفسد، وان جرى على لسانه اولا يعرف التمييز لا تفسد وهو المختار حليه وفي البزازيه . وهو اعدل الاقوال. وهو المختار (رد المحتار مطلب مسائل زلة القارى ۱ / ۶۳۳ ط سعيد)

(۲) انظر تفسير القرطبي مقدمه المولف ۱ / ۴۵ ، ط دار الكتب العلميه، بيروت)

(۳) قلت دل الحديث على ان التغني بالقرآن لا يجوز على الاطلاق بل هو مقيد بقيد عدم اخراج القرآن من العربية الى غير هابان يفرط في المد و في اشباع الحركات حتى يتولد من الفتحه الف و من الضمة واو، و من الكسرياء، او يدغم في غير موضع الا دغام فان لم ينته الى هذا الحد فلا كراهة (علاء السنن، باب ماجاء في حروف تجويد القرآن ۴ / ۱۵۵ ، ط ادارة القرآن و العلوم الاسلاميه، كراچى)

جواب کی توضیح

(جواب ۱۰۵)(۶۳۷) متعلقہ سوال مذکورہ۔ فقیر کے پہلے جواب کا مطلب یہ ہے کہ احمد کی دال پر جو پیش ہے اس کو واؤ معروف کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے اور للہ کی ہا کے نیچے جو زیر ہے اس کو یائے معروف کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے مگر زیادہ نہ کھینچنا چاہئے کہ الحمدو ہو جائے یا للھی بن جائے۔

قاعدہ یسر ناالقرآن مطبوعہ علمی پرنٹنگ پریس لاہور ہمارے پاس موجود نہیں ہے ہمیں معلوم نہیں اس میں کیا لکھا ہے اگر یہ بات لکھی ہے کہ جس حرف پر پیش ہو اس کی حرکت یعنی پیش کو واؤ مجہول کی طرح پڑھا جائے، تو یہ بات غلط ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، ۳ رجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۵ء

پانچواں باب
متفرق مسائل

سورۃ توبہ کی ابتداء میں " اعوذ باللّٰہ من النار الخ،، پڑھنا ثابت نہیں!

(سوال) بعض قرآن مجید مطبوعہ بمبئی میں سورہ توبہ کے حاشیہ پر یہ عبارت مرقوم ہے ونقل **الجزری یقرء عند مکان البسملة اعوذ بالله من النار ومن شر الکفار و من غضب الجبار العزة لله و لرسوله وللمؤمنین کذافی المبسوط انتهی** دریافت طلب امر یہ ہے کہ جزری یا مبسوط یا دیگر کسی کتاب میں یہ عبارت پڑھنا لکھا ہے ؟

(جواب ۱۰۶) اس دعا کا کسی معتبر کتاب سے ثبوت نہیں ملتا سورہ توبہ سے پہلے بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ وہی ہے جو حضرت عثمانؓ سے ترمذی میں منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وفات سے پہلے اس سورت کے متعلق یہ بیان نہ فرمایا تھا کہ یہ کہاں پر لکھی جائے اس لئے انہوں نے اپنے اجتہاد سے اس کو یہاں پر درج کر دیا اور بسم اللہ نہ لکھی(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

مولوی نذیر احمد دہلوی کے ترجمہ قرآن میں بہت سی غلطیاں ہیں!

(سوال) مولوی نذیر احمد دہلوی کا ترجمہ قرآنی صحیح ہے یا نہیں اور حنفی مذہب کے موافق ہے یا نہیں ؟

---

(۱) مرجع سابق

(۲) فقال عثمان　　فظننت انها منها فقبض رسول الله ﷺ ولم یبین لنا انها منها فمن اجل ذلك قرنت بینهما ولم اکتب بینهما سطر بسم الله الرحمن الرحیم ووضعتها فی السبع الطول (جامع الترمذی، ومن سورة التوبة، ۲ / ۱۳۹ ط سعید)

یہ ترجمہ لڑکوں کو کار آمد ثابت ہوگا یا مضر؟ کیونکہ اس ترجمہ کی بنا ایک آزاد شخص نے حنفیوں کے مدرسے میں ڈالی ہے جس کا عقیدہ بہت سے مسلمانوں کے نزدیک برا ہے کیونکہ وہ شخص عام جلسوں میں تقدیر اور وسیلہ پکڑنے سے لوگوں کو منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بھائیو! تقدیر کوئی چیز نہیں تدبیر کرو اور وسیلہ کیا چیز ہے اپنی جانوں پر کھیلو۔

(جواب ۱۰۷) مولوی نذیر احمد صاحب کے ترجمہ قرآنی میں بہت سی غلطیاں ہیں علمائے احناف کے خلاف ایسی بہت سی باتیں اس میں ہیں جو لڑکوں کو مضر ہوں گی لہذا اگر وہ ترجمہ مدرسے میں داخل کر لیا گیا ہے تو مناسب ہے کہ اس کے ساتھ اصلاح ترجمہ دہلویہ جو حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب ہے بچوں کو ضرور پڑھائی جائے تاکہ جو کچھ غلطیاں اس ترجمہ میں ہیں اس کتاب سے ان کی اصلاح ہو جائے مولانا نے مولوی نذیر احمد کی غلطیوں کی اس کتاب میں اصلاح کی ہے اور بتایا ہے کہ انہوں نے کیا کیا غلطیاں کی ہیں۔

"آیت الکرسی" ایک آیت ہے!

(سوال) آیت الکرسی جو کہ سورۃ بقرہ کے چونتیسویں رکوع میں **اللہ لا الہ الا ھو** سے **وھو العلی العظیم** تک ہے یہ ایک ہی آیت مانی جائے گی یا درمیان میں جو علامات وقف ہیں یہ بھی آیت کا حکم رکھتی ہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آیت الکرسی میں دس آیات ہیں۔ المستفتی نمبر ۴۸۶ حافظ محمد شفیع (ضلع جہلم)۲۸صفر ۱۳۵۴ھ مطابق کیم جون ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۰۸) آیت الکرسی **اللہ لا الہ الا ھو** سے شروع ہو کر **وھو العلی العظیم** پر ختم ہوتی ہے' یہ کوئی ایک آیت ہے درمیان میں جو رموز او قاف ہیں وہ آیات نہیں ہیں لفظ آیت الکرسی میں بھی اس کو واحد کے صیغے سے تعبیر کیا گیا ہے آیات الکرسی نہیں کہا گیا(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

آیت "وما انزل علی الملکین ببابل" (الآیۃ) کی صحیح تشریح

(سوال) کلام مجید میں ہاروت و ماروت کا جو ذکر آیا ہے اس کا صحیح شان نزول اور اصل قصہ کیا ہے؟ حضرت مولانا عبدالحق صاحب تفسیر حقانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہاروت اور ماروت شہر بابل میں دو شخص تھے جن کو ان کے عجائب افعال اور نیک چلنی کی وجہ سے فرشتہ کہتے تھے اور ان کا یہ لقب مشہور ہو گیا تھا اور اس بات کی وہ قراءۃ مؤید ہے جس میں ملکین کو بکسر لام پڑھا ہے اور حسن بصری کا بھی یہی

---

(۱) وفي التفسير لابن كثير هذه آية الكرسي ولها شان عظيم' قد صح عن رسول اللہ ﷺ بانها افضل آية في كتاب الله قال الامام احمد حدثنا عبدالرزاق عن ابي ابن كعب ان النبي ﷺ سالته اى آية اعظم؟ قال الله و رسوله اعلم' فرددها مرارا ثم قال ابي آية الكرسي (البقرة ۲۵۵' ۱ ۳۰۴) و فيه وهذه الآية مشتملة على عشر جمل مستقلة لقوله (الله لا اله الا هو) احاز الخ (۱ ۳۰۸' ط سهيل اكيدمى' لاهور)

قول ہے(بیضاوی تفسیر کبیر) یہ دو شخص اس فن سے واقف تھے مگر اس کو برا سمجھتے تھے یہاں تک کہ جو ان کے پاس سیکھنے آتا اس سے یہ کہہ دیتے تھے کہ بھائی خدا نے یہ علم ہم کو تمہاری آزمائش کے لئے دیا ہے کہ تم ایمان پر ثابت قدم رہتے ہو یا نہیں اس کو نہ سیکھو ورنہ ایمان جاتا رہے گا مگر یہود ایمان کی کیا پروا کرتے تھے سیکھنے سے باز نہ آتے تھے پس ان پر نازل ہونے سے مراد یہ ہے کہ خدا نے ان کو اس فن میں ماہر و عالم ہونے کی قدرت عطا کی تھی نہ یہ کہ کتاب آسمانی کی طرح ان پر خدا نے جادو نازل کیا تھا کہ وہ اس کو تعلیم دیا کرتے تھے بعض مفسرین نے لفظ انزال سے یہ سمجھ لیا کہ وہ فرشتے تھے جو حضرت ادریس علیہ السلام کے عہد میں زمین شہر بابل میں آئے تھے پھر ایک حسین عورت زہرہ پر عاشق ہو گئے تھے اس کے کہنے سے شراب پیکر اس کے خاوند کو قتل کیا اور بت کو سجدہ کیا اور زہرہ نے اسم اعظم ان سے سیکھ لیا جس سے وہ تو آسمان پر چلی گئی وہ یہ بابل کے کنویں میں الٹے لٹکے ہیں اور وہاں آگ سے ان کو عذاب ہوتا ہے پھر جو کوئی ان کے پاس جادو سیکھنے جاتا ہے پہلے اس کو سمجھا دیتے ہیں پھر سکھا دیتے ہیں چنانچہ ایک شخص عبدالملک بن مروان کے پاس ان سے مل کر آیا تھا الخ۔ یہ بے اصل کہانیاں ہیں دریافت طلب یہ امر ہے کہ مولانا عبدالحق نے جو اور حسن بصریؒ بیضاوی و تفسیر کبیر جو لکھا ہے وہ ٹھیک ہے یا دیگر مفسرین کا قول صحیح ہے؟ **المستفتی نمبر ۵۴۴** فقیر احمد نقشبندی (سنگرو) ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۳۵ء۔

(جواب ۱۰۹) ہاروت و ماروت فرشتے نہیں تھے اور ان کا آسمان سے اترنا اور زہرہ پر عاشق ہونا اور زہرہ کا ان سے اسم اعظم سیکھ کر آسمان پر جانا اور فرشتہ بن جانا یا ستارہ بن جانا اور ان فرشتوں کا بابل میں ایک کنویں میں الٹا لٹکایا جانا یہ معتبر قصہ نہیں ہے ظاہر یہ ہے کہ مولانا عبدالحق صاحب کا بیان کردہ قصہ ہی قابل قبول ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

عربی عبارت کے بغیر قرآن مجید کے ترجمہ شائع کرنے کا حکم

(سوال) کیا قرآن شریف کا اردو میں ایسا ترجمہ جس میں عربی عبارت بالکل نہ ہو اور بامحاورہ عبارت ہو شائع کرنا درست ہے۔ **المستفتی نمبر ۱۱۹۸** نیاز احمد صاحب (لاہور) ۶ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۱۰) قرآن مجید کے اصل نظم عربی اور اس کی خصوصیات کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ اس کی عبارت ترجمہ کے ساتھ ضرور ہے خالص ترجمہ کی اشاعت میں تغییر و تبدیل کے امکانات

---

(۱) وهذه القصة من اخبار الآحاد بل من الروايات الضعيفة الشاذة ولا دلالة عليها في القرآن بشئ وفي روايات هذه القصة ما يأباه العقل والنقل وهو ما نقل عن الربيع بن انس انه مسخ الله الزهرة كوكبا وصعدت الى السماء حين تعلمت الاسم الاعظم قال الشيخ كمال الدين وائمة النقل لم يصححوا لهذه القصة ولا اثبتوا روايتها عن علي وابن عباس الخ (التفسير للمظهري ۱۰۹/۱ ط حافظ كتب خانه كوئته)

زیادہ ہیں اس لئے اس پر اقدام کرنا مسلمانوں کے لئے قرین صواب نہیں(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

قرآن کریم کو خوش آوازی سے پڑھنا کیسا ہے۔

(سوال) قرآن کریم کو خوش آوازی کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟ المستفتی نمبر ۱۵۹۱ جلال الدین صاحب (ضلع حصار) ۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۲ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۱۱) قرآن مجید کو خوش آوازی سے پڑھنا جائز ہے مگر گانے کے لہجے میں پڑھنا مکروہ ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کیا حروف مقطعات کے معانی کا علم حضور ﷺ کو تھا؟

(سوال) حروف مقطعات کے بارے میں بڑا اختلاف برپا ہے چنانچہ ایک عالم فرماتا ہے کہ حروف مقطعات کا علم اللہ اور اللہ کے رسول کو معلوم ہے کیونکہ یہ ایک راز ہے جو مرسل اور مرسل (اللہ) کے درمیان واقع ہے جس کو ان کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا اور دوسرا عالم یہ فرماتا ہے کہ اس کا علم بغیر اللہ کے کوئی نہیں جانتا خواہ وہ رسول ہو یا فرد امن عامۃ الناس ہو جو شخص یہ کہے کہ حروف مقطعات اللہ اور رسول ﷺ کے درمیان راز ہے وہ شخص کافر ہے اور اگر اس اعتقاد میں کفر عائد نہ ہو تو ایسے معتقد کا گنہگار ہونا یقینی ہے چنانچہ اس اختلاف کی وجہ سے عامہ مخلوق میں کشیدگی پھیلنے کے بعد یہ بات عمل میں آئی کہ اس کا فیصلہ مفتی صاحب سے کرانا چاہیے لہذا آنجناب کی خدمت میں التماس ہے کہ جو فیصلہ شافی ہو تحریر فرما کر قاطع اختلاف ہوں اور اگر اختلاف مذاہب اس میں واقع ہو تو جو قول آپ کے نزدیک مرجح ہو تحریر فرمائیں؟ المستفتی نمبر ۲۶۸۱ غلام محمد صاحب مظفر گڑھ پنجاب ۹ رجب ۱۳۶۰ھ مطابق ۴ اگست ۱۹۴۱ء

(جواب ۱۱۲) حروف مقطعات کے متعلق سلف صالحین سے متعدد اقوال منقول ہیں نصوص کتاب و سنت کے لحاظ سے راجح اور قوی قول یہ ہے کہ ان کے معنی اور مراد کا علم ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اسی مذہب کی رعایت کرتے ہوئے جلالین میں آلم کے آگے الله اعلم بمراده بذلك (۳) فرمایا گیا ہے اور اس پر صاحب جمل فرماتے ہیں اشار بهذا الی ارجح الاقوال فی هذه الاحرف

---

(۱) قال المحقق فی الشامية و فی الفتح عن الکافی ان اعتاد القراءة بالفارسية او اراد ان يكتب مصحفا بها يمنع لو ان فعل فی آية او آيتين لا' فان كتب القرآن و تفسير كل حرف و ترجمه جاز (رد المحتار مطلب بيان المتواتر والشاذ ۱/۴۸۶' ط سعيد)

(۲) قلت فيه استحباب التغنى بالقرآن و تحسين الصوت بالقراءة' وتزيينها لا سيما وقد جاء الامر به كما سياتى' ولكنه مقيد بما اذا لم يخرج الى حد التمطيط (اعلاء السنن باب ما جاء فی وجوب تجويد القرآن ۴' ۱۵۳' ط ادارة القرآن و العلوم الاسلامية' كراچی)

(۳) ۱ ۴' ط سعيد

التي ابتدئ بها كثير من السور وهو انها من المتشابه وانه جرى على مذهب السلف القائلين باختصاص الله تعالى بعلم المراد منها انتهى مختصراً (جمل جلد ۱) (۱)
مگر اس کے ساتھ ہی دوسرا قول یہ بھی ہے کہ حروف مقطعات اللہ اور اس کے رسول کے درمیان میں اسرار ہیں یعنی آنحضرت ﷺ کو ان کا علم عطا فرمایا گیا تھا مگر چونکہ وہ ایک سر تھا اس لئے حضور ﷺ نے اس کو امت پر ظاہر نہیں فرمایا حضرت شاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے تفسیر عزیزی میں ان اقوال کو ذکر فرمایا ہے جو حروف مقطعات کے بارے میں سلف سے منقول ہیں۔ فرماتے ہیں
اول آنست کہ ایں حروف اسرار محبت است کہ از اغیار پوشیدہ بہ پیغمبر حبیب خود صلعم نشان دادہ اند۔ گویند کہ التخاطب بالحروف المفردة سنة الاحباب فان سر الحبيب مع الحبيب يجب ان لا يطلع عليه الرقيب (فتح العزيز سوره بقره مطبوعه مجتبائی ص ۷۴)
اور بیضاوی نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے :-
" و قيل انه سر استاثره الله بعلمه وقدروى عن الخلفاء الاربعة وغير هم من الصحابة ما يقرب منه ولعلهم ارادوانها اسرار بين الله و رسوله ورموز لم يقصد بها افهام غيره الخ "
(بيضاوی جلد اول ص ۱۵ مجتبائی) (۲)
یعنی بیضاوی نے خلفائے اربعہ اور دیگر صحابہؓ کے ان اقوال کو جن میں حروف مقطعات کو اسرار یا المكتوم الذى لا يفسر یا صفوۃ القرآن فرمایا تھا اس پر محمول کیا کہ یہ اللہ اور رسول کے درمیان اسرار و رموز ہیں۔
تیسرا قول یہ ہے کہ ان کی مراد معلوم ہے پھر تعیین مراد میں بہت اقوال ہیں اور امام شافعیؒ کا یہ مذہب مشہور ہے کہ متشابہات کے معانی راسخین فی العلم جانتے ہیں پس جو شخص یہ کہتا ہے کہ حروف مقطعات اللہ اور رسول کے درمیان میں راز ہیں وہ اقوال سلف سے باہر نہیں نکلتا یہ دوسری بات کہ راجح اور قوی قول کے خلاف ہے مگر اس کی بناء پر اس کی تکفیر تو کجا تفسیق و تضلیل بھی نہیں کی جاسکتی (۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی۔

---

(۱) ۱ / ۱۰ ط مصر
(۲) ۱ / ۱۶ ط سعید
(۳) وقد اختلف اهل العلم في معنى قوله (وما يعلم تاويله الا الله والراسخون في العلم والراسخون في العلم) فمنهم من جعل تمام الكلام عند قوله تعالى (والراسخون في العلم) فمن قال بالقول الاول جعل الراسخين في العلم عالمين ببعض المتشابه (احكام القرآن للجصاص ۲ / ۴ ط دار الكتاب العربي بيروت)

سورہ براءۃ سے پہلے "بسم اللہ" نہ ہونے کی وجہ

(سوال) قرآن مجید کے دسویں پارے میں سورہ براءت میں بسم اللہ نہیں نازل ہوئی؟ کیا وجہ ہے؟
المستفتی نمبر ۲۴۷۲ شیخ اعظم شیخ معظم (دھولیہ۔ ضلع مغربی خاندیس) ۸ صفر ۱۳۵۸ھ ۳۰ مارچ ۱۹۳۹ء۔

(جواب ۱۱۳) اس میں حضور ﷺ نے بسم اللہ نہیں لکھوائی تھی یہ سورت پہلی سورت کے ساتھ بسم اللہ میں شامل ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) فقال عثمان كان رسول الله ﷺ مما يأتي عليه الزمان وهو ينزل عليه السورة ذوات العدد فكان اذا نزل عليه الشيء دعا بعض من كان يكتب ... وكانت براءة من آخر القرآن وكانت قصتها شبيهة بقصتها فظننت انها منها فقبض رسول الله ﷺ ولم يبين لنا انها منها فمن اجل ذلك قرنت بينهما ولم اكتب بينهما سطر بسم الله الرحمن الرحيم ووضعتها في السبع الطول (جامع الترمذي، ومن سورة التوبة ۲: ۱۳۹ ط سعيد)

كتاب الحديث والآثار

پہلا باب
متفرق احادیث کی تشریحات

حدیث شریف کی تعلیم فرض کفایہ ہے' صحابہ کرام کے زمانہ میں' تدوین حدیث کا اہتمام خلط بالقرآن کے خوف سے نہیں کیا گیا

(سوال) حدیث شریف فرض دین میں سے ہے یا نہیں ؟ اگر ہے تو رسول اللہ ﷺ و صحابہ کبار نے بطریق قرآن مجید حدیث شریف لکھوا کر حفاظت کیوں نہیں فرمائی۔ خلفائے اربعہؓ نے اپنے عہد خلافت میں بکثرت حدیث بیان کرنے کو منع کیوں فرمایا؟ المستفتی نمبر ۳۴ نذیر احمد ضلع بلیا۔ ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۵۲ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۳۳ء۔

(جواب ۱۱۴) حدیث شریف کی تعلیم اور تعلم بھی بقدر ضرورت فرض کفایہ ہے(۱) اس کی تدوین کا اہتمام خلط بالقرآن کے خوف سے ابتدا میں نہیں کیا گیا(۲) بکثرت بیان کرنے سے ممانعت اس احتیاط کے لئے تھی کہ لوگوں کو غیر مستند احادیث کے بیان کرنے سے روکا جائے اور جرات مضرہ سے ڈرایا جائے۔ (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

حضور ﷺ کا خچر پر سوار ہونے کی حدیث کا حوالہ

(سوال) خچر کی سواری کی جو حدیث ہے وہ کس کتاب کی ہے حوالہ سے ممنون فرمائیں؟ المستفتی نمبر ۹۱۷ محمد نور بدیگی (ضلع جالندھر) ۷ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۲ مارچ ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۱۵) خچر کی سواری کی حدیث بخاری شریف ترمذی شریف اور دوسری کتابوں میں موجود ہے بخاری شریف جلد اول ص ۴۲۷ (۴) میں ہے وکان ابو سفیان بن الحارث آخذاً بعنان بغلته یعنی یوم حنین میں ابو سفیان بن الحارث حضور ﷺ کے سفید خچر کی باگ تھامے ہوئے تھے جس پر

---

(۱) وان فرض الکفایة من العلم فهو کل علم لایستغنی عنه فی قوام امور الدنیا کالطب والحساب والنحو واللغة والکلام والقراءات و اسانید الحدیث و کل هذه آلة لعلم التفسیر والحدیث و کذلك علم الآثار والاخبار والعلم بالرجال واسامیهم الخ (رد المحتار مطلب فی فرض الکفایة و فرض العین ۱/ ۴۲ ط سعید)

(۲) علم عصمنی الله و ایاك ان آثار النبی ﷺ لم تکن فی عصر اصحابه و کبار تبعهم مدونة فی الجوامع ولا مرتبة لامرین احدهما انهم کانوا فی ابتداء الحال قد نهوا عن ذلك کما ثبت فی صحیح مسلم خشیة ان یختلط بعض ذلك بالقرآن العظیم (مقدمة فتح الباری ص ۴ ط مکتبه مصطفیٰ مصر)

(۳) ثم کانوا یمنعون منها او ینهون عن الاکثار فی التحدیث لا عن التحدیث بالکلیة وذلك منهم خشیة وقوع المکثر فی الخطاء وهو لا یشعر (الامام البخاری وصحیحه: الاسباب التی حملتهم عن الامتناع والنهی ص ۱۰۴ ط دار المنار جده)

(۴) (باب بغلة النبی ﷺ ۱/ ۴۰۲ ط قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضور ﷺ سوار تھے اور ترمذی شریف جلد اول ص ۲۰۲(۱) میں ہے۔و رسول الله ﷺ على بعثته الخ
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

حدیث" نحن احق بالشك من ابراهيم" کا صحیح مطلب.

(سوال) نحن احق بالشك من ابراهيم تو نبی احق کیوں ہے اور اس حدیث کا مطلب کیا ہے ؟
المستفتی نمبر ۷۵۵ مولوی عبدالحلیم (ضلع پشاور) ۴ ربیع اول ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۳۶ء
(جواب ۱۱۶) نحن احق بالشك من ابراهيم تواضعاً فرمایا ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی شک تھا(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

"خلق الله التربة يوم السبت الخ" صحیح حدیث ہے.

(سوال) بعض احباب عمل سے بچنے اور اس سے چھٹکارا پانے کے لئے ہر حدیث کو روایت اسرائیلی کہہ دیتے ہیں مشکوٰۃ کی ذیل کی حدیث کو بھی انہوں نے روایت اسرائیلی بتادیا ازراہ کرم حدیث مذکورہ کے متعلق واضح فرمائیں۔

عن ابی هريرة قال اخذ رسول الله ﷺ بيدی فقال خلق الله التربة يوم السبت و خلق فيها الجبال يوم الاحد و خلق الشجر يوم الاثنين و خلق المكروه يوم الثلثاء و خلق النور يوم الاربعاء و بث فيها الدواب يوم الخميس و خلق آدم بعد العصر من يوم الجمعه في آخر الخلق و آخر ساعة من النهار فيها بين العصر الى الليل مشكوة ص ۵۰۱ مطبع مجتبائی دهلی

المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی
(جواب ۱۱۷) یہ روایت مشکوٰۃ (۳) میں امام مسلم کی طرف منسوب ہے اور مسلم کی روایتیں صحیح ہیں (۴) اس حدیث کو اسرائیلی کہنے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے کیونکہ اس میں اسرائیلیات کی کوئی بات نہیں

---

(۱) (باب ماجاء في الخروج عند الفزع ۱/ ۲۹۸ ط سعيد)
(۲) معناه ان الشك مستحيل في حق ابراهيم فان الشك في احياء الموتى لو كان متطرقا إلى الانبياء لكنت انا احق به من ابراهيم وقد علمتم اني لم اشك فاعلموا ان ابراهيم لم يشك وانما رجح ابراهيم على نفسه عليه الصلوة والسلام تواضعا(شرح النووی على الصحيح الامام مسلم باب زيادة طمانية القلب بتظاهر الادلة ۱/ ۸۵ ط قديمي كتب خانه كراچی)
(۳) (باب بدء الخلق و ذكر الانبياء ص ۵۱۰ ط سعيد)
(۴) قال الشيخ الامام ابو عمرو بن الصلاح شرط مسلم في صحيحه ان يكون الحديث متصلا الاسناد بنقل الثقة عن الثقة من اوله الى منتهاه سالما من الشذوذ و العلة قال وهذا حد الصحيح فكل حديث اجتمعت فيه هذه شروط فهو صحيح بلا خلاف بين اهل الحديث (مقدمة النووی شرحه على الصحيح للامام مسلم فصل قال الشيخ ۱/ ۱۳ ط قديمي كتب خانه)

ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی

حدیث " فمن وصلها وصلته " الخ کا صحیح ترجمہ

(سوال) محترم حضرت مدرسہ مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہ صاحب مدظلہ۔ سلام مسنون کرم فرماکر حضرت عبدالرحمن بن عوف کی یہ حدیث جو مشکوٰۃ ص ۴۲۰ پر ہے اور جو اس الجمعیۃ اخبار میں بھی شائع ہے اس کو ملاحظہ فرماکر اس کے ترجمہ اور فٹ نوٹ کے متعلق فرمائیے صحیح ہے کہ نہیں؟ المستفتی مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی ۴۹-۸-۲۲

(جواب ۱۱۸) حدیث کا ترجمہ حاصل مطلب کے لحاظ سے ٹھیک ہے فمن وصلها وصلته ومن قطعها بانته (۱) کا ترجمہ مناسب الفاظ میں یوں ہونا چاہئے تو جو شخص رحم یعنی رحمی رشتہ داری کو جوڑے گا میں اس کو جوڑوں گا اور جو اسے توڑے گا میں اس کو توڑ دوں گا۔

شققت لها من اسمی کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنا نام رحمٰن سے بھی اس کے لئے رحم کا نام نکالا ہے (۲) یہاں اشتقاق اصطلاحی مراد نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

حدیث " یا عباد اللہ اعینونی " الخ کا صحیح مطلب

(سوال) کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب تم کو کہیں کوئی مصیبت پڑے اور اس جگہ تم تنہا ہو کوئی دوسرا موجود نہیں ہے تو اس طرح کہو کہ اے خدا کے بندو ہماری مدد کرو اور یہ حدیث طبرانی سے روایت ہے یہ بات مجھے ٹھیک معلوم نہیں ہوئی اور مجھے یہ خیال ہوا کہ ایسی باتوں کا بیان کرنا کیسا ہے 'اور کیا کوئی روایت ایسی ہے۔ المستفتی نمبر ۱۶۱۱ نذیر احمد عزیز احمد (ریوان) ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۳۷ء۔

(جواب ۱۱۹) حدیث یاعباد اللہ اعینونی الخ حصن حصین (۳) میں بروایت طبرانی مروی ہے مگر اس میں عباد اللہ سے فرشتے یا مسلمان جن مراد ہیں جو انسان کی نظر سے مخفی مگر وہاں قریب موجود ہوتے ہیں یا ان کا وجود مظنون ہے وران کو مدد کے لئے پکارنا اس تصور پر ہے کہ وہ پکارنے والے کے قریب سے اس کی آواز سن کر اس کی مدد کر سکتے ہیں جیسے ایک انسان دوسرے مصیبت زدہ انسان کی فریاد سن کر اس کی مدد کر سکتا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی۔

---

(۱) (باب البر والصلة الفصل الثانی ' ص ۴۲۳ ' ط سعید)

(۲) قوله : شققت ای اخرجت واخذت اسمها قوله لها ای للرحم قوله من اسمی ای الرحمن ' و فیه ایماء الی المناسبة الاسمیة واجبة الرعایة وان كان المعنی علی انها اثر من آثار رحمة الرحمن الخ (مرقاة المفاتیح ' شرح مشکوة المصابیح ' باب البر والصلة ۹ : ۱۰۲ ' ط امدادیه ' ملتان)

(۳) مترجم ص ۱۲۳ ' ط میر محمد کتب خانه کراچی

معراج کی رات حضور ﷺ کا عبد القادر جیلانی کی گردن پر قدم رکھ کر براق پر سوار ہونے کا واقعہ من گھڑت ہے

(سوال) اکثر مولود خواں صاحبان معراج مبارک کے واقعات میں یہ بات بیان کرتے ہیں کہ جب رسول خدا محمد ﷺ معراج میں تشریف لے گئے اور براق پر سوار ہونے لگے تو براق نے شوخی کرنا شروع کی اس وقت غوث پاک محی الدین جیلانیؒ نے اپنی گردن مبارک حضور ﷺ کے قدم کے نیچے رکھ دی اس وقت آپ براق پر سوار ہوگئے' اور آپ نے فرمایا کہ جیسا میرا قدم تیری گردن پر ہے ویسا ہی تیرا قدم کل اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا کیا یہ روایت صحیح ہے؟ المستفتی نمبر ۱۶۱۱ نذیر احمد عزیز احمد (ریوان)

(جواب ۱۲۰) یہ قصہ بے اصل ہے اس کی کوئی معتبر سند اور ثبوت نہیں ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

حدیث منکر معلل 'موقوف وغیرہ نہیں ہو سکتی' کہنا صحیح نہیں

(سوال) زید کہتا ہے ۔ (۱) شان صاحب لولاک سرور انبیاء شفیع المذنبین محمد بن عبداللہ ہاشمی العربی المدنی بحکم رب اکبر ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی ہے اللہ و رسول میں فرق نہیں کرتا پھر جو کوئی آنحضرت ﷺ کے قول مبارک حدیث شریف کو قول ضعیف یا موضوع یا منکر یا معلل یا مدلس یا مدرج کہتا ہے وہ آنحضرت ﷺ کی حدیث شریف کی کھلی توہین کرتا ہے اور جو کوئی اقوال صحابی و تابعی یا تبع تابعی کو حدیث موقوف یا حدیث مرفوع یا حدیث مرسل یا حدیث منقطع کہتا ہے وہ غیر نبی کے قول کو برابر قول جناب سردار انبیاء و امرسلین کر کے حدیث فرد و حدیث شاذ، حدیث معلق، حدیث آنحضرت میں شامل کرتا ہے وہ بھی کھلی توہین آنحضرت ﷺ کی کرتا ہے۔

(۲) آنحضرت ﷺ کے تمام ارشادات صحیح ہیں کوئی ضعیف یا موضوع یا منکر نہیں کہا سکتا اور قول غیر معصوم کا قول معصوم کے برابر ہرگز نہیں کیا جاسکتا اس لئے جو کوئی آنحضرت ﷺ کی توہین کا مرتکب ہو وہ کافر ہے خدا کا دشمن ہے اور آنحضرت ﷺ کا دشمن ہے۔

(۳) اور اگر امام اسمٰعیل بخاری نے غلطی کی ہو تو خدا کے نزدیک سب کی غلطیاں حسب دستور اپنی قابل سزا ہوں گی میں نہیں جانتا کہ امام اسماعیل بخاری نے غلطی کی ہے یا نہیں کرکی تو ضرور سزا کے مستحق ہوئے۔

المستفتی نمبر ۱۶۶۸ منشی فضل الرحمن' پہاڑ گنج' دہلی ۔ ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۳۷ء۔

(جواب ۱۲۱) (۱) یہ قائل اصطلاح فن حدیث اور حقیقت حال سے ناواقف ہے حدیث کو ضعیف یا موضوع یا منکر یا معلل یا مدلس یا مدرج باعتبار ثبوت اور سند کے کہا جاتا ہے قول رسول ہونے کی جہت

سے یہ اوصاف حدیث شریف کے نہیں ہیں جس حدیث کو منکر کہیں گے تو مطلب یہ ہوگا کہ اس کی سند منکر ہے جس کو ضعیف کہیں گے تو مطلب یہ ہوگا کہ اس کی سند ضعیف ہے اس طرح ذکر کرنے سے حدیث رسول اللہ ﷺ کی کوئی توہین نہیں ہوتی(۱) صحابی کے قول کو حدیث موقوف کہنا صحیح ہے اس میں حدیث کے معنی قول رسول ﷺ کے نہیں ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ قول صحابی کا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا نہیں ہے اس میں بھی کوئی توہین نہیں ہے(۲)

(۲) حضور ﷺ کا قول تو بے شک موضوع اور ضعیف یا منکر نہیں ہو سکتا مگر سندیں تو ضعیف اور منکر ہوتی ہیں اور لفظ حدیث ان مثاوں میں مطلق قول یا خبر کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے(۳)

(۳) ہاں اختیاری اور قصدی غلطی میں مواخذہ ہے(۴) خواہ کسی سے ہو اور بے قصد غلطی ہو جائے تو اس میں مواخذہ نہیں خواہ کسی سے ہو(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

کیا احادیث مثل قرآن ہیں

(سوال) حدیث مثل قرآن ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۸۲۷ محمد میاں حویلی اعظم خاں' دہلی ۲۴ رجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۲۲) آنحضرت ﷺ کے اقوال متعلقہ دین ان لوگوں کے لئے جو خود حضور ﷺ کی زبان سے سنتے تھے یا جن کو تواتر سے پہنچیں قرآنی احکام کے موافق واجب التعمیل ہیں لیکن جو احادیث کہ نقل غیر متواتر سے منقول ہو کر آئیں ان کا درجہ بوجہ طریق نقل کے اودن ہونے کے آیات قرآنی سے کم ہے تاہم احادیث صحیحہ ثابتہ پر عمل لازم ہے(۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی۔

---

(۱) واذا قیل هذا حدیث غیر صحیح (لوقال : ضعیف لکان اخصر) فمعناه لم یصح اسناده علی الشرط المذکور لانه کذب فی نفس الامر (مقدمة اعلاء السنن: الفصل الثانی ۱ / ۳۷ ط ادارة القرآن والعلوم الاسلامیه' کراچی)

(۲) واما انتهی الی الصحابی یقال له الموقوف کما یقال قال او فعل او قرر ابن عباس موقوفا (المقدمة للشیخ عبدالحق الدهلوی علی مشکوٰة المصابیح : ص ۵ سعید)

(۳) (مقدمة اعلاء السنن' المرجع السابق ۱ / ۳۷)

(٤) قال الشیخ ابو الحسن لاستاذه ابی علی الجبائی اما تقول فی ثلثة اخوة مات احدهم مطیعا والآخر عاصیا والثالث صغیرا فقال ان الاول یثاب فی الجنة والثانی یعاقب فی النار (شرح العقائد ص ٦ مکتبه خیر کثیر' کراچی)

(٥) عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال " ان الله وضع عن امتی الخطأ والنسیان وما استکرهوا علیه (ابن ماجه باب طلاق المکره والناسی ص ۱٤۷' ط قدیمی)

(٦) الاتصال منا من رسول الله ﷺ وهو ان یکون کاملاً کالمتواتر' وهو الخبر الذی　　کنقل القرآن والصلوة الخمس وانه یوجب علم الیقین او یکون اتصالاً فیه شبهة صورةً کالمشهور　　' وانه یوجب علم طمانیة او یکون اتصالا فیه شبهة صورة و معنی کخبر الواحد　. وانه یوجب العمل دون العلم الیقین (المنار مع شرحه نور الانوار) وفی الحاشیة قوله　کالمتواتر او رد کاف التمثیل' لان الاتصال الکامل قد یکون بغیر التواتر کالسماع من فی رسول الله ﷺ مشافهة (باب اقسام السنة ص ۱۷۷ ' ۱۷۸ ط سعید)

حدیث " ستفترق امتی علی ثلث و سبعین " الخ میں امت سے امت دعوت مراد ہے یا امت اجابت

(سوال)(۱) حدیث میں جو وارد ہوا ہے کہ میری امت تہتر گروہ میں تقسیم ہو جائے گی اس لفظ امت سے کیا مراد ہے ساری دنیا کے انسان عام اس سے کہ مسلمان ہوں یا کافر یا صرف مسلمان مراد ہیں مسلمان اور کافر مل کر تہتر گروہ ہو جائیں گے یا مسلمانوں میں تہتر گروہ ہوں گے کیا امت میں مسلمان و کافر دونوں ہی داخل ہیں ؟ یہ حدیث کس قسم کی ہے ؟

(۲) ناجی کون گروہ ہے کل مسلمان یا ان میں کوئی خاص گروہ مراد ہے " ماانا علیہ واصحابی " کا کیا مطلب ہے ؟ المستفتی نمبر ۲۶۱۲ ابراہیم حسین (بنگلور) ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق یکم جون ۱۹۴۰ء

(جواب ۱۲۳) اس حدیث میں امت سے مراد امت دعوت بھی لی گئی ہے اور امت اجابت بھی مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے ثم قیل یحتمل امۃ الدعوۃ فیندرج سائر الملل الذین لیسوا علی قبلتنا فی مدد الثلاث و السبعین و یحتمل امۃ الاجابۃ فیکون الملل الثلاث والسبعون منحصرۃ فی اہل قبلتنا والثانی ہو الاظہر و نقل الابہری ان المراد بالامۃ امۃ الاجابۃ عند الاکثر انتہی (۱) اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ امت اجابت مراد ہے یہ حدیث ترمذی (۲) اور مسند امام احمد (۳) اور ابوداؤد (۴) میں ہے ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے ما انا علیہ واصحابی سے وہ طریقہ مراد ہے جو آنحضرت ﷺ کا اور خلفاء راشدین اور صحابہ کرام کا طریقہ تھا یعنی جو آج کل اہل السنۃ والجماعۃ کا طریقہ ہے اس میں حنفی شافعی مالکی حنبلی اہل حدیث سب داخل ہیں البتہ مبتدع فرقے باسنے ضالہ جیسے معتزلی خارجی مرجئہ مشبہہ روافض وغیرہ اس سے خارج ہیں (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

محدثین کا چوتھے طبقہ کی کتب رزین ، شعب الایمان و بیہقی اور ابن عساکر وغیرہ سے حدیث لینے کی وجہ

(سوال) (۱) رزین ، شعب الایمان ، بیہقی ابن عساکر وغیرہ کتابوں کا شمار حدیث کے تیسرے اور چوتھے طبقہ میں ہے اور ان کا پایہ زیادہ و بلند نہیں ہے پھر کیا وجہ ہے کہ بڑے بڑے محدثین ان احادیث کو

---

(۱) (باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ۱ ۲۴۸ ط امدادیہ ملتان)

(۲) (باب افتراق ہذہ الامۃ ۲ ۹۲ ط سعید)

(۳) (رقم الحدیث ۸۱۹۴ ۲ ۲۸۳ ط دار احیاء التراث العربی بیروت)

(۴) (باب شرح السنۃ ۲ ۲۸۳ ط امدادیہ ملتان)

(۵) المراد ہم المہتدون المتمسکون بسنتی کون سنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین من بعد فلا شک ولا ریب انہم اہل السنۃ والجماعۃ (مرقاۃ المفاتیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ۱ ۲۴۸ ط امدادیہ ملتان)

اپنی تصانیف میں لائے ہیں۔ حتی کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں مواہب لدنیہ وغیرہ کی بہت احادیث ذکر کی ہیں، جنہیں صاحب سیرت النبی نے غیر مستند قرار دیا ہے؟
(۲) علم الصیغہ میں لفظ لا کے ماضی پر داخل ہونے کی شرط رکھی گئی ہے کہ تکرار لا ہونا ضروری ہے درس صیغہ یہ کلیہ بعض مقامات پر ٹوٹ بھی گیا ہے مثلاً مشکوۃ شریف ص ۱۶ میں ہے انك مررت ولا سلمت (حدیث عثمانؓ مشکوۃ(۱) ص ۱۶ انور محمدی) یہاں لا ماضی پر داخل ہوا ہے لیکن تکرار نہیں ہے۔
المستفتی نمبر ۲۶۷۲ نجم الحسن صاحب رضوی (سیتاپور) ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ مطابق ۹ جولائی ۱۹۴۱ء

(جواب ۱۲٤) (۱) ان کتابوں میں چونکہ ضعیف روایتیں بھی ہیں اسلئے ان کا درجہ گھٹادیا گیا ہے مگر یہ مطلب نہیں کہ ان کی کوئی روایت قابل اعتماد نہیں مشکوۃ میں بھی ان کی روایتیں لی گئی ہیں اور دوسری کتابوں میں بھی لی جاتی ہیں اخبار و سیر کی کتابوں میں زیادہ چھان بین نہیں ہوتی اس لئے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور سیرت کے دوسرے مصنفین نے ان کتابوں کی حدیثوں سے استناد کیا(۲) جن مولفین نے سیرت میں بھی تنقید کا راستہ اختیار کیا انہوں نے ضعیف روایات کو علیحدہ کر دیا۔
(۲) لا کا ماضی پر نفی کے لئے داخل ہونا صرف تکرار کے ساتھ مشروط نہیں ہے بلکہ یا تو لا کی تکرار ہو جیسے فلا صدق ولا صلی (۳) یا نفی کی تکرار ہو جیسے ما طلعت الشمس ولا غربت یا موضع دعا میں ہو الا لا بارك الله فی سهيل یا معنی تکرار نکل سکتی ہو جیسے فلا اقتحم العقبة (٤) کہ یہاں معنی تکرار نکل سکتی ہے اور لا اقتحم کو لا فك رقبة ولا اطعم مسكينا کے معنی میں لے سکتے ہیں ان کے علاوہ علی سبیل ندرت بغیر تکرار اور بغیر موضع دعا کے بھی لا کا ماضی پر استعمال ہوا ہے جیسے رای عبد لك لا الما آپ نے جو جملہ نقل فرمایا ہے اس میں تو معنوی تکرار موجود ہے کیونکہ اس کی عبارت یوں ہوتی ہے ماشعرت انك مررت ولا سمعت انك سلمت محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

حدیث '' ثلثة لاينظر الله اليهم يوم القيمة'' الخ کا حوالہ

(سوال) (۱) وہ حدیث مع اعراب کے اور حوالہ کتب کے درج فرمایئے جس کے معنی ہیں کہ تین

---

(۱) باب الكبائر و علامات النفاق ص ۱٦ ط سعيد
(۲) حدیث '' لوان الناس يعلمون مافی النداء والصف الاول الخ'' کا حوالہ
(وفي مقدمة اعلاء السنن قال في الدر المختار: فيعمل به في فضائل الاعمال اه قال محشيه ابن عابدين لان فيه تحصيل الفضيلة المترتبة على الاعمال قال ابن حجر في شرح الاربعين لانه ان كان صحيحا في نفس الامر فقد اعطى حقه من العمل والا لم يترتب على العمل به مفسدة تحليل ولا تحريم ولا ضياع حق الغير (الفصل الثالث في حكم العمل بالضعيف ۱/۵۷ ط ادارة القرآن دار العلوم الاسلامية كراچی)
(۳) القيمة : ۳۱
(٤) البلد : ۱۱

آدمی کا ثبت ہے یا نہیں ہے۔ نمبر دوسرا جس کا ازار ٹخنوں سے نیچا ہو اور تیسرا راقم کو یاد نہیں
یہ تخصیص ازار کے ساتھ ہے یا ہر کپڑا جو ٹخنوں سے نیچا ہو تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں کیا ازار کا ٹخنوں سے نیچے ہونا
ہے یا نہیں۔

(۲) وہ حدیث مع اعراب کتاب درکار ہے جس کے معنی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری امت کو تین چیزوں کے اجر و ثواب کا علم ہوتا تو وہ ان چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے آپس میں لڑ پڑتے ایک اذان۔ دوسرے پہلی صف میں کھڑا ہونا۔ لیکن تیسری راقم کو یاد نہیں۔ بینوا توجروا۔ المستفتی نمبر ۲۸۰۷ محمد حنیف قریشی معرفت حافظ حبیب الرحمن امام جامع مسجد کالکا۔ ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ مطابق ۸ جولائی ۱۹۴۲ء

(جواب ۱۲۵) (۱) اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں ثلثة لا ینظر الله الیهم یوم القیٰمة ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم المنان والمسبل ازاره والمنفق سلعته بالحلف الکاذب یعنی تین شخص ہیں جن کی طرف قیامت میں اللہ تعالیٰ نظر رحمت نہیں کرے گا نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اول احسان جتانے والا دوم ازار لٹکانے والا۔ سوم جھوٹی قسم کھا کھا کر اپنا مال نکالنے (یعنی بیچنے) والا (ترمذی شریف)۔[1]

ازار ٹخنوں سے نیچی ہو نماز ہو تو جاتی ہے مگر کراہت کے ساتھ اور یہ کراہت جب ہے کہ ازار کا نیچا ہونا فخر و تکبر کے ساتھ ہو۔[2]

(۲) اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں لو ان الناس یعلمون ما فی الندآء والصف الاول ثم لم یجدوا الا ان یستهموا علیه لا ستهموا علیه (ترمذی)۔[3] یعنی اگر ان لوگوں کو اذان اور صف اول کے حقیقی ثواب کا علم ہو جاتا اور پھر یہ ان کو قرعہ ڈالے بغیر نہ مل سکتیں تو قرعہ ڈال کر حاصل کرتے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

حضرت سعد بن معاذ پر قبر کی تنگی کی وجہ ان کو نبی ﷺ کی شفقت پر ناز اور خاص رحمت الٰہی پر تکیہ نہ ہونا قرار دینا غلط ہے!

(سوال) زید نے اپنا اور کسی مولوی صاحب کا واقعہ یوں بیان کیا کہ ایک مولوی صاحب طالب علموں کو حدیث کا درس دے رہے تھے اس وقت یہ حدیث پڑھی گئی عن جابر قال خرجنا مع رسول الله

---

(۱) باب ما جاء فیمن حلف علی یمین کاذبا ۱ / ۲۳۰ ط سعید
(۲) وقد نص الشافعی علی ان التحریم مخصوص بالخیلاء لالدلالة ظواهر الاحادیث فان کان للخیلاء فهو ممنوع منع تحریم والا فمنع تنزیه (مرقاة المصابیح کتاب اللباس الفصل الاول ۸ / ۲۳۹ ط امدادیه ملتان)
(۳) باب ما جاء فی فضل الصف الاول ۱ / ۵۳ ط سعید

ﷺ الی سعد ابن معاذ حین توفی فلما صلی علیہ رسول ﷺ ووضع فی قبرہ و سوی علیہ فسبح رسول اللہ ﷺ فسبحنا طویلاً ثم کبر فکبرنا فقیل یا رسول اللہ لم سبحت ثم کبرت قال لقد تضایق علی ہذا العبد الصالح قبرہ حتیٰ فرجہ اللہ عنہ رواہ احمد (۱) و ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ہذا الذی تحرک لہ العرش و فتحت لہ ابواب السماء و شہدہ سبعون الفاً من الملائکۃ لقد ضم ضمۃ ثم فرج عنہ رواہ النسائی (۲) یعنی فرمایا جابرؓ نے نکلے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طرف سعد بن معاذ انصاری کے جب کہ فوت ہوئے پس پڑھی آپ نے ان پر نماز جنازہ اور رکھا قبر میں اور دفن کیا تو آپ نے تسبیح پڑھی یعنی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پس ہم نے بھی تسبیح کی دراز پھر آپ نے تکبیر کی یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد پس ہم نے بھی تکبیر کی بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیوں آپ نے اول تسبیح کی اور بعد میں تکبیر؟ فرمایا کہ تحقیق تنگ ہو گئی تھی اس بندہ صالح پر قبر اس کی حتیٰ کہ کشادہ کیا اللہ نے اس کی قبر کو روایت کیا اس حدیث کو احمد نے اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ سعد بن معاذ ایسا شخص تھا کہ جنبش میں آیا عرش اور کھل گئے دروازے آسمانوں کے اور ستر ہزار فرشتے واسطے نماز جنازہ کے حاضر ہوئے تحقیق دبایا قبر نے جو حق دبانے کا تھا پھر فراخ ہوئی روایت کیا اس حدیث کو نسائی نے اس حدیث شریف کو بیان فرما کر مولوی صاحب رونے لگے کہ بڑے خوف کا مقام ہے جب رسول اللہ ﷺ کے صحابی کا یہ حال ہو تو عوام امت کا کیا ٹھکانا ہے۔

زید نے عرض کیا کہ جناب مولوی صاحب یہ تو رونے کا مقام نہیں بلکہ بڑی خوشی کا مقام ہے اس خبر عبرت اثر سے ارباب فہم کو نہایت عمدہ نصیحت حاصل ہوتی ہے یہ جائے غور ہے کہ حضرت سعد بن معاذ انصاری جیسے ذی رتبہ اور بزرگ صحابی کہ ان کے جنازے کی نماز رسول اللہ ﷺ نے پڑھی ان کے لئے عرش کو جنبش ہوئی آسمانوں کے دروازے کشادہ ہوئے ستر ہزار فرشتوں نے نماز جنازہ پڑھی پھر کیا سبب تھا کہ ان کی قبر تنگ ہو گئی؟ ظاہر ہے کہ ان کو حضرت رسالت پناہ ﷺ کی شفقت و عنایت پر ناز تھا اپنی مغفرت و نجات کا ذریعہ رسول خدا ﷺ کو سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ ہمارے ہادی و شفیع تا بدفن ہمارے ساتھ ہیں بس یہی خیال ان کا کہ خالص تکیہ رحمت الٰہی پر نہ تھا بلکہ رسول مقبول ﷺ کی عنایت کا سہارا بھی لگا ہوا تھا جو تنگی قبر کا باعث ہوا غیرت کبریائی اور عظمت الٰہی نے ان کو دکھا دیا کہ تم نے ہماری ذات پر اعتماد نہ کیا اب ایسا بڑا حمایتی تمہاری قبر پر کھڑا ہے دیکھیں تو وہ کیا مدد کر سکتا ہے اور کیونکر بچا سکتا ہے من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ (۳) رسول خدا ﷺ نے راہ بتائی خدا پرستی

---

(۱) رقم الحدیث ۱۴۰۹۶، ۴ / ۲۷۵ ط دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان

(۲) باب ضمۃ القبر و متعلقاتہ ۱ / ۲۲۴ ط ایچ ایم سعید کمپنی (۳) البقرۃ ۲۵۵

نکھرتی۔ توحید ربانی کا نعرہ بلند کیا خدا پر توکل کرنا ذات حق پر بھروسہ رکھنا اور اس ذات کو فاعل مطلق اور نیک کیمھنا تعلیم فرمایا پس جو کوئی خلاف ان ہدایات کے غیر خدا پر نظر رکھے خواہ نبی پر خواہ ولی پر بہشت وہ مستحق عذاب و سزاوار عتاب ہے اور جس قدر اس کے دل میں تعلق ماسوی اللہ ہے اسی قدر تنگی قبر کا باعث ہے جب کہ خداوند ذوالجلال نے اپنی قدرت کاملہ اور رحمت شاملہ سے انسان کو پیدا کیا جان دی جسم دیا پالا پرورش کیا۔ زن و فرزند مال و متاع کا مالک بنادیا ان سب کاموں میں کوئی نبی یا ولی خدا کے ساتھ شریک نہ تھا نہ سفارشی تھا کسی کی خاطر و مروت سے اللہ تعالیٰ نے یہ عنایتیں نہیں کیں پھر حیف کی بات ہے کہ ایسی ذات کو چھوڑ کر نجات و مغفرت اور معاملہ آخرت کے لئے کسی دوسرے کی حمایت اور سفارش پر آدمی نظر ڈالے اور کوئی وسیلہ اور واسطہ تلاش کرے۔ مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتا وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون (۱)۔

اب سوال یہ ہے کہ مولوی صاحب کی بیان کردہ حدیثوں پر زید نے جو خیال ظاہر کیا ہے کیا وہ توہین رسالت اور انکار شفاعت کو شامل ہے ؟ اور یہ کہ زید کی اقتدا میں نماز درست ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۷۷۲ سردار علی۔ سبزی منڈی۔ دہلی مورخہ ۲ شعبان ۱۳۶۲ھ مطابق ۵ اگست ۱۹۴۳ء۔

(جواب ۱۲۶) زید کا بیان کو توہین رسالت اور انکار شفاعت کو شامل نہیں تاہم اس اعتبار سے صحیح نہیں ہے کہ اس نے حضرت سعد بن معاذؓ کی طرف ایک ایسی بات کو منسوب کردیا ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں ہے یعنی یہ کہ حضرت سعدؓ نے شفاعت پر تکیہ کرلیا تھا اور رسول خدا ﷺ کی شفقت پر ناز تھا اور خاص رحمت الٰہی پر تکیہ نہ تھا یہ بے ثبوت بات ان کی طرف منسوب کرنا غلط اور جرات ہے اس سے توبہ کرنی چاہئے قبر کی تنگی کا سبب رسول خدا ﷺ نے بیان فرمایا ہوتا تو اس پر یقین ہوتا اللہ ہی جانتا ہے کہ کیا سبب تھا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

حدیث " اتبعوا السواد الاعظم" میں الاعظم سے رفعت شان مراد ہے یا کثرت تعداد؟

(سوال) مشہور حدیث اتبعوا السواد الاعظم (مشکوۃ) (۳) میں بعض کی رائے ہے کہ اعظم مقولہ کیف سے ہے جس کے معنی رفعت شان کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ اعظم مقولہ کم سے ہے جس سے مراد عدد کثیر ہے۔ ارشاد فرمایا جائے کہ ان دونوں قولوں میں کون سا قول درست اور شارع کے منشا کے مطابق ہے ؟ المستفتی نمبر ۲۷۹۳۔ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ

---

(۱) العنکبوت ۴۱

(۲) قال اللہ تعالیٰ : ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا (بنی اسرائیل ۳۶)

(۳) باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ص ۳۰ ط سعید

(جواب ۱۲۷) لفظ اعظم تو عظمت سے مشتق ہے جس کے معنی درجہ اور شان کی بڑائی بھی ہے اور عددی کثرت پر بھی اس کا اطلاق کر دیا جاتا ہے حدیث میں اعظم سواد کی صفت کے طور پر مذکور ہے اور سواد کے معنی جماعت کے ہیں جس کے مفہوم میں عددی کثرت داخل ہے تو سواد اعظم کے معنی بڑی جماعت ہوئی اور بڑی جماعت کا مفہوم عرفاً عددی اکثریت لیا جاتا ہے یہ دوسری بات ہے کہ ایک عددی اکثریت جو باطل پر ہو قابل اتباع نہیں پس حدیث سے مراد یہ ہے اتبعوا السواد الاعظم من اهل الحق (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) بخاری شریف کا اصح الکتب ہونے کی وجہ۔
(۲) حنفیہ کے نزدیک بھی بخاری کتاب اللہ کے بعد صحیح تر کتاب ہے۔
(۳) مشکوۃ المصابیح معتبر کتاب ہے
(۴) اخبار "الجمعیۃ" میں فتوے حنفی مذہب کے موافق دیئے جاتے ہیں
(۵) اخبار "الجمعیۃ" کے اراکین حنفی ہیں
(۶) فتاوی رشیدیہ و مجموعۃ الفتاویٰ معتبر اور حنفی مذہب کے فتاویٰ ہیں۔
(از اخبار الجمعیۃ مورخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۸ء)

(سوال) (۱) بخاری شریف کو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کیوں کہا جاتا ہے ؟
(۲) قرآن شریف کے بعد درجہ بخاری شریف کا ہمارے حنفی مذہب میں بھی مانا جاتا ہے یا نہیں ؟
(۳) کتاب مشکوۃ شریف ہمارے حنفی مذہب میں بھی قابل تسلیم ہے یا نہیں ؟
(۴) آپ کے اخبار الجمعیۃ میں جس قدر فتوے شائع ہوتے ہیں وہ مذہب حنفی کے موافق ہوتے ہیں یا نہیں ؟
(۵) اخبار الجمعیۃ کے اراکین اور مفتی صاحب حنفی مذہب کے پیرو ہیں یا کسی دوسرے مذہب کے ؟
(۶) فتاوی رشیدیہ اور مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحئی ہمارے حنفی مذہب کی کتابیں ہیں یا نہیں ؟

(جواب ۱۲۸) (۱) بخاری شریف کو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کے اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے مولف حضرت امام محمد بن اسمعیل بخاری نے اس کتاب میں صحیح حدیثیں جمع کرنے کا جو التزام کیا تھا اس میں وہ بہ نسبت دوسرے مولفین صحاح کے زیادہ کامیاب ہوئے ہیں اور اس کی حدیثیں نسبۃً دوسرے صحاح سے زیادہ صحیح ہیں (۲)

(۱) وفي المرقاة: قوله: اتبعوا السواد الاعظم يعبر به عن الجماعة الكثيرة والمراد ما عليه اكثر المسلمين الخ (باب الاعتصام بالكتاب والسنة ۱ / ۲٤۹ ط امدادیہ ملتان) (۲) فالصفات التي تدور على الصحة في كتاب البخاري اتم منها في كتاب مسلم واشد، وشرطه فيها اقوى واسد واما رجحانه من حيث الاستدلال واما رجحانه من حيث العدالة والضبط ومن ثم اي ومن هذه الجهة وهي او رجحية بشرط البخاري على غيره فقدم صحيح البخاري على غيره من الكتب المصنفة في الحديث (نخبة الفكر، مراتب الصحيح ص ۳٦ تا ۳۸ ط فاروقی کتب خانہ ملتان)

(۲) حنفیہ کو اس سے اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں(۱)
(۳) مشکوۃ شریف معتبر کتاب ہے مگر یہ مطلب نہیں کہ اس کی تمام حدیثیں صحیح ہیں(۲)
(۴) ہاں حنفی مذہب کے موافق فتوے دیئے جاتے ہیں
(۵) اراکین جمعیۃ العلماء اور خاکسار حنفی مذہب کے پیرو ہیں۔
(۶) فتاویٰ رشیدیہ اور مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی معتبر اور حنفی مذہب کے فتاویٰ ہیں۔
محمد کفایت اللہ غفر لہ۔

---

(۱) وقد صرح الجمهور بتقديم صحيح البخاري في الصحة ولم يوجد عن احد تصريح بنقيضه (نخبة الفكر مراتب الصحيح ص ۳۵ ط فاروقی کتب خانہ ملتان)

(۲) ومن اشار اليه من غريب او ضعيف او غيرهما بينت وجهه غالبا ومالم يشر اليه في الاصول فقد قفيته في تركه الا في مواضع لغرض صحيح (خطبة المشكوة) وفي المرقاة: ومن الغرض ان الشيخ شرط انه اعرض عن ذكر المنكر وقد اتى في كتابه بكثير منه وبين في بعضها كونه منكرا وترك في بعضها بيان انه منكر (۱/۳۷ ط امدادیہ ملتان)

كتاب التاريخ والسير

پہلا باب

سیرت وشمائل (علی صاحبہا التحیۃ)

آیت "واقصد فی مشیک" اور حدیث "اذا مشی تکفا تکفؤا کا نماینحط من صبب" کی تطبیق

(سوال) سیرت النبی از مولانا شبلی (حصہ دوم باب شمائل) میں لکھا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی رفتار بہت تیز تھی چلتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ڈھلوان زمین میں اتر رہے ہیں اور قرآن شریف کی آیت ہے واقصد فی مشیک (۱) تو آیت کریمہ اور حضور ﷺ کی رفتار میں جو تناقض معلوم ہو رہا ہے اس کی تطبیق کیا ہے ؟ المستفتی محمد سیمان داوڑا

(جواب ۱۲۹) آنحضرت ﷺ کی رفتار مبارک کا بیان جس حدیث میں آیا ہے (اور سیرت النبی میں غالباً اسی حدیث کا مطلب ادا کیا گیا ہے) اس کے الفاظ یہ ہیں اذا مشی تکفا تکفؤا کانماینحط من صبب (۲) یعنی حضور اکرم ﷺ جب چلتے تھے تو ذرا آگے کو مائل ہوتے تھے گویا کہ نشیب کے سبب اتر رہے ہیں اور راوی کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی چال متکبروں کی طرح اکڑ کر چلنے کی نہ تھی بلکہ متواضعانہ تھی اور سست رفتار نہ تھے بلکہ قوت و سرعت کے ساتھ چلتے تھے مگر یہ سرعت یعنی تیزی قوت کی وجہ سے تھی حد اعتدال و اقتصاد سے متجاوز نہ تھی تو آیہ کریمہ واقصد فی مشیک کی حضور ﷺ پوری تعمیل فرماتے تھے نہ کہ مخالفت (۳) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ دہلی

کیا حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے کسی بادشاہ کے نام خط لکھا یا دستخط کیا ہے ؟

(سوال) آنجناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے خود کسی بادشاہ کے نام بطور عہد نامہ یا کسی دوسری بناء پر کوئی خط یا دستخط کیا ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۵۸۸ مولوی محمد دلبر (پشاور) ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۲ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۳۰) حضور ﷺ نے جو خطوط یا فرامین بھیجے ہیں یہ ثابت نہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے کوئی خط یا فرمان تحریر کیا ہو البتہ حدیبیہ کا صلح نامہ لکھتے وقت جب کفار نے لفظ رسول اللہ لکھے جانے پر اعتراض کیا تو حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے جو صلح نامہ لکھ رہے تھے فرمایا کہ بجائے

---

(۱) لقمان : ۱۹

(۲) شمائل الترمذی، باب ماجاء فی مشی رسول اللہ ﷺ ص ۸ ط سعید

(۳) فلا ینافی الآیۃ وکذا ماورد فی صفتہ ﷺ اذا یمشی کانماینحط من صبب، وکذا لا ینافیہ قولہ تعالی "وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ہونا" (الآیہ) اذلیس الہون فیہ المشی کدبیب النمل وذکر بعض الافاضل ان المذموم اعتیاد الاسراع بالافراط فیہ (روح المعانی لقمان ۱۹، ط دار الفکر بیروت لبنان)

محمد رسول اللہ کے محمد بن عبداللہ لکھ دو تو حضرت علیؓ نے لفظ رسول اللہ کو اپنے ہاتھ سے مٹانے میں تامل اور عذر کیا اور حضور ﷺ نے مسودہ اپنے ہاتھ میں لے کر لفظ رسول اللہ کو مٹا دیا۔ ایک روایت میں اس کے آگے وکتب محمد بن عبداللہ ہے یعنی آپ نے محمد بن عبداللہ لکھ دیا بعض علماء نے اس سے یہ سمجھا کہ یہ لفظ حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے بطور معجزہ کے لکھ دیا تو اگر ان علماء کی رائے کے موافق کوئی یہ سمجھے کہ حضور ﷺ سے معجزہ کے طور پر یہ لفظ لکھنا مروی ہے تو اس کی گنجائش ہے(۱) ورنہ حضور ﷺ کا فرمان نحن امة امية لا نكتب و لا نحسب (۲) موجود ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

فضلات نبویہ کا حکم

(سوال) حضور ﷺ کا بول شریف آپ کی ایک خادمہ نے پی لیا تھا تو اس کے واسطے نہ منہ پاک کرنے کے لئے فرمایا اور نہ یہ فرمایا کہ دوبارہ ایسا مت کرنا (۲) حضور ﷺ کے پچھنوں کا خون ایک صحابی نے پی لیا تھا تو حضور ﷺ نے ان کے لئے فرمایا تھا کہ تم نے اپنی جان کو محفوظ رکھا (۳) حضور ﷺ کی ایک اور خادمہ نے بھی ایک مرتبہ اسی طرح بول شریف پی لیا تھا جو کہ شب میں پیالہ میں حضور ﷺ نے بول کیا تھا اس کے واسطے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ تو ہرگز بیمار نہ ہوگی (۴) حضور ﷺ کے جمیع فضلات یعنی پیشاب پاخانہ وغیرہ پاک تھا یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۱۴۵ محمد حسین (دہلی) ۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۵ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۳۱) حضور ﷺ کا پیشاب یا خون بعض صحابہ نے پی لیا ہے لیکن حضور سے اجازت لے کر پیا ہو اس کا ثبوت نہیں اور نہ اس کا ثبوت ہے کہ ان صحابہؓ کے اس فعل سے یا حضور کے ان الفاظ سے جو خبر ہونے پر آپ نے فرمائے تھے دوسرے لوگوں کے لئے پیشاب یا خون کا پینا جائز ہو گیا تھا بعض علماء شوافع اور ان کی متابعت میں بعض علمائے حنفیہ اس کے قائل ہو گئے ہیں کہ حضور ﷺ کا بول و براز پاک تھا(۳) لیکن قرآن وحدیث میں اس کی کوئی صریح دلیل جس میں یہ تصریح کی گئی ہو کہ حضور ﷺ

---

(۱) عن البراء قال لما احصر النبی ﷺ عند البیت صالحه ... فامر علیا ان یمحاها فقال علی لا و الله لا امحاها فقال رسول الله ﷺ ارنی مکانها فاراه مکانها فمحاها و کتب ابن عبدالله الحدیث (صحیح مسلم) قال النووی فی شرحه (قوله ارنی مکانها الخ) و زاد عنه فی طریق ولا یحسن ان یکتب فکتب قال اصحاب هذا المذهب ان الله تعالی اجری ذلك علی یده اما بان کتب ذلك القلم بیده وهو غیر عالم بما یکتب او ان الله تعالی علمه ذلك حینئذ حتی کتب وجعل هذا زیادة فی معجزته فانه کان امیا کما علمه مالم یعلم من العلم (شرح مسلم للنووی باب صلح الحدیبیه ۲/۱۰۵ ط قدیمی کتب خانه کراچی) (۲) صحیح البخاری باب قول النبی ﷺ لا نکتب ولا نحسب ۱/۲۵۶ ط قدیمی کتب خانه کراچی (۳) صحح بعض ائمة الشافعیة طهارة بوله ﷺ وسائر فضلاته وبه قال ابو حنیفه کما نقله فی المواهب اللدنیه عن شرح البخاری للعینی و صرح به البیری فی شرح الاشباه (رد المحتار مطلب فی طهارة فضلاته ﷺ ۱/۳۱۸ ط سعید)

کے فضلات پاک تھے موجود نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'
الجواب صحیح۔ فقیر احمد سعید کان اللہ لہ۔ فقیر محمد یوسف دہلوی۔ عبدالشکور عفی عنہ مدرسہ حسین بخش دہلی۔ محمد اسحاق عفی عنہ

حضور ﷺ امت کے وارث نہیں شفیع ہیں۔

(سوال) جناب پیغمبر رسول خدا ﷺ اپنی امت کے وارث ہیں یا نہیں اور حامی و مددگار ہیں یا نہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کی جگہ مقام محمود ہے یا نہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کی شان مبارک میں نعت پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اس کی توہین کرنا کیسا ہے کہ یہ کیا اٹھا لائے۔ المستفتی نمبر ۱۲۴۹ عثمان خاں ڈگے خاں صاحب۔ مقام دھرن گاؤں۔ خاندیس ۱۹ رمضان ۱۳۵۵ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۳۲) آنحضرت ﷺ اپنی امت کے وارث نہیں ہیں حضور ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے **نحن معاشر الانبیاء لانرث ولانورث**(۱) یعنی ہماری پیغمبروں کی جماعت نہ کسی کی وارث ہوتی ہے اور نہ کوئی ان کا وارث ہوتا ہے ہاں حضور ﷺ اپنی امت کے حامی و مددگار تھے اور قیامت کے دن امت کی شفاعت فرمائیں گے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کو مقام محمود عطا فرمائے گا جو حضور ﷺ کے لئے ہی مخصوص ہے (۲) حضور ﷺ کی نعت و مدح و ثنا پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ نعت کا مضمون صحیح ہو ور پڑھنے کا طریقہ بھی درست ہو (۳) گانا بجانا یا لونڈوں کا خوش آوازی سے پڑھنا درست نہیں (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) حضور ﷺ کی تاریخ وفات کیا ہے؟
(۲) حضور ﷺ کی نماز جنازہ فرداً فرداً ادا کی گئی' سب سے پہلے ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ نے ادا کی!

(سوال) (۱) حضرت محمد ﷺ نے کس تاریخ کو وفات پائی؟
(۲) حضور ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عثمان و حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ میں شریک تھے یا نہیں؟
المستفتی نمبر ۱۳۲۷۔ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۳۷ء

---

(۱) صحیح البخاری : باب فرض الخمس ۱/۴۳۵ ط' قدیمی کتب خانہ' کراچی
(۲) عن جابر بن عبداللہ ان رسول اللہ ﷺ قال : من قال' حین سمع النداء اللھم رب.. وابعثه مقاماً محمود ا الذی وعدته حلت له شفاعتی یوم القیمة (صحیح البخاری' باب الدعاء عند النداء' ۱/۸۶ ط قدیمی کتب خانہ' کراچی)
(۳) واشعار العرب لو فیھا ذکر الفسق تکرہ (الدرالمختار) قال المحقق فی الشامیه' قراة الاشعار ان لم یکن فیھا ذکر الفسق والعلام و نحوہ لا تکرہ (ردالمحتار' الحضر والاباحة' ۶/ ۳۵۰' ط سعید)
(۴) قال' السماع والقول والرقص الذی یفعله المتصوفه فی زماننا حرام (عالمگیریه' الباب السابع' عشر ۵' ۳۵۲ ط ماجدیه کوئٹه)

(جواب ۱۳۳) حضور ﷺ نے ماہ ربیع الاول میں دو شنبہ کے دن وفات پائی یہ اتنی بات تو متفق علیہ ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ ربیع الاول کی تاریخ کیا تھی تو اس میں کئی قول ہیں دوسری تاریخ پہلی تاریخ بارہ تاریخ تیرہ تاریخ اور اس کے علاوہ بھی قول ہیں(۱)

(۲) حضور ﷺ کے جنازہ کی نماز جماعت سے نہیں پڑھی گئی لوگوں نے فرداً فرداً ادا کی ہے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ و حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے سب سے پہلے نماز ادا کی ہے۔ **فقد جاء ان ابابکرؓ دخل علیہ ﷺ فکبر اربع تکبیرات ثم دخل عمرؓ فکبر اربعاً ثم دخل عثمانؓ فکبر اربعاً ثم طلحة بن عبید اللہ والزبیر بن العوامؓ ثم تتابع الناس ارسالاً یکبرون علیہ**

(سیرت حلبیہ)(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

دوسرا باب
اہل بیت واہل قریش

روایات صحیحہ سے ابو طالب کا حالت کفر پر مرنا ثابت ہے

(سوال) حضرت ابو طالب مسلمان تھے یا کافر؟ ان کے ایمان اور کفر کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا کیا خیال تھا؟

(جواب ۱۳٤) جہاں تک کہ روایات صحیحہ معتبرہ سے ثابت ہے وہ یہی ہے کہ حضرت علیؓ کے والد ابو طالب کا اسلام لانا ثابت نہیں بلکہ کفر پر ہی انتقال ہونا ثابت ہوتا ہے بخاری شریف(۳) میں باب قصة ابی طالب میں یہ حدیث مذکور ہے۔ **عن المسیب ان اباطالب لما حضرته الوفاة دخل علیه النبی ﷺ و عنده ابو جهل فقال ای عم قل لا اله الا الله کلمة احاج لك بها عند الله فقال ابو جهل و عبد الله بن ابی امیة یا ابا طالب ترغب عن ملة عبدالمطلب فلم یزالا یکلماه حتی قال آخرشئی کلمهم به علی ملة عبدالمطلب الحدیث** یعنی مسیب بیان کرتے ہیں کہ جب کہ ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس آئے وہاں ابو جہل بھی موجود تھا حضور ﷺ نے فرمایا اے میرے چچا آپ **لا اله الا الله** کہہ لیجئے یہ ایک کلمہ ہے جس کی وجہ سے میں آپ کے

---

(۱) ولما کان الیوم الاثنین ۱۳ ربیع الاول سنة ۱۱ (۸یونیه ۶۳۳ء) لحق علیه السلام بالرفیق الاعلی وقد اعلن الصحابه بوفاته(تاریخ الامم الاسلامیه، ۱/۱۵۷ ط مصر) وفی تاریخ الاسلام انتقل الرسول الی جوار ربه فی یوم الاثنین ۱۲ ربیع الاول سنة ۱۱ھ وهو فی الثالث والستین ، من عمره(۱/۱۵۰ ط دارالاحیاء ، بیروت)

(۲) ۳/۳۵٦ ، ط بیروت-

(۳) باب قصة ابی طالب ۱/۵٤۸ ، ط قدیمی کتب خانه ، کراچی

لئے خدا کے سامنے گواہی دیکر شفاعت کر سکوں گا اس پر ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا کہ اے ابو طالب کیا تم عبدالمطلب کے مذہب کو چھوڑ دو گے ؟ اور دونوں یہ بات برابر کہتے رہے یہاں تک کہ ابو طالب نے آخری بات جو کہی وہ یہ تھی کہ (میں) عبدالمطلب کے مذہب پر (قائم ہوں) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابو طالب نے آخری دم تک بھی اسلام قبول نہیں کیا بخاری (۱) میں اسی باب قصۃ ابی طالب میں یہ حدیث بھی مذکور ہے قال عباس بن عبد المطلب للنبی ﷺ ما اغنیت عن عمك فانه کان یحوطك و یغضب لك قال ھو فی ضحضاح من نار ولو لا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار یعنی حضرت عباسؓ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ آپ نے اپنے چچا (ابو طالب) کو کیا نفع پہنچایا وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کی وجہ سے آپ کے دشمنوں پر غضبناک ہوتے تھے حضور ﷺ نے فرمایا وہ چھچلی آگ میں ہوں گے اور اگر میرا تعلق نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقے میں جاتے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابو طالب کی وفات کفر پر ہوئی اور وہ مبتلائے عذاب بھی ہوں گے مگر حضور ﷺ کی شفاعت سے عذاب کی نوعیت میں تخفیف ہو جائے گی اسی باب کی تیسری حدیث یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ابو طالب کے متعلق فرمایا کہ لعله تنفعه شفاعتی یوم القیامة فیجعل فی ضحضاح من النار یبلغ کعبیه یغلی منه دماغه (۲) یعنی امید ہے کہ ابو طالب کو میری شفاعت قیامت کے روز فائدہ پہنچائے گی وہ یہ کہ چھچلی آگ میں رکھے جائیں گے جو صرف پاؤں کے ٹخنوں تک ہو گی مگر اس کی گرمی سے دماغ کھولتا ہو گا اس حدیث سے قیامت کے روز حضور کی جانب سے شفاعت ہونا اور شفاعت سے صرف عذاب کی تخفیف ہونا معلوم ہوتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ اس کے بعد وہ عذاب میں مبتلا رہیں گے۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری (۳) میں اسی حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ کافر کو حضور ﷺ کی شفاعت سے تخفیف عذاب کا فائدہ پہنچنا ابو طالب کی خصوصیت ہے کہ حضور ﷺ کی حفاظت اور حمایت کے صلہ میں حضور ﷺ کی برکت سے اس قدر فائدہ ان کو پہنچے گا یہی حدیث حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں مسلم سے نقل فرمائی ہے اس میں لعله نہیں بلکہ ینفعه شفاعتی کا لفظ ہے اور ظاہر ہے کہ قیامت کی یہ خبر اور عذاب کی تخفیف کی یہ صورت وقعت مستقبلہ میں سے ہے جس کا علم حضور ﷺ کو اعلام الٰہی سے ہوا ہو گا اس لئے اس کے محقق الوقوع ہونے میں کوئی شبہہ نہیں ہو سکتا اور اس بناء پر اب کوئی امکان اس کا باقی نہ رہا کہ ابو طالب کا اسلام کسی صورت سے ثابت ہو سکے۔ واللہ اعلم

---

(۱) حوالہ بالا (گزشتہ صفحہ)

(۲) مرجع سابق

(۳) والنفع الذی حصل لابی طالب من خصائصه ببرکة النبی ﷺ (فتح الباری شرح صحیح البخاری باب قصة ابی طالب ۷/۱۴۹ ط مکتبہ مصطفی مصر)

قدموا قریشاً ولا تقدموا الخ صحیح حدیث ہے یا نہیں' اسکا صحیح مطلب

(سوال) میں نے ایک رسالہ میں یہ حدیث دیکھی ہے قدموا قریشا ولا تقدموها و تعلموا منها ولا تعلموها الحدیث اخرجه ابن النجاری (از کنز جلد ۷ ص ۱٤۰)اس حدیث کے متعلق یہ سوال آیا ہے کہ آیا یہ حدیث صحیح ہے یا غیر صحیح بصورت صحیح ہونے کے اس کا مطلب کیا ہے اور بصورت ضعیف یا موضوع ہونے کے اس کے ضعیف یا وضعی ہونے پر کیا ثبوت ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۲۱۷ مولوی محمد زکریا عربک ٹیچر مسلم ہائی اسکول انبالہ ۔ ۲۴ شوال ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۳۶ء۔

(جواب ۱۳۵) یہ حدیث کنز العمال(۱) کے صفحہ ۱۴۰ جلد ہفتم میں موجود ہے ابن النجار سے نقل کی ہے اور مناوی نے کنوز الحقائق(۲) میں اس کو روایت کر کے (الشافعی) کی طرف منسوب کیا ہے اور لا تعلموها کے بجائے لا تعالموها ذکر کیا ہے اور جامع صغیر(۳) میں کئی حوالوں سے بالفاظ مختلفہ ذکر کیا ہے مثلاً اس میں ہے قدموا قریشا ولا تقدموها و تعلموا من قریش ولا تعالموها الشافعی البیهقی فی المعرفة عن ابن شهاب بلاغا (عد) عن ابی هریرة (صح) قدموا قریشا ولا تقدموها و تعلموا من قریش ولا تعلموها ولو لا ان تبطر قریش لا خبر تها مالخیارها عند الله تعالی (طب) عن عبدالله بن السائب (صح) قدموا قریشا ولا تقدموها ولو لا ان تبطر قریش لاخبر تها بمالها عند الله- البزاز عن علی (صح) یعنی یہ حدیث ابن النجار اور شافعی اور بیہقی اور ابن عدی اور طبرانی اور بزاز نے روایت کی ہے اور جامع صغیر میں اس کی تمام روایتوں پر صحت کی علامت دی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث صحیح ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ قریش مقدم (مقتدا) ہونے کے اہل ہیں ان کو مقدم رکھو اور اما اقاموا الدین جب تک ان کی اہلیت قائم ہو تم ان سے مقدم ہونے کی کوشش نہ کرو اور قریش یعنی عترت نبویہ سے دین سیکھو یا قرآن مجید کی قرأت (لان القرآن نزل بلغة قریش) حاصل کرو اور اس بارے میں ان کے ساتھ مقابلہ کرنے کی راہ اختیار نہ کرو لفظ ایصال الحق الی اهله کی تعلیم ہے اور اہلیت کا ثبوت انکے لئے علی ما ینبغی ہے نہ بطور لزوم جیسے لفظ ما اقاموا الدین سے ظاہر ہے کہ دین سے روگردانی پر وہ قیادت اور تقدم کے مستحق نہیں۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) ۱۲ / ۲۲ رقم لحدیث ۳۳۷۸۹ - ۳۳۷۹۰ ط التراث الاسلامی' بیروت' لبنان
(۲) حرف القاف' ص ۳۰ ط مکتبہ اسلامیہ' فیصل آباد
(۳) الجامع الصغیر للسیوطی' حرف القاف ص ۸۵ ط مکتبہ اسلامیہ پاکستان

ابن زیاد کا حضرت حسینؓ کے سر کو بید سے مارنا ثابت ہے

(سوال) حضرت امام حسینؓ کے سر مبارک کو ابن زیاد نے بید سے مارا اور ناک اور آنکھوں کی راہ شراب ڈالی اور کہا کہ حسینؓ تم کو شراب سے زندگی میں بہت انکار تھا اب مرنے کے بعد شراب ہم تم کو پلاتے ہیں کیا یہ واقعہ تاریخ کی کسی کتاب میں درج ہے؟ اور کیا اس واقعہ کو عام پبلک کے سامنے منبر پر کہنا چاہئے؟ **المستفتی** نمبر ۸۴۰ محمد اسرائیل خاں (آورہ) ۱۸ محرم ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۳۶) بید مارنے کا واقعہ تو دیکھا ہے شراب کا واقعہ نظر سے نہیں گزرا ایسے واقعات کا ذکر کچھ اچھا نہیں (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

میدان کربلا میں اشارہ سے صف اول کے آدمیوں کا سر تن سے جدا کرنے کے واقعہ وغیرہ کی نسبت حضرت حسینؓ کی طرف صحیح نہیں

(سوال) حضرت امام حسینؓ نے لشکر اعدا کے مقابلہ کے وقت تلوار کا ایک ہاتھ اس زور سے مارا کہ گھوڑا مع زین اور سوار معہ خود وغیرہ کٹ کر تلوار زمین میں اتر گئی امام حسینؓ جس طرف رخ پھیرتے تھے ہزاروں اعدا کو چشم زدن میں فنا کر دیتے تھے ایک بار امامؓ نے لشکر اعدا کے سامنے ہاتھ اٹھا کر رومال سے اشارہ کیا تو تمام صف اول کے آدمیوں کے سر تن سے جدا ہو گئے یہ روایات صحیح ہیں اور کسی مستند و معتبر کتاب سے اس کا ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟ **المستفتی** نمبر ۱۱۷۵ عبدالرحمٰن و محمد حسین صاحبان (ساورہ) ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۸ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۳۷) اس روایت کی سند اور حوالہ بیان کرنے والے سے دریافت کرنا چاہئے ہماری نظر میں اس کی سند نہیں ہے۔　　　　محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

حضرت علیؓ حضور ﷺ کے خاندان سے تھے ان کے والد ابو طالب حضور ﷺ کے چچا تھے

(سوال) دہرہ دون میں ۷ دسمبر ۱۹۳۶ء کو مندرجہ ذیل افسوسناک مکالمہ عمرو کے مکان پر زید اور بکر کے درمیان وقوع میں آیا تینوں صاحبان اوسط عمر کے مسلمان اہل سنت والجماعت ہیں مکالمہ مذکورہ مندرجہ ذیل عالی جناب کی خدمت بابرکات میں بطور استفسار ارسال کیا جاتا ہے کہ ہر دو صاحبان زید اور بکر یا دونوں میں سے کوئی کس حد تک مرتکب جرم شرعی ہے؟

نیز در صورت ثابت ہونے گناہ کے گناہ گار پر کیا کفارہ اور ازالہ واجب و عائد ہوتا ہے۔ زید

---

(۱) قال لما اتی عبداللہ زیاد براس الحسین جعل ينكت بالقضيب ثناياه (البدايہ والنهايہ دخول سنة احدى و ستين ۵ / ۶۹۸ ط دار الفكر بيروت)

(عمرو سے) حضرت علیؓ ایک معمولی گھرانے کے تھے پستہ قد تھے تنا ور تھے پہلوانی کیا کرتے تھے ہمارے رسول کریم ﷺ کی نگاہ کرم سے کہیں سے کہیں پہنچے اور شیر یزداں لکھا ہے۔
عمرو۔ معمولی گھرانے سے تمہارا کیا مطلب ہے کیا تمہارا مطلب ان کی نجابت سے ہے ؟
زید۔ نہیں عمرو میرا مطلب یہ ہے کہ وہ متمول نہیں تھے ان کی نجابت کے احترام سے کون منکر ہے۔
عمرو۔ حضرت علی تو رسول اکرم ﷺ کے گھرانے سے تھے۔
زید۔ ہر گز نہیں وہ علیحدہ تھے۔ بلکہ شاید کسی تنقید میں میں نے ایک اور تعجب خیز امر دیکھا تھا کہ ابو طالب عم رسول اکرم ﷺ اور ابو طالب والد حضرت علی دو جدا جدا شخص تھے۔
عمرو۔ اس کو تو شیعہ سنی سب مانتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ ایک ہی خاندان تھا۔
زید۔ میرا مطلب خاندان کے ایک نہ ہونے سے نہیں ہے بلکہ حضرت علی الگ رہتے تھے۔
بکر۔ (نہایت طیش میں زید سے مخاطب ہو کر) لاحول و لا قوۃ تمہیں عربی نہیں آتی میں تم کو اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ تم کافر ہو۔ تم سے بات کرنا گناہ ہے۔
زید ۔ (نہایت خندہ پیشانی سے) او ہو اس میں گناہ کیا ہے' ضمناً ایک بات ہے ایمان سے تو متعلق نہیں ہے کفر مجھ پر کیوں عائد کرتے ہو میں کوئی وعظ تو نہیں کہہ رہا ہوں اگر میں غلط ہوں تو صحت کر دو۔ میں نے شاید کہیں یہی پڑھا ہے۔ غالباً شاہنامہ یا کہیں اور۔
بکر۔ (پہلے سے بھی زیادہ طیش میں) لعنت ہے تم پر۔ تم جیسے کافر خارج از اسلام سے تو بات کرنا بھی گناہ ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ المستفتی نمبر ۹۷۱۲ مسٹر عبدالخالق انصاری ایم اے (دہرہ دون) ۲۸ شوال ۱۳۵۵ھ مطابق ۲ جنوری ۱۹۳۷ء
(جواب ۱۳۸) زید کے کلام میں کئی ایک غلطیاں ہیں یہ کہنا کہ انکے والد ابو طالب اور شخص تھے اور آنحضرت ﷺ کے عم مکرم ابو طالب اور شخص تھے بالکل غلط ہے اسی طرح یہ کہنا کہ حضرت علی الگ رہتے تھے یہ بھی غلط ہے پھر یہ کہ انہوں نے شاہنامہ میں یہ باتیں پڑھی ہیں یہ اور زیادہ غلط اور جاہلانہ بات ہے بکر کے کلام میں زید پر جو الزام ہیں عربی نہ آنا۔ اس قسم کی باتیں بلا تحقیق کرنا۔ روزہ نہ رکھنا اگر یہ واقعات ہیں تو بے شک الزامات درست ہیں' رہا لہجہ کا تشدد جو بکر کی طرف سے ظاہر ہوا اور زید پر کفر کا حکم کر دینا تو یہ نامناسب تشدد ہے اور تکفیر کی ان میں کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

قاتلان حسینؓ کو گالی دینا کیسا ہے ؟

(سوال) قاتلان حسین اور یزید پلید کو گالیاں دینا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نظر الدین امیر الدین (املیزہ ضلع مشرقی خاندیس)

(جواب ۱۳۹) قاتلان حسین کے متعلق اتنا کہنا تو جائز ہے کہ انہوں نے بہت بڑا گناہ اور ظلم کیا مگر گالیاں دینا درست نہیں اور لعنت کرنا جائز نہیں (۱) المؤمن لا یکون لعانا (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

یزید ابن زیاد کے ہاتھوں حضرت حسینؓ کی شہادت سن کر نادم ہوا.

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شہادت امام حسین کے اندر یزید کا بالکل ہاتھ نہ تھا بلکہ اس واقعہ پر یزید بہت نادم ہوا اور اہل بیت سے ساتھ ہمدردی سے پیش آیا یہ بات کہاں تک صحیح ہے ؟

(جواب ۱٤۰) ہاں یزید اس طرز عمل کی روداد سن کر جو اس کے لشکر والوں نے برتا کدر ضرور ہوا (۳) اور اہل بیت کے ساتھ اس نے ان کے احترام کے خلاف کوئی حرکت نہیں کی (۴) محمد کفایت اللہ

تیسرا باب
صحابہ و تابعین

حضور اکرم ﷺ کی وفات کے وقت صحابہ کرامؓ کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی.

(سوال) حضور ﷺ کی وفات کے وقت صحابہ کرام کی تعداد کل کتنی تھی ؟ المستفتی نمبر ۲۹۸ حسین جمال الدین منہار ۱۶ صفر ۱۳۵۳ھ مطابق ۳۱ مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۱٤۱) آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت صحابہ کرامؓ کی صحیح تعداد کا علم تو خدا کو ہی ہے تاہم محدث کبیر ابو زرعہ رازی نے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے وقت ایسے صحابہؓ جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے روایت یا سماع کے ذریعہ سے کوئی روایت کی ہے ان کی تعداد ایک لاکھ تھی اور ظاہر ہے کہ ایسے صحابی جن سے کوئی روایت نہیں ان کی تعداد اس کے علاوہ ہوگی (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

---

(۱) حقیقۃ اللعن المشہورۃ هي الطرد عن الرحمة وهو لا تكون الا لكافر ولذا لم تجز على معين لم يعلم موته على الكفر بدليل وان كان فاسقا مشهورا كيزيد على المعتمد بخلاف نحو ابليس وابي لهب (رد المحتار باب الرجعة مطلب في حكم لعن العصاة ۳ /٤۱٦ ط سعيد)

(۲) جامع الترمذي باب ما جاء في اللعنة ۲ /۱۸ ط سعيد

(۳) قال قد كنت ارضى من طاعتكم بدون قتل الحسين لعن الله ابن سمية اما والله لو اني صاحبه لعفوت عنه و رحم الله الحسين ولم يصل الذى جاء برأسه بشي (البداية والنهاية دخول سنة احدى وستين ٥ /٧۰۰ ط دار الفكر بيروت)

(٤) وروى ابو مخنف عن الحارث بن كعب عن فاطمة بنت علي قالت لما جلسنا بين يدى يزيد رق لنا وامر لنا بشي والطفنا (البداية والنهاية دخول سنة احدى وستين ٥ /٧۰٣، ٧۰٢ ط دار الفكر بيروت)

(٥) عن ابي زرعة الرازي قال توفي رسول الله ﷺ ومن رآه وسمع منه زيادة على مائة الف انسان من رجل وامرأة كلهم قد روى عنه سماعا او رؤية مقدمة الاصابة في تمييز الصحابة ١ /٣ ط مصر

(۱) صحابہؓ اور اہل بیتؓ دونوں کے فضائل احادیث میں موجود ہیں
(۲) حضرت معاویہؓ صحابی ہیں، عشرہ مبشرہ میں داخل نہیں
(۳) حضرت علیؓ کے نابالغی کی حالت میں ایمان لانے پر اعتراض لغو ہے
(۴) خلفاء کی ترتیب فضیلت ترتیب خلافت کے موافق ہے
(۵) حضرت علیؓ کا حسینؓ و حسنؓ کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لئے بھیجنے کو دکھاوا خیال کرنا بدگمانی ہے.

(سوال) ایک روز چند اشخاص اہل السنت والجماعت کے ایک جگہ بیٹھے تھے اس میں تذکرہ مذہب کا تھا تفضیل الشیخین پر فریقین متفق ہیں (۱) احمد کا دعویٰ ہے کہ اولاد رسول اللہ ﷺ کی شان علی ہے محمود کا دعویٰ ہے کہ صحابہ کی شان اہل بیت اطہار سے بڑھی ہوئی ہے اور یہ کہ صحابہ کی شان میں حدیث آئی ہے کہ جو کوئی ان کی پیروی کرے گا ہدایت پائے گا اس کے علاوہ قرآن پاک کی آیت سے بھی ان کی شان و مرتبہ کا پتہ چلتا ہے احمد نے کہا اہل بیت کی شان میں بھی حدیثیں آئی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں دو چیزیں اپنے بعد موجب نجات اپنی امت میں چھوڑے جاتا ہوں ان میں سے ایک قرآن پاک اور دوسری اہل بیت ہے جو ان دونوں کو اختیار کرے گا نجات پائے گا محمود نے کہا کہ وہ حدیث جو صحابہؓ کی شان میں ہے اس کے مقابل میں اہل بیت کی شان کی حدیث نہیں ہے۔

(۲) اسی مجلس میں ذکر حضرت معاویہؓ کا آیا اس پر محمود نے کہا کہ وہ عشرہ مبشرہ میں ہیں احمد نے کہا کہ مجھے عشرہ مبشرہ کی تو تحقیق نہیں لیکن آپ صحابی ضرور ہیں مگر ان سے کچھ غلطی ہوئی چنانچہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ ان سے خطا ضرور ہوئی محمود نے کہا کچھ بھی ہو لیکن حضرت امیر معاویہؓ کا درجہ حضرت سیدہ فاطمہ زہراؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت امام حسینؓ یعنی اہل بیت سے بڑھا ہوا ہے۔ براہ کرم اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔

(۳) بعدہ ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ ایسا اعتراض حضرت علیؓ کے ایمان پر بھی ہے کیونکہ وہ نابالغی کی حالت میں ایمان لائے تھے اور نابالغی کے ایمان اور فعل کا اعتبار نہیں ہوتا۔

(۴) حضرت علیؓ پر کن کن صحابہ کو فضیلت ہے؟

(۵) ایک بار تذکرہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا آیا تو کسی نے کہا کہ ان کی شہادت تو مروان کے فعل سے ہوئی جیسا کہ مشہور ہے کہ فاقبلوا کی جگہ فاقتلوا لکھ دیا جب حضرت علیؓ کو خبر ملی کہ دشمنوں نے خلیفہ سوم کے مکان کو گھیر لیا ہے اور حملہ آور ہیں تو اپنے دونوں صاحبزادوں کو مسلح کر کے بھیجا اور سمجھ دیا کہ حضرت عثمانؓ کو دشمنوں کی آزار سے بچانا اس پر محمود نے یہ کہا کہ یہ کام حضرت علی کا صرف دکھانے کا تھا حقیقتہ ان کو حضرت عثمان کی حفاظت منظور نہ تھی۔

حضرات علماء سے دریافت کیا جاتا ہے کہ کیا واقعی حضرت علیؓ کا ظاہر کچھ تھا اور باطن کچھ؟

المستفتی نمبر ۵۲۳ شیخ شفیق احمد (ضلع مونگھیر) ۷ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۹ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۴۲) (۱) صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان بھی رفیع ہے اور اہلبیتؓ کی شان بھی بلند ہے اہل بیت میں داخل ہونے کا شرف جدا ہے اور فضیلت صحبت جدا دونوں کے متعلق صحیح حدیثیں موجود ہیں جن لوگوں کو دونوں شرف حاصل ہوئے یعنی وہ اہل بیت میں بھی ہیں اور صحابی بھی ہیں جیسے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسینؓ ان دونوں کی فضیلت دونوں جہت سے ثابت ہے اور جو اہل بیت میں شامل ہیں مگر صحابی نہیں ان کو ایک شرف حاصل ہے دوسرا نہیں جو صحابی ہیں مگر اہل بیت میں شامل نہیں ان کو بھی ایک شرف حاصل ہے دوسرا نہیں اس کے بعد علم و تقویٰ اور دیگر صفت کی وجہ سے فضیلت کے مراتب کم وبیش ہوتے ہیں اس لئے اس بارے میں اسی قدر اعتقاد پر اکتفا کرنا اسلم ہے شیخین کی فضیلت کلیہ باوجود اہل بیت میں داخل نہ ہونے کے صرف صحابی ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ ان کے اوصاف کاملہ علم و تقویٰ اور خدمات دینیہ کی بنا پر ہے جن میں وہ خاص امتیازی شان رکھتے ہیں (۱)

(۲) حضرت امیر معاویہؓ جلیل القدر صحابی ہیں عشرہ مبشرہ میں داخل نہیں ہیں (۲) اور یہ کہنا بھی درست نہیں کہ وہ حضرت سیدہ فاطمہ زہراؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت امام حسینؓ سے افضل ہیں ان کے لئے وہ مناقب جو احادیث میں آئے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کے کاتب وحی تھے اور حضور ﷺ نے ان کو اپنا کرتہ مرحمت فرمایا تھا اور دعا دی تھی (۳) اور ان کے پاس حضور ﷺ کے

(۳) یہ اعتراض مہمل اور لغو ہے یہ تو حضرت علیؓ کی فطری اور طبعی صلاحیت کی دلیل ہے کہ بچپنے میں ہی ان کو معرفت حق اور قبول صداقت کی توفیق مبدا فیاض سے عطا ہوئی تھی۔

(۴) ترتیب فضیلت ترتیب خلافت کے موافق ہے یعنی حضرت ابو بکرؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنی ذوالنورینؓ حضرت علیؓ سے افضل ہیں ان تینوں کے بعد حضرت علیؓ باقی صحابہ کرامؓ سے افضل ہیں (۴)

---

(۱) عن محمد بن الحنفية قال : قلت لابی : ای الناس خیر بعد النبی ﷺ قال : ابوبکر قال قلت . ثم من ؟ قال : عمر (الحدیث) (صحیح البخاری، باب فضل ابی بکر بعدالنبی ﷺ ۱ / ۵۱۸ ط قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۲) عن عبدالرحمن بن عوف قال قال رسول الله ﷺ ابوبکر فی الجنة و عمر فی الجنة و عثمان فی الجنة و علی فی الجنة و طلحة فی الجنة و الزبیر فی الجنة و عبدالرحمن بن عوف فی الجنة و سعد بن وقاص فی الجنة و سعید بن زید فی الجنة و ابو عبیدہ بن الجراح فی الجنة (جامع الترمذی مناقب عبدالرحمن ۲ / ۲۱۵ ط سعید)

(۳) اسلم (معاویة) قبل الفتح و اسلم ابوه بعده و صحب النبی ﷺ و کتب له (فتح الباری باب ذکر معاویه ۷ / ۸۰ ط مصر) عن عبدالرحمن بن ابی عمیرة وکان من اصحاب النبی ﷺ عن النبی ﷺ انه قال لمعاویه : اللهم اجعله هادیًا مهدیًّا و اهد به (جامع الترمذی مناقب معاویه ۲ / ۲۲۴ ط سعید) وقد روی من غیر وجه انه اوصی الیه ان یکفن فی ثوب رسول الله ﷺ الذی کساه ایاه (البدایه والنهایه ترجمة معاویه و ذکر شیء من ایامه ۵ / ۶۴۷ ط دار الفکر بیروت)

(۴) و افضل البشر بعد نبینا ابوبکر الصدیق ثم الفاروق ثم عثمان ذوالنورین ثم علی المرتضی و خلافتهم علی هذا الترتیب (عقائد النسفی مع شرحه ص ۱۴۹ ط مکتبه خیر کثیر کراچی)

(۵) یہ خیال کہ حضرت علیؓ نے صرف دکھاوے کے لئے حضرت حسنؓ و حسینؓ کو بھیجا تھا حفاظت منظور نہ تھی بدگمانی ہے حضرت علیؓ کی طرف سے ایسی بدگمانی کرنی مناسب نہیں ہے(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کیا حکومت کا مدح صحابہ کو روکنا ماخلت فی الدین نہیں' ان حالات میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئیے ؟

(سوال) (۱) حضرات خلفائے ثلاثہؓ کے ساتھ گروہ شیعہ کو اس قدر بغض ہے کہ ایک طرف خود سرا وجہرا اپنے گھروں میں اور سنیوں کی سمعات میں ان پر سب وشتم اور لعن وطعن کرتے ہیں اور دوسری طرف اگر سنی ان کی مدح میں قصائد یا نظمیں پڑھیں تو کہتے ہیں کہ اس سے ہماری دل آزاری ہوتی ہے اور اس بنا پر اسے روکنے کی کوشش کرتے ہیں ایسی صورت میں سنیوں پر مدح خلفائے ثلاثہؓ میں قصائد یا نظموں کا پڑھنا اپنے گھروں' محفلوں میں عام مقامات اور شارع عام پر مذہباً ضروری ہے یا نہیں ؟

(۲) حکومت وقت نے شیعوں کی درخواست اور شکایات پر حفظ امن کے بہانہ سے شارع عام پر مجمع عام میں اور ایسے مقامات پر جو محاطہ نہ ہوں یا عامتہ الناس کے استعمال کے لئے ہوں حضرات خلفائے ثلاثہؓ کی مدح کرنا یا مدح میں قصائد اور نظمیں پڑھنا ممنوع قرار دیا ہے تو حکومت کی یہ کارروائی مداخلت فی الدین ہے یا نہیں ؟

(۳) شیعوں کی مخالفت اور حکومت وقت کی مزاحمت کی بنا پر جیسا کہ اوپر مذکور ہے ان سنیوں کے لئے جو ایسے مقام پر سکونت پذیر ہوں جہاں کہ یہ مخالفت اور مزاحمت کی جارہی ہو اس مخالفت کا انسداد کرنا اور حضرات خلفائے ثلاثہؓ کے محامد ومناقب کو نثریا نظم میں علی الاعلان وبرسرعام جلسوں یا جلوسوں میں بیان کرنے کا حق حاصل کرنا مذہباً لازم ہے یا نہیں ؟

(۴) جس مقام پر حضرات خلفائے ثلاثہؓ کے محامد ومناقب کا بیان علی الاعلان وبرسرعام کرنے کی مخالفت ومزاحمت ہوتی ہو جیسے کہ اوپر مذکور ہے اور وہاں کے کچھ سنی اس مخالفت ومزاحمت کے انسداد کے لئے کوشاں ہوں تو جولوگ ان کی تائید ونصرت کریں اور ان کو مالی یا کسی قسم کی امداد دیں تو وہ عند اللہ ماجور ہوں گے یا نہیں اور جو اہل علم یا علمائے دین یا امراء یا ارباب ثروت اس کوشش کرنے والی جماعت کی تائید ونصرت اور امداد سے پہلو تہی کریں وہ اعانت روافض اور تعاون علی الاثم والعدوان کے مرتکب ہوں گے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۱۴۳ مولوی عبدالرحیم صاحب (انجمن تحفظ سنت لکھنؤ) ٦ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۵ اگست ۱۹۳٦ء

(۱) قال اللہ تعالی یایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم (الآیۃ) (الحجرات : ۱۲)

جواب از مولانا محمد اسباطؒ

(جواب) (از مولوی محمد اسباط صاحب مدرس مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ) جواب عرض کرنے سے پہلے چند مقدمات کی تمہید ضروری ہے۔

(۱) ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ ہے کہ احکام شرعیہ و نیز رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام کے صحیح صحیح حالات ناواقف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں تک بھی پہنچانے تاکہ اسلامی تعلیمات اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام کی صداقت کے ایمان اور ان کی محبت سے ان کے قلوب معمور ہو جائیں اور اللہ کی حجت بندوں پر پوری ہو جائے۔ قال اللہ تعالی ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنه و جادلهم بالتی هی احسن (۱) وقال اللہ تعالی فاصدع بما تؤمر (۲) وقال اللہ تعالی وانذر عشیرتك الاقربین (۳) وقال رسول اللہ ﷺ بلغوا عنی ولو آیة (۴) وقال علیه السلام نضر اللہ امرأ سمع منا شیئا فبلغه کما سمعه فرب مبلغ اوعی له من سامع (رواہ الترمذی (۵) و ابن ماجه (۶) و رواہ الدارمی (۷) عن ابی الدرداء) (مشکوۃ) (۸)

(۲) رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کرام آپ کی امت اور آپ کے درمیان واسطہ کبریٰ ہیں ان ہی کی مساعی جمیلہ اور ان کی ہی کوششوں اور جانفشانیوں سے ساری دنیا کے لوگوں کو دولت اسلام ملی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حجت بنایا قال اللہ تعالی وکذلك جعلنا کم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شهیدا (۹) اور امت کی گردن پر ان کا احسان ہے بنا بریں ان کی عظمت اور محبت اور ان کی اطاعت اور ان کے لئے دعائے مغفرت ہمارے اوپر لازم ہے۔ قال اللہ تعالی والذین جآؤ امن بعدهم یقولون ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین امنوا ربنا انك رؤف رحیم (۱۰) وعن عبداللہ بن مغفل قال قال رسول اللہ ﷺ اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذو هم غرضا من بعدی فمن احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم ومن آذاهم فقد آذانی ومن اذانی فقد

(۱) النحل ۱۲۵
(۲) الحجر ۹۴
(۳) الشعراء ۲۱۴
(۴) مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، فصل الاول، ۱/ ۳۲ ط سعید
(۵) باب ما جاء فی الحث علی تبلیغ السماع ۲/ ۹۴ ط سعید
(۶) باب من بلغ علما ص ۲۱، ط میر محمد کتب خانه، کراچی
(۷) باب الاقتداء بالعلماء ۱/ ۸۷ ط قدیمی کتب خانه، کراچی
(۸) کتاب العلم فصل الاول ۱/ ۳۵ ط سعید
(۹) البقرة ۱۴۳
(۱۰) الحشر ۱۰

آذى الله ومن آذى الله فيوشك ان ياخذه (رواه الترمذى) (۱) وعن عمر قال قال رسول الله ﷺ اكرموا اصحابي فانهم خياركم ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يظهر الكذب الخ (مشكوة)(۲) و عن حذيفة قال قال رسول الله ﷺ انى لا ادرى ما بقائى فيكم فاقتدوا بالذين من بعدى ابى بكرؓ وعمرؓ(۳)

(۳) شریعت نے چونکہ تبلیغ کے لئے کسی طریقہ خاص کا پابند نہیں بنایا ہے بلکہ مسلمانوں کو اختیار دیا ہے کہ شریعت کے حدود میں رہتے ہوئے ہر ایسے طریقے کو اختیار کر سکتے ہیں جس سے مقصود تبلیغ ہو سکے لہذا ان کو اختیار ہے کہ خواہ وہ نثر میں خواہ وہ نظم میں۔ خواہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر جس طرح بھی ہو سکے ان کے فضائل و مناقب ان کے کارنامے ان کی اسلام کے ساتھ اور اپنے پیغمبر ﷺ کے ساتھ شیفتگی کے واقعات پڑھیں اور مسلمانوں کے سامنے پیش کریں خصوصاً نظم اور قصائد کی صورت میں کیونکہ اس صورت کے ساتھ تبلیغ کا خاص طور پر مؤثر اور مفید ہونا ظاہر ہے۔

(۴) یہ بھی ظاہر ہے کہ مذہبی مجالس اور محافل میں صرف وہی مسلمان شرکت کرتے ہیں کہ جن کو کسی نہ کسی درجہ میں مذہبی دلچسپی ہے لیکن جو مسلمان مذہب سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے ان کو مذہب اور بزرگان دین کی طرف مائل کرنے کا طریقہ صرف یہی ہو سکتا ہے کہ عام بازاروں اور سڑکوں اور تفریح گاہوں میں بھی ہم مذہبی تبلیغ کریں۔

(۵) یہ ظاہر ہے کہ دنیا میں ہمیشہ مذہب والوں نے دوسرے مذاہب کو اور انکے اصول و فروع کو اپنے لئے دل آزار قرار دیا ہے خواہ کتنے ہی صحیح اور معقول کیوں نہ ہوں اپنی دسترس بھر انہوں نے دوسرے مذاہب کو مٹانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہندوستان اور یورپ کی ازمنہ ماضیہ کی تاریخ پڑھنے والوں پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے بلکہ آج بھی ہندوستان کی ریاستوں میں اذان اور نماز اور قربانی وغیرہ پر جو سخت پابندیاں عائد ہیں وہ اس دعوے کے لئے شاہد عدل ہیں اور خود قرآن کریم نے بھی فرمایا ولن ترضى عنك اليهود والنصارى حتى تتبع ملتهم (۴) ایسی حالت میں کسی قوم کا یہ دعویٰ کرنا کہ فلاں قوم فلاں مذہب کی فلاں بات سے ہماری دل آزاری ہوتی ہے ہرگز قابل سماعت نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لئے حقوق و حدود کی تعیین ضروری ہے ان حقوق اور حدود میں یہ چند باتیں خاص طور پر قابل لحاظ ہیں (الف) جب ایک ملک میں مختلف قوم اور مختلف مذاہب و ملت کے لوگ آباد ہوں تو ہر قوم کا جان و مال عزت و مذہب دوسری قوم کی دست اندازی اور حملہ سے محفوظ رہنا ضروری ہے (ب) ہر قوم اپنے مذہبی فرائض کے ادا کرنے میں آزاد ہے چاہے اپنے گھروں میں ہو یا عبادت گاہوں میں یا

---

(۱) باب ماجاء فى من سب اصحاب النبى ﷺ ۲/ ۲۲۵ ط سعید
(۲) باب مناقب الصحابة ۲/ ۵۵٤ ط سعید
(۳) مشکوة المصابیح باب مناقب ابی بکر و عمر ۲/ ۵٦۰ ط سعید
(٤) البقرة ۱۲۰

شاہراہوں میں یا تفریح گاہوں میں ۔ جب تک کہ کسی قوم کی توہین اور دل آزاری نہ کریں (ج) یہ بھی ظاہر ہے کہ دنیا کے تمام اہل مذاہب کو یہ دعویٰ ہے کہ صرف انہیں کا مذہب حق ہے اور اس کے علاوہ تمام مذاہب جھوٹے اور غلط ہیں ایسی حالت میں یقیناً کسی ایک مذہب کی تبلیغ اور فضائل اور مناقب اور محاسن کو بیان کرنا لزوماً دوسرے مذہب کا رد ہے اور ایک مذہب کے بزرگوں کی تعریف دوسرے مذہب کا ابطال ہے یہ بھی ظاہر ہے کہ اکثر مذہب کے بزرگوں سے دوسرے مذہب اور مذہب والوں کو نقصان بھی پہنچا ہے کون نہیں جانتا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں آتش پرستوں کی قومیت کا شیرازہ بکھر گیا اور عیسائیوں کی روم اور مصر کی بڑی بڑی سلطنتیں برباد ہو گئیں ہندو برہمنوں نے بدھ مذہب والوں کو کس طرح ہندوستان سے مٹایا لیکن باینہمہ نہ کبھی عیسائیوں نے صحابہ کرامؓ کی مدح کو دل آزاری سمجھا نہ پارسیوں نے ہندو اور سکھ بھی اپنا مذہبی جلوس نکالتے ہیں لیکن کسی قوم نے آج تک یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس سے ہماری دل آزاری ہوتی ہے کیوں ؟ صرف اس لئے کہ دل آزاری صرف اسی وقت دل آزاری ہے جب قوم و مذہب پر تعریض ہو یا کسی طرح بھی اشارۃً یا کنایۃً اس کی توہین کی جاتی ہو ورنہ صرف اپنے بزرگوں کی مدح چاہے کسی دوسری قوم کے لئے وہ کیسے ہی مبغوض ہوں ہرگز دل آزاری نہیں ہو سکتی اور ہو تو قابل التفات نہیں (۶) حفظ امن کے معنی یہ ہیں کہ ایک قوم کو دوسری قوم کے حقوق میں دست اندازی کرنے سے روکا جائے نہ یہ کہ ایک قوم کی خاطر دوسری قوم کو اس کے واجبی حقوق سے روکا جائے۔

(۷) حکومت کا جو حکم مداخلت فی الدین کی قبیل سے ہو ہمیں ہرگز اطاعت جائز نہیں۔ **عن ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما احب و کرہ مالم یؤمر بمعصیة فاذا امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة (متفق علیه (۱) مشکوۃ(۲)) عن علیؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا طاعة فی معصیة انما الطاعة فی المعروف (متفق علیه (۳) مشکوۃ (۴))**

(۸) ہر مسلمان کا مذہبی فرض ہے کہ جب اس کے مذہب میں مداخلت کی جائے تو بقدر استطاعت اس کی مخالفت کرے اور ہرگز اس مداخلت کو روا نہ رکھے ورنہ تعاون اثم و عدوان کا مرتکب ہوگا۔ **عن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ ﷺ قال من رأی منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذلك اضعف الایمان (رواہ مسلم (۵) مشکوٰۃ(۶)) وقال اللہ تعالیٰ**

---

(۱) بخاری باب السمع والطاعة للامام مالم تكن معصية ۳/۱۰۵۷' ط قديمي مسلم' كتاب الامارة' باب وجوب طاعة الامراء في غير معصية ۲/۱۲۵ ط قديمي

(۲) كتاب الامارة والقضاء' الفصل الاول ۱/۳۱۹ ط سعيد

(۳) بخاری ' كتاب اخبار الآثار ۲/۱۰۷۶' ط قديمي كتب خانه' كراچي - مسلم. باب وجوب طاعة الامراء في غير معصية ۲/۱۲۵ ط قديمي (۴) كتاب الامارة والقضاء الفصل الاول ص ۳۱۹' ط سعيد

(۵) باب بيان كون النهي عن المنكر من الايمان الخ ۱/۵۱ ط قديمي

(۶) باب الامر بالمعروف ۱/۴۳۶' ط سعيد

تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان (١)
البتہ ابتداء سختی کی ضرورت نہیں ہے پہلے حدود قانون میں رہ کر تحصیل حق کی کوشش کرنا ضروری ہے اگر خدانخواستہ ناکامیابی ہو تو پھر خدائی قانون کے آگے کسی قانون کی پروانہ کریں۔
ان آٹھ مقدمات کے بعد ہر نمبر کا جواب ملاحظہ ہو۔
(۱) حسب مقدمہ ثانیہ آیات واحادیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرامؓ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں اور امت مسلمہ کے دولت اسلام پانے کیلئے واسطہ عظمیٰ ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ بسبب مسلمانوں کی گردن پر ان کے احسان عظیم کے ان پر شریعت نے صحابہ کرامؓ کے حقوق قائم ومقرر کئے ہیں عظمت ومحبت و اطاعت ودعائے مغفرت۔ اور حسب مقدمہ اولیٰ یہ بھی ثابت ہوا کہ جملہ احکام شریعت کی تبلیغ مسلمانوں پر ضروری ہے اور منجملہ حقوق یہ حقوق اربعہ بھی ہیں لہذا ان کی تبلیغ بھی ضروری ہے اور حسب مقدمہ ثانیہ یہ بھی ثابت ہوا کہ تبلیغ کے کسی خاص طریقہ کا ہم کو شریعت نے پابند نہیں بنایا جب تک ہم حدود شریعت سے تجاوز نہ کریں۔ اور حسب مقدمہ رابعہ عامہ مسلمانوں تک ان احکام کے پہنچانے کی صرف یہی صورت ہے کہ ہم ہر جگہ بازاروں اور سڑکوں اور سیر گاہوں میں بھی تبلیغ کریں اور حسب مقدمہ خامسہ یہ بھی ثابت ہوا کہ صرف اپنے بزرگوں کے فضائل ومناقب بشر طیکہ دوسرے مذاہب اور ان کے بزرگوں کی توہین وتعریض کے ساتھ نہ ہو' موجب دل آزاری نہیں ہے یا ہے تو قابل التفات نہیں ہے لہذا ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کی عموماً اور خلفائے راشدین کی خصوصاً مدح اور ان کے فضائل و مناقب خواہ بصورت نظم ہو یا بصورت نثر، خواہ ایک آدمی پڑھے یا متعدد آدمی، خواہ گھروں میں ہو یا مسجدوں میں، بازاروں میں ہو یا سیر گاہوں میں' ہر جگہ اور ہر طرح پڑھ سکتے ہیں' بلکہ شرعاً ضروری ہے ورنہ ترک فریضہ تبلیغ کا گناہ بھی ہوگا اور من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (٢) کے بھی مصداق ہوں گے۔ خاص کر جب کہ ایک قوم ان پر سب ودشنام تبرا وافترا نہایت منظم طریقہ پر کر رہی ہے نظم ونثر میں ان کی ہجو اور معائب بیان کرتی ہے حالانکہ ان کو ان چیزوں کا کوئی حق حاصل نہیں ایسی حالت میں مسلمانوں کا واقعی صحابہؓ کے فضائل اور مناقب بھی نہ بیان کرنا کس قدر خسران دنیوی واخروی کا باعث ہے۔
(۲) حسب مقدمہ ثانیہ ثابت ہوا کہ مسلمانوں کو مدح صحابہ سے روکنا یقیناً مداخلت فی الدین ہے جس میں اطاعت کرنے سے مسلمان اپنے مذہب کی رو سے معذور ہیں۔
(۳۔۴) حسب مقدمہ ثانیہ مسلمانوں پر اپنے اس حق کو حاصل کرنا شرعاً ضروری ہے اور جو لوگ اس حق کے حاصل کرنے میں سعی کریں گے یا جو لوگ ان کی تائید ونصرت کریں گے وہ یقیناً ماجور ومثاب ہوں گے ورنہ بقدر اپنی استطاعت کے نہی عن المنکر نہ کرنے سے گناہ گار اور تعاون علی الاثم والعدوان)

---

(١) (المائدة ٢)
(٢) جامع الترمذي، باب ماجاء في الشكر لمن احسن اليك ٢/١٧، ط سعيد)

کے مرتکب ہوں گے۔ ھذا واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم کتبہ محمد اسباط مدرس مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ ۲ جمادی الاولی ۱۳۵۵ھ
الجواب صحیح۔ محمد صدیق الہ آبادی مدرس مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ۔
الجواب صحیح۔ ظہور احمد کان اللہ لہ مدرس و مفتی مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ
الجواب صحیح۔ حیدر حسن الجواب صحیح۔ مہر۔ ابوالعماد محمد شبلی
شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مدرس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ۲۹ جولائی ۱۹۳۶ء
واقعی صحابہ کرامؓ کے کارناموں ان کے فضائل اور مناقب کا بیان کرنا امر دینی ہے اور اس پر حکومت کا پابندی عائد کرنا نہ صرف مداخلت فی الدین بلکہ جنبہ داری ہے۔ **فصح الجواب و اللہ اعلم بالصواب**۔ حررہ ابوالرحیم محمد ایوب غفرلہ ۵۵۔۵۔۵ ہجری مہر
الجواب صحیح۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ۔ الجواب صواب۔ احقر محمد طیب غفرلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند ۵۵۔۵۔۲۴ ہجری
الجواب صواب۔ بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ۔ مدرس دارالعلوم دیوبند۔ المجیب مصیب۔ ریاض الدین عفی عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند

الاجوبة کلها صحیحة وحصول ھذا الحق فرض لاھل السنة والجماعة ممالا بد لا ھل الاسلام قاطبة وان غصبه الحکومة المتسلطة لبعض اعوانه ویجب علی المسلمین کافة الاجتھاد فی تحصیل ھذا الحق الصریح بای طریق کان مما لم یتجاوز حدود الشرع۔ محمد اعزاز علی غفرلہ مقیم دارالعلوم دیوبند۔ ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۵۵ھ

جواب از مفتی دارالعلوم دیوبند

(جواب ۱۰۲۷) (از نائب مفتی دارالعلوم دیوبند) جواب صحیح ہے لیکن مسلمانوں کو ایسی تدبیر اور تنظیم سے کام کرنا چاہئے جو حصول مقصد کے لئے مؤثر اور مفید ہو اور بدامنی نہ ہو بلا سوچے سمجھے اپنے نفوس کو مقید کرنا اور کاروبار کو تباہ کرنا مناسب نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔ مسعود احمد عفا اللہ عنہ۔ نائب مفتی دارالعلوم دیوبند ۲۴ جمادی الاولی ۱۳۵۵ھ
الجواب صواب محمد سہول عثمانی عفی عنہ۔ مفتی دارالعلوم دیوبند۔
الجواب صحیح۔ شمس الحق۔ مدرس دارالعلوم دیوبند
لقد اصاب من اجاب محمد عبدالحق نافع عفی عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند
مہر دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

جواب از مفتی اعظم

(جواب ۱۴۳) (از حضرت مفتی اعظمؒ) ہوالموفق۔ صحابہ کرامؓ کے فضائل وکمالات اور مآثر حسنہ بیان کرنا اور ان کی اشاعت و تبلیغ کرنا اہل السنتہ والجماعتہ کا ایک مذہبی اور اخلاقی بلکہ قانونی حق ہے اس پر پابندی عائد کرنا حکومت کے لئے آئین اور انصاف کے خلاف ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی
مہر دارالافتاء مدرسہ امینیہ دہلی

جواب از مفتی مظاہر علوم

(جواب ۱۵۱۸) (از حضرت مفتی مظاہر العلوم سہارنپور) حضرت خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرامؓ کا ذکر اور بیان اہل السنت کا ایسا شعار ہے کہ جس سے کوئی وعظ کوئی تقریر کوئی خطبہ کتاب کا یا جمعہ کا خالی نہیں ہوتا اور شرعاً مدح صحابہؓ کے لئے عام آزادی ہے کسی محل کی تقیید کرنا اور اہل السنتہ کو روکنا بلاوجہ شرعی یقیناً مداخلت فی الدین وظلم ہے حکومت کا فرض ہے کہ وہ انصاف ہی کو قائم رکھے اور جذب داری سے کام لے جیسے دوسری اقوام کو مذہبی شعار کی ادائیگی میں آزادی ہے اسی طرح اہل السنت کو بھی آزادی ہونی چاہئے ورنہ اس غلط اقدام سے جو برے نتائج رونما ہوں گے ان کی حکومت ذمہ دار ہوگی اگر حکومت مسلمانوں کے شعائر مذہبی میں مداخلت کرے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ہر ممکن تدبیر سے اس کی مدافعت کریں اور اپنا حق حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھیں اور امراء و علماء کو متفق ہو کر کوشش کرنی چاہئے۔ ایسی صورت میں حکومت روافض کے ساتھ تعاون کرنا گناہ ہے امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوب نمبر ۵ جلد ۱ میں تحریر فرماتے ہیں ذکر خلفائے راشدین اگرچہ از شرائط خطبہ نیست لیکن شعار اہل سنت است منہاج السنتہ (۱) میں ہے۔ **ان المسلمین والکفار اذا کان ھولآء شعار وھو لآء شعار وحب شعار الاسلام فی کل زمان وفی کل مکان** فقط واللہ اعلم۔ حررہ سعید احمد اجراڑوی غفرلہ مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔ ۱۴ ج ۱ ۱۳۵۵ھ عبد اللطیف عفا اللہ عنہ ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ ۲۵ ج ۱ ۱۳۵۵ھ
جوابات سب صحیح ہیں۔ بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ صدر مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ ۲۵ ج ۱ ۱۳۵۵ھ

کیا حکومت کا مدح صحابہ کو روکنا مداخلت فی الدین نہیں ؟ مسلمانوں خصوصاً طلبہ دار العلوم دیوبند کو ان حالات میں کیا کرنا چاہئے ؟

(سوال) حکومت ہند نے مدح صحابہؓ کی ممانعت اور انسداد کا ایک دل آزار قانون بنایا ہے جس کا نفاذ

---

(۱) فصل فی شعار الاسلام ۱ / ۳۵۲ ط سعید

لکھنؤ میں بالکل جابرانہ طور پر ہو رہا ہے اہل السنت والجماعت کے بعض علماء کی نہ صرف رائے بلکہ فتویٰ ہے کہ مدح صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ممانعت در حقیقت مداخلت فی الدین ہے اس موقع پر نطق پر سکوت کو ترجیح دینا حمایت دین پر بانت دین کو ترجیح دینا ہے جو قطعی حرام ہے لہذا ہر مسلمان اہل سنت و جماعت کا فرض اولین ہے کہ اس کار خیر میں اقدام کرے اور ایثار سے کام لے کر کبھی نہ فنا ہونے والا توشہ حقیقی تیار کر لے تو اب چند امور مذکورہ ذیل دریافت طلب ہیں۔

(۱) علمائے کرام کی مذکورہ بالا رائے یعنی ممانعت مدح صحابہ مداخلت فی الدین ہے یا نہیں ؟

(۲) ہر مسلمان اہل السنت و جماعت کو بلا امتیاز تذکیر و تانیث و بلا تفاوت سن و سال اس میں حصہ لینا چاہئیے یا نہیں ؟

(۳) ہم طلباء دار العلوم دیوبند وغیرہ کا اس موقعہ پر کیا فرض ہے ایثار کریں یا سکوت ؟ بالخصوص ایک حالت میں ادھر تعلیم کا خیال ادھر قانون شکنی کا عزم۔ ہاں اتنا خیال رہے کہ اگر اہل علم طبقہ خصوصاً علماء و طلبہ نوجوان متفقہ طور پر کھڑے ہو گئے تو بحول و قوۃ الٰہی وہ دن کچھ دور نہیں کہ حکومت ہی اس قانون کو اپنے ہاتھوں پارہ پارہ کر دے گی۔ المستفتی نمبر ۱۱۹۶ خواجہ محمد احمد صاحب غازی پور متعلم دورہ دار العلوم دیوبند۔ ۶ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۴۴) مداخلت فی الدین کا مفہوم بہت عام ہے اور عموم کے لحاظ سے ہر آن میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں مداخلتیں ہندوستان میں ہو رہی ہیں امتناع مدح صحابہ کا قانون' جہاں تک مجھے معلوم ہے' نہ حکومت ہند کا ہے نہ حکومت صوبہ کا وہ صرف ایک مقامی کمیٹی کا جو اس کام کے لئے مقرر کی گئی تھی فیصلہ تھا جسے مقامی حکومت نے انتظاماً نافذ کر دیا ہے میرے خیال میں دار العلوم کے طلبہ مذہباً ابھی تک شرکت پر مجبور نہیں ہیں مسلمان تحریک کو چلا رہے ہیں طلبہ کو تعلیمی ضروریات میں مشغول رہنا چاہئیے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

صحابہؓ کا زمانہ ایک سو ہجری' تابعین کا ایک سو ستر ہجری' اور تبع تابعین کا دو سو بیس ہجری تک ہے۔

(سوال) (۱) زید کہتا ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے اسے صحابی کہتے ہیں اور جس نے صحابی کو دیکھا ہے اسے تابعی کہتے ہیں اور جس نے تابعی کو دیکھا ہے اسے تبع تابعی کہتے ہیں زید کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صحابی کا زمانہ کتنا تھا اور صحابی سے تابعین تک کتنا وقت اور تابعین سے تبع تابعین تک کتنا وقت تھا۔ المستفتی نمبر ۱۳۵۴ نور الاسلام (رنگون) ۳ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۴۵) صحابی وہ شخص ہے جس نے ایمان کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو دیکھا یا حضور ﷺ

سے ملا ہے اور ایمان پر وفات پائی صحابہ کرام کا زمانہ سنہ ایک سو ہجری تک ہے اور تابعی وہ شخص ہے جس نے ایمان کی حالت میں صحابی کو دیکھا یا ملا اور ایمان پر وفات پائی تابعین کا زمانہ ایک سو ستر ہجری تک ہے تبع تابعین وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایمان کی حالت میں تابعی کو دیکھا اور ایمان پر وفات پائی تبع تابعین کا زمانہ دو سو بیس ہجری تک ہے۔ کذافی المرقاۃ (۱) لعلی القاری ج ۵ ص ۰ ۵۲ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

شہادت عثمانؓ کے متعلق ایک سوال

(سوال) متعلقہ واقعہ شہادت حضرت عثمانؓ

(جواب ۱٤٦) جب مفسدوں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا تو حضرت علیؓ نے حضرت امام حسن و حسینؓ کو ان کے دروازے پر حفاظت کے لئے متعین کر دیا تھا کہ کوئی مفسد گھر میں داخل نہ ہو سکے (۲) مفسد دروازہ چھوڑ کر دوسری طرف سے دیوار پر چڑھ کر گھر میں اترے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا حضرت علیؓ کو جب خبر ہوئی تو انہوں نے آکر امام حسنؓ کے منہ پر طمانچہ مارا اور حضرت امام حسینؓ کے سینے پر تھپڑ مارا اور فرمایا کہ تم دونوں کے موجود ہوتے ہوئے حضرت عثمانؓ کیسے شہید کر دیئے گئے ۔ جب حضرت علیؓ کو واقعہ معلوم ہوا کہ قاتل دیوار پھاند کر گھر میں گھسے تو انہوں نے امام حسن و امام حسینؓ کو معذور سمجھا۔ حضرت عثمانؓ کے منہ پر طمانچہ مارنے کا بیان صحیح نہیں اور حضرت عثمانؓ دوسرے روز مدفون ہوئے تین دن نعش کا پڑا رہنا بھی غلط ہے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے (۳) یہودیوں کے قبرستان میں دفن ہونا بھی درست نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

حضرت معاویہؓ جائز خلیفہ تھے' ان سے یزید کو ولی عہد بنانے میں اجتہادی غلطی ہوئی.

(سوال) حضرت معاویہؓ کی نسبت غصب خلافت کا الزام نیز یزید کو آپ کا ولی عہد سلطنت باوجود اس کے فسق و فجور کے بنانا جس کو بعض سنی بھی کہتے ہیں کس حد تک صحیح و درست ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۴۰۲ سید خلیل حیدر (کانپور) ۵ صفر ۱۳۵٦ھ مطابق ۱۷ اپریل ۱۹۳۷ء

(جواب ۱٤۷) حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت امام حسنؓ سے صلح کر لی تھی اور اس کے بعد وہ جائز طور پر خلافت کے حامل تھے (۴) انہوں نے یزید کے لئے بیعت لینے میں غلطی کی کیونکہ یزید سے بہتر

---

(۱) باب مناقب الصحابة ۱۱/ ۲۷٦ ط امدادیه' ملتان

(۲) ولزم كثير من الصحابة بيوتهم وسار اليه جماعة من ابناء الصحابة عن امر آبائهم منهم الحسن والحسين الخ (البدايه والنهايه صفة حصر امير المؤمنين عثمان بن عفان ٥ ٢٦٢ ط دار الفكر بيروت)

(۳) وقد اعتنى معاوية في ايام امارته بقبر عثمان ورفع الجدار بينه و بين البقيع وامر الناس ان يدفنوا موتاهم حوله (البدايه والنهايه قبيل ذكر صفه ٥ ٢٨٠ ط دار الفكر بيروت) (٤) فلما رأى الحسن بن على تفرق جيشه عليه مقتهم و كتب عند ذلك الى معاوية بن ابى سفيان وكان قد ركب فى اهل الشام فنزل مسكن يراوضه على الصلح بينهما فبعث اليه معوية عبدالله بن عامر و عبدالله بن سمرة --- فاصطلحوا على ذلك واجتمعت الكلمة على معاويه (البدايه والنهايه' خلافة الحسن بن على ٥ ٤٩٨ ط دار الفكر بيروت)

اور اولی و افضل افراد موجود تھے لیکن اس غلطی کے باوجود یزید کے اعمال و افعال کی ذمہ داری ان پر عائد نہ ہوگی کیونکہ اسلام اور قرآن پاک کا اصول ہے لا تزر وازرۃ وزر اخری (۱) اس لئے حضرت معاویہؓ کی شان میں گستاخی اور درشتی نہیں کرنی چاہئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ‘ دہلی

چوتھا باب
ائمہ مجتہدین

امام ابو حنیفہؒ کی تاریخ وفات کیا ہے ؟

(سوال) تاریخ وفات امام اعظم ابو حنیفہ تحریر فرمائی جائے ایک کتاب میں ۲ شعبان لکھا ہے ایک کتاب میں صرف رجب ۱۵۰ ہجری لکھا ہے۔ المستفتی نمبر ۹۱۵ بدھا ئم صاحب (کھیو ں) ۱۴ صفر ۱۳۵۵ھ مطابق ۶ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۴۸) کتب معتبرہ متداولہ سے اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ رجب ۱۵۰ھ میں حضرت سیدنا الامام الاعظم ابو حنیفہؒ کی وفات ہوئی ہے اس سے زیادہ کسی معتبر کتاب میں نہیں ملا۔(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

ابن الہمام بلند پایہ کے محقق ہیں' ان کی کتاب فتح القدیر نہایت مستند و معتبر ہے۔
(از اخبار الجمعیۃ سہ روزہ دہلی مورخہ ۱۸ جون ۱۹۲۸ء)

(سوال) ابن ہمام علمائے حنفیہ میں کس پایہ کے بزرگ تھے اور ان کی کتاب فتح القدیر کو علمائے حنفیہ میں کیا وقعت حاصل ہے ؟

(جواب ۱۴۹) علامہ ابن ہمامؒ علمائے حنفیہ میں بڑے پایہ کے محقق ہیں۔ اصحاب ترجیح میں سے ہیں فتح القدیر بہت معتبر اور مستند کتاب ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ‘

علامہ ابن امیر الحاج حنفی المذہب اور ابن الحاج صاحب مدخل مالکی ہیں۔

(سوال) خادم نے عرض کیا تھا کہ طحطاوی علی لمراقی آخر کتاب الجنائز میں نماز جنازہ کی تیسری تکبیر

---

(۱) الفاطر : ۱۸

(۲) قال الواقدی وغیرہ ۔ مات ابو حنیفہ فی رجب سنة خمسین ومأة' ولہ سبعون سنة (مناقب الامام ابی حنیفہ و صاحبیہ' فصل فی وفاة ابی حنیفہ ص ۳۰ ط سعید)

(۳) وقدمت غیر مرة ان الکمال من اهل الترجیح کما افادہ فی قضاء البحر' بل صرح بعض معاصریہ بانہ من اهل الاجتهاد الخ (رد المحتار' مطلب الکمال ابن الهمام من اهل الترجیح ۳/۶۸۸ ط سعید)

کے بعد ہاتھ اٹھانا مستحب لکھا ہے لیکن وہ ابن امیر حاجؒ کا قول تھا حضرت اقدس نے فرمایا تھا کہ وہ مالکی ہیں فقیر بھی یہی سمجھتا تھا لیکن بعض کتب فقہ میں ان کے اقوال سے استشہاد پایا اور شبہ ہوا تو فوائد بھیہ میں نکال کر دیکھا تو مولانا عبدالحیؒ نے ان کو حنفیہ میں شمار کیا ہے ؟ **المستفتی** نقش بردار فقیر محمد یوسف دہلوی

(جواب ۱۵۰) غالباً یہ ابن امیر الحاجؒ حنفی(۱) ہیں جن کے قول سے یہ استشہاد ہے اور وہ ابن الحاج صاحب مدخل مالکی ہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

پانچواں باب
متفرقات

مسجد اقصیٰ بیت المقدس میں ہے' جامع مسجد دہلی کا نقشہ مسجد اقصیٰ کے مشابہ نہیں.

(سوال) مسجد اقصیٰ کہاں ہے اور بیت المقدس میں جو مسجد ہے اس کا کیا نام ہے جامع مسجد دہلی کا نقشہ مسجد اقصیٰ کے مشابہ ہے یا نہیں ؟ اور اسکے ساتھ کوئی تاریخی واقعہ ثابت ہے یا نہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۴۴۲ منشی محمد صدیق صاحب (بمبئی) یکم محرم ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۵۱) مسجد اقصیٰ زمین ہے بیت المقدس کی مسجد کا نام مسجد اقصیٰ ہے(۲) جامع مسجد دہلی کا نقشہ مسجد اقصیٰ کے مشابہ نہیں ہے اور نہ اس کے نقشے کے ساتھ کوئی تاریخی واقعہ صحیح طور پر ثابت ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

قصص الانبیاء اور تذکرۃ الاولیاء معتبر و مستند کتاب ہیں یا نہیں ؟

(از اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) کتاب قصص الانبیاء اور تذکرۃ الاولیاء مؤلفہ شیخ فرید الدین عطارؒ مستند اور صحیح ہیں یا نہیں ؟

(جواب ۱۵۲) قصص الانبیاء اور تذکرۃ الاولیاء میں صحیح اور ضعیف ہر قسم کی باتیں ہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) الفوائد البھیہ' الخاتمہ' الفصل الاول فی تعیین المبھمات' ص ۲۴۳ ' ط نور محمد کتب خانہ' کراچی

(۲) (إلی المسجد الاقصیٰ) وھو بیت المقدس الذی بایلیاء معدن الانبیاء من لدن ابراھیم الخلیل علیہ السلام (ابن کثیر' بنی اسرائیل' - ۳/۲ ط سھیل اکیدمی' لاھور)

كتاب الجهاد

پہلا باب
ہجرت وجہاد

حکم الهجرة من الهند والجهاد فيها

(سوال)

(جواب ۱۵۳) هو الموفق قال النبی ﷺ الخيل معقود فی نواصيها الخير الى يوم القيامة (۱) وفقه هذا الحديث ان الجهاد لا علاء كلمة الله ماض الى يوم القيامة ومن المعلوم ان الجهاد و القتال باعداء الله واعداء الاسلام لا بدله من امور و شرائط فمنها الامام و منها آلات الحرب و منها القدرة على القتال وغيرها وهذا القدر ممالا خفاء فيه (۲)

اما الهجرة فهی انما كانت فريضة فی ابتداء الاسلام من مكة المكرمة لانها كانت دار كفر و عدوان كان المؤمنون لا يأمنون فيها على انفسهم واعراضهم واموالهم وكان احدهم يوذىٰ فی الله اشد ما يكون من ضرب و اهانة و نهبة وغير ها وكانوا لا يقدرون على اقامة الصلوات واداء الفرائض الاسلامية وبالجملة كان الاسلام واهلوه ضعفاء ففرض الله سبحانه و تعالىٰ عليهم ان يهاجروا من مكة و يخرجوا عن اوطانهم كی يقدروا على اقامة الدين و ينجوا عما يوقعه الكفار و الاعداء بهم

ولما فتح الله تعالى مكة على رسوله قال ﷺ لا هجرة بعد اليوم ولكن جهاد و نية واذا استنفرتم فانفروا (۳) فبين ﷺ ان الهجرة التی كانت فريضة لم تبق فريضة و هی الهجرة من مكة لانها صارت دار الاسلام بعد ان كانت دار كفر و عدوان

فقوله ﷺ لاهجرة بعد اليوم انما هو فی شان الهجرة الخاصة فلا يكون متعلقا بالهجرة العامة و نفی الهجرة من مكة انما كان بسبب رفع سببه الخاص والرفع برفع سبب خاص لا يستلزم عدم الثبوت مطلقا فانه لامزاحمة فی الاسباب-

ويجوز ان يكون شیء لها اسباب متعددة فان ارتفع منها سبب خاص جاز ان

---

(۱) صحيح الامام مسلم: باب فضيلة الخيل ۲/ ۱۳۲ ط قديمی كتب خانه كراچی

(۲) والثانی ان يرجوا الشوكة والقوة لاهل الاسلام باجتهاده او باجتهاد من يعتقد فی اجتهاده ورايه وان كان لايرجو القوة والشوكة للمسلمين فی القتال فانه لا يحل له القتال لما فيه من القاء نفسه فی التهلكة (عالمگيريه: الباب فی تفسيره شرعا و شرطه و حكمه ۲/ ۱۸۸ ط ماجديه كوئٹه)

(۳) سنن ابی داؤد: باب الهجرة هل انقطعت؟ ۱/ ۳۴۳ ط امداديه ملتان قال الشيخ فی بذل المجهود: عن الخطابی قال كانت الهجرة فی اول الاسلام فرضا ثم صارت مندوبة وذلك قوله تعالىٰ (و من يهاجر فی سبيل الله يجد فی الارض مراغما كثيرا و سعة) (الاية) نزل حين اشتد اذى المشركين على المسلمين عند انتقال الرسول الى المدينة ۳/ ۱۰۴ ط معهد الخليل الاسلامی كراچی)

یحکم برفع هذا الشئی من جهة ارتفاع هذا السبب الخاص المرتفع و حکم بوجوده بسبب وجود سبب آخر

الا تری انه ﷺ اشار علی ذلك بقوله ولکن جهاد ونية یعنی ان فریضة الهجرة انما ارتفعت برفع سببه وهو المنع عن اقامة الصلوات و غیر ها من فرائض الدین لانه حصل بفتح مکة شوکة للمسلمین ولم یبق للمشرکین المانعین قوة مانعة عن اداء الفرائض الاسلامیة وارشد الی اهم الفرائض بقوله ولکن جهاد ونية فثبت بقوله هذا ان الجهاد ایضاً من الفرائض التی ان منع عنها لزمت الهجرة

لاسیمااذا بلغهم استیلاء الکفارعلی الممالك الاسلامیة واستیصالهم للسلطنة الاسلامیة و ظهورهم علی المقامات المقدسة التی امرنا نبینا ﷺ با خراج المشرکین عموما واخراج الیهود والنصاریٰ منها خصوصا وجاء نا النفر الحکمی من سلطان الاسلام خلد الله مُلکه و سلطنته وانکشف لنا عجز السلطنة الاسلامیة عن المقاومة والمدافعة.

و بعد مامهدنا لایبقی خفاء فی ان فریضة الجهاد والمدافعة توجهت علی المسلمین عامةً (۱) حیث کانوا ومسلموا الهند وان کانوا عاجزین عن الجهادما داموا فی الهند لکن لهم سبیل الی اقامة هذه الفریضة وهو الخروج عن البلاد الهندیة والهجرة الی البلاد الاسلامیة فافتراض الهجرة فی هذه الاوان انما هو لا قامة فریضة الجهاد والمدافعة عن الاسلام والممالك الاسلامیة لا لان المسلمین لا یقدرون فی الهند علی الصوم والصلوة و غیر ها وهذا الحکم ممالا خفاء فیه -

وما یقال ان الجهاد لا یفترض علی مسلمی الهند لانهم لیسوابقادرین علیه فلا تفترض الهجرة علیهم لانها حینئذٍ لا تکون مقدمة للفریضة قلنا نعم ان الجهاد لیس بمقدور علیه فی الهند لکن لامانع من اقامته اذا خرجوا عن الهند فالخروج عن الهند مقدمة لمساعدة الاسباب و میسر لاقامة الفریضة فکیف لا تکون فرضاً-

نعم یشترط لا فتراض الهجرة حصول الیقین اوالظن الغالب بتیسر العزووالمدافعة فما لم یحصل هذا الیقین اوالظن لم نحکم بافتراض الهجرة عینا وهذا ما کنا علیه الی الیوم من عدم الحکم بافتراض الهجرة عینا لانه لم یحصل لنا الیقین من جهة

---

(۱) فهذا احتیج الیهم بان عجز من کان یقرب من العدو او تکاسلوا ولم یجاهدوا فانه یفترض علی من یلیهم فرض عین ثم وثم الی ان یفترض علی جمیع اهل الارض شرقا و غربا علی هذا الترتیب (عالمگیریه، کتاب السیر، الباب الاول فی تفسیره وشرطه ۲/ ۱۸۰ ط ماجدیه کوئٹه)

بان المهاجرين يحصل لهم قدرة على الجهاد والمدافعة بعدما خرجوا عن الهند وهجروااوطانهم

مع انالم نشك فی استحباب الهجرة واستحسانها لم يجد فی نفسه قوة و استقامةً و تحملاً للشدائد فقلنا به وافتينا به مراراً (۱) والحكم لله العلی الخبير وهو اعلم و علمه اتم واحكم فقط محمد كفايت الله غفرله مدرس مدرسه امينيه دهلی

(غالباً تحریر فرمودہ ۱۹۱۸ء سواصف)

(ترجمہ) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی قیامت تک کے لئے ودیعت رکھی گئی ہے اس حدیث سے یہ حکم مستنبط ہوتا ہے کہ جہاد بغرض اعلائے کلمتہ اللہ قیامت تک جاری ہے اور یہ ہر شخص جانتا ہے کہ جہاد و قتال کچھ امور و شرائط کے بغیر نہیں ہو سکتا اس کے لئے امام کا ہونا اور سامان جنگ کا میسر آنا اور جنگ پر قادر ہونا ضروری ہے اتنی بات تو بالکل صاف ہے۔

اور ہجرت کا حکم یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں مکہ مکرمہ سے ہجرت فرض کی گئی تھی کیونکہ اس وقت مکہ دارالکفر اور دارالعدوان تھا مسلمانوں کی جانیں آبرو اور اموال غیر محفوظ تھے اور یہاں رہنے والوں میں سے ایک ایک کو مار پیٹ توہین اور لوٹ مار کی صورت میں زیادہ سے زیادہ سخت اذیت پہنچائی جارہی تھی وہ نماز قائم کرنے اور فرائض اسلامیہ ادا کرنے کی بھی طاقت نہیں رکھتے تھے غرض کہ اس وقت مکہ میں اسلام اور اہل اسلام نہایت کمزور اور بے بس تھے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان پر یہ فریضہ عائد کیا کہ مکہ سے ہجرت کریں اور اپنے وطن کو چھوڑدیں تاکہ وہ امن کے ساتھ دین کو قائم کر سکیں اور کفار کی دست برد اور ایذا سے نجات پائیں۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے مکہ پر رسول اللہ ﷺ کو فتح یاب کیا تو آپ نے فرمایا کہ آج کے بعد سے ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت (یعنی ہجرت عامہ) ہے اور جب کبھی جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو فوراً نکل پڑو۔ آپ نے یہ بات واضح فرمادی کہ جو ہجرت فرض تھی پھر حیثیت فریضہ باقی نہیں رہی وہ ہجرت مکہ تھی کیونکہ جو دارالکفر والعدوان تھا وہ دارالاسلام ہو گیا۔

پس آپ کا فرمان لا هجرة بعد اليوم یہ اسی خالص ہجرت کے بارے میں ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فریضہ ہجرت مطلقاً ساقط ہو گیا اور مکہ سے ہجرت کرنے کی ممانعت محض اس لئے فرمائی کہ اب وہ خالص سبب ہجرت باقی نہیں رہا تھا اور کسی سبب خاص کے باقی نہ رہنے سے کسی حکم کا اٹھ جانا اس کے مطلقاً عدم ثبوت کو مستلزم نہیں ہے کیونکہ نئے اسباب کے پیدا ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں

---

(۱) لا ان المفارقة بسبب الجهاد باقية وكذا المفارقة بسبب نية صالحة كالفرار من دار الكفر والخروج فی طلب العلم والفرار بالدين من الفتن (بذل المجهود فی حل سنن ابی داؤد، باب الهجرة هل انقطعت ۳/۲۰۴ ط معهد الخليل الاسلامی کراچی)

ہے ایک حکم کے لئے متعدد اسباب ہو سکتے ہیں اگر ان میں سے ایک سبب مرتفع ہو گیا تو جائز ہے کہ اس حکم کو بھی مرتفع کر دیا جائے اور جب کبھی نئے سبب پیدا ہو جائیں تو وہ حکم پھر عائد کر دیا جائے۔

حضور رسول اللہ ﷺ کے ارشاد ولکن جهاد ونية میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ فریضہ ہجرت کا سبب مرتفع ہو جانے کی وجہ سے ہی فریضہ ہجرت بھی مرتفع ہو گیا اور وہ سبب یہ تھا کہ فریضہ نماز اور دیگر فرائض دینیہ کی ادائیگی میں سخت رکاوٹ تھی اور جب مکہ فتح ہو گیا تو مسلمانوں کی برتری کی وجہ سے ادائیگی فرائض اور اقامت دین میں سہولت حاصل ہو گئی اور کفار کے اندر ادائیگی فرائض سے روکنے کی قوت باقی نہ رہی آپ کے اسی فرمان سے ایک اہم فریضہ کی طرف بھی رہنمائی ہوئی ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ جہاد بھی ان فرائض میں سے ہے کہ اگر اس کی ادائیگی میں رکاوٹ ڈالی جائے تو ہجرت لازم ہو جانے کی خصوصاً ایسے حالات میں جب کہ مسلمانوں کو یہ خبر پہنچ چکی ہو کہ ممالک اسلامیہ پر کفار نے ہجوم کر کے اسلامی سلطنت کو مغلوب کر لیا ہے اور ان مقامات مقدسہ پر وہ مسلط ہو گئے ہیں جن سے کفار کو اور خاص کر یہود و نصاریٰ کو نکال دینے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے ہم کو دیا تھا اور جب کہ سلطان اسلام خلد اللہ ملکہ کی طرف سے بزبان حال ہمارا بلاوا آ چکا ہو اور ہم پر یہ بات کھل چکی ہو کہ سلطنت اسلامیہ کی قوت مقابلہ اور قوت دفاع کمزور ہو گئی ہے۔

اس تمہید کے بعد یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی کہ جہاد و دفاع کا فریضہ علی الاطلاق تمام دنیا کے مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے اور مسلمانان ہند ہندوستان میں رہنے کی صورت میں اگرچہ جہاد کی طاقت نہیں رکھتے لیکن اس فریضے کی اقامت کے لئے دوسرا راستہ اختیار کر سکتے ہیں اور وہ ترک وطن کر کے بلاد اسلامیہ کی طرف ہجرت کرنا ہے پس اس زمانے میں ہجرت کی فرضیت جہاد کو قائم کرنے اور اسلام و مملکت اسلامیہ کی طرف سے دفاع کرنے کے لئے ہے نہ کہ اس وجہ سے کہ مسلمانان ہند ادائیگی صوم و صلوٰۃ وغیرہ پر قادر نہیں ہیں اور یہ حکم بالکل صاف اور واضح ہے۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ مسلمانان ہند پر جہاد فرض نہیں ہے کیونکہ وہ جہاد کی طاقت نہیں رکھتے لہذا ہجرت بھی فرض نہیں کیونکہ اس صورت میں وہ دائرے فریضہ کے اسباب پیدا نہیں کر سکتی اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک جہاد ہندوستان میں دشوار ہے لیکن اگر وہ ہندوستان سے باہر چلے جائیں تو اقامت جہاد کے لئے کوئی مانع نہیں ہے ہندوستان سے نکل جانا مساعدت اسباب کا پیش خیمہ ہے اور اقامت فریضہ میں سہولت پیدا کرنے والا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کو فرض نہ مانا جائے۔

البتہ فرضیت ہجرت کے لئے یہ شرط ہے کہ جنگ و دفاع کر سکنے کا یقین یا ظن غالب ہو جب تک یہ یقین یا ظن غالب حاصل نہ ہو گا ہم ہجرت کے فرض عین ہونے کا حکم نہیں دیں گے اور حالات موجودہ ہماری رائے یہی ہے کہ ہجرت کو فرض عین قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ ہمیں اب تک کسی حیثیت سے یہ یقین نہیں ہے کہ ہند سے نکلنے اور ترک وطن کرنے کے بعد مہاجرین کو دفاع و جہاد کی

قوت حاصل ہو جائے گی۔

اس کے ساتھ ہی اس میں بھی شک نہیں ہے کہ ہجرت اس شخص کے لئے مستحب اور مستحسن ہے جو اپنے اندر سختیوں کے برداشت کرنے کی طاقت اور ثابت قدم رہنے کی قوت رکھتا ہو ایسے لوگوں کے لئے ہم نے متعدد مرتبہ استحباب ہجرت کا فتویٰ دیا ہے اور حکم خدائے بلند و دانا کے نزدیک ہے وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور اس کا علم کامل اور محکم ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دوسرا باب
شہادت

کیا قومی مفاد کے لئے خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے؟

(سوال) اگر کوئی شخص قومی مفاد کے لئے اپنی جان کو بندوق چاقو یا زہر یا بھوک پیاس سے ہلاک کردے اور منع کرنے سے باز نہ آئے وہ اگر مر جائے تو اس کو شہید کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۵۵۲ مولانا ابو الوفاق (ضلع ہزارہ) ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۵۴) جو فعل براہ راست قتل ہے مثلاً اپنے ہاتھ سے چھری یا چاقو سے اپنا گلا کاٹ لینا یا پیٹ پھاڑ ڈالنا یا بندوق یا پستول سے گولی مار لی یا خود کو کنویں میں گرا دینا یا تنور میں کود پڑا یہ تو خودکشی ہے اور یقیناً گناہ کبیرہ ہے(۱) اور جو فعل کہ براہ راست قتل نہیں بلکہ مفضی الی القتل ہو سکتا ہے مثلاً تنہا ہزاروں دشمنوں پر حملہ کر دیا ان کی صفوں میں گھس گیا یا کھانا ترک کر دیا کہ جب تک فلاں مطالبہ پورا نہ ہو گا کھانا نہ کھاؤں گا ایسے افعال اچھی نیت سے اچھے اور بری نیت سے برے ہو سکتے ہیں یعنی ان کو علی الاطلاق خودکشی قرار دینا اور بہر صورت حرام اور گناہ کبیرہ دینا درست نہیں(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

۲۸ جولائی ۱۹۳۵ء

دارالحرب میں غیر مسلم شاتم رسول کی سزا قتل ہے یا معافی بھی ہو سکتی ہے؟

(سوال) ایک غیر مسلم شخص نے رسول اللہ ﷺ کی شان پاک میں بہت بیہودہ الفاظ استعمال کئے ہیں

---

(۱) من قتل نفسه عمدا يغسل و يصلى عليه به يفتى وان كان اعظم وزرا من قاتل غيره (تنوير الابصار و شرحه) قال المحقق في الشامية (قوله به يفتى) لانه فاسق غير ساع في الارض بالفساد وان كان باغيا على نفسه كسائر فساق المسلمين (مطلب في صلوة الجنازة ۲ / ۲۱۱ ط سعيد)

(۲) ولكن ذكر في شرح السير انه لا بأس ان يحمل الرجل وحده وان ظن انه يقتل اذا كان يصنع شيئا بقتل او بجرح او بهزم لقد فعل ذلك جماعة من الصحابة بين يدى رسول الله ﷺ يوم احد ومدحهم على ذلك (رد المحتار، مطلب اذا علم انه يقتل يجوز له ان يقاتل ۴ / ۱۳۵ ط سعيد) وفى البخارى: قال النبى ﷺ انما الاعمال بالنيات وانما لامرئ ما نوى (الحديث) (باب كيف كان بدء الوحى الى رسول الله ﷺ ۱ / ۲ ط قديمى كتب خانه كراچى)

ہوئیں نے اس کو حراست میں لے کر چالان کردیا ہے اب وہ شخص اپنے اس گناہ سے شرمسار ہو کر معافی مانگتا ہے اور مسلمان نہیں ہونا چاہتا حالت کفر ہی میں رہنا چاہتا ہے تو کیا اس حالت میں اس کو بروئے شریعت معافی ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ اگر معافی نہیں ہو سکتی تو اس کی سزا کیا ہے ؟ کیا وہ شخص واجب القتل ہے ؟

(۲) اس سے پہلے ایک فتویٰ صادر ہوا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ہر ایسے شخص کے لئے سزائے موت کے سوا اور کوئی سزا نہیں بشرطیکہ حکومت اسلام کی ہو اگر اسلام کی حکومت نہیں ہے تو وہ شخص اگر معافی مانگتا ہے تو اس کو معافی دی جا سکتی ہے لہذا آپ بھی اس مسئلہ پر رائے دیکر مطمئن فرمائیں۔

(۳) اس سے پہلے اس قسم کے کئی ایک معاملے رونما ہوئے ہیں جن کے نتیجہ سے آپ کو معلوم ہوں گے کہ وہ اشخاص جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں بے حرمتی کی تھی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے مثلاً علم الدین عبدالرشید وغیرہ جنہوں نے ان کو قتل کر کے خود تختۂ دار پر چڑھ کر بروئے قانون سرکاری جان دیدی اور ان کو شہید کہا جاتا ہے تو کیا ان کا یہ قتل کرنا شریعت کے لحاظ سے جائز تھا یا ناجائز ؟ کیونکہ شریعت میں ایسے شخص کا قتل کرنا واجب ہے بشرطیکہ حکومت اسلام کی ہو یہاں پر حکومت ہے انگریزی کی تو کیا اس صورت میں علم الدین عبدالرشید شہید ہوئے ہیں یا نہیں ؟ کیا ہر ایسا شخص جو رسول اللہ ﷺ کی بے حرمتی کرنے والے کو قتل کرے اور حکومت اسلام کی نہ ہو اس شخص کو قتل کے عوض میں پھانسی دی جائے تو ایسے شخص کو شہید کہا جا سکتا ہے یا نہیں ؟ اگر وہ شہید نہیں ہے تو وہ کس شمار و قطار میں ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۲۰۷ مولوی عزیز احمد صاحب (راولپنڈی) ۱۱ رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۸ ستمبر ۱۹۳۶ء۔

(جواب ۱۵۵) چونکہ ہندوستان میں اسلامی حکومت نہیں ہے اس لئے اگر غیر مسلم معافی مانگے تو اس کو معافی دے دینا جائز ہے کسی مسلمان کو قتل کر دینے کا حق نہیں ہے(۱) اگر کوئی محبت رسول میں سرشار اور بیخود ہو کر قتل کردے تو وہ معذور قرار دیا جا سکتا ہے اور اس صورت میں اس کو شہید کہنا بیجا نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

باغیوں کے ہاتھوں مارے گئے انگریزی فوج کے مسلمان سپاہی شہید کے حکم میں نہیں۔

(سوال) یہاں پر جس پلٹن میں میں رہتا ہوں چند دن گزرے کہ دو مسلمان پٹھانوں نے گولی سے مار دیئے تھے مولوی صاحب نے فتویٰ دیا تھا کہ یہ شہید ہیں کیونکہ باغیوں کے ہاتھ سے ان کی موت واقع

(۱) وکذا المسلم اذا قتل مسلما وھما داخلان فی دار الحرب بان لا یجب القصاص عندنا ولو قتل المسلم اسیر مسلما فی دار الحرب لا یجب القصاص عند الکل (عالمگیریہ کتاب الجنایات الباب الثانی ۳/۶ ط ماجدیہ کوئٹہ)

ہوئی ہے پھر ان کو اسی حالت پر دفن کیا گیا یہ صحیح ہے کہ پٹھان باغی ہیں جو مرے ہیں وہ شہید ہیں یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۱۵۶۷ مولوی محبت حسین شاہ امام مسجد پلٹن ۸ / ۴ پنجاب کیمپ رزمک وزیرستان۔
۲۵ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۵ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۵۶) انگریزی فوج کے سپاہی جو مقابلہ کی گولی سے مارے گئے ان کو غسل وغیرہ عام اموات کے مانند دینا چاہیے تھا(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

مذہبی معاملہ پر مسلمان اور گوتم بدھ مذہب کے افراد میں جھڑپ اور برمی حکومت کی فائرنگ سے مقتول مسلمانوں پر شہید کے احکام جاری ہوں گے یا نہیں ؟

(سوال) ایک مذہبی معاملہ میں مسلمان اور برمی جو کہ گوتم بدھ کو ماننے والے ہیں ان دونوں کے درمیان فساد ہو گیا مسلمان کو ظلماً قتل کرنا شروع کر دیا بعد میں گورنمنٹ وقت نے بھی رفع فساد کے لئے مسلمانوں اور برمیوں پر بندوق سے فائر کیا جس سے بعض مسلمان مقتول ہوئے اب شہید مسلمانوں کے بارے میں کیا حکم ہے یہاں کے علماء میں اختلاف ہے بعض فرماتے ہیں کہ یہ وہ شہید نہیں ہیں جن کے لئے غسل وکفن کا مخصوص حکم ہے یہ حکم خاص کفار سے جو جنگ ہوا کرتی ہے اس کے لئے ہے دوسرا فریق کہتا ہے کہ چونکہ مذکورہ بالا مسلمان ظلماً مقتول ہوئے اور اکثر آلہ جارحہ سے بعض جلادینے کی وجہ سے پس جن کے متعلق یہ علم ہو گیا کہ مقتول ہونے کے بعد کسی قسم کا نفع نہ اٹھایا ہو یا ایک وقت نماز سے کم زندہ رہا ہو اور گفتگو وغیرہ کی نوبت نہ آئی ہو وہ سب شہید ہیں اسی طرح جو مقتول پایا گیا اور اس کے بدن پر زخم ہے لیکن نہ معلوم ہوا کہ وہ زندہ رہا یا نفع بھی اٹھایا ایسوں کے لئے بھی قرینہ کی وجہ سے شہید ہونے کا حکم لگایا جائے گا اور ان پر وہ احکام جاری ہوں گے جو ایک شہید کے لئے ہونا چاہئے نیز گورنمنٹ نے جن مسلمانوں پر گولی چلائی وہ بھی ظلماً مارے گئے اس لئے وہ بھی شہید ہوں گے پس صاف اس کے متعلق شرعی اور دینی حکم سے مطلع فرمویں۔ المستفتی نمبر ۲۳۹۴ محمود راندیری رنگون برما ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۰ اگست ۱۹۳۸ء

(جواب ۱۵۷) جو شخص معرکہ میں ہتھیار دھار دار سے مارا جائے یا شہر میں ظلماً قتل کیا جائے خواہ قاتل باغی ہو یا قاطع طریق یا مکابر ہو اور خواہ قتل بالمحدد ہو یا بالاحراق یا بالمثقل تو ان سب صورتوں میں مقتول پر شہید کے احکام جاری ہوں گے بشرطیکہ ارتثاث نہ پایا گیا ہو۔

اس فساد میں جو مسلمان برمیوں کے ہاتھ سے یا حکومت کے آدمیوں کی فائرنگ سے مقتول ہوئے یا ایسے فساد زدہ علاقہ میں مقتول یا محروق پائے گئے یہ سب شہید ہیں اگر ارتثاث نہ ہوا ہو تو شہید

---

(۱) قلت و فی الاحکام عن ابی الیث: ولو قتلوا فی غیر الحرب او ما برا یصلی علیهم (رد المحتار مطلب فی صلوة الجنازة ۲ / ۲۱۱ ط سعید)

کے احکام جاری ہوں گے ایسے فساد کے وقت کہ شہر کا انتظام مختل ہو جائے اور دن دہاڑے قتل کا ارتکاب ہونے لگے قاتل قطاع الطریق میں داخل ہو جاتے ہیں اور قطاع الطریق کا فعل قتل محدد سے ساتھ مقید نہیں رہتا ، وھکذا کلہ ظاھر محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی

تحریک کشمیر میں ظلماً مارا جانے والا مسلمان شہید ہے .

(از اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۳۲ء مطابق ۸ شوال ۱۳۵۰ھ)

(سوال) موجودہ کشمیر کی تحریک آزادی میں کوئی آدمی ڈوگرے کے ہاتھ سے مارا جائے تو وہ شہید کہلائے گا یا نہیں ؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ بغیر ہتھیار کے جانا اور اپنا سر دشمن کے آگے رکھ دینا جہاد نہیں ہے کیا یہ صحیح ہے ؟

(جواب ۱۵۸) ڈوگرے یا اور کسی شخص کے ہاتھ سے ظلماً مارا جانے والا یقیناً شہید ہے(۲) اور جب کہ مسلح مقابلہ زیادہ مضر ہو تو خاموش مقابلہ ہی جہاد ہے موجودہ تحریک کشمیر بھی اسی حکم میں داخل ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

ظلماً مارا جانے والا مسلمان ثواب شہادت کا مستحق ہے .

(از اخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) مسجد قدیمی ہو یا نئی غیر معمولی طور پر ہندو مسجد کے سامنے باجا بجانے کی خاطر نماز میں خلل پیدا ہونے کی وجہ سے مسجد کی حفاظت کے لئے کسی ہندو کے ہاتھ سے موت ہوئی تو اس کا کیا حکم ہے ؟

(جواب ۱۵۹) اگر ہندو تعدی اور ظلم سے کسی مسلمان کو مار ڈالیں تو وہ مسلمان یقیناً ثواب شہادت کا مستحق ہوگا بشر طیکہ زیادتی کی ابتدا مسلمان نے نہ کی ہو(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ، دہلی

---

(۱) وکذا یکون شہیداً لو قتلہ باغ او حربی او قاطع طریق ولو تسببا او بغیر آلۃ جارحۃ فان مقتولھم شہید باآلۃ قتلوہ (تنویر الابصار و شرحہ) قال المحقق فی الشامیۃ ای بشرط ان لا یرتث ایضاً (باب الشہید ۲/۲۴۹ ط سعید)

(۲) وھو (الشہید) فی الشرع من قتلہ اھل الحرب والبغی و قطاع الطریق او قتلہ مسلم ظلما ولم تجب بہ دیۃ (عالمگیریہ الفصل السابع فی الشہید ۱/۱۶۷، ۱۶۸ ط ماجدیہ کوئٹہ)

(۳) والمراد بشہید الاخرۃ من قتل مظلوماً (رد المحتار مطلب فی تعداد الشہداء ۲/۲۵۲ ط سعید)

تیسرا باب
غلام و جاریہ

هل يجوز شراء المراة المشركة من ابويها المشركين بثمن معلوم؟

(سوال) ماقولكم دام فضلكم في رجل اشترى امراةً من بنات المشركين بثمن معلوم من ابويها هل يصح هذا البيع والتقويم؟ وهل يجوز مواقعتها وتدخل في ملكه ام لا ؟ بينوا توجروا ؟

(جواب ۱۶۰) قلت تحقيق المسئلة يقتضى تمهيد مقدمات المقدمة الاولى ان اهل الحرب احرار قال في البحر (۱) ولو قهر حربى بعض احرارهم الخ و فى رد المحتار (۲) نقلا عن الدرالمنتقي فلو أهدى ملكهم لمسلم هدية من احرارهم الخ ففي هاتين الروايتين تصريح بان اهل الحرب احرار في دارهم اماما قال في المستصفى انهم ليسوبا حرار بل ارقاء فيها اى في دار الحرب وان لم يكن ملك لاحد عليهم (رد المحتار) (۳) فليس على ظاهره بل المراد انهم ارقاء بعد القهر والغلبة كما قال فیؔ رد المحتار ما نصه قلت لكن قد منافي العتق ان المراد بكونهم ارقاء اى بعد الاستيلاء عليهم اما قبله فهم احرار الخ انتهی (رد المحتار (٤) ص ۲۵۳ ج ۳ طبع مصر)

المقدمة الثانية ان بيع الحر وكذا شراءه باطل (۵) وهذا ظاهر

المقدمة الثالثة ان الا ستيلاء بالقهر والغلبة موجب للملك سواء كان من مسلم او كافر بعد ان يكون المستولى عليه كافراحربيا او مالاً متقوماً (٦)

واذاتمهد هذا فاعلم ان بيع الحربى حربياً اما ان يكون فى دار الا سلام بان دخل حربى دارنا مستاماً فباع فيها احداً او فى دار الحرب بان دخل مسلم دار هم مستامنا فباع فيها منه حربى حربيا آخر عن الاول لا يجوز البيع لانه بيع الحراذ لم يوحد

---

(۱) باب المستامن ۵/۱۰۷ ط بیروت

(۲) مطلب فی قولهم ان اهل الحرب ارقاء ٤/١٦٤ ط سعید

(۳) حواله بالا

(٤) مطلب فی قولهم ان اهل الحرب ارقاء ٤/١٦٤ ط سعید

(۵) بطل بیع ما لیس بمال كالدم والمیة والحر والبیع به ای جعله ثمنا بادخال الباء علیه لان رکن البیع مبادلة المال ولم یوجد (تنویر الأبصار و شرحه مع رد المحتار باب البیع الفاسد ۵/ ۵۰، ۵۱ ط سعید)

(٦) اذا سبی کافر کافرا فی دار الحرب واخذ ماله ملك لاستیلائه علی مباح (تنویر و شرحه) قال فی الشامیة حتی لو استولی کفار الترك والهند علی الروم واحرزوها بالهند ثبت الملك لكفار الترك ککفار الهند (باب استیلاء الکفار ٤/ ١٥٩، ١٦٠ ط سعید)

الاستيلاء الموجب للملك واهل الحرب احرار للمقدمة الاولى قال في ردالمحتار نقلاً عن الو لوالجيه ولو دخل دار ناامان مع ولده فباع الولد لا يجوز في الروايات اى لان في اجازة بيع الولد نقض امانه انتهى (رد المحتار (١) ص ٢٥٣ ج ٣ طبع مصر)

و على الثاني فاما ان يكون البائع قد قهر المبيع واستولى عليه ام لا؟ و على الثاني لا يجوز البيع ايضا لانه بيع الحر ولا سبيل الى جوازه و على الاول ان لم يكن عندهم في دينهم ان من قهر منهم احدا ملكه لم يجز هذا البيع لكونه بيع الحروالاستيلاء الواقع لا يكون موجباً للملك في اعتقادهم وكذا عندنا لانه وجد في دار هم من غير اخراج واحراز

وان كان المذهب عند هم ان من قهراحداً او استولى عليه ملكه جاز البيع لان البائع قدباع مملوكه في اعتقاده قال في البحر ولو قهر حربي بعض احرارهم ثم جاء بهم الى المسلم المستأمن فباعهم منه ينظر ان كان الحكم عندهم ان من قهر منهم صاحبه فقد صار ملكه جاز الشراء لانه باع المملوك وان لم يملكه لا يجوز لانه باع الحر انتهى (بحر) (٢)

ثم اعلم ان هذاالبيع وان جاز لكنه لا يكون مفيداً للملك للمشترى مالم يخرج المشترى المبيع الى دار الاسلام قهراً قال في رد المحتار ولو دخل دارهم مسلم بامان ثم اشترى من احدهم ابنه ثم اخرجه الى دارنا قهراً ملكه واكثر المشائخ على انه لا يملكهم في دارهم وهو الصحيح انتهى رد المحتار (٣) ص ٢٥٣ ج ٣ طبع مصر)

و يعلم من حكم المشائخ بعدم دخول المبيع في ملك المشترى ما دام في دارهم ان الموجب للملك هو الاخراج قهراً لا البيع والشراء فان قيل اذا لم يكن هذا البيع مفيداً للملك فمافائدة الحكم بجوازه كما قلتم في صورة بيع الحربي حربيا آخر قد قهره واعتقده مملوكه بالقهر وكما نقلتم من البحر قلت فائدة الحكم بجواز البيع انما هى نفى نسبة الغدر من المسلم المستامن الذى دخل دارهم بامان فانه مامور بان لا يغدربهم (٤) واخراجه احداً منهم الى دار الاسلام قهرا يعد غدراً الا اذا كان في صورة البيع والشراء الجائز عندهم ايضا فانه لا يكون غدرا والملك الحاصل للمسلم بالاخراج

---

(١) باب استيلاء الكفار ' مطلب فيما لو باع الحربي ولده ٤/ ١٦٠ ط سعيد
(٢) باب المستامن ٥/ ١٠٧ ط بيروت
(٣) مطلب في قولهم ان الحرب ارقاء ٤/ ١٦٤ ط سعيد
(٤) دخل مسلم دار الحرب بامان حرم تعرضه بشيء من دم ومال و فرج منهم اذالمسلمون عند شروطهم فلو اخرج الينا شيئاً ملكه ملكاً حراما للغدر (تنوير الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار ' باب المستامن ٤/ ١٦٦ ط سعيد)

الكذائی لا یکون ملکا خبیثا

وجملة الكلام ان الموجب للملك انما هو الاخراج قهرا من دار الحرب الی دار الاسلام و لیس للبیع والشراء فی حصول الملك كثيرنفع وانما نفعه فی نفی کون الاخراج غدرا فالبیوع التی حکم الفقهاء بجوازها معناها انها تصلح لنفی نسبة الغدر من الاخراج المترتب علیها والبیوع التی حکموا بعدم جوازها معناه انهالا تصلح لنفی هذه النسبة والاخراج المترتب علیها یعد غدرا

ویوخذ مما ذکرنا حکم بیع کفار الهند اولادهم فی المملکة الانجلیزیة من انه لا سبیل الی جواز هذا البیع فان هذه البلاد ان کانت دار الاسلام کما هورأی جماعة من العلماء لم یجز هذا البیع لما نقلنا سابقا عن رد المحتار من ان بیع الحربی حربیا فی دار الاسلام لا یجوز فی الروایات وان کانت دار حرب لا یجوز البیع ایضا فان حکم جواز البیع فی دار الحرب ایضا مشروط بکون البائع قاهرا مستولیا علی المبیع والقهر و الاستیلاء کذالك لا یوجد فی الحکومة الا نجلیزیة وایضا قدمنا ان حصول الملك للمشتری مشروط باخراجه المبیع الی دار الاسلام وما دام فی دار الحرب لا یحصل له الملك عند اکثر المشائخ وهو الصحیح

فالمسلم الذی یشتری فی المملکة الانجلیزیة من کافر اولاده لا یجوزله البیع والشراء لکون هذا البیع والشراء غدرا بالحکومة التی نحن من معاهدیها ومن عهدها ان تجارة الانسان جریمة قانونیة عندها و نحن التزمنا العهد وکذلك لایحصل له الملك علی المبیع لعدم وجود الاخراج قهرا مع انه شرط لحصول الملك کما قدمنا ولا یفید ان یکون اقدام من کفرة الهند یعتقدون جواز هذا البیع وان یتفق لبعضهم ان یقهر احدا سرا من عمال الحکومة لان اعتقاد اهل الامر هو المعتبر لا اعتقاد کل احد-

قال فی ردالمحتار والغدر حرام الا اذا غدربه ملکهم فاخذ ما له او حبسه او فعل غیره بعلمه ولم یمنعه لا نهم هم الذین نقضو العهد انتهی

(رد المحتار ،۱، ص ۲۵٤ ج ۳)

وایضا قدمنا ان البیع انما کان لصحة نفی الغدر والغدر نقض العهد و عهدنا بالحکومة و عمالهم لامع الکفرة الذین یعتقدون جواز البیع فهذا البیع وان کان مع المجورین لا یصلح النفی نسبة الغدر وکذا القهر والغلبة جریمة عند الحکومة فلا یؤثر فی حصول الملك

---

(۱) باب المستامن ٤ ١٦٦ ط سعید

فالحاصل ان هذا البيع و الشراء باطل ولا يدخل المبيع المذكور تحت التقويم ولا في ملك المشترى والله تعالى اعلم كتبه الراجى رحمة مولاه محمد كفاية الله مدرس مدرسه امينيه دهلى يكم رجب ۱۳۳۳ هجرى

(ترجمہ) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک شخص نے مشرکین سے ایک لڑکی قیمت دیکر اس کے ماں باپ سے خریدی کیا یہ بیع و شرا صحیح ہے ؟ اور کیا اس سے مجامعت کرنا جائز ہے اور کیا وہ لڑکی اس خریدار کی ملکیت میں داخل ہو جائے گی ؟

(**جواب ۱۶۰**) اس مسئلے کی تحقیق کے لئے چند مقدمات کی ضرورت ہے۔

(۱) اہل حرب (دار الحرب میں) آزاد ہیں (مملوک نہیں ہیں) بحر میں ہے **ولو قهر حربى بعض احرارهم الخ** اور ردالمحتار نے در منتقی کے حوالہ سے لکھا ہے **فلو اهدى ملكهم لمسلم هدية من احرارهم الخ** ان دونوں روایتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حربی دارالحرب میں آزاد ہیں لیکن منتقی میں جو کہا ہے کہ اہل حرب دارالحرب میں آزاد نہیں ہیں بلکہ غلام ہیں اگرچہ وہ کسی خاص شخص کی ملک نہ ہوں تو اس کے لفظی اور ظاہری معنی مراد نہیں ہیں بلکہ اصل مطلب یہ ہے کہ وہ تسلط اور غلبہ کے بعد مملوک بن سکتے ہیں جیسا کہ صاحب ردالمحتار نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہم حقق کے بیان میں کہہ چکے ہیں کہ دارالحرب میں اہل حرب کے مملوک اور غلام ہونے سے مراد یہ ہے کہ استیلاء کے بعد وہ غلام بن سکتے ہیں لیکن استیلاء اور قبضہ یا اسیری سے قبل وہ آزاد ہیں (ردالمحتار ص ۲۵۴ ج ۳ طبع مصر)

(۲) آزاد کی بیع و شرا باطل ہے اور یہ ایک ظاہر امر ہے۔

(۳) تسلط باقتدار و غلبہ موجب ملک ہے تسلط خواہ مسلم ہو یا کفر۔

بشر طیکہ مغلوب کافر حربی یا مال متقوم ہو۔

مقدمات ثلاثہ کے ذہن نشین کرنے کے بعد جاننا چاہئے کہ ایک حربی کا دوسرے حربی کو فروخت کرنا دو طرح ہو سکتا ہے ایک یہ کہ یہ معاملہ دارالاسلام میں ہو کہ ایک حربی مستامن بن کر دارالاسلام میں داخل ہو اور دوسرے حربی کو فروخت کر دے دوسری صورت یہ کہ یہ معاملہ دارالحرب میں ہو کہ ایک مسلمان مستامن بن کر دارالحرب میں داخل ہو اور وہاں ایک حربی دوسرے حربی کو اس کے ہاتھ فروخت کر دے پہلی صورت میں یہ خرید و فروخت جائز نہیں کیونکہ یہ بیع ایک آزاد کی بیع ہو گی اور وہ استیلا جو موجب ملک ہوتا ہے اس صورت میں نہیں پایا جاتا اور مقدمہ اولی کی رو سے اہل حرب آزاد ہیں۔ صاحب ردالمحتار نے بحوالہ ولوالجیہ فرمایا ہے کہ اگر کوئی حربی اپنے بچہ کو لیکر دارالاسلام میں داخل ہو اور بچے کو فروخت کر دیا تو یہ بیع منعقد نہ ہو گی کیونکہ وہ بچہ بھی مستامن ہے۔ اور اگر اس کی فروخت کی اجازت دے دی جائے تو نقض امان لازم آتا ہے (ردالمحتار ص ۲۵۴ ج ۳ طبع مصر)

دوسری صورت یعنی دار الحرب میں مسلم مستامن کسی حربی سے دوسرے حربی کو خریدے تو اس میں دیکھنا یہ ہے کہ بائع حربی کو مبیع پر غلبہ اور قبضہ حاصل ہے یا نہیں ؟اگر نہیں ہے تو یہ معاملہ بھی ناجائز ہوگا کیونکہ یہ بھی آزاد کی بیع ہے جس کے جواز کی کوئی صورت نہیں اور اگر غلبہ وقبضہ حاصل ہے تو اگر حربیوں کے مذہب میں اس قسم کا غلبہ و قبضہ موجب ملک نہیں ہے تو یہ خرید و فروخت جائز نہ ہوگی اور یہ قبضہ نہ تو حربیوں کے مذہب کی رو سے موجب ملک ہوگا اور نہ اسلام کی رو سے کیونکہ دار الحرب سے اخراج اور دار الاسلام میں داخلہ کے بغیر یہ غلبہ و قبضہ جواز بیع کا موجب نہیں ہوتا اور اگر حربیوں کے مذہب میں ایک حربی کا دوسرے حربی پر قبضہ واستیلاء موجب ملک ہو جاتا ہو اور اس قسم کا ایک حربی اپنے مملوک کو مسلم مستامن کے ہاتھ فروخت کردے تو یہ بیع جائز اور منعقد ہو جائے گی کیونکہ بائع نے جس کو فروخت کیا ہے وہ اس کے مذہب اور اعتقاد کی رو سے اس کی جائز ملکیت ہے صاحب بحر نے فرمایا ہے کہ اگر حربی نے دوسرے آزاد حربیوں پر استیلا حاصل کر کے ان کو مملوک بنالیا اور کسی مسلم مستامن کے ہاتھ فروخت کردیا تو یہ دیکھا جائے گا کہ اگر حربیوں کے مذہب کی رو سے یہ غلبہ موجب ملک ہے تو یہ خرید جائز ہوگی کیونکہ اس حربی نے ایک ایسی چیز کو فروخت کیا ہے جو اس کے مذہب کی رو سے اس کی جائز ملکیت ہے اور اگر اس کو اپنے مذہب کے لحاظ سے حق ملکیت حاصل نہیں ہے تو یہ آزاد کی بیع ہوگی جو ناجائز ہے (بحر)

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اوپر جس عقد بیع کو جائز قرار دیا گیا ہے اگرچہ یہ خرید تو جائز ہے مگر اس میں بھی مسلم مستامن اس مبیع کا مالک نہیں بنتا جب تک کہ اس کو خود اپنے قبضے کے ساتھ دار الاسلام میں نہ لے آئے صاحب ردالمحتار فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسلم امان حاصل کر کے دار الحرب میں گیا اور پھر کسی کافر سے اس کا لڑکا خرید لیا اور اس کو اپنے قبضے کے ساتھ دار الاسلام میں لے آیا تو اب وہ اس لڑکے کا مالک بن جائے گا اور اکثر علما کا مذہب ہے کہ دار الحرب میں مالک نہیں بن سکتا اور یہی مذہب صحیح ہے (رد المحتار ص ۲۵۳ ج ۳ طبع مصر)

اور مشائخ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جب تک دار الحرب میں رہے وہ مبیع مسلم مستامن کی ملک میں داخل نہیں ہوتا اس سے معلوم ہو گیا کہ غلبہ واستیلا اور قبضہ وحراست کے ساتھ دار الحرب سے نکال لانا موجب ملک ہوتا ہے نہ کہ صرف خرید و فروخت اگر کہا جائے کہ جب کہ یہ معاملہ دار الحرب میں موجب ملک نہیں تو اس قسم کی خرید و فروخت کو جائز قرار دینے سے کیا فائدہ ہے ؟ یعنی اوپر تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس معاملے کے جواز کا حکم دینے سے سب سے بڑا فائدہ ہے کہ اس صورت میں مسلم مستامن پر بد عہدی کا الزام نہیں آئے گا کیونکہ جو مسلمان کہ کفار کی امان میں ہو اس پر لازم ہے کہ ان کے ساتھ بد عہدی (یا ان کے قوانین کی خلاف ورزی) نہ کرے اور مسلم مستامن کا کسی حربی کو جبرا پکڑ کر دار الاسلام میں لے جانا بد عہدی ہے لیکن اگر ایسی خرید و فروخت کی صورت میں ہو جو کفار کے نزدیک

جائز سمجھی جاتی ہو تو یہ بد عہدی نہ ہوگی اور اس طریقے سے اگر مسلم مستامن اس خریدکردہ مملوک کو دار الاسلام میں لے جائے تو وہ اس کا جائز مملوک ہوگا۔

غرضکہ دارالحرب سے صرف غلبہ و حراست کے ساتھ نکال کر لے جانا موجب ملکیت ہو سکتا ہے مذکورہ خرید و فروخت کی صورت میں جو حق ملکیت حاصل ہوتا ہے اس کا کچھ زیادہ فائدہ نہیں بس اتنا فائدہ ضرور ہے کہ اگر مسلم مستامن اس کو دارالحرب سے باہر لے جائے تو بد عہدی نہیں ہوگی پس جس خرید و فروخت کو فقہانے جائز کہا ہے اس کے جواز سے غرض یہ ہے کہ اخراج کی صورت میں بد عہدی و غداری کا الزام نہ آئے اور جس کو ناجائز کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بد عہدی کے الزام سے محفوظ رکھنے کے لئے کافی نہیں ہوتی اور اس کی وجہ سے جو اخراج ہوتا ہے اس کو عہد شکنی قرار دیتا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ حکومت انگلشیہ میں ہندوستان کے کفار اگر اپنی اولاد کو فروخت کریں تو اس کی خرید و فروخت کے جواز کی کوئی صورت نہیں کیونکہ اگر یہ مملکت بقول بعض علما دارالاسلام ہے تو یہ بیع ناجائز ہے جیسا کہ بحوالہ ردالمحتار ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ دارالاسلام میں ایک حربی کا دوسرے حربی کو فروخت کرنا جائز نہیں۔

اور اگر برٹش انڈیا کو دارالحرب مانا جائے تب بھی یہ بیع جائز نہیں کیونکہ دارالحرب میں بھی جواز بیع کے لئے یہ شرط ہے کہ بائع کو مبیع پر پورا قبضہ و اختیار اور حق تصرف حاصل ہو اور یہ اختیار و قبضہ حکومت انگلشیہ میں موجود نہیں ہے اور اوپر ہم یہ بھی بتا چکے ہیں کہ مشتری کے لئے ملکیت کا ثبوت بھی اخراج الی دارالاسلام کے ساتھ مشروط ہے اور جب تک وہ دارالحرب میں رہے گا اس کو اکثر علما کے نزدیک حق ملکیت حاصل نہیں ہوتا اور یہی مذہب صحیح ہے۔

پس جو مسلمان حکومت انگلشیہ میں کسی کافر سے اس کے بچے کو خریدے گا اس کی یہ خرید و فروخت ناجائز ہوگی کیونکہ یہ معاملہ اس حکومت کے ساتھ بد عہدی کے مترادف ہوگا جس کے قانون کے ہم پابند ہیں اور جس کے قانون کی رو سے بردہ فروشی جرم ہے اور ہم نے اس قانون کی پابندی کو اپنے اوپر عائد کر رکھا ہے اور نہ یہاں ملکیت حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ اخراج بالقہر کا وجود نہیں پایا جاتا جو حصول ملک کے لئے شرط ہے۔

اگر کفار ہند کے بعض قبائل اس قسم کی خرید و فروخت کو جائز سمجھتے ہوں اور کسی کو پوشیدہ طریقے پر ایسا قبضہ و تسلط جو ان کے اعتقاد میں موجب ملکیت ہو حاصل ہو جائے تب بھی کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس معاملے میں حکومت کا عقیدہ و قانون معتبر ہوگا نہ کہ ہر کس و ناکس کا عقیدہ۔

ردالمحتار میں ہے کہ کافر حکومت میں بھی بد عہدی و قانون شکنی حرام ہے سوائے اس صورت کے جب کہ بادشاہ خود ہی بد عہدی و پیمان شکنی کرے کہ مسلمانوں کا مال غصب کر لے قید کر دے یا کوئی

دوسرا ظالم ان کے ساتھ ایسا کرے اور بادشاہ جانتے کے باوجود ان کی حفاظت وداد رسی نہ کرے۔

ہم اوپر عرض کر چکے ہیں کہ جواز بیع کا حکم محض اس لئے تھا کہ بد عہدی کا الزام مسلم مستامن پر نہ آئے اور بد عہدی سے مراد قانون شکنی ہے اور ہمارا قانونی معاہدہ حکومت و عمل حکومت سے ہے نہ کہ (رعیت میں سے) ان کفار کے ساتھ جو اس قسم کی بیع کے جواز کا عقیدہ رکھتے ہوں پس اس قسم کی بیع اگر ان کی طرف سے ہو تو مسلم مستامن کو الزام قانون شکنی سے بری نہیں کر سکتی اسی طرح غلبہ و قبضہ بھی حکومت انگلشیہ کے قانون کی رو سے جرم ہے اس لئے وہ بھی حصول ملک کے لئے مفید نہیں۔

غرضکہ بیع و شرا مذکورہ فی السوال باطل ہے اور مبیع مذکورہ قابل خرید و فروخت نہیں ہے نہ مشتری کی ملکیت میں داخل ہو سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ہندوستان میں خریدی ہوئی باندی سے ہم بستری کا حکم

(سوال) ایک شخص نے ایک باندی خریدی اس سے ہم بستری کرنا جائز ہے یا نہیں ؟اور اگر ہم بستری کی جائے اور اولاد ہو تو وہ اولاد حرامی ہو گی یا حلالی ؟

(جواب ۱۶۱) ہندوستان میں تو ایسی باندیاں نہیں ہیں جو شرعی قاعدے کے موافق باندیاں قرار دی جاسکیں ہذا اس کی تفصیل معلوم ہونی چاہئے کہ باندی کہاں سے خریدی اور اس باندی کی حیثیت کیا تھی جب جواب دیا جا سکتا ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ہندو عورت کو شوہر سے چھڑا کر رکھ لینا اور باندی سمجھ کر جماع کرنا جائز نہیں.

(سوال) (۱) ایک مسلمان مرد نے ایک ہندو عورت کو اس کے شوہر سے چھڑا کر اپنے گھر میں لونڈی بنا کر رکھ لیا ہے اور اس سے ہم بستر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ باندی کے ساتھ صحبت جائز ہے اور نکاح کرنے سے انکار کرتا ہے۔

(۲) باندی کس عورت کو کہیں گے اور کتنی حیثیت کے لئے باندی جائز ہو سکتی ہے اور کہاں کے لئے ؟

(۳) اگر کوئی ناجائز فعل کرے اور کہے کہ یہ جائز ہے تو ایسے شخص کو کیا کہا جائے گا ؟

المستفتی نمبر ۵۳۴ حافظ محمد اسماعیل (گنجام) ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۶ جون ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۶۲) ہندوستان میں صحیح شرعی طریق پر باندی نہیں مل سکتی کسی ہندو کی بیوی کو اس کے شوہر سے چھڑا کر رکھ لینا اور اس کو باندی سمجھنا جائز نہیں(۱) اگر وہ عورت مسلمان ہو گئی اور اس کے خاوند نے مسلمان ہونا قبول نہ کیا ہو اور عدت گزر گئی ہو تو پھر کوئی مسلمان اس عورت سے نکاح کر سکتا

(۱) الّا لکن قدمنا فی العتق ان المراد بکونہم ارقاء ای بعد الاستیلاء علیہم اما قبلہم فہم احرار لما فی الظہیریۃ- قال وہذا دلیل علی ان اہل الحرب احرار (رد المحتار' مطلب فی قولہم ان اہل الحرب ارقاء' ۴/۱۶۴' ط سعید)

ہے(۱) بغیر نکاح اس سے صحبت کرنا حرام ہے اور جو شخص ایسی عورت رکھے اور اس کو حلال سمجھے وہ سخت فاسق اور گناہ گار ہوگا بلکہ ایمان جاتے رہنے کا قوی خطرہ ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

آزاد شخص کو خریدنا جائز نہیں.

(سوال) ہندہ نے بہ سبب اپنی چند خاص ضرورتوں کے اپنے آپ کو فروخت کے لئے پیش کیا اور زید نے بالعوض زر نقد مطلوبہ اس کو خرید لیا یہ خرید و فروخت جائز ہے یا ناجائز؟ المستفتی نمبر ۱۸۴۶ محمد مبین ضلع درگ ۲۸ رجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۴ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۶۳) یہ خرید و فروخت قطعاً ناجائز ہے کوئی آزاد شخص مرد ہو یا عورت اپنے نفس کو فروخت نہیں کر سکتا اور نہ کوئی آزاد شخص کو خرید سکتا ہے' ہندہ زر خرید لونڈی کا حکم نہیں رکھتی زید اس سے نکاح کر سکتا ہے اور دی ہوئی رقم کو مہر قرار دیا جاسکتا ہے وہ آزاد عورت ہے دوسرے شخص سے بھی اس کا نکاح جائز ہے اور زید نے جو رقم قیمت کے طور پر دی ہے وہ واپس لے سکتا ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نیپال اور منی پور میں فروخت ہونے والی عورتیں اصول شرع کے موافق لونڈیاں نہیں.

(الجمعیۃ سہ روزہ مورخہ ۲۶ اگست ۱۹۲۷ء)

(سوال) ریاست نیپال' اگرتلہ منی پور وغیرہ میں لونڈیاں فروخت ہوتی ہیں کیا کوئی مسلم ان جگہوں سے لونڈیاں خرید سکتا ہے؟

(جواب ۱۶۴) یہ لونڈیاں جو نیپال اور منی پور وغیرہ میں فروخت ہوتی ہیں اصول شریعت مقدسہ کے موافق لونڈیاں نہیں ہیں لہذا ان کو خریدنا اور ان سے لونڈیوں کا کام لینا جائز نہیں ہے(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' مدرسہ امینیہ دہلی

---

(۱) واذا اسلم احد الزوجین فی دار الحرب والمرأة هی التی اسلمت فانه یتوقف انقطاع النکاح بینهما علی مضی ثلاث حیض سواء دخل بها او لم یدخل بها کذافی الکافی' فان اسلم الآخر قبل ذلك فالنکاح باطل (عالمگیریة' الباب العاشر فی نکاح الکفار ۱/ ۳۳۷ط ماجدیه)

(۲) قال من استحل حراماً قد علم فی دین النبی ﷺ تحریمه کنکاح المحارم فکافر (رد المحتار' باب زکاة الغنم مطلب استحلال المعصیه کفر ۲/ ۲۹۲ ط سعید)

(۳) بطل بیع ما لیس بمال کالدم والمیته والحر والبیع به ای جعله ثمنا لان رکن البیع مبادلة المال بالمال ولم یوجد. (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار' باب البیع الفاسد ۵/ ۵۰'۵۱ ط سعید)

(٤) قلت لکن قد ینافی العتق ان المراد بکونهم ارقاء ای بعد الاستیلاء علیهم' اما قبلهم فهم احرار لما فی الظهیریه قال وهذا دلیل علی ان اهل الحرب احرار (رد المحتار باب استیلاء الکفار' مطلب فی قولهم ان اهل الحرب ارقاء' ٤/ ١٦٤' ط سعید)

چوتھا باب
متفرق

کلکتہ کی لڑائی شرعی جہاد نہیں' فساد ہے

(سوال) کلکتہ کے فساد کو بعض لوگ جہاد سے تعبیر کررہے ہیں اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو بھڑکا کر اس سے ناجائز فائدہ اٹھارہے ہیں جناب سے درخواست ہے کہ مذہبی اور اخلاقی نقطہ خیال سے جہاد پر چند سطور اپنے دست مبارک سے تحریر فرمادیں بچوں' عورتوں اور بوڑھوں ناتوانوں کو بے خبری میں تلوار کے گھاٹ اتارنا کسی طرح بھی جائز ہے ؟ المستفتی خادم میر مشتاق احمد دہلی ۲۲ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۱٦٥) اس فساد کو جہاد بتانے والے کیا یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس کی ابتدا مسلمانوں نے بہ نیت جہاد کی تھی اگر وہ تسلیم کرتے ہوں تو پھر ان مجاہدین کے امیر اور پیشوا پر یہ ذمہ داری عائد ہو گی کہ اس نے عورتوں بچوں' بوڑھوں پر کیوں تعدی کرنے دی کیونکہ جہاد میں عورتوں' بچوں' بوڑھوں سے تعرض نہیں کیا جاتا ہمیں تو ابھی تک فساد کی صحیح نوعیت معلوم نہیں ہو سکی ہاں اس کی شخصی صورت کہ عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو قتل کیا۔ جلادیا' ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے' مکانوں کو جلادیا' شرعی جہاد کی صورت نہیں ہے اسے تو فساد ہی کہا جاسکتا ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

اقدامی جہاد بھی جائز ہے

(سوال)

مکتوب مولانا عبدالماجد دریا آبادی

۱۸ جون ۱۹۲۹ء دریاباد۔ بارہ بنکی

مخدوم مکرم۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ حمد اللہ حج و زیارت سے واپس ہو کر ابھی دریا باد پہنچا ہوں' عنقریب انشاء اللہ دہلی کا بھی ارادہ ہے زمیندار کے پرچے پڑھ پڑھ کر سخت تکلیف ہوئی الجمعیۃ کی موجودہ روش بہت بہتر معلوم ہوئی وائسرائے کی ملاقات والے معاملہ کا جو جواب الجمعیۃ نے نکات و لطائف میں دیا ہے وہ بہت پر لطف ہے (یعنی خود صاحب زمیندار کا سارا معاملہ دوہرا ہوا ہے) اس کی داد دیتا ہوں اللہ ہی ہم سب پر رحم فرمائے۔ مدینہ منورہ میں بہت اطمینان سے قیام کا موقع مل گیا تھا اپنے سب جاننے والوں کے حق میں خوب دعائیں کیں اور سب سے زیادہ خود امت محمدیہ کے حق میں۔

---

(۱) و ينبغي للمسلمين ان لايقتلوا امرأة ولا صبيا ولا مجنونا ولا شيخا فانيا (عالمگيريه' الباب الثاني في كيفية القتال ۲ / ۱۹٤' ط ماجديه' كوئٹه)

اس عریضے کا مقصود ایک مسئلہ کی تحقیق ہے۔ میں اپنے مطالعہ سے اب تک اس نتیجے پر پہنچے ہوئے تھا کہ قتال کی اجازت کفر کے مقابلہ میں نہیں بلکہ حرب کے مقابلہ میں ہے یعنی صرف حربی کافروں کے خلاف نہ کہ محض کافروں کے خلاف ان کے عقائد کفریہ کی بنا پر چنانچہ سورہ بقر اور سورہ حج کی متعدد آیات (قاتلوا فی سبیل الله الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا (۱) الخ اذن للذین ظلموا یقتلون الخ (۲) وغیرہ) اپنی تائید میں رکھتا تھا نیز صاحب ہدایہ (۳) کی یہ تصریح یاد تھی کہ کافر عورتوں بچوں اندھوں وغیرہ سے قتال اس بنا پر جائز نہیں کہ وہ شریک جنگ نہیں ہوتے اپنے اس خیال میں بالکل مستحکم تھا مگر اثنائے سفر حج میں مولوی مناظر احسن صاحب نے اس کے بالکل برخلاف تقریر فرمائی اور یہ صرر فرمایا کہ ہر کافر کا مجرد اس کے عقائد کفریہ کی بنا پر مباح الدم ہونا فقہ حنفی کا مسلم مسئلہ ہے نیز سورہ توبہ کی بھی بعض آیات سے استناد کیا۔ محاکمہ کے لئے جناب کو تکلیف دیتا ہوں مفصل جواب کی زحمت کی ضرورت نہیں مختصر اشارات مع فقہائے حنفی کے حوالہ جات کے کافی ہوں گے اگر ہر کافر محض اپنے عقائد کی بنا پر واجب القتل ہے تو آپ حضرات نے فتویٰ ترک موالاۃ میں نصاریٰ کے مظالم کا ذکر کیا حاصل کیا صرف اس قدر لکھ دینا کافی تھا کہ یہ کافر ہیں اور ان کے کفر کی بنا پر ان سے ترک موالاۃ لازم ہے۔

والسلام محتاج دعا عبدالماجد

جواب مکتوب بالا از حضرت مفتی اعظمؒ

۲۲ جون ۱۹۲۹ء مخدوم محترم دام فضلہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حرمین شریفین کی زیارت کی سعادت اور مع الخیر مراجعت پر مخلصانہ مبارکباد قبول فرمائیں تقبل الله منکم وجعله ذخر الأخرتکم زمیندار کی عنایات طبعیہ کی مجھے کوئی شکایت نہیں ہے کیونکہ "تو پاک باش برادر مدار از کس باک" اور "مقتضے طبعتش این است" هدانا الله وایاه الی ما یحبه و یرضاه

مولانا! مجھ جیسا ہیچ مداں کسی مسئلے پر کیا روشنی ڈال سکتا ہے لیکن تعمیلاً للامر اپنا خیال ناقص عرض کرتا ہوں یہ صحیح ہے کہ شریعت مقدسہ نے کفر کو فی حد ذاتہ اباحت دم کا سبب قرار نہیں دیا ورنہ مقاتلہ میں عورتوں، بوڑھوں اور راہبوں کے قتل سے ممانعت نہ کی جاتی جب کہ ان کا کفر کے ساتھ متصف ہونا بھی یقینی ہے مگر اس کے ساتھ شریعت مقدسہ نے یہ بھی قرار دیا ہے کہ کفر فی حد ذاتہ ملزوم اور حرب اس کو لازم ہے یعنی کہ افراد کفر میں کوئی ایسے خاص حالات نہ ہوں جو حرب کے احتمال کو

---

(۱) البقرة : ۱۹۰

(۲) الحج ۳۹

(۳) ولا یقتلوا امراة ولا صبیا ولا شیخا فانیا ولا مقعدا ولا اعمی لان المبیح للقتل عندنا هو الحراب ولا یتحقق منهم (هدایه باب کیفیة القتال ۲/۵٦۲ ط مکتبه شرکت علمیه ملتان)

مرتفع کردیں یا کم از کم ضعیف بنادیں تو تمام کافر حربی نہ قرار دیئے جائیں گے اس کا مقتضا یہ تھا کہ تمام کفار (اس نظریہ کے ساتھ کہ کفر مستلزم حرب ہے) مباح الدم ہو جاتے مگر معاہدہ استیمان نے حرب کا احتمال اٹھادیا(۱) اور الوثیت شیخوخت رہبانیت نے احتمال حرب کو ضعیف کردیا اس لئے ان پر سے مباح الدم ہونے کا حکم جاتا رہا(۲)

جو آیت کہ مطلق کفار کے ساتھ قتال اور ان کے قتل کے جواز پر دلالت کرتی ہیں ان کا یہی مطلب ہے کہ تمام کفار و مشرکین طبعاً اسلام اور مسلمین کے دشمن اور محارب ہیں اور اسی وجہ سے ہر قوم کافر سے مسلمانوں کو ابتداءً قتال جائز ہے جب کہ ان سے کوئی معاہدہ یا مواعدہ نہ ہو نہ کورہ بالا معروضات سے یہ ثابت ہوا کہ اسلام نے اجازت قتال میں یہ شرط نہیں لگائی کہ جب کفار کی جانب سے ابتدا ہو سکے جبھی مسلمان لڑیں ورنہ نہیں بلکہ مسلمان ہجوم و مدافعت دونوں قسم کی جنگ کر سکتے ہیں مگر صرف ان کفار سے جن کی حربیت کا حکم مرتفع یا ضعیف نہیں ہو چکا ہے خلاصہ یہ کہ نفس کفر فی حد ذاتہ موجب باحۃ الدم نہیں مگر کفر کا ایک لازم یعنی حربیت موجب اباحۃ الدم ہے اور جن صورتوں میں یہ لازم مرتفع یا مضمحل ہو جائے وہاں اباحت دم کا حکم نہیں ہو گا اگرچہ کفر موجود ہو غالباً مولانا مناظر احسن صاحب کا یہی مطلب ہو گا اور انہوں نے لازم و ملزوم دونوں کو یکجائی کی نظر سے دیکھا ہو گا اور ارتفاع و اضمحلال لازم کو اپنے کلام میں واضح نہ کیا ہو گا اور غالباً جناب نے بھی حربیت کو بالفعل محاربہ پر مقصور نہ قرار دیا ہو گا بلکہ کفر و اسلام کی اس طبعی و جبلی محاربت کو جو **وما نقموا منهم الا ان يؤمنوا بالله العزيز الحميد الايه** سے ثابت ہے اور جس کا نتیجہ اس آیت میں **قتل اصحاب الاخد و دالنارذات الوقود اذهم عليها قعود وهم على ما يفعلون بالمؤمنين شهود**(۳) میں مذکور ہے جواز ہجوم کے لئے کافی سمجھا ہو گا اور اس صورت میں جناب کے اور مولانا مناظر احسن صاحب کے کلام میں فی الحقیقت تدافع نہیں ہو گا۔

اگر میری یہ پریشاں خیالی جناب کو صحیح معلوم ہو تو الحمد للہ۔ اور نہیں تو اس کے اسقام سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ والسلام خیر ختام محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) اما قبل صيرورته (المستامن) ذميا فلا قصاص بقتله عمدا بل الدية قال في شرح سير الكبير الاصل انه يجب على الامام نصرة المستامنين ماداموا في دارنا (رد المحتار' مطلب في احكام المستامن قبل ان يصير ذميا ٤ / ١٦٩ ط سعيد)

(۲) ولا يقتلوا امراة ولا صبيا ولا شيخا فانيا ولا مقعدا ولا اعمى لان المبيح للقتل عندنا هو الحراب ولا يتحقق منهم (هداية' باب كيفية القتال ٢ / ٥٦٢ ط مكتبه شركت علميه' ملتان)

(۳) البروج : ٤ تا ٧

كتاب الحدود والجنايات

پہلا باب
اقامت حدود شرعیہ

دار الحرب میں زانی سے توبہ کرالینا کافی ہے

(سوال) ایک شخص زنا کرتے ہوئے گرفتار ہو گیا اس پر کیا کفارہ ہے اور غریب شخص نے توبہ کر لیا تو اس کے لئے کیا حکم ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۸۲۹ شاہ محمد صاحب (ضلع اعظم گڈھ) ۲۴ رجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۶۶) اس شخص سے توبہ کرالینا کافی ہے کہ اجرائے حدود کے لئے اسلامی عدالت کا حکم ضروری ہے اور وہ موجود نہیں ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی۔

دوسرا باب
تعزیر

استاذ شاگرد کو تعزیراً کتنا مار سکتا ہے ؟

(سوال) مدارس اور اسکولوں میں بہ سبب شرارت یا اسباق یاد نہ کرنے کے استاد یا ماسٹر لوگ بید یا چھڑی یا ہاتھ سے اپنے شاگردوں کو تنبیہ اور تعزیر دیتے ہیں اس کے متعلق شرع شریف میں کتنی حد مقرر ہے ؟ کس حد تک تنبیہاً ان اشیاء کو استعمال کر سکتے ہیں ؟ یا بالکل جائز نہیں اور کس حد سے تجاوز کرنے سے استاد آثم ٹھیرے گا اور آثم ٹھیرنے میں اس پر شرعاً کیا تعزیر لازم آئے گی ؟ نیز اگر غصے کی حالت میں استاد کچھ درشتی کے الفاظ سب وشتم استعمال کرے تو کس حد تک استعمال کر سکتا ہے اور کس حد سے تجاوز حرام ہے ؟ بینوا توجروا۔

(جواب ۱۶۷) چہرہ اور مذاکیر کے علاوہ سارے بدن پر تاوقتیکہ تجاوز عن الحد نہ ہو مارنا جائز ہے یعنی اس طرح مارنا کہ بدن کہیں سے زخمی ہو جائے یا کہیں کی ہڈی ٹوٹ جائے یا بدن پر سیاہ داغ پڑ جائیں یا ایسی ضرب ہو جس کا اثر قلب پر پڑتا ہو جائز نہیں اگر مارنے میں حد معلومہ سے تجاوز ہو یا چہرہ اور مذاکیر پر خواہ ایک ہی ہاتھ چلائے گنہ گار ہو گا۔

استاد کو بشرط اجازت والدین اس قدر مارنے کا اختیار ہے جو مذکور ہوا اور وہ بھی جب کہ مارنے کے لئے کوئی صحیح غرض تادیب یا تنبیہ یا کسی بری بات پر سزا دہی ہو بے قصور مارنا یا مقدار قصور سے زیادہ

---

(۱) واما ظمعه على نفسه باقدامه على المعصية فيسقط بها (اى بالتوبة) تامل فيشترط الامام لاستيفاء الحدود (رد المحتار' فصل فيما يوجب القود وفيما لا يوجب ۶ / ۵۴۹ ط سعيد)

مارنا جائز نہیں بلکہ استاد خود مستحق تعزیر ہوگا۔ او علی المذاکیر یجب الضمان بلا خلاف ولو سوطا واحدا لانہ اتلاف (رد المحتار) (۱) ضرب المعلم الصبی ضربا فاحشا وھو الذی یکسر العظم و یخرق الجلد او یسودہ (ردالمحتار) (۲) فانہ یعزرہ ویضمنہ لومات شمنی (درمختار) (۳) ضرب معلم صبیا او عبدا بغیر اذن ابیہ او مولاہ فالضمان علی المعلم اجماعا وان ضرب باذنھما لا ضمان علی المعلم اجماعاً (درمختار) (۴) سب و شتم میں ایسے الفاظ جن کا تعلق صرف لڑکے تک محدود رہے مثلاً بیوقوف گدھا پاجی نالائق الو وغیرہ اور زیادہ فحش نہ ہوں استعمال کرنے کا مضائقہ نہیں لیکن ایسے الفاظ جن کا تعلق لڑکے سے متجاوز ہو کر اس کے والدین یا اور کسی تک پہنچے مثلاً گدھے کا بچہ سور کا بچہ حرامی یا اور فحش الفاظ اور گالیاں استعمال کرنا ناجائز اور حرام ہے والضابط انہ متی نسبہ الی فعل اختیاری محرم شرعا و یعدعا را عرفا یعزر والالا ابن کمال (درمختار) (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

بلا عذر منکوحہ بالغہ کی رخصتی نہ کرنے والا قابل مواخذہ ہے۔

(سوال) جو شخص منکوحہ لڑکی کو جو کہ عرصہ چار پانچ سال سے بالغ ہو رخصتی نہ کرے اس کے لئے تعزیر شرعی کیا ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۸۳۰ مولوی محمد بخش (ضلع جھنگ) ۱۴ رجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۶۸) اگر روانہ نہ کرنے کا کوئی معقول عذر ہو تو خیر ورنہ وہ شرعاً مواخذہ دار ہے (۱) تعزیر قاضی شرعی کی رائے پر موقوف ہے (۷) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) فصل فی العطس ۶ ۵۶۶ ط سعید

(۲) باب التعزیر ٤ ۷۹ ط سعید

(۳) حوالہ بالا

(٤) باب القود فیما دون النفس' فصل فی العطس ٦ ٥٦٦ ط سعید

(٥) (باب التعزیر ٤ ۷۲' ط سعید) قال المحقق فی الشامیہ (قولہ والضابط) قال ابن کمال فخرج بالفعل لاول النسبة الی الامور الخلقية 'فلا یعزر فی یا حمار و نحوہ' فان معناہ الحقیقی غیرمراد' بل معناہ المجازی کالبلید وھو امر خلقی (باب التعزیر ٤ ۷۳'۷۲ ط سعید)

(٦) عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ ﷺ اذا خطب الیکم من ترضون دینہ' و خلقہ فزوجوہ ان لا تفعلوہ تکن فتنة فی الارض و فساد کبیر (مشکوٰة المصابیح' کتاب النکاح ۲ ۲٦۷ ط سعید)

(۷) وذکر مشایخنا ان اداہ علی ما یراہ الامام یقدر بقدر ما یعلم انہ ینزجر بہ (عالمگیریہ' فصل فی التعزیر ۲ ۱٦۷ ط ماجدیہ کوئٹہ)

تیسرا باب
تعزیر باخذ المال (جرمانہ)

پنچ کا مجرموں سے جرمانہ لینا جائز نہیں، زجراً تاوقت توبہ قطع تعلق جائز ہے۔

(سوال) ہماری قوم نجاران برادری میں ایک بھائی نے دوسرے سے یہ کہا کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دیدے کیونکہ وہ غیر برادری کی ہے ور تیرا نکاح برادری میں کرادیا جائے گا اور میں بھی کرلوں گا بعد ازاں اس تحریک دہندہ نے بلا نکاح اس مطلقہ کو کچھ مدت تک اپنے گھر میں رکھا اب پنچوں کو جو اس کی یہ ناجائز حرکت پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ور گواہوں سے اسکا قصور ثابت ہو گیا تو یہ فیصلہ دیا کہ مبلغ پچاس روپے تحریک دہندہ کے ذمہ جس نے بلا نکاح مطلقہ کو گھر میں رکھا تھا احمقانہ کئے اور مبلغ پچاس روپے طلاق دہندہ پر اس وجہ سے کہ تو نے اتنے دنوں تک اس کی ناجائز حرکت کا تذکرہ پنچوں کے سامنے کیوں نہیں کیا اور یک اور شخص پر بھی اسی معاملے میں بعد ثبوت قصور پانچ روپے احمقانہ نقد کئے۔

یہ احمقانہ برادری میں اس وجہ سے رائج کیا گیا ہے کہ حتی الامکان ان ناجائز طرق کا اصلاح ہوتا رہے اگر اس قسم کا تدارک نہ کیا جائے گا تو برادری میں تفرقہ اور ناجائز طرق کا کھلم کھلا رواج ہو جائے گا جو موجب تباہی ہے اب علماء سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ احمقانہ کا روپیہ یا آئندہ جو اس قسم کے واقعات سے احمقانہ وصول ہو پنچوں کو اپنے استعمال میں لانا یا برادری میں صرف کرنا یا فی سبیل اللہ دینا درست ہے یا نہیں اگر مذکورہ بالا مدات میں اس کا صرف کرنا درست نہیں تو اس کو کس مصرف میں لگایا کریں۔ بینوا توجروا

(جواب ۱۶۹) یہ احمقانہ اگر تعزیر سمجھا جائے تو واضح ہو کہ بغیر نکاح کے کسی عورت کو رکھنا اور اس سے زنا کرنا شرعاً موجب حد ہے اور جن گناہوں میں کہ کوئی حد شرعی مقرر ہے ان میں تعزیر نہیں ہے **التعزير هو التاديب دون الحد و يجب في جناية ليست موجبة للحد كذافي النهاية** (عالمگیری) (۱) اور نیز حرمت زنا حق اللہ میں داخل ہے اور حقوق اللہ میں تعزیر کرنا صرف حال مباشرت میں عامہ مؤمنین کا حق ہے نہ بعد مباشرہ **قالو الكل مسلم اقامة التعزير حال مباشرة المعصية واما بعد المباشرة فليس ذلك لغير الحاكم** (عالمگیری) (۲) اور اگر زنا کرنا ثابت نہ ہو تاہم تعزیر بالمال امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ناجائز ہے **و عند ابی یوسفؒ يجوز التعزير باخذ المال للسلطان و عندهما و باقی الائمة الثلثة لا يجوز كذافي فتح القدير** (عالمگیری) (۳)

---

(۱) فصل في التعزير ۲/۱۶۷ ط ماجدیہ کوئٹہ
(۲) حوالہ بالا
(۳) حوالہ بالا

اور اگرچہ امام ابو یوسف نے تعزیر بالمال کو جائز فرمایا ہے مگر اس سے مراد یہ ہے کہ بادشاہ اس کے مال کو ایک مدت مناسبہ تک روک لے اور جب سمجھے کہ اب زجر حاصل ہو گیا پھر واپس کر دے نہ یہ کہ بالکل خود اپنے لئے یا بیت المال کے لئے ضبط کر لے و معنی التعزیر باخذالمال علی القول به امساك شئی من ماله عنده مدة لینز جرثم یعیده الحاکم الیه لا ان یاخذه الحاکم لنفسه او لبیت المال کما یتوهمه الظلمة اذ لا یجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی کذافی البحر الرائق (عالمگیری)(۱) پس یہ احمقانہ لینا اور اس کا مصارف مذکورہ میں یا کسی اور مصرف میں صرف کرنا جائز نہیں بلکہ جن سے لیا ہے ان کو واپس دینا لازم ہے ہاں ایسے لوگوں کے زجر اور ایسی باتوں کو بند کرنے کے لئے یہ جائز ہے کہ ایسے لوگوں کو پنچایت اور برادری سے خارج کر دیا جائے اور جب تک وہ اس فعل سے توبہ نہ کریں ان کے ساتھ برادری کے تعلقات نہ رکھے جائیں(۲)

کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ

مالی جرمانہ جائز نہیں .

(سوال) جرمانہ جو ہمارے دیار میں مروج ہے کیا شرعاً جائز ہے ؟ اگر ہے تو اس روپے کا مستحق کون ہے ؟(۲) نیز جو شخص سربر آوردہ سرقہ وزنا وغیرہ کا جرمانہ کر کے خود کھالیا کرے تو وہ شخص کیسا ہے ؟ بینوا توجروا

(جواب ۱۷۰) مالی جرمانہ ناجائز ہے اور امام ابو یوسف سے جو تعزیر بالمال کے جواز کی روایت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ مدت کے لئے اس کا مال روک لیا جائے اور جب انزجار کی امید ہو جائے تو اس کا مال واپس کر دیا جائے(۳) (۲) یہ شخص ظالم اور فاسق ہے کہ لوگوں کا مال کھاتا ہے(۴)

کتبہ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مجرم سے مالی جرمانہ لینا جائز نہیں ' تاوقت توبہ قطع تعلق کرنا جائز ہے .

(سوال) ایک عورت اور اس کی لڑکی نے اپنے باپ کو اور اپنے خصم کو تہمت زنا کی لگائی اور بعد میں وہ

---

(۱) حوالہ بالا (صفحہ گزشتہ)

(۲)فتبین هذا السبب المسوغ للهجر وهو لمن صدرت منه معصية فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجره على تركها قال المهلب غرض البخاری فی هذه الباب' ان یبین صفة الهجران الجائز' وانه یسوغ بقدر الجرم فمن کان من اهل العصیان یستحق الهجر ان یترك المکالمه کما فی قصة کعب و صاحبیه (فتح الباری بشرح صحیح لبخاری ' باب ما یجوز من الهجران لمن عصی ۱۰/ ٤۱۵ ط مکتبه مصطفی' مصر)

(۳) و عند ابی یوسف یجوز التعزیر للسلطان باخذ المال' و عندها و باقی الائمه الثلاثه لا یجوز کذافی فتح القدیر و معنی التعزیر باخذ المال علی القول به امساك شئی من ماله عنده مدة لینز جرثم یعیده الحاکم الیه (عالمگیریه' فصل فی التعزیر' ۲/ ۱٦۷ ط ماجدیه کوئٹه)

(٤) اذ لا یجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی (عالمگیریة' فصل فی التعزیر ۲/ ۱٦۷ ط ماجدیه کوئٹه)

دونوں انکار کر گئیں اور کہا کہ ہم نے جھوٹ بولا تھا۔ اب مہربانی فرما کر زانی کی تعزیر اور تہمت زنا کی تعزیر سے مطلع فرمائیں اور مالی تعزیر فرمادیں؟ المستفتی نمبر ۳۷۳ اسید محمد حسین صاحب (ضلع جالندھر) ۱۴ رمضان ۱۳۵۴ھ مطابق یکم جنوری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۷۱) شریعت میں مالی تعزیر نہیں ہے(۱) اور زنا اور تہمت زنا کی جو سزا ہے وہ آج کل جاری نہیں ہوسکتی کیونکہ حکومت موجودہ کے قانون کے مطابق نہیں ہے اس لئے مسلمانوں کو زانی یا تہمت لگانے والوں کو سزا دینے پر قدرت نہیں(۲) ہاں تنبیہ کرنے کے لئے اس کو اپنی پنچایت اور کھانے پینے سے علیحدہ کرسکتے ہیں اور جب تک وہ توبہ نہ کرے اس وقت تک اس کو علیحدہ رکھیں(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

مالی جرمانہ جائز نہیں

(سوال) ایک قوم کی دو پارٹیوں میں کچھ نزاع تھی اب وہ اتفاق کے لئے دو ثالث مقرر کرتے ہیں اور ان سے بیان کرتے ہیں دونوں ثالث مسجد میں جاکر فیصلہ سناتے ہیں کہ تین صاحب تو تین حصے دے دیویں اور تین صاحب مسجد میں پانچ پانچ بدھنے دے دیویں ایک شخص کہتا ہے کہ یہ تاوان جو مجھ پر ڈالا گیا ہے میں بے گناہ ہوں اور پنچایت ان کا بے گناہ ہونا تسلیم کرتی ہے آیا عندالشرع ان کا قصور معاف ہوسکتا ہے؟ اور یہ فیصلہ ازروئے شرع ٹھیک ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۷۷۵ قیم الدین (جیپور) ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۷۲) معاملہ جس کے لئے ثالث مقرر کی گئی تھیں ہمیں معلوم نہیں اور سوال میں یہ مذکور نہیں کہ اس نے دو فریقوں پر تاوان کس سلسلے میں عائد کیا اس لئے اس فیصلے کی صحت و عدم صحت کے متعلق کوئی رائے قائم نہیں کی جاسکتی اجمالاً اس قدر کہا جاسکتا ہے کہ تعزیر بالمال ہمارے نزدیک جائز و صحیح نہیں ہے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

قاضی کو مالی جرمانہ کرنے کا حق نہیں

(سوال) کیا شرعاً قاضی کسی معاملے میں جرمانہ کرسکتے ہیں؟ اور کیا وہ جرمانہ کا روپیہ اپنے ذاتی تصرف

---

(۱) والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ المال (رد المحتار' مطلب فی التعزیر باخذ المال' ۴/ ۶۲ ط سعید

(۲) فیشترط الامام لا ستیفاء الحدود (رد المحتار' فصل فیما یوجب القود و فیما لایوجبہ' ۶/ ۵۴۹ ط سعید)

(۳) فتبین ھنا السبب المسوغ للهجر وهو لمن صدرت عنه معصية فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجره عليها ليكف عنها　قال المهلب غرض البخاری من هذا الباب' ان یبین صفة الهجران الجائز' وانه یسوغ بقدر الجرم فمن كان من اهل العصيان يستحق الهجران بترك المكالمة كما فی قصة كعب و صاحبيه. فتح الباری' شرح صحیح البخاری' باب ما یجوز من الهجران لمن عصیٰ ۱۰/ ۴۱۵ ط مکتبہ مصطفیٰ مصر)

(۴) والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ المال (رد المحتار' مطلب فی التعزیر باخذ المال' ۴/ ۶۲ ط سعید)

میں لا سکتے ہیں ؟

(جواب ۱۷۳) جرمانہ کرنے کا قاضی کو حق نہیں ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جبراً فیصلہ کرنے کی اجرت لینا اور مالی جرمانہ لینا جائز نہیں .

(سوال) ہمارے یہاں یہ دستور ہے کہ اگر کسی سے لڑائی جھگڑا ہو تو پنچ اور سرداران محلہ ملکر نصف کرتے ہیں اور اسامی و فریادی جانبین سے جھگڑا مٹانے کے بدلے کچھ روپیہ وصول کرتے ہیں ور اپنے تضیع اوقات کا بدلہ خیال کرتے ہیں اور وہ لوگ اس روپے کو آپس میں تقسیم کرتے ہیں آیا اس رقم کا لینا جائز ہے یا نہیں اگر جواب جواز میں ہے تو اس روپے کو نیک کاموں میں یعنی مسجد و مدرسہ میں خرچ کرنا درست ہے یا نہیں اور اس کے بعد کچھ جرمانہ بھی کرتے ہیں اس کو بھی مسجد وغیرہ میں لگانا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۹۲ محمد ناصر الدین صاحب (آسام) ۲۵ شعبان ۱۳۵۶ھ مطابق ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۷٤) جبراً فیصلہ کرنے کی اجرت لینا(۱) یا جرمانہ(۲) وصول کرنا جائز نہیں ہے ایسے روپے کو مدرسہ مسجد ور نیک کام میں صرف کرنا بھی ناجائز ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

مالی جرمانہ جائز نہیں

(سوال) ایک شخص امام مسجد بھی ہے اور اسکول میں معلم قرآن شریف بھی ہے اور نائب قاضی بھی ہے بعدم موجودگی قاضی صاحب قصداً نکاح پڑھایا کہ جیسے اجرت نکاح کا مفاد ہو ان سے اس معاملہ کی شکایت ہونے پر جواب طلب کیا گیا وقت مقررہ تک کوئی جواب نہیں دیا اور نہ اب تک دیا ہذا مطابق قواعد انجمن جیسا کہ ملازمان انجمن کے لئے طے شدہ ہے ان پر صدر نے ۸ / آنے جرمانہ کیا ہذا استدعا ہے کہ جواب باصواب مرحمت فرمائیں ؟ المستفتی نمبر ۲۱۱۵ جناب پریزیڈنٹ صاحب انجمن اسلامیہ (بتیا) ۱۱ شوال ۱۳۵٦ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۷۵) مالی جرمانہ کرنا جائز نہیں ہے(۳) یہ جرمانہ واپس کیا جائے اور ان کو تنبیہ کردی جائے کہ اگر وہ آئندہ ایسا کریں گے تو ان کو نائب قاضی کے عہدے سے موقوف کردیا جائے گا۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ المال (رد المحتار' مطلب فى التعزير باخذ المال ٤/٦٢ ط سعيد)

(۲) اذلا يجوز لا حد من المسلمين اخذ مال احد بغير سبب شرعى (عالمگيريه' فصل فى التعزير ۲/۱٦۷ ط ماجديه' كوئته)

(۳) والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ المال (رد المحتار' مطلب فى التعزير باخذ المال ٤/٦٢ ط سعيد)

(٤) حواله بالا

جرمانہ میں لی ہوئی رقم مالکوں کو واپس کی جائے

(سوال) کچھ رقمیں وصول شدہ جرمانہ و چندہ تنظیم کمیٹی کی جمع ہیں' ان رقموں کو کون سے مصرف میں لگانا جائز ہے ؟ تنبیہاً جرمانہ یا تاوان لیکر کسی قسم کی تنبیہ کرنی جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۱۳۱ نصیر احمد ضلع رنگپور ۔ ۲۲ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۷۶) جرمانے کی رقمیں تو واپس کی جائیں اور چندہ جس کام کے لئے لیا گیا ہے' اس میں خرچ کیا جائے مالی تعزیر یعنی جرمانہ کرنا جائز نہیں(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) گناہ کی ترغیب دینے والے پر مالی جرمانہ جائز نہیں .
(۲) تہمت لانے والے سے مالی جرمانہ لینا جائز نہیں

(سوال) (۱) جو مسلمان کسی مسلمان کو گناہ کی ترغیب دے اس پر اگر جرمانہ کیا جائے تو کیسا ہے ؟(۲) ایک شخص تہمت چوری یا ڈاکہ کی لگاتا ہے اگر چند مسلمان دیندار اس پر جرمانہ کریں تو کیسا ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۸۲۹ شاہ محمد ضلع اعظم گڈھ ۔ ۲۴ رجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۷۷) (۱) گناہ کی ترغیب دینا ایسا ہی گناہ ہے جیسے اس گناہ کا ارتکاب کرنا(۲) مالی جرمانہ کرنا درست نہیں (۳)(۲) تہمت لگانا بڑا گناہ ہے مگر تہمت لگانے والے پر مالی جرمانہ کرنا درست نہیں کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مالی جرمانہ جائز نہیں' رقم مالک کو واپس کی جائے .
(از اخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) کچھ عرصہ ہوا مسمی میر بادشاہ نے اپنی حقیقی بہن ایک شیعہ کے نکاح میں دے دیا ہے ان بھائی بہن کا اپنی ماں زندہ ہے جو محمد شیر کے نکاح میں ہے اسی وجہ سے یہ بھائی بہن محمد شیر کے مکان میں رہتے ہیں مسجد کے پیش امام ملا بلال صاحب اور خان زادہ غلام احمد خاں نے محمد شیر جو کہ لڑکی کا سوتیلا باپ ہے اس کے خلاف احتجاج شروع کیا اور روزانہ مسجد میں وعظ کرتے رہے اور اہل سنت والجماعۃ کو متنبہ کیا کہ آئندہ کے لئے محمد شیر سے جس نے لڑکی کو شیعہ کے نکاح میں دے دیا ہے ہر قسم کا بائیکاٹ کریں

---

(۱) والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ المال (رد المحتار' باب التعزير' مطلب في التعزير باخذ المال ٤ ٦٢' ط سعيد)

(۲) عن ابي هريرة ان رسول الله ﷺ قال . ومن دعا الى ضلالة كان عليه من الاثم مثل آثام من تبعه' لا ينقص ذلك من آثامهم شيئاً (صحيح الامام مسلم' باب من سن سنة حسنة او سيئة ومن دعا الى هدى او ضلالة ٢ /٣٤١ ط قديمي كتب خانه' كراچي)

(۳) والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ المال (رد المحتار' مطلب في التعزير باخذ المال ٤ /٦٢ ط سعيد)

کیونکہ یہ لوگ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں اس پر عمل در آمد شروع ہو گیا محمد شیر نے تنگ آ کر مولانا کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور عرض کیا کہ میرا کیا قصور ہے اس کی تمام تر ذمہ داری اس کے بھائی میر بادشاہ پر عائد ہوتی ہے اس پر دوبارہ جلسہ ہوا اس میں یہ قرارداد پاس ہو گیا کہ اس معاملہ میں محمد شیر اور اس کی عورت کے ہاتھ ہے اس لئے اس پر مبلغ بیس روپے جرمانہ اور لڑکی اور لڑکی کے بھائی کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں رکھو گے ورنہ پھر بائیکاٹ کی جاوے گی محمد شیر نے مبلغ بیس روپے ملا صاحب کو دے دیئے اور کہا کہ مسجد کی مرمت ہو رہی ہے یہ روپیہ اس میں لگا دیا جائے ملا صاحب نے کہا کہ یہ روپیہ حرام ہے دوسرے تمہارا ثواب جاتا رہے گا اس لئے یہ مجلس جس نے یہ فیصلہ کیا ہے اس کا پلاؤ کھا گئیں گے محمد شیر نے اعتراض کیا کہ مسجد کے لئے حرام اور پلاؤ کے لئے حلال! یہ کیسی شریعت ہے؟"

(جواب ۱۸۷) یہ بیس روپے جو شیر محمد سے لئے گئے ہیں ناحق لئے گئے ہیں محمد شیر کو واپس دیئے جائیں[۱] پھر اگر محمد شیر اپنی خوشی سے مسجد میں دیدے تو مسجد میں لگانا جائز ہو گا اس کی حقیقی اجازت اور رضامندی کے بغیر مسجد میں لگانا بھی جائز نہیں[۲] محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مالی جرمانہ جائز نہیں 'وصول شدہ رقم مالک کو واپس کی جائے.

(الجمعیۃ مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۲۷ء)

(سوال) زید کی عورت کو بکر اغوا کر کے لے گیا پنچایت نے بکر سے زید کی عورت زید کو واپس دلوادی اور بکر پر زر نقد کا کچھ جرمانہ کیا یہ جرمانہ انجمن اسلامیہ تھانیسر (ضلع کرنال) کے فنڈ میں مدرسہ اسلامیہ وغیرہ کے خرچ یعنی مرمت مکان مدرسہ کے لئے دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۱۷۹) جرمانہ کا روپیہ وصول کرنا ناجائز ہے جس سے لیا گیا ہے اسے واپس دیا جائے[۳] کسی نیک کام میں بدون رضامندی مالک کے خرچ نہیں ہو سکتا ہاں اگر وہ شخص جس سے روپیہ وصول کیا گیا ہے خود اجازت دیدے اور بجائے واپس لینے کے مدرسہ میں لگا دینا پسند کرے تو پھر مدرسہ میں لگایا جا سکتا ہے۔[۴] محمد کفایت اللہ غفر لہ'

---

(۱) مرجع سابق

(۲) عن ابی حرۃ الرقاشی عن عمہ قال قال رسول اللہ ﷺ الا لا تظلموا الا لا یحل مال امرء الا بطیب نفس منہ (مشکوۃ المصابیح، باب الغصب والعاریۃ ۱ : ۲۵۵ ط سعید)

(۳) والحاصل ان المذہب عدم التعزیر باخذ المال (رد المحتار، باب التعزیر، مطلب فی التعزیر باخذ المال ٤ : ٦٢ ط سعید)

(٤) وعن ابی حرۃ الرقاشی عن عمہ قال قال رسول اللہ ﷺ الا لا تظلموا الا لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس منہ (مشکوۃ المصابیح، باب الغصب والعاریۃ ۱ : ۲۵۵ ط سعید)

چوتھا باب
قصاص و دیت

شبہ کی وجہ سے قاتل سے قصاص ساقط ہے 'دیت مغلظ اور کفارہ لازم ہے

(سوال) متعلقہ قصاص

(جواب ۱۸۰) **بسم اللہ سبحانہ** - خاکسار نے احمد سعید مقتول اور جمیل احمد خاں قاتل کے مقدمہ قتل کے متعلق حسب ذیل کاغذات بغور دیکھے۔ اول بیان مقتول۔ دوم بیان ڈاکٹر۔ سوم بیان تصدیق احمد ہیڈ دار پولیس۔ چہارم بیان نبی بخش گواہ۔ پنجم بیان رمضانی گواہ۔ ششم بیان اسمٰعیل خان کانسٹیبل۔ ان میں سے مقتول کا بیان تو صرف دعوی ہے۔ ڈاکٹر کا بیان ظن و تخمین سے زیادہ وقیع نہیں تصدیق احمد کا بیان بھی شہادت معائنہ نہیں نبی بخش ور مضانی یہ دونوں واقعہ کے شاہد ہیں اسمٰعیل خان بھی من وجہ واقعہ کا شاہد ہے جمیل احمد خاں کا احمد سعید کی ناک کا ناتیوں کی شہادت سے بلا اختلاف ثابت ہے اور باقی پیٹ اور رانوں وغیرہ پر چاقو وغیرہ سے زخم لگانا نبی بخش اور رمضانی کی شہادت سے مع تھوڑے اختلاف کے ثابت ہے مثلاً نبی بخش کے بیان میں ہے کہ جمیل احمد نے احمد سعید کے پیٹ میں دو تین ضربیں لگائیں حالانکہ ڈاکٹری معائنہ اور رمضانی کے بیان سے پیٹ میں متعدد ضربیں ثابت نہیں ہوتیں لیکن یہ اختلاف مضر نہیں ہے ممکن ہے کہ قاتل نے دو تین مرتبہ ہاتھ چلایا لیکن ایک ہاتھ لگا اور باقی وار خالی گئے اور رمضانی نے صرف ایک وار دیکھا باقی نہ دیکھے ہوں اسی طرح اور بھی بعض جزوی اختلافات ہیں لیکن وہ بھی مضر نہیں اور خصوصاً ایسے وقت اور ایسے واقعہ کی شہادت میں مگر پھر بھی یہ شہادتیں ثبات قصاص کے لئے ناکافی ہیں اور اس کی کئی وجہیں ہیں۔

وجہ اول۔ گواہوں کی عدالت شرط مقبولیت شہادت **لقولہ تعالی واشھدو ادوی عدل منکم** (۱) **وفی الھدایہ** (۲) **ولا بدفی ذلک کلہ من العدالۃ ولفظۃ الشھادۃ فان لم یذکر الشاھد لفظۃ الشھادۃ وقال اعلم او اتیقن لم یقبل شھادتہ' انتھی** اور رمضانی کے بیان سے ثابت ہے کہ وہ تارک الصلوۃ عمداً ہے۔ اور ترک صلوۃ عمداً کبیرہ ہے' جس سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے اور نبی بخش پر مدعا علیہم نے جرح کرنی چاہی تھی جس کا انہیں حق تھا مگر عدالت نے اجازت نہ دی حالانکہ حدود و قصاص میں حاکم کا خود فرض ہے کہ شہود کی عدالت کے متعلق سوال کرے۔ **ولا یسال عن حال الشھود حتی یطعن الخصم الا فی الحدود والقصاص فانہ یسال عن الشھود (کذافی الھدایۃ)** (۳) وجہ دوم نبی بخش احمد سعید کا نوکر ہے اور اجیر کی گواہی مستاجر کے لئے جائز نہیں۔ اما

---

(۱) الطلاق ۲

(۲) کتاب الشھادۃ' ۳/ ۱۵۶ ط مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان

(۳) مرجع سابق

الاجیر الواحد وھو الذی استاجر ہ میاومۃ او مشاھرۃً او مسانھۃ باجرۃ معلومۃ لا تقبل استحساناً (فتاویٰ عالمگیری) (۱)

لا یقال ان شھادۃ نبی بخش لیست من باب شھادۃ الا جیر للمستاجر فان المستاجر قد مات وانقطعت الاجارۃ بموتہ والشھادۃ للاولیاء فان نفعھا عائد الیھم لانا نقول مبنی الرد انما ھو التھمۃ وھی موجودۃ ھھنا و ایضا ان القصاص موجبہ موجب الوارثۃ عند ابی یوسف و محمد حتی یثبت الملک فیہ للمورث ابتداء ثم للوارث ولذا لوانقلب مالا یکون لہ فعلی ھذا رجوع نفع شھادۃ الاجیر الی مستاجرہ لازم کانہ یشھد لہ والموضع احتیاط فیجب التحرز عن الشبھۃ واللہ اعلم (کفایۃ اللہ)

وجہ سوم۔ لفظ شہادت کا ذکر کرنا بھی شرط مقبولیت ہے اور یہ کسی گواہ کے بیان میں نہیں ہے اور یہ لفظ "حلف مذہبی بیان کرتا ہوں" قائم مقام لفظ شہادت کے نہیں ہو سکتے۔ لما مرمن عبارۃ الھدایۃ وفی الھندیۃ (۲) وھل نشترط لفظۃ الشھادۃ قال مشائخ بلخ و مشائخ بخار انشترط وقال مشائخ العراق لا نشترط کذافی المحیط والقدوری اعتمد علی الاول و علیہ الفتوی کذافی الخلاصۃ وجہ چہارم۔ گواہان ثلثہ میں سے کسی گواہ کے بیان سے یہ ثابت نہیں کہ پیٹ کا زخم جو سبب موت ہوا ہے وہ اس نے جمیل احمد کے چاقو سے لگتے ہوئے دیکھا ہے پیٹ پر چاقو چلانا سب بیان کرتے ہیں اسی طرح کپڑوں اور مقتول کے پاؤں پر خون بہتا ہوا دیکھنا سب بیان کرتے ہیں لیکن یہ کوئی نہیں کہتا کہ چاقو سے پیٹ میں زخم لگتے میں نے دیکھا ہے۔

پس یہ وجوہ اربعہ اس بات کو مستلزم ہیں کہ حکم قصاص اس شہادت پر نہیں دیا جا سکتا لیکن قصاص کا مندفع ہو جانا اس امر کو بھی مستلزم نہیں کہ جمیل احمد بالکل بری سمجھا جائے قصاص چونکہ شبہ سے بھی ساقط ہو جاتا ہے اس لئے اس کے سقوط سے برأت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس پر دیت مغلظہ و کفارہ لازم ہوگا واللہ اعلم و علمہ اتم واحکم کتبہ محمد کفایت اللہ مدرس مدرسہ امینیہ شہری مسجد دہلی ۲۱ اکتوبر ۱۹۱۶ء

تلوار سے بھی تیز آلہ سے قصاص لینا بنسبت تلوار کے اولیٰ ہے.

(سوال) تلوار سے استیفائے قصاص میں بسا اوقات بلکہ ہمیشہ یہ صورت پیش آتی ہے کہ دو تین مرتبہ بھی تلوار مارنے سے جب گردن علیحدہ نہیں ہوتی تو اس کو حالت گر جانے کے تلوار کو بطور چھری کے گردن پر چلایا جاتا ہے گویا ذبح کیا جاتا ہے تو اگر استیفائے قصاص تلوار سے نہ کیا جائے بلکہ بجائے تلوار

---

(۱) الفصل الثالث فیما لا یقبل شھادتہ للتھمۃ ۳/ ۴۷۰ ط ماجدیہ کوئٹہ

(۲) الباب الاول فی تعریفھا و رکنھا و سبب ادائھا ۳/ ۴۵۱ ط ماجدیہ کوئٹہ

کوئی دوسرا آلہ دھاردار ایسا استعمال کیا جائے کہ وہ آلہ قاتل کی گردن کے محاذ میں اوپر سے چھوڑا جائے اور وہ آلہ ایسا تیز ہو اور اس کے ساتھ بوجھ ہو کہ یکایک گردن قاتل پر گرے اور فوراً اپنی تیزی اور ثقل کی وجہ سے گردن کاٹ کر الگ کردے یہ صورت شرعاً جائز ہوگی یا نہیں؟ **المستفتی نمبر ۷۶۴** حضرت مولانا محمد حسن صاحب دفتر دارالقضاء بھوپال ۱۴ رجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۵ء۔

(جواب ۱۸۱) حنفیہ نے قصاص کے بارے میں یہ ضرور کہا ہے **ولا یقاد الا بالسیف** (۱) یعنی استیفائے قصاص صرف تلوار کے ذریعہ سے کیا جائے مگر اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ قتل کی دوسری صورتوں کو مثلاً پتھر سے کچل دینا پانی میں غرق کردینا لاٹھیوں سے مار کر ہلاک کردینا اختیار نہ کیا جائے بلکہ دھاردار آلہ سے ہی قتل کیا جائے تلوار کی شخصی صورت مراد نہیں ہے بلکہ نیزہ و خنجر کی اجازت بصراحت موجود ہے **وفی الدرر عن الکافی المراد بالسیف السلاح قلت و به صرح فی المضمرات حیث قال والتخصیص باسم العدد لا یمنع الحاق غیره به الا تری انا الحقنا الرمح والخنجر بالسیف فی قوله علیه السلام لا قود الا بالسیف انتهی (درمختار)** (۲) **و الحق ان یکون المراد بالسیف فی الحدیث المزبور السلاح مطلقا بطریق الکنایة کما اشار الیه المصنف بقوله والمراد به السلاح (فتح القدیر)** (۳) **و عن عبدالله بن مسعود واخرجه البیهقی ایضاً من الحدیث ابراهیم عن علقمة عنه ولفظة لا قود الا بالسلاح (عینی شرح بخاری)** (۴) پس صورت مسئولہ میں جس آلہ جارحہ کا ذکر ہے وہ سلاح میں داخل ہے اور وجہ اس کے کہ اس کے ذریعہ سے استیفائے قصاص میں مقتول کو زیادہ تکلیف نہیں بلکہ تلوار کی نسبت اس کے لئے آسانی ہے بجائے تلوار کے اس کو کام میں لانا اولیٰ ہوگا **لقوله علیه السلام ان الله تبارك و تعالی کتب الاحسان علی کل شئی فاذا قتلتم فاحسنوا القتلة (الحدیث رواه مسلم** (۵) **کذافی المشکوة)** (۶) **والمراد بها المستحقة قصاصاً او حداً والا حسان فیها اختیاراً سهل الطرق واقلها ایلاماً (مرقاة شرح مشکوة)** (۷) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) تنویر الابصار مع رد المحتار فصل فیما یوجب القود وما لا یوجبه ۶/۵۳۷ ط سعید
(۲) ایضا
(۳) باب ما یوجب القصاص وما لا یوجبه ۸/۲۶۱ ط مصر
(۴) باب سوال القاتل حتی یقر والا قرار فی الحدود ۲۴/۳۹ ط بیروت
(۵) باب الامر باحسان الذبح والقتل و تحدید الشفرة ۲/۱۵۲ ط قدیمی کتب خانہ کراچی
(۶) کتاب الصید والذبائح الفصل الاول ص ۳۵۷ ط سعید
(۷) حوالہ بالا ۸/۱۱۵ ط امدادیہ ملتان

مظلوم مقتول حملہ کرنے والے کو بھی قتل کردے تو ظالم کا خون رائیگاں ہے 'مظلوم کا قصاص یا دیت واجب ہے۔

(سوال) شخصے زمین خود بند وبست کرد شخصے دیگر گفت بہ صاحب زمین کہ من ایں بند را ستن ندہم۔ شخص صاحب زمین گفت بوے حق بہ مدعی باطل بیا رویم من و تو نزد حکومت یا نزد قاضیش تا کہ فیصل شتخم پذیرد مگر مدعی باطل قبول نہ نمود پس بعد انکارش صاحب زمین بستن زمین خود شروع کرد آں مدعی باطل بر آشفت و آمد بر آں زمین و یک شخص دیگر ہم او لعن طعن کردن۔ وچند طمانچہ زدند و بعدہ صاحب زمین کار خود گذاشت کہ طرف حکومت می رود روانہ شد پس پسر ان مدعی باطل معہ شخصے دیگر رفتند بزدند ش احاصل این ست کہ صاحب زمین را کشتند و صاحب زمین ہم پسر مدعی باطل را کشت ازاں دو۔

المستفتی نمبر ۱۶۴۷ مولوی عبدالرحمن (کاٹھیاواڑ) ۲۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۹۳۷ء۔

(ترجمہ) ایک شخص اپنی زمین کا بندوبست کر رہا تھا ایک دوسرے آدمی نے مالک زمین سے کہا کہ میں بندوبست نہیں کرنے دوں گا۔ مالک زمین نے مدعی باطل سے کہا کہ آؤ ہم تم حاکم کے پاس چلیں اور فیصلہ کرالیں مگر وہ مدعی باطل اس پر راضی نہ ہوا تو مالک زمین نے بھی اپنی زمین کا بندوبست شروع کر دیا۔

اس پر مدعی باطل آمادہ فساد ہو گیا اور ایک اور آدمی کے ہمراہ مالک زمین سے مار پیٹ شروع کر دی پھر مالک زمین نے اپنا کام چھوڑ کر حاکم کے پاس جانے کا ارادہ کیا اس کے بعد مدعی باطل کے لڑکے اور ایک تیسرا شخص آئے اور مالک زمین کو قتل کر دیا۔

اور مالک زمین نے بھی مدعی باطل کے دو لڑکوں میں سے ایک کو قتل کر دیا۔

اس کا حکم شرعا کیا ہے؟

(جواب) (از مولانا عبدالرحمن صاحب) لا علم لنا الا ما علمتنا الخ خون پسر مدعی باطل ہدر و باطل است و خون صاحب زمین باقی و ثابت است بر کشندہ معین مدعی باطل چنانچہ منقول است در ہدایہ

(ترجمہ) مدعی باطل کے لڑکے کا خون ہدر اور باطل (رائیگاں) ہے اور مالک زمین کا خون مدعی باطل کے ان مددگاروں پر باقی و ثابت ہے جو اس قتل میں شریک تھے جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔

در ہدایہ : ومن شہر علی المسلمین فعلیھم ان یقتلوہ لقولہ علیہ السلام من شہر علی المسلمین سیفا فقد اطل دمہ ولانہ باغ فتسقط عصمتہ ببغیہ و فی سرۃ (الجامع الصغیر) ومن شہر علی رجل سلاحا لیلا او نہارا او شہر علیہ عصا لیلا فی مصر او نہارا فی طریق فی غیر مصر فقتلہ المشہور علیہ عمدا فلا شئی علیہ لما بینا وھذا لان السلاح لا یلبث فیحتاج الی دفعہ بالقتل و العصا الصغیرۃ وان کان یلبث ولا کن فی اللیل لا یلحقہ الغوث فیضطر الی دفعہ بالقتل وکذا فی النہار فی غیر المصر فی الطریق لا یلحقہ الغوث فاذا قتلہ

کان دمه هدرا قالوا فان کان عصا لا تلبث یحتمل ان یکون مثل السلاح عندهما هدایه(۱) باب القصاص والله اعلم

بندہ عبدالرحمٰن ابن رمضان بلوچ باہوائی تابع ایران۔ سندیافتہ از مولانا برکات احمدؒ ٹونکی۔

(جواب ۱۸۲) (از حضرت مفتی اعظمؒ) ہاں نیین حملہ کی حالت میں اگر مظلوم نے حملہ کرنے والے کو قتل کر دیا تو ظالم مقتول کا خون بدر ہوتا ہے اور مظلوم کے خون کا قصاص یا دیت (جیسی صورت ہو) واجب ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

استاذ کے جائز ڈرانے دھمکانے سے بچہ جان دیدے تو استاذ پر گناہ نہیں!

(سوال) اگر کوئی نابالغ بچہ کسی مربی استاد یا آقا کے خوف و دہشت یا ڈرانے دھمکانے سے یکایک خوف زدہ ہو کر جان دیدے یا خودکشی کرے یا فرار ہونے کی نیت سے نکل جائے اور راستہ میں لقمہ اجل بن جائے تو اس کا عذاب کس پر عائد ہوگا جب کہ مربی یا آقا کی نیت اس کی فلاح و بہبودی کی ہو گر یہ گناہ ہے تو اس کا کفارہ کیا ادا کرنا ہوگا آیا ڈرانے دھمکانے والے اس سے مستثنیٰ ہوں گے ؟ المستفتی نمبر ۱۶۸۶ محمد مظہر الدین صاحب (امپ) ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۳ اگست ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۸۳) اگر مربی استاد آقا نے بچہ کو جائز حدود کے اندر تنبیہ کی ڈرایا دھمکایا مارا اور بچہ نے خوفزدہ ہو کر جان دیدی یا بھاگا اور اس میں لقمہ اجل ہو گیا تو اس کا گناہ اس مربی استاد و آقا پر نہ ہوگا(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

پانچواں باب
قتل اور خودکشی

قاتل غیر اسلامی حکومت کے فیصلہ پر دس سال سزا کاٹ کر آزاد ہو جائے تو گناہ سے بری الذمہ سمجھا جائے گا اور ورثاء کو خون بہا دینا ہوگا!

(سوال) ایک شخص جو ایک مسلمان کو بے گناہ قتل کرنے کے جرم میں ازروئے تعزیرات ہند انگریزی فیصلہ عدالت کے مطابق سات یا دس سال قید بھگت چکا ہو کیا شرعاً بھی اس کے لئے یہی سزا کافی سمجھی جائے گی۔؟

---

(۱) باب ما یوجب القصاص وما لا یوجبه ٤ / ٥٦٧ ط مکتبه شرکت علمیه ملتان

(۲) فضرب التادیب مقید لانه مباح و ضرب التعلیم لانه واجب و محله في الضرب المعتاد (الدر المختار مع رد المحتار فصل في التعلیر ٦ / ٥٦٦ ط سعید)

اور کیا وہ شخص مقتول کے وارثوں کو خون کا معاوضہ دیئے بغیر اس گناہ سے بری الذمہ سمجھا جائے گا اور اگر مذکورہ بالا سزا قاتل کے حق میں شرعی سزا نہ سمجھی جائے اور نہ ہی مقتول کے وارثوں کو خون کا معاوضہ دیا گیا ہو تو ایسی حالت میں وہ شخص (قاتل) امامت کے لائق ہے یا نہیں؟ **المستفتی** نمبر ۲٦ سید شاہ محمود۔ کراچی۔ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۷ اگست ۱۹۳۳ء

(جواب) (از نائب مفتی) اگر درحقیقت یہ شخص قتل کے جرم کا مرتکب ہے تو مقتول کے ورثہ کا حق قصاص کا یا دیت یعنی خون کا معاوضہ مالی ہوگا اور یہ سزا مرقوم کافی نہ ہوگی(۱) لہذا یہ شخص جب تک کہ ورثہ کے لئے حق خون کا ادا نہیں کرے گا یا معافی نہیں مانگے گا اور توبہ نہیں کرے گا اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔ (۲) فقط واللہ اعلم۔

اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ
الجواب صحیح۔ بندہ محمد یوسف عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی۔

(جواب ۱۸٤) (از حضرت مفتی اعظمؒ) جواب صحیح ہے مگر کسی شخص کو قاتل قرار دینے کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود اقرار کرے یا کسی باقاعدہ شرعی عدالت میں اس کے اوپر شہادت شرعیہ سے جرم قتل ثابت ہو گیا ہو(۳) اور اگر یہ صورت نہ ہو تو عام مسلمانوں کو اس امر کا یقین کرنا کہ فلاں شخص قاتل ہے اور اس کے ساتھ قاتل کی طرح معاملات کرنا درست نہیں۔ فقط

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، مدرسہ امینیہ، دہلی

کیا قومی مفاد کے لئے خودکشی گناہ کبیرہ ہے... ؟

(سوال) زید نے قومی مفاد کے لئے اپنی جان کو بندوق چاقو یا زہر سے یا اپنی جان کو بھوک اور پیاس میں رکھ کر ہلاک کرنے کا ارادہ کیا یہ فعل حرام ہے کیونکہ لوگ اس کو روکتے ہیں مگر وہ باز نہیں آتا کیا ایسے شخص کو مرنے کے بعد شہید کہا جائے گا؟ **المستفتی** نمبر ۵۵۲ مولانا ابو الوفاق (ضلع ہزارہ) ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۱۸۵) جو فعل براہ راست قتل ہے مثلاً اپنے ہاتھ سے چھری یا چاقو سے اپنا گلا کاٹ لیا یا پیٹ پھاڑ ڈالا یا بندوق یا پستول سے گولی مار لی یا خود کو کنوئیں میں گرا دیا یا تنور میں کود پڑا یہ تو خودکشی ہے اور

---

(۱) وموجبه القود عيناً فلا يصير مالاً الا بالتراضي (تنوير الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار كتاب الجنايات ٦/٥٢٩ ط سعيد)

(۲) و تكره امامة عبد واعرابي وفاسق (تنوير الابصار) قال المحقق في الشاميه ، قوله وفاسق) من الفسق وهو الخروج من الاستقامة ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزاني و آكل الربوا و نحو ذلك (باب الامامة ۱/ ٥٦٠ ط سعيد)

(۳) والطريق فيما يرجع الى حقوق العباد المحضه عبارة عن الدعوى والحجة، وهي اما البينة اوالا قرار (رد المحتار : مطلب الحكم الفعلي ٥/ ٣٥٤ ط سعيد)

یقیناً گناہ کبیرہ ہے(۱) اور جو فعل کہ براہ راست قتل نہیں ہے بلکہ مفضی الی القتل ہو سکتا ہے مثلاً تنہا نہ اروں دشمنوں پر حملہ کر دیا ان کی صفوں میں گھس گیا یا کھانا ترک کر دیا کہ جب تک فلاں مطالبہ پورا نہ ہو گا کھانا نہ کھاؤں گا ایسے افعال اچھی نیت سے اچھے اور بری نیت سے برے ہو سکتے ہیں یعنی ان کو علی الاطلاق خودکشی قرار دینا اور بہر صورت حرام اور گناہ کہہ دینا درست نہیں(۲) محمد کفایت اللہ

خودکشی کرنے والے کی مغفرت کے لئے ورثا صدقہ واستغفار کریں۔

(سوال) ایک شخص نے عمداً اپنے نفس کو بذریعہ بندوق ہلاک کر دیا اور پوسٹ مارٹم ہونے کے بعد دفن ہوا۔ چونکہ آیت کریمہ ولا تقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق(۳) ہے اور دوسری جگہ فرمایا ومن یقتل مؤمنا متعمداً فجزائه جهنم خالداً فيها و غضب الله عليه و لعنه واعدله عذاباً اليماً(۴) اس سے صاف ظاہر ہے کہ عذاب میں مبتلا ہو گا اب اس کی تلافی کے لئے اس کے پسماندگان کیا کریں؟ المستفتی نمبر ۸۹۳ نواب لئیق احمد خاں۔ پانی پت ۶ صفر ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۸ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۱۸۶) دوسری آیت کا مضمون اس شخص پر عائد نہیں ہوتا جس نے خودکشی کر کے اپنی جان کو ضائع کر دیا تاہم خودکشی ایک گناہ اور سخت گناہ ہے(۵) اور اب متوفی کے وارث اس کی مغفرت کے لئے استغفار اور صدقہ ہی کر سکتے ہیں ان کے اختیار میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے اس کے لئے دعائے مغفرت کریں حق تعالیٰ غفار و رحیم ہے اور جو ممکن ہو صدقہ کر کے ایصال ثواب کریں(۶) لیکن صدقہ ترکہ مشترکہ میں سے نہ کیا جائے اور اس کام کے لئے قرض بھی نہ لیا جائے۔

فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

---

(۱) ومن قتل نفسه ولو عمدا يغسل ويصلى عليه به يفتى وان كان اعظم وزرا من قاتل غيره (تنوير وشرحه) قال المحقق في الشاميه (قوله به يفتى) لانه فاسق غير ساع في الارض بالفساد وان كان باغيا على نفسه كسائر فساق المسلمين (مطلب في صلوة الجنازة ۲ /۲۱۱ ط سعيد)

(۲) بنی اسرائیل: ۳۳

(۳) النساء: ۹۳

(۴) لكن ذكر في شرح السير انه لا باس ان يحمل الرجل وحده وان ظن انه يقتل اذا كان يصنع شيئا بقتل او بجرح او بهزم فقد فعل ذلك جماعة من الصحابة بين يدى رسول الله ﷺ يوم احد و مدحهم (رد المحتار مطلب اذ علم انه يقتل يجوز له ان يقاتل ۴ /۱۲۷ ط سعيد) قال النبي ﷺ انما الاعمال بالنيات وانما لامرء ما نوى (الحديث) (صحيح البخاري باب كيف كان بدء الوحي الى رسول الله ﷺ ۱ /۲ ط قديمي كتب خانه كراچي)

(۵) ومن قتل نفسه ولو عمدا يغسل و يصلى عليه به يفتى وان كان اعظم وزراً من قاتل غيره (تنوير و شرحه) قال المحقق في الشاميه (قوله وبه يفتى) لانه فاسق غير ساع في الارض بالفساد وان كان باغيا على نفسه كسائر فساق المسلمين (مطلب في صلوة الجنازة ۲ /۲۱۱ ط سعيد)

(۶) صرح علمائنا في باب الحج عن الغير بان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوة او صوما او صدقة او غيرها (رد المحتار مطلب في القراءة للميت واهداء ثوابها له ۲ /۲۴۳ ط سعيد)

قاتل جرم قتل پر پھانسی دی جانے سے پہلے توبہ کرے تو نجات کا مستحق ہو سکتا ہے!

(سوال) متعلقہ توبہ قاتل

(جواب ۱۸۷) اگر قاتل کو اس کے جرم قتل میں پھانسی دی جائے اور پھانسی پانے والا پھانسی سے پہلے توبہ بھی کرلے تو امید ہے کہ وہ آخرت میں نجات کا مستحق ہو(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

چھٹا باب
سرقہ

چوری کی ہوئی رقم مالک کو واپس کی جائے.

(سوال) ایک سیٹھ جس کا بیوپار یرودیس میں ہے اس کے ہاں دو نوکر ہیں زید اور بکر سیٹھ کی دکان سے زید اور بکر نے مل کر پوشیدہ طریقہ پر روپیہ چوری کیا زید اپنی مدت ملازمت پوری ہونے پر روپیہ ساتھ لے کر وطن کی طرف روانہ ہوا راستے میں بمبئی ٹھہرا اور وہاں کسی دوکان پر چورایا ہوا روپیہ اپنے نام پر رکھنا چاہا شبہ ہونے پر اس سے روپیہ کی بابت سوال کئے گئے آخر اس نے قبول کیا کہ ایک تہائی روپیہ خود نے اور باقی روپیہ بکر نے سیٹھ کی دکان سے چرایا ہے بکر اس بات کا قطعی انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ سراسر الزام ہے فی الحال وہ روپیہ سیٹھ کے پاس ہے اور وہ ایسا روپیہ کسی کار خیر میں صرف کرنا چاہتا ہے از روئے شریعت ایسا روپیہ کن کن کاموں میں صرف کیا جا سکتا ہے اگر مسلمان میت خانہ تیار کرنے میں صرف کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۳۵۶ حاجی رحمت اللہ (بانٹوا کاٹھیاواڑ) ۷ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۰ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۸۸) جس قدر روپے کا زید نے اقرار کیا ہے کہ اس نے سیٹھ کی دکان سے چورایا ہے اس قدر روپیہ سیٹھ کی ملک ہے اور سیٹھ اس کو جس کام میں چاہے صرف کر سکتا ہے میت خانہ بنانے میں بھی صرف ہو سکتا ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

ایضاً

(سوال) جواب فتویٰ ملا۔ شکریہ بکر گو اس بات کا انکار کرتا ہے کہ اس نے سیٹھ کی دکان سے روپیہ چرایا

(۱) لا تصح توبة القاتل حتى يسلم نفسه للقود (الدر المختار) قال المحقق في الشامية (قوله لا تصح توبة القاتل) اي لا تكفيه التوبة وحدها قال في تبيين المحارم وظاهر ان توبة القاتل لا تكون بالاستغفار والندامة فقط بل تتوقف على ارضاء اولياء المقتول فان كان القتل عمدا لا بد ان يمكنهم من القصاص منه (فصل فيما يوجب القود وما لا يوجبه ۶ / ۵۴۹ ط سعيد)

(۲) واذا قطع السارق و العين قائمة في يده ردت على صاحبها لبقائها على ملكه كذا في الهداية (عالمگيرية الفصل الرابع في كيفية القطع واثباته ۲ / ۱۸۴ ط ماجدية كوئته)

مگر چونکہ زید اس بات کی کہ اس نے چرایا ہے گواہی دیتا ہے اور بکر خود یہ منظوری دیتا ہے کہ دو تہائی چوری شدہ روپیہ (جو زید کہتا ہے کہ بکر نے چرایا ہے) سیٹھ کو حق ہے چاہے جس طور پر استعمال کرے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بکر نے چرایا ضرور ہے مگر خود کو الزام سے بری رکھنے کے لئے انکار کرتا ہے فی الحال وہ دو تہائی چوری کردہ روپیہ بھی سیٹھ کے پاس ہے اور ایسی حالت میں جب کہ مشکوک بکر نے سیٹھ کو حق دیا ہے روپیہ کس طور پر استعمال کیا جائے؟ المستفتی نمبر ۳۵۷ حاجی رحمت اللہ (باننول کاٹھیاواڑ)

(جواب ۱۸۹) جب بکر اس دو تہائی روپیہ کی بات خود مدعی نہیں یعنی اپنی ملک ہونا بیان نہیں کرتا تو گویا زید اور بکر دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ وہ روپیہ سیٹھ کی ملک ہے گو اس کے حاصل کرنے کی صورت میں باہم اختلاف ہے اس لئے وہ روپیہ بھی سیٹھ کی ملک ہے اور سیٹھ کو اس کے خرچ کرنے کا بھی اختیار ہے خواہ اپنے صرف میں لائے یا کسی کار خیر میں صرف کر دے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

مسروقہ مال مالک کو واپس کرنا یا اس سے معاف کرانا تکمیل توبہ کے لئے ضروری ہے!

(سوال) زید نے ڈاکے اور چوریاں کیں جن لوگوں کا مال لیا اب تک وہ لوگ یا ان کی اولادیں زندہ ہیں ان لوگوں سے مال مسروقہ خوردہ بخشوایا نہیں ایسی ہی سوکھی توبہ کی ہے تو کیا ایسی توبہ شرعاً مقبول ہے؟ واسطے زمانہ کا زور جب ڈاکے اور چوری پر نہ ہو سکے بوجہ مجبوری توبہ کرے اور پیری مریدی کرے تو ایسا آدمی قابل بیعت ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۳۱۴ فقیہ محمد (ضلع ہزارہ) ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ مطابق ۹ اکتوبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۱۹۰) جن لوگوں کا مال ڈاکہ اور چوری سے لیا ہے ان کا مال واپس کرنا یا ان سے معاف کرانا تکمیل توبہ کے لئے ضروری ہے توبہ تو بہ وقت لازم ہے اگر حاقت کے وقت توفیق نہیں ہوتی تو جس وقت ممکن ہو اسی وقت کرے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

بغیر اجازت سے کاٹی ہوئی سرکاری جنگلات کی لکڑیوں کا خرید نا درست نہیں۔

(سوال) زید ایک ریاست کا باشندہ ہے اور یہ ریاست مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت کرتی ہے اور مذہبی آزادی دے رکھی ہے اس حالت میں زید سرکاری جنگلات کی ان لکڑیوں کو جن کا کاٹنا اور فروخت کرنا قانوناً ممنوع ہے چوروں سے کم قیمت پر خرید نے پر کرتا ہے تو کیا اس قسم کی چوری کا مال

---

(۱) حوالہ بالا

(۲) وقسمه يحتاج الى الرد وهو حق الادمى و لرد مطى نحوها بلا استحلال رد الغصب او مثله مرقاة المفاتيح باب الكبائر و علامات النفاق ۱ : ۱۲۱ ط امدادیہ ملتان

خفیہ طریقہ سے خرید کر تجارت کرنا جائز ہے ؟ اور کیا ایسی چوری کے مال کے تاجر کی امامت جائز ہے ؟
المستفتی نمبر ۲۰۲۳ منشی رکن الدین صاحب (میسور) ۱۱ رمضان ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۶ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۹۱) قانونی چوری سے بچنا ناموس و حفاظت عزت کے لئے لازم ہے جو لوگ چوری سے لکڑیاں کاٹ لاتے ہیں وہ سرکاری قانونی مجرم ہیں اور اگر وہ جنگل خودرو اور مباح الاصل نہ ہوں تو شرعی جرم بھی ہے (۱) پس ایسی مشتبہ مال کو خریدنا درست نہیں (۲) تاہم کسی شخص خاص پر فرد جرم عائد کرنے کے لئے بہت باتوں کی تحقیقات لازم ہوگی اس کے بعد کہیں امامت کے جواز یا عدم جواز کا معاملہ سامنے آئے گا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

شرکاء سے چوری چھپے شرکت کا مال بیچنے والے سے خریدنا جائز نہیں

(سوال) تین بھائی ہندو آپس میں شریک ہیں بڑا بھائی مدار باہر کا مالک ہے چھوٹے بھائی نے اپنے دونوں بھائیوں سے چھپا کر اٹھارہ روپے کی سرسول بدست حافظ عبدالرحمن فروخت کر دی بعد خرید نے کے حافظ صاحب موصوف کو خیال ہوا کہ یہ چوری کا مال ہے ہم پیسے بھی خرچ کریں اور پھر بھی جرم جائیں اب اس سے واپسی کے لئے کہا تو اس نے کہا کہ ہمارے دونوں بھائی بھی ہم سے پوشیدہ طور پر فروخت کرتے ہیں ہم نے بھی اپنا مال سمجھ کر فروخت کیا ہے یہ چوری نہیں ہے اب اگر اس سے زیادہ اصرار واپسی پر کیا جاوے تو اس شرط سے واپس ہوگا کہ ہمارے ہی مکان پر کسی دوسرے بنیے کے ہاتھ پوشیدہ طور سے فروخت کرے گا جب ہمارا روپیہ وصول ہوگا۔ المستفتی مولوی عبدالرؤف خان۔ جگن پور

(جواب ۱۹۲) اگر اس بات کا علم ہو کہ یہ شخص شرکت کا مال چوری سے بیچتا ہے اور رقم خود اڑا لیتا ہے تو خریدنا ناجائز ہے اور خریدا ہوا مال واپس کرنا ضروری ہے اگر وہ واپس نہ کرے تو اس سے کہا جائے کہ ہم تیرے شرکاء سے کہہ کر واپس کرائیں گے اس مال کو لینا اور خود اس کی بیع کرنا یا اپنے کام میں لانا جائز نہیں (۳) نیز اس کو موقع دینا کہ وہ خریدار کے مکان میں چوری سے بیع کرے ناجائز ہے (۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ،

---

(۱) اما ان یکون ضررها بذی المال او به وبعامة المسلمین فالاول یسمی بالسرقة الصغری والثانی بالکبری ای لان المعتبر فی کل منهما اخذ المال خفیة لکن الخفیة فی الصغری هی الخفیة عن عین المالک او من یقوم مقامه کالمودع والمستعیر وفی الکبری عن عین الامام الملتزم حفظ طرق المسلمین و بلادهم (ردالمحتار' کتاب السرقة ٤/ ٨٢ ط سعید)

(۲) الحرام ینتقل (الدرالمختار) قال المحقق فی الشامیة ای تنتقل حرمته وان تداولته الایدی وتبدلت الاملاك (باب البیع الفاسد' ٥/ ٩٨ ط سعید)

(۳) مرجع سابق

(٤) قال الله تعالی : "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" (المائدة : ٢)

ساتواں باب
بدکاری وزنا

محرم عورت سے زنا کرنے والا فاسق ہے ' ایسے شخص سے تاوقت توبہ قطع تعلق کیا جائے .

(سوال) کوئی شخص اپنی محرمات یعنی بہن اور ماں اور خالہ وغیرہ سے مرتکب زنا ہو رہا ہے ایسے شخص کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے کافر ہو گیا ہے یا مسلمان رہا؟ اس کے ذمہ کس درجہ کا گناہ ہے ؟
(۲) ایک شخص ایک فاحشہ عورت سے مرتکب زنا ہے یعنی رنڈی سے ۔ اس رنڈی کی ایک لڑکی ہے نہیں معلوم کہ اس شخص کے نطفے سے ہے یا اور کسی شخص کے نطفے سے ۔ غرضکہ شخص مذکور رنڈی مذکورہ سے بھی اور اس کی بیٹی سے بھی مرتکب زنا ہے اس زانی کے واسطے شرعاً کیا حکم ہے ؟ بینوا توجروا

(جواب ۱۹۳) گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے کافر نہیں ہوتا فاسق ہوتا ہے ہاں اگر ماں 'بہن وغیرہ محرمات کے ساتھ زنا کو حلال بھی سمجھے تو کافر ہو جائے گا(۱) لیکن یہ بات مسلمان کی طرف بلا کسی قوی دلیل کے منسوب نہیں کر سکتے اسی طرح دوسری صورت کا جواب ہے کہ ان دونوں صورتوں میں زانی مذکور فاسق ہے شریعت محمدیہ میں اس پر حد زنا لازم ہے لیکن اقامت حدود کا زمانہ نہیں ہے(۲) اس لئے مسلمانوں کو لازم ہے کہ زجراً و توبیخاً ایسے شخص سے تعلقات اسلامیہ سلام کلام مخالطت وغیرہ ترک کر دیں اور جب تک وہ توبہ نہ کرے اور اس کی توبہ کا خلوص قرائن سے معلوم نہ ہو جائے اس وقت تک اس سے مجانبت قائم رکھیں(۳) واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ۔ مدرس مدرسہ امینیہ 'دہلی

جانور سے بدکاری کرنے والا فاسق ہے ' جانور بدکار کے حوالہ کر کے قیمت لی جائے .

(سوال) ایک شخص نے ایک گائے اور ایک بکری سے زنا کیا اب اس گائے اور بکری کو کیا کیا جائے ان سے نفع حاصل کیا جائے یا نہیں اور زانی کے لئے کیا حکم ہے اور اس حیوان کا تاوان کس کو دینا پڑے گا؟

(جواب ۱۹۴) جس گائے بکری سے زنا کیا گیا اس کو ذبح کر ڈالنا چاہئے اس سے کسی قسم کا نفع اٹھانا جائز نہیں اور زانی کو صرف زجر و توبیخ کی جائے۔ **ولا يحد بوطی بهيمة بل يعزر و تذبح ثم تحرق**

---

(۱) من استحل حراماً قد علم فی دين النبی ﷺ تحريمه كنكاح المحارم فكافر (ردالمحتار' باب زكاة الغنم' مطلب استحلال المعصية كفر ۲/ ۲۹۲ ط سعيد)

(۲) فيشترط الامام لاستيفاء الحدود (رد المحتار فصل فيما يوجب القود ومالا يوجبه' ٦ ٥٤٩ ط سعيد)

(۳) لتبيين هذا السبب المسوغ للهجر وهو عن صدرت منه معصية عليها ليكف عنها وقال المهلب غرض البخاری فی هذا الباب ' ان يبين صفة الهجران الجائز' وانه يتنوع بقدر الجرم فمن كان من اهل العصيان يستحق الهجران بترك المكالمه كما فی قصة كعب وصاحبيه (فتح الباری بشرح صحيح البخاری باب ما يجوز من الهجران لمن عصی' ۱۰ / ٤١٥ ط مكتبه مصطفی مصر)

و يكره الانتفاع بها حية و ميتة (درمختار) قیمت کا تاوان زانی کے ذمہ ہوگا۔ قال في الخانية كان لصاحبها ان يدفعها اليه بالقيمة (رد المحتار) (۱) مگر یہ نہیں کہ مالک اپنے جانور کو خود ذبح کردے اور زانی سے خواہ مخواہ قیمت لے لے اگر خود ذبح کردے گا تو زانی پر اس کی قیمت دینا واجب نہیں بلکہ جانور کو اس کے حوالے کر کے اس سے قیمت لے لے۔

(جواب دیگر) ثبوت وطی بہیمہ کے لئے اقرار وطی کافی ہے اگر وہ اقرار نہ کرے اور مالک مدعی ہو تو شہادت سے اثبات ضروری ہوگا تاکہ واطی سے قیمت دلوائی جاسکے بہیمہ موطوئہ سے انتفاع مکروہ تحریمی ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دار الحرب میں زانی اور زانیہ پر حد جاری نہیں ہو سکتی' ان سے تاوقت توبہ قطع تعلق کیا جائے۔

(سوال) اگر محصن و محصنہ زنا کنند پس ثبوت رجم حق شاں مبنی بر کیست دلیلش چیست نیز صورت ہذا اگر بدار الحرب بوقوع آمد کہ دریں دیار اجرائے حکم شرعی یک قلم سلب است پس بدیں ہنگام مجبوری علماء دین راچہ حکم باید داد ؟ المستفتی نمبر ۱۱۱۲ محمد عبد الحکیم صاحب (مالدہ) ۷ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۶ اگست ۱۹۳۶ء

(ترجمہ) اگر شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت زنا کریں تو رجم کا ان پر نفاذ کس دلیل پر مبنی ہے؟ اور اگر دار الحرب میں ایسی صورت پیش آئے جہاں احکام شرعیہ کا اجرا ممکن نہیں تو علمائے دین کو کیا حکم نافذ کرنا چاہئے ؟

(جواب ۱۹۵) تنفیذ حدود شرعیہ در دار الاسلام باشد۔ در دار الحرب بادشاہ اسلام نیز تنفیذ حدود شرعیہ نمی تواند کرد پس در ہندوستان کہ دار الحرب است امکان اقامت حدود معدوم (۳) علماء امت را لازم کہ زانی وزانیہ را ایں قدر زجر کنند کہ در استطاعت ایشاں باشد و مصادم قانون حکومت نبود۔ مثلاً حکم مقاطعہ کنند یعنی تاوقتیکہ زانی وزانیہ توبہ نکنند کسے باایشاں تعلقات معاشرت ندارد (۴)

(ترجمہ) حدود شرعیہ کی تنفیذ دار الاسلام میں ہو سکتی ہے دار الحرب میں بادشاہ اسلام بھی حدود شرعیہ کا نفاذ نہیں کر سکتا۔ پس ہندوستان جو دار الحرب ہے اس میں اقامت حدود ممکن نہیں ہے علمائے امت پر

---

(۱) باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه مطلب في وطء الدابة ٤ / ۲٦ ط سعيد

(۲) حوالہ بالا

(۳) وزاد الكمال في دار الاسلام لانه لاحد بالزنا في دار الحرب (تنوير الابصار و شرحه مع رد المحتار مطلب الزنا شرعا لا يختص بما يوجب الحد ٤ / ٥ ط سعيد)

(٤) قال المهلب غرض البخاري من هذا الباب ان يبين صفة الهجران الجائز وانه يتنوع بقدر الجرم فمن كان من اهل العصيان يستحق الهجران بترك المكالمة كما في قصة كعب وصاحبيه (فتح الباري بشرح صحيح البخاري: باب ما يجوز من الهجران لمن عصى ١٠ / ٤١٥ ط مكتبة مصطفى' مصر)

لازم ہے کہ زانی وزانیہ کو اپنی طاقت بھر زجر کریں جو قانون وقت سے متصادم نہ ہو مثلاً مقاطعہ کا حکم دیں یعنی جب تک زانی وزانیہ توبہ نہ کریں اس وقت تک کوئی ان سے میل جول نہ رکھے۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

کیا زانی اور زانیہ کو قاضی کے فیصلے کے بغیر قتل کرنا جائز ہے؟

(سوال) زید نے اپنی بیوی کو دوسرے شخص سے زنا کرتے ہوئے اپنی آنکھ سے دیکھا تو زید زانی و زانیہ و بلا فیصلہ قاضی قتل کر سکتا ہے یا نہیں اور اگر نہیں کر سکتا تو دونوں کو کیا سزا دی جائے اگر بیوی توبہ کرتی ہے تو کیا جائز ہے کہ توبہ کرنے پر اس کو معافی دے دی جائے؟ المستفتی نمبر ۱۲۷۳ عبدالمجید خاں صاحب (سندھ) ۱۴ شوال ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۳۶ء
(جواب ۱۹۶) زانی کو اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھ لے تو اس کو خود قتل کرنا نہیں چاہئے کہ یہ قانون کا اپنے ہاتھ میں لینا ہے قاضی کے سامنے پیش کرے لیکن اگر جوش غضب میں خود قتل کر دے تو وہ عنداللہ قتل پر ماخوذ نہ ہو گا(۱) ہاں قانوناً مجرم قرار دیا جائے گا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

بیٹے کی زوجہ سے ناجائز تعلق رکھنے والا شخص فاسق ہے اس سے تا وقت توبہ قطع تعلق کیا جائے۔

(سوال) ایک شخص کا اپنے بیٹے کی زوجہ سے ناجائز تعلق ہے اب اس نے اس الزام سے بچنے کے لئے اس عورت کا نکاح بھی کر دیا ہے مگر شوہر کے پاس نہیں بھیجتا اس کے متعلق مسلمانوں کو کیا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے یعنی اس کے ساتھ تعلقات رکھیں یا منقطع کر دیں اور شوہر بھی گناہ گار ہو گا یا نہیں کہ وہ جانتے ہوئے بھی نہیں لے جاتا۔ المستفتی نمبر ۱۹۳۵ حافظ غلام حسین صاحب (ریاست جیند) ۲۰ شعبان ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء
(جواب ۱۹۷) یہ شخص بد کار ہے جو بیٹے کی زوجہ سے ناجائز تعلق رکھتا ہے لوگوں کو اس کا بائیکاٹ کر دینا چاہئے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) اختلف فمن قتل رجلا وزعم انه وجد فعربي با مرأته فقال جمهور هم لا يقبل بل يلزمه القصاص الا ان تقوم بذلك بينة او تعترف به ورثة القتيل والبينة اربعة من عدول الرجال يشهدون على نفس الزنا و يكون القتيل محصنا واما فيما بينه و بين الله تعالى فان كان صادقا فلا شئ عليه (عمدة القاري للعيني كتاب التفسير باب قوله عزو جل والذين يرمون ازواجهم الخ ۱۹ / ۷۵ ط ادارة الطباعة المنيرية بيروت) (۲) قال المهلب غرض البخاري من هذا الباب ان يبين صفة الهجران الجائز وانه يتنوع بقدر الجرم فمن كان من اهل العصيان يستحق الهجران بترك المكالمة كما في قصة كعب و صاحبيه (فتح الباري شرح صحيح البخاري باب ما يجوز من الهجران لمن عصى ۱۰ / ٤١٥ ط مكتبة مصطفى مصر)

جانور سے بدکاری کرنے والا فاسق ہے' اس سے تاوقت توبہ قطع تعلق کیا جائے ؟

(سوال) ایک مسلمان بالغ نے ایک شیر دار بھینس کے ساتھ زنا کیا ہے اسلامی حکومت ہو تو اس آدمی کو کیا سزا دی جائے اور اس بھینس کو کیا کیا جائے ؟ المستفتی نمبر ۲۸۰۲ محمد انعام الحق دہلی کینٹ ۸ رمضان ۱۳۵۶ھ

(جواب ۱۹۸) بھینس کے ساتھ حرام کاری کرنے والا گناہ گار ہے جانور تو غیر مکلف اور بے سمجھ ہے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے ہاں اس خیال سے کہ لوگ اس جانور کو دیکھ کر یہ کہا کریں گے کہ اس کے ساتھ فلاں شخص نے برا کام کیا تھا تو اس برے کام کا ذکر باقی رہے گا اس جانور کو ذبح کر کے دفن کر دینے کا حکم کیا گیا ہے' جانور کا مالک کوئی دوسرا ہے تو اسکو پوری قیمت حرام کار سے دوائی جائے گی اور یہ نہ ہو سکے تو وہ اپنے جانور کو کام میں لاتا رہے گا (۱) حرام کار کو تعزیر دی جائے گی انگریزی حکومت میں تعزیر یہی ہو سکتی ہے کہ اس سے میل جول اور کھانا پینا بند کر دیا جائے یعنی لوگ اس کو کھانے میں شریک نہ کریں(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ساس سے زنا کے اقرار سے بیوی حرام ہو جاتی ہے .

(سوال) کالو نے مولوی محمد سعید سے کہا کہ مجھے معافی دو۔ مولوی صاحب نے دریافت کیا کاہے کی معافی دوں ؟ کالو نے کہا مجھے جو الزام لگایا ہوا ہے کہ میں نے ساس سے زنا کیا وہ جرم مجھ سے واقع ہوا ہے اس کی معافی چاہتا ہوں مجھے مسلمان کرو بعد ازاں اس نے تین بار کہا کہ راجو (منکوحہ کالو) میری ماں بہن' مولوی صاحب نے کہا تین طلاق دے پھر کالو نے تین بار طلاق طلاق طلاق کہہ دیا۔ المستفتی نمبر ۱۶۷۰ معرفت مولوی محمد نور پنجابی۔ ۲ جمادی الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۳۷ء

(جواب ۱۹۹) اقرار زنا سے ثبوت زنا کے لئے یہ شرط ہے کہ اقرار مجلس قاضی میں ہو اور مقر چار مرتبہ چار مجلسوں میں اقرار کرے مجلس قضا کے باہر اقرار ہو تو وہ معتبر نہیں اور اقرار پر شہادت مقبول نہیں۔ **ولا یعتبر اقرارہ عند غیر القاضی ممن لا ولایۃ لہ فی اقامۃ الحدود ولو کان اربع مرات حتی لاتقبل الشہادۃ علیہ بذلک کذلک فی التبیین ولا بدان یکون الاقرارصریحا(عالمگیری)(۳)۔ والاقرار ان یقر البالغ العاقل علی نفسہ بالزنا اربع مرات فی اربعۃ مجالس المقر کذافی الہدایۃ (عالمگیری)** (۴) لیکن اقرار زنا کے لئے یہ شرائط ثبوت حد زنا کے لئے ہیں اور حرمت زوجہ یا ثبوت حرمت مصاہرۃ کے لئے یہ شرائط نہیں ہیں بلکہ وہ ایک مرتبہ کے

(۱)ولایحد بوطء بہیمۃ بل یعزر' و تذبح ثم تحرق (تنویر الابصار و شرحہ) قال المحقق فی الشامیہ (قولہ وتذبح ثم تحرق) ای لقطع امتداد التحدث بہ کلما رؤیت ولیس بواجب فان کانت الدابۃ لغیر الواطی یطالب صاحبہا ان یدفعہا الیہ بالقیمۃ ثم تذبح' ہکذا قالو' ولا یعرف ذلک الا سماعاً فیحمل علیہ' (باب الوطء الذی یوجب الحدود الذی لا یوجبہ مطلب فی وطء الدابۃ' ۴/ ۲۶ ط سعید)

(۲) فتح الباری لابن الحجر المرجع السابق ۱۰/۴۱۵ ط مصر

(۳) (عالمگیریہ الباب الثانی فی الزنا ۲/۱۴۳ ط ماجدیہ کوئٹہ)

(۴) الباب الثانی فی الزنا ۲/۱۴۴' ط ماجدیہ' کوئٹہ

اقرار سے بھی ثابت ہو جائے گی اور اس کے لئے مجلس قضا بھی شرط نہیں۔ **قيل لرجل ما فعلت بام امرائك قال جامعتها قال ثبت حرمة المصاهرة قيل ان كان السائل والمسئول هازلين قال لا يتفاوت ولا يصدق انه كذب كذافي المحيط (عالمگیری ص ٩٢٤ ج ١)**(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

آٹھواں باب
متفرقات

بے گناہ پر تہمت زنا لگانے والے مجرم ہیں / گناہ گار ہیں۔

(سوال) یہاں گوآمیں ایک افسوسناک واقعہ درپیش ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک جنازہ گورستان پہنچنے پر بوقت نماز جنازہ شیخ یعقوب نامی ایک شخص نے جملہ حاضرین کے روبرو یہ اعلان کیا کہ حاضرین میں سے ایک شخص بنام شیخ حسین زانی ہے اس لئے اگر وہ شخص نماز جنازہ میں شریک ہو تو ہم نماز میں شریک نہ ہوں گے حاضرین میں سے اس کا ثبوت شیخ یعقوب سے طلب کرنے پر اس نے جواب یہ دیا کہ قاضی محمود صاحب (جو اس وقت حاضرین میں شریک نہیں تھے) نے چار اشخاص کے روبرو مذکور شیخ حسین زانی ہے ایسا کہا تھا ان چار اشخاص میں سے جو تین حاضرین میں شریک تھے ان سے دریافت کئے جانے پر انہوں نے اس کی تائید کی اس پر شیخ حسین نے یہ ظاہر کیا کہ یہ لوگ ذاتی اختلافات کی بنا پر مجھ پر یہ جھوٹا الزام عائد کر رہے ہیں آخر الامر جب طرفین میں سخت گفتگو شروع ہوئی تو جھگڑے کا اندیشہ ہونے پر حاضرین نے شیخ حسین کو آئندہ فیصلہ تک صبر اختیار کرنے کے لئے سمجھوتہ کرتے ہوئے اور تسلی دیتے ہوئے نماز جنازہ میں شریک ہونے سے روکا۔

بعد ازاں جب قاضی محمود صاحب سے دریافت کیا گیا کہ آیا انہوں نے مذکور شیخ حسین کو کبھی زانی کہا تھا مگر جناب قاضی صاحب نے صاف طور پر انکار کئے کہ میں مذکور شخص کو کبھی ہرگز زانی نہیں کہتا ہوں اس امر سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ شیخ یعقوب اور مذکورہ بالا گواہوں نے شیخ حسین کو تمام مسلمانوں میں بدنام و رسوا کرنے کے لئے یہ جھوٹا الزام بذات خود اپنی ہی طرف سے اس پر عائد کئے ہیں جس کی کوئی اصل یا تصدیق ثابت نہیں ہے۔

اور مدعی شیخ حسین جماعت المسلمین سے اس انصاف کا خواستگار ہے اس صورت میں اول دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکور شیخ یعقوب اور اس کی تائید کرنے والے تین اشخاص کے اس طرح جھوٹے الزام کے عائد کرنے کے جرم میں ان کے ساتھ شرعی قانون سے کیا کیا جائے ؟

---

(۱) القسم الثاني : المحرمات بالصهرية ١/٢٧٦ ط ماجدية كوئٹه

ثانیاً امر دریافت طلب یہ ہے کہ مذکورہ اعلان پر شیخ حسین کو نماز جنازہ سے روکنا شرعی قانون سے کہاں تک درست ہو سکتا ہے چونکہ یہ فیصلہ آنجناب کے امر مبارک پر منحصر اور ملتوی رکھا گیا ہے اور تمام مسلمانوں کے دلوں میں ایک عجیب کشمکش پیدا ہوئی ہے تمام مسلمان آنجناب کے امر کے لئے سخت منتظر ہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۳۴۸ شیخ ابراہیم شیخ محمود مجاور 'نواگوآ۔ ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۸ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۰۰) اگر کوئی شخص زانی بھی ہو جب بھی وہ جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے یہ حکم نہیں ہے کہ زانی نماز میں شریک نہ ہو یا زانی شریک ہو جائے تو اور لوگ شریک نہ ہوں یہ بات جس نے کہی اس نے شریعت کا حکم صحیح نہیں بتایا شیخ حسین کو جماعت کے روبرو زانی بتانے سے شیخ حسین کی بے عزتی ہوئی اور جب کہ قاضی محمود نے انکار کر دیا کہ میں نے نہیں کہا تھا تو الزام بھی بے بنیاد اور بے اصل ثابت ہو گیا اب جماعت کے ان چاروں آدمیوں کو شیخ حسین سے معافی مانگنی چاہئے ورنہ جماعت کو چاہئے کہ وہ اعلان کر دے کہ شیخ حسین پر الزام زنا کا ثبوت نہیں ہوا اور یہ چاروں آدمی قوم کے سامنے شیخ حسین کے مجرم ہیں جب تک معافی نہ مانگیں ان کی کوئی بات قبول نہ ہو گی۔ (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) وهو (حد القذف) لغةً الرمي و شرعاً الرمي بالزنا ء وهو من الكبائر (الدر المختار مع ردالمحتار ٤/٤٣ ط سعيد) وفي المرقاة قسم' يغفر بالتوبة و بدونها تحت المشيه وهو الكبائر من حق الله تعالىٰ و قسم يحتاج الى التراد وهو حق الآدمي' والتراد اما في الدنيا بالاستحلال اورد العين او بدله (مرقاة المفاتيح بشرح مشكوة المصابيح' باب الكبائر ١/١٢١ ط امداديه' ملتان)

كتاب الاكراه والاضطرار

پہلا باب
مجبوری میں ارتکاب کفر

حالت اکراہ میں کلمہ کفر کہنے کی اجازت ہے۔

(سوال) کوئی مسلمان بوقت اکراہ واضطرار بذریعہ شرک وکفر اپنی جان بچاسکتا ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۵ مولوی محمد حسن صاحب لائل پور ۔ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۸ جولائی ۱۹۳۳ء

(جواب) (از مولوی عبدالحلیم شاہ) قانون محمدی کی رو سے بوقت مجبوری شرک وکفر کے مرتکب ہونے کی اجازت ہے بشرطیکہ دل مطمئن ہو۔ ملاحظہ ہو آیت من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان (۱) الآیۃ (سورۃ نحل) شرک وکفر از قسم حرام ہے اور حرام سے بچنا چاہئے مگر حالت اضطرار میں رخصت ہے ملاحظہ ہو آیت وقد فصل لکم ماحرم علیکم الا ما اضطررتم الیہ (سورہ انعام) بخاری شریف (۲) ص ۱۰۲۶ جلد ۲ میں ہے کہ مجبور ضعیف ہوتا ہے اپنے ضعف کے باعث امر الٰہی کو ترک کرتا ہے (یعنی حرام کا مرتکب ہوتا ہے) لہذا ضعیف کو اللہ تعالیٰ نے معذور فرمایا ہے۔ مرقاۃ (۳) شرح مشکوۃ ص ۱۱۱ ج ۱ میں ہے کہ اما باعتبار اصل الجواز فیجوز له ان یتلفظ وان یفعل ما یقتضی الکفر کسب الاسلام و سجود الصنم اذاھدد ولو بنحو ضرب شدیدا واخذ مال له وقع کما افاد ذلك قوله تعالیٰ من کفر باللہ من بعد ایمانه الا من اکرہ و قلبه مطمئن بالایمان الآیۃ یعنی اگر کسی شخص کو دھمکی دی جائے اگرچہ ضرب شدید اخذ مال کی ہو تو اس کے لئے کلمہ کفر کا تلفظ اور ایسے کام کا ارتکاب کہ جس سے کفر لازم آتا ہو جیسے کہ اسلام کو گالی دینا یا بت کو سجدہ کرنا جائز ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول من کفر باللہ من بعد ایمانہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب حررہ احقر عبدالحلیم شاہ۔ مقام بدھوانہ ڈاکخانہ قائم بھر وانہ ضلع جھنگ

(جواب ۲۰۱) (از حضرت مفتی اعظمؒ) محرمات شرعیہ کئی قسم کے ہیں ان میں سے بعض تو اکراہ اضطرار میں جائز ہو جاتے ہیں اس طرح کہ اگر ان کو کام میں نہ لائے اور ہلاک ہو جائے تو گناہ گار ہو جیسے خنزیر یا میتہ کو بوقت اضطرار یا اکراہ استعمال کرنا کہ اگر استعمال نہ کرے اور اپنے نفس کو ہلاک ہو جانے

---

(۱) النحل : ۱۰۶

(۲) قال ابو عبداللہ فعذر اللہ المستضعفین الذین لا یمتنعون من ترک ما امر اللہ به' والمکرہ لا یکون الا مستضعف غیر ممتنع من فعل ما امر به (صحیح البخاری باب قول اللہ' الا من اکرہ و قلبه مطمئن بالایمان ۱۰۲۶/۲ ط قدیمی کتب خانہ' کراچی)

(۳) باب الکبائر' ۱۳۱/۱ ط امدادیہ' ملتان

ے تو گناہ گار ہو۔ دوسری قسم وہ کہ اگر ان کو استعمال کرلے تو مباح ہو یعنی مواخذہ نہ ہو اور استعمال نہ
رے اور جان دے دے تو موجب اجر و ثواب ہو جیسے کلمہ کفر کہنے یابت کو سجدہ کرنے پر مجبور کیا جائے تو
ز طیکہ دل میں ایمان قائم رہے اور سجدہ میں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کی نیت کرلے کلمہ کفر زبان سے
ہہ دینا اور بت کے سامنے سجدہ کرلینا مباح ہو جاتا ہے لیکن اگر انکار کردے اور قتل کردیا جائے یا کوئی عضو
ٹ دیا جائے تو موجب اجر و ثواب ہے تیسری قسم وہ ہے جو کسی حال میں مباح نہیں ہوتی 'جیسے کسی پر
ن کا اکراہ کیا جائے کہ اپنے باپ یا بیٹے یا بیوی کو یا اور کسی محقق الدم انسان کو قتل کردے تو اس کو ہرگز
باح نہیں کہ اس کو قتل کردے بلکہ اکراہ پر صبر کرے خواہ خود قتل کردیا جائے قرآن مجید کی آیت
؛من اکرہ دوسری قسم کے متعلق ہے اور فمن اضطر غیر باغ ولا عاد پہلی قسم کے متعلق ہے ان
ونوں میں ایک جان (مکرہ) بچانے کیلئے شریعت مقدسہ نے امور کی اجازت دے دی ہے مگر تیسری قسم
ں ایک جان بچانے کے لئے دوسری جان کو ہلاک کرنا لازم ہوتا ہے جو کسی طرح جائز نہیں ہے(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی

حالت اکراہ میں زبان پر کلمہ کفر جاری کرنے کی اجازت ہے .

(سوال) جب کسی تنہا مسلمان کو کفار گھیر لیں اور سر پر تلوار لے کر کھڑے ہو جائیں کہ کلمات کفر و
ک زبان سے کہہ دو ورنہ ہم تجھے جان سے مار ڈالیں گے اگر وہ اپنی جان بچانے کے لئے اپنے دل کو ایمان
قائم رکھ کر انکا کہا کردے تو کیا وہ شرعاً کافر و مشرک ہو جائے گا بدلیل آیت الامن اکرہ و قلبہ
مطمئن بالایمان اور بدلیل عبارت درمختار ورد المحتار جلد دوم کتاب الاکراہ ص ۹۲ و ۹۳ اور بحر الرائق
لد پنجم احکام المرتدین۔ وتفاسیر وغیرہ المستفتی نمبر محمد اسحٰق دیوبندی ۵ / رجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۷
توبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۰۲) ہاں اضطرار کی حالت میں زبان سے کلمہ کفر و شرک کہہ دینے کی رخصت ہے دل
مطمئن بالایمان رہے صرف زبان سے کلمہ کفر و شرک ادا کردیا جائے تو متلفظ کافر نہیں ہوتا اور نہ کہے اور
ا جائے تو یہ عزیمت ہے اور اس میں زیادہ ثواب اور شہادت کا اجر ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ '

(۱) فان اکرہ علی اکل میتة او دم او لحم خنزیر او شرب خمر (تنویر الابصار) قال المحقق فی الشامیہ (قولہ فان اکرہ علی اکل میتة) الاکراہ علی المعاصی انواع' نوع یرخص فعلہ و یثاب علی ترکہ کاجراء کلمة الکفر و شتم النبی ﷺ و ترک الصلوة وکل ماثبت بالکتاب' و قسم یحرم فعلہ و یاثم باتیانہ کقتل مسلم او قطع عضوہ و ضربہ ضربا متلفا او شتمہ او اذیتہ والزنا' و قسم یباح فعلہ ویاثم ترکہ کالخمر و ماذکر معہ (رد المحتار ' کتاب الاکراہ ۶ /۱۳۳ ط سعید)

(۲) وان اکرہ علی الکفر باللہ تعالی و سب النبی ﷺ مجمع وقد وری بقطع او قتل رخص لہ' ان یظہر ماامر بہ علی لسانہ ویوری و قلبہ مطمئن بالایمان ویؤجر لو صبر (تنویر و شرحہ) قال المحقق فی الشامیہ ای یؤجر اجر الشہداء (کتاب الاکراہ ۶ /۱۳۴' ۱۳۵ ط سعید)

الجواب صواب۔ عبدالغفور غفرلہ' مدرس مدرسہ امینیہ دہلی
الجواب صواب۔ خدا بخش عفی عنہ۔ مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

حالت اضطرار کے سوا کسی حالت میں زبان پر کلمہ کفر جاری کرنے کی اجازت نہیں

(از اخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ ۹ جولائی ۱۹۳۵ء)

(سوال) ایک شخص نے کسی ضرورت کی وجہ سے مذہب اسلام ترک کیا لیکن حقیقت میں اس اسلام ترک نہیں کیا ہے صرف اپنی غرض کو حاصل کرنے کے لئے اس نے ایسا کیا اور اسلام کے ارکان پر عمل پیرا ہے؟

(جواب ۲۰۳) ترک اسلام یا اجرائے کلمہ کفر یا کوئی عمل کفر کرنا حالت اضطرار میں جب کہ جان خطرہ ہو جائز ہو جاتا ہے اس کے علاوہ کسی حالت میں جائز نہیں پس اگر شخص مذکور نے کسی اضطرار حالت میں ایسا کیا ہے اور قلب میں ایمان وایقان بدستور ہے تو وہ خدا کے نزدیک مسلمان ہے(۱) واللہ اعلم
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

دوسرا باب
بیچارگی میں ارتکاب حرام

حالت اضطرار میں سودی قرض لینے کا حکم

(سوال) سخت تکلیف پر کوئی مدد دینے والا نہ ہو اس وقت مجبوراً سود سے پیسے مارواڑیوں یا دیگر بنکوں ذریعے سے لے سکتا ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۴۰۰ مولوی محمد عبدالحفیظ (ضلع نیل گیری)
جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ ۲۶ ستمبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۰۴) اضطرار کی حالت میں جب کہ تین فاقے ہو چکے ہوں بقدر سد رمق سودی رقم حاصل کرنا مباح ہے اس سے زیادہ رقم لینا یا اس سے کم ضرورت میں لینا جائز نہیں(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ

---

(۱) حوالہ بالا

(۲) قال اللہ تعالیٰ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ (الآیۃ) قال الحافظ عماد الدین فی تفسیرہ ای فی بغی ولا عدوان وھو مجاوزۃ الحد ولایا کل الا العلقۃ و یحمل معہ ما یبلغہ الحلال (تفسیر ابن کثیر ۱/۱۷۳، ۲۰۶ ط سہیل اکیڈمی لاہور)

مسلمان ماہر معالج بیماری کا علاج شراب میں منحصر بتادے تو شراب سے علاج کی اجازت ہے

(سوال) اگر انگریزی ڈاکٹر یہ کہے کہ اس بیماری کا علاج سوائے شراب کے اور کوئی نہیں یا کسی بیماری کے متعلق جو کہ خطرناک درجے تک پہنچ گئی ہو انگریزی ڈاکٹر یہ کہے کہ آخری علاج یہ ہے کہ چند قطرے شراب کے دیں تو یہ استعمال کرنا درست ہے یا نہیں ؟

المستفتی نمبر ۱۶۳۹ ابراہیم کادیہ نیلسپروٹ ایس افریقہ ۱۸ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ ۲۷ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۰۵) شئی حرام نجس کے ساتھ علاج بالشرب کرنے کی اجازت اس شرط سے دی گئی ہے کہ کوئی مسلمان طبیب یا ڈاکٹر یہ کہے کہ بیمار کی شفا اسی میں منحصر ہے اور کوئی اور دوا اس کے لئے مفید نہیں غیر مسلم ڈاکٹر کا قول کافی نہیں۔ یجوز للعلیل شرب البول والدم والمیتة للتداوی اذا اخبرہ طبیب مسلم ان شفائه فیه ولم یجد من المباح ما یقوم مقامه وهل یجوز شرب القلیل من الخمر للتداوی فیه وجهان انتهی مختصراً (رد المحتار)(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) کتاب الحظر والاباحة' فصل فی البیع' ۳۸۹/۶' ط سعید

کتاب اللقیط و اللقطه

پہلا باب
پڑی ہوئی چیز پانا

ملی ہوئی کم قیمت چیز کا مالک معلوم ہو تو بھی واپس کرنا ضروری ہے۔

(سوال) رہگذر پر اگر کوئی ایک پیسہ پائے تو اس کو خود اپنے مصرف میں لائے یا مالک کو تلاش کر کے دے دے ؟ یہاں ایک مولوی صاحب سے معلوم ہوا کہ ایک پیسہ حلال ہے مالک کو دینے کی ضرورت نہیں ہے ہاں اگر اس سے زیادہ رقم ہو تو مالک کو تلاش کرے۔
المستفتی نمبر ۱۲۴ حبیب اللہ صاحب۔ ضلع غازی پور۔ یکم شعبان ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۰۶) اگرچہ پائی ہوئی چیز ایک پیسہ ہی ہو اس کے مالک کو تلاش کیا جائے اور اگر مالک مل جائے تو اس کو دے دی جائے ہاں کم قیمت چیز کے مالک کی تلاش زیادہ دنوں تک ضروری نہیں ہے اگر مالک نہ ملے تو پانے والا اگر غریب ہو تو خود خرچ کر سکتا ہے غنی ہو تو کسی فقیر کو دے دے(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مالک سے ناامیدی کے بعد ملی ہوئی چیز صدقہ کیا جائے۔

(سوال) دوکان پر جو بیوپاری مال خریدنے کے لئے آتے ہیں اور وہ بازار کا خریدا ہوا مال لاتے ہیں ان میں سے وہ اکثر چیزیں بھول جاتے ہیں وہ چیزیں امانت کر کے رکھ دی جاتی ہیں یہ بھولی ہوئی چیزیں کب تک امانت کر کے رکھی جائیں اور ان بھولی ہوئی چیزوں کا کیا کیا جائے ؟ المستفتی نمبر ۲۲۹۷ اتیج محمد اسماعیل۔ دہلی ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۳ اگست ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۰۷) اگر ان بھولی ہوئی چیزوں کا مالک معلوم ہو تو اسے اطلاع کر دینی ضروری ہے اور اگر مالک معلوم نہ ہو تو پھر اتنے دنوں تک انہیں محفوظ رکھا جائے جتنے دن مالک کو اس کی تلاش و فکر رہنے کا ظن غالب ہو اور پھر اس کے بعد ان اشیاء کو اس نیت سے صدقہ کر دیا جائے کہ ان کا ثواب مالک کو پہنچے (۲) صدقہ کرنے کے بعد بھی اگر مالک معلوم ہو جائے اور وہ طلب کرے تو اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی (۳)

---

(۱) و یکفیه ان یقول من سمعتموه' ینشد لقطة فدلوه علی و عرف ای نادی علیه حیث وجدها و فی الجامع الی ان علم ان صاحبها لا یطلبها. فینتفع الرافع بها لو فقیرا والا تصدق بها (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار' کتاب اللقطه ٤ ۲۷۸'۲۷۹' ط سعید)
(۲) حوالہ بالا
(۳) فان جاء مالکها بعد التصدق خیر بین اجازة فعله و بعد هلاکها وله' ثوابها او تضمینه (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار' کتاب اللقطة ٤ ۲۸۰' ط سعید)

ملی ہوئی چیز کے اعلان کے بعد مالک نہ ملنے پر پانے والا
محتاج ہو تو خود استعمال کر دے ورنہ کسی فقیر کو دیدے
(از اخبار الجمعیۃ سہ روزہ دہلی مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۳۶ء)

(سوال) میری نابالغ بچی کو ایک کپڑے میں بندھا ہوا کچھ زیور نقرئی شارع عام پر پڑا ہوا ملا جس کو وہ مجنسہ اٹھا کر لے آئی مالک کی تلاش ہے مگر اب تک کوئی مالک نہیں ملا اب کیا کیا جائے؟

(جواب ۲۰۸) مالیت کے لحاظ سے اتنی مدت تک مالک کی تلاش جاری رکھی جائے جب تک اس بات کا گمان غالب ہو کہ مالک کو اسکی فکر ہو گی اس کے بعد اگر پانے والا خود حاجت مند ہو تو خود خرچ کرے اور خود غنی ہو تو فقراء پر صدقہ کر دے اور دونوں صورتوں میں اس کی مخصوص علامتیں یاد رکھنا ضروری ہے تاکہ اگر مالک آجائے اور مخصوص علامتیں بتا کر باور کرادے کہ اس کی چیز تھی تو اس کو قیمت ادا کی جائے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) حوالہ بالا (صفحہ گزشتہ حاشیہ ۱-۳)

كتاب اليمين والنذر

پہلا باب
عہد و پیمان اور حلف
فصل اول۔ حلف کی تشریحات

دوسرے کے قسم دینے پر بنیت قسم "ہاں" نہ کہے تو قسم نہیں ہوگی

(سوال) کسی دوسرے کے قسم دلانے سے قسم ہوتی ہے یا نہیں ؟ مثلاً زید نے عمرو سے یوں کہا کہ تم اپنے خدا کی قسم اس کام کو انجام دے دو تو اس زید کے قسم دلانے سے عمرو پر قسم آیا یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۰۹) اس طرح کسی دوسرے کے قسم دلانے سے قسم نہیں ہوتی لیکن اگر جس کو قسم دلائی گئی ہے اس نے حلف کی نیت سے ہاں یا اچھا کہہ دیا تو قسم ہو جائے گی فان نوی الاستحلاف فلا شئی علی واحد منهما خانیه و فتح ای لان المخاطب لم یجبه بقوله نعم حتی یصیر حا لفاً انتھی

(ردالمحتار ص ۱۵۰ ج ۳) (۱) الخامس ان یرید المبتدی الاستحلاف والمجیب الحلف والمجیب حالف لا غیر (ایضاً) (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

قرآن مجید کی قسم کھا کر پوری نہ کرے تو کفارہ واجب ہوگا

(سوال) قرآن شریف کی قسم اگر کوئی شخص کھائے اور اس کام کو پورا نہ کرے تو اس کے ذمہ کفارہ واجب ہو گا یا نہیں اور یہ قسم ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۱۰) جو شخص قرآن شریف کی قسم کھائے اور اس کام کو پورا نہ کرے وہ اپنی قسم میں حانث ہو جائے گا اور اس پر کفارہ قسم واجب ہوگا۔ قال الکمال ولا یخفی ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فیکون یمیناً (در مختار) وقال محمد بن مقاتل الرازی انه یمین وبه اخذ جمهور مشائخنا اه (ردالمحتار) (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

گھر کا کھانا نہ کھانے کی قسم کے بعد گھر کا کھانا کھانے سے کفارہ واجب ہوگا.

(سوال) کسی شخص نے کہا کہ تیرے گھر کا کھانا اور پانی مجھ پر حرام ہے اور پھر خائف و نادم ہوا اس کہنے کے بعد اگر کھانا وغیرہ کھائے تو حانث ہو گا یا نہیں ؟

---

(۱) کتاب الایمان' مطلب قال لتفعلن کذا فقال نعم' ۳ /۷۴۹ ط سعید

(۲) حوالہ بالا

(۳) کتاب الایمان ' مطلب فی القرآن ۳ /۷۱۲ ط سعید

(جواب ۲۱۱) کسی کا یہ کہنا کہ تیرے گھر کا کھانا مجھے حرام ہے یمین ہے اب اگر اس کے بعد کھا لی لیگا تو اپنی اس یمین میں حانث ہوگا اور قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا۔ حرم علی نفسه شیئاً ثم فعله باكل او نفقة كفر ليمينه (درمختار ملتقطا)(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ایک جائز معاہدہ کے بعد دوسرا معاہدہ جس سے پہلے معاہدہ کی خلاف ورزی ہو صحیح نہیں .

(سوال) زید نے عمرو سے کسی معاملے میں یہ عہد کیا کہ تم یہ کام کرو میں اس معاملے میں تمہاری پوری مدد کروں گا عمرو اچانک حادثہ کی وجہ سے مجبوراً کئی روز تک نہ مل سکا زید کے پاس عمرو کے مخالفین آئے اور اس پر زور ڈالا کہ تم ہماری مدد کرو زید نے مجبور ہو کر کہا کہ اگر عمرو نہ آیا تو میں تمہاری مدد کروں گا اور اگر عمرو آیا تو نہ تمہاری مدد کروں گا نہ عمرو کی مدد کروں گا اب عمرو زید کے پاس آیا اور اس نے اپنی غیر حاضری کی وجہ اچانک حادثہ بیان کی زید کہتا ہے کہ میں نے تمہارے مخالف سے غیر جانبدار رہنے کا عہد کر لیا ہے عمرو کہتا ہے کہ تم نے مجھ سے پہلے عہد کیا ہے میرا عہد پورا کرو اگر میرے عہد کے بعد دوسرا عہد کیا ہے تو اس کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے لہذا زید علما سے دریافت کرتا ہے کہ مجھ پر کون سے عہد کی پابندی لازم ہے ؟المستفتی نمبر ۲۳۳۵ امین الدین صاحب دہلی۔ ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ مطابق ۷ مارچ ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۱۲) معاہدہ جب کہ وہ کسی معصیت اور خلاف شرع امر پر نہ ہو واجب الایفا ہے اور ایک جائز معاہدہ کے بعد کوئی ایسا معاہدہ کرنا جس سے پہلے معاہدہ کی خلاف ورزی ہوتی ہو صحیح نہیں اگر کسی شخص نے ایسے دو معاہدہ کئے ہیں جن میں سے ہر ایک دوسرے معاہدہ کی نقیض ہے تو اس کو لازم ہے کہ وہ پہلے معاہدہ کو جب کہ اس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو اور دوسرے معاہدہ کے مضمون سے پہلے معاہدہ کا مضمون خیر اور بہتر ہو پورا کرے اور بغیر عذر معقول شرعی کے اس سے انحراف نہ کرے(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

الجواب صحیح۔ حبیب المرسلین عفی عنہ۔ نائب مفتی

قسم کے بعد بلا عذر شرعی قسم سے پھر جانا سخت گناہ ہے

(سوال) جو مسلمان لوگوں کے روبرو قرآن مجید کے ساتھ حلف اٹھانے کے باوجود اپنے معاہدے سے

---

(۱) كتاب الايمان' مطلب في تحريم الحلال' ۳/ ۷۲۹-۷۳۰ ط سعيد

(۲) لان المواعيد قد تكون لازمة لحاجة الناس (الدر المختار) قال المحقق في الشامية (قوله المواعيد قد تكون لازمة) قال في البزازية في اول كتاب الكفالة' اذا كفل معلقا بان قال ان لم يؤد فلان فلانا ادفعه اليك و نحوه' يكون كفالة لما علم ان المواعيد باكتساء صدر التعليق تكون لازمة (باب الصرف' مطلب في بيع الوفاء' ۵/ ۲۷۷ ط سعيد)

پھر جائے اس کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کو دینی ودنیاوی تعلقات رکھنے جائز ہیں یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۸۹ منظور علی (دہلی) ۷ صفر ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۱۳) حلف کرنے کے بعد اس سے بغیر کسی عذر شرعی کے پھر جانا سخت گناہ ہے جن لوگوں نے حلف بلاوجہ توڑا وہ گناہ گار ہیں،(۱) اگر حلف کسی اہم امر کے متعلق تھا اور حلف شکنی سے مذہب یا قوم کو کوئی ضرر پہنچا تو مسلمانوں کو حق ہے کہ حلف توڑنے والوں سے مقاطعہ کرلیں(۲) فقط محمد کفایت اللہ دہلی

"بیوی سے زندگی کروں گا تو اس کے نطفہ سے ہوں گا" کا حکم

(سوال) زید کی بیوی اور زید کی والدہ ہر دو میں فساد ہوا زید کی والدہ نے زید سے شکایت کی۔ زید نے سخت غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کی غیر موجودگی میں کہا کہ "اگر میں اس سے زندگی کروں گا تو اس کے نطفے سے پیدا ہوں گا" اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ المستفتی نمبر ۴۲۰ عیسیٰ خان (ضلع امراوتی) ۱۹ رجب ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۱٤) اس قسم کا حکم یہ ہے کہ زید اپنی بیوی کے ساتھ میاں بیوی کے تعلقات اور خانہ داری کے تعلقات رکھ سکتا ہے(۳) اور اس قسم کا کفارہ ادا کرنا لازم ہے کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا ہر مسکین کو پونے دو سیر گیہوں دیدے یا دس مسکینوں کو ایک ایک چادر دے دے اس کی قدرت نہ ہو تو تین روزے متواتر پے در پے رکھ لے۔(۴) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

گوشت نہ کھانے کی قسم کھائی تو مرغ یا بٹیر کھانے سے حانث نہ ہوگا

(سوال) زید نے یہ لفظ کہہ کر قسم کھائی کہ اگر میں گوشت کھاؤں تو سؤر کھاؤں اور گوشت میں بکری بھیڑ گائے بھینس اور مرغ وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے اور اب زید اس قسم کی وجہ سے ہر ایک حلال جانور کا گوشت مطلق نہیں کھاتا ہے تو اس کا (زید کا) یہ فعل کیسا ہے اور شرعاً ایسے شخص کے واسطے کیا حکم

---

(۱) ومنہا یجب اتمام البر فیہا وھو ان یعقد علی فعل طاعۃ امر بہ او امتناع عن معصیۃ وذلک فرض علیہ قبل الیمین وبالیمین یزداد وکادۃ (عالمگیریہ، الباب الاول فی تفسیرھا شرعاً ورکنہا وشرطہا ۲/۵۲ ط ماجدیہ کوئٹہ)

(۲) قال المھلب غرض البخاری فی ھذا الباب ان یبین صفۃ الھجران الجائز وانہ یسوغ بقدر الجرم من کان من اھل العصیان یستحق الھجران بترک المکالمۃ کما فی قصۃ کعب وصاحبیہ (فتح الباری بشرح صحیح البخاری، باب ما یجوز من الھجران لمن عصی ۱۰/ ٤۱۵ ط مکتبہ مصطفی مصر)

(۳) ونوع لا یجوز حفظہما وھو ان یحلف علی ترک طاعۃ او فعل معصیۃ (عالمگیریہ، الباب الاول فی تفسیرھا شرعا ورکنہا وصفتہا ۲/۵۲ ط ماجدیہ کوئٹہ)

(٤) وکفارتہ تحریر رقبۃ او اطعام عشرۃ مساکین او کسوتہم بما یستر عامۃ البدن..... وان عجز عنہا وقت الاداء (تنویر الابصار مع رد المحتار، مطلب کفارۃ الیمین ۳/۷۲۵، ۷۲٦ ط سعید)

ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۹۸۲ قبی قصبہ سونی (ضلع میرٹھ) ۲۹ شعبان ۱۳۵۶ھ مطابق ۴ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۱۵) اگر زید مرغ بٹیر کھائے تو یہ اس کے لئے جائز ہے یعنی اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی اور کائے بھینس بکری دنبہ بھیڑ کا گوشت کھائے تو اس کو قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا ۔ قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو پونے دو سیر گیہوں دے دینے سے ادا ہو جائے گا ۔ ایسی قسم کو توڑ کر کفارہ ادا کر دینا بہتر ہے ۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

حلف بالقرآن جائز ہے ٗ حانث ہونے پر کفارہ دینا لازم ہوگا ۔

(سوال) حلف بالقرآن جائز ہے یا نہیں اور بصورت جواز کیا کفارہ ہے ؟ المستفتی نمبر ۲۲۳۳ میاں سراج الدین (ضلع گوجرانوالہ) ۲۵ صفر ۱۳۵۷ھ ۲۶ اپریل ۱۹۳۸ء

(جواب) (از نائب مفتی صاحب)(۱) حلف بالقرآن جائز ہے کیونکہ بمعنی کلام اللہ کے اللہ کی صفات میں سے ہے اور اس زمانے میں حلف بالقرآن متعارف بھی ہے ۔ قال الکمال ولا یخفی ان الحلف بالقرآن متعارف فیکون یمیناً (درمختار) اس کے علاوہ اس کے متعلق علامہ شامی رد المحتار میں یہ لکھتے ہیں (قوله قال الکمال الخ) مبنی علی ان القرآن بمعنی کلام الله فیکون من صفاته تعالی کما یفیده کلام الهدایة حیث قال ومن حلف بغیر الله تعالی لم یکن حلفا کالنبی والکعبة لقوله علیه الصلوة والسلام من کان منکم حالفاً فلیحلف بالله او لیذر وکذااذا حلف بالقرآن لانه غیر متعارف اه فقوله وکذا یفید انه لیس من قسم الحلف لغیر الله تعالی بل هومن قسم الصفات ولذا علله بانه غیر متعارف ولو کان من القسم الاول کما هو المتبادر من کلام المصنف والقدوری لکانت العلة فیه النهی المذکور اوغیره لان التعارف انما یعتبر فی الصفات المشترکة لا فی غیرها وقال فی الفتح و تعلیل عدم کونه یمیناً بأنه غیره تعالی لانه مخلوق لانه حروف وغیر المخلوق هو الکلام النفسی منع بان القرآن کلام الله منزل غیر مخلوق الخ و فی آخر هذه القول" و نقل فی الهندیة

---

(۱) ولا حنث فی حلفه " لا یاکل لحما" باکل مرقة او سمک الا اذا نواهما مع تسمیتها فی القرآن لحما وذاته واوترا للعرف و لحم الانسان والکبد والکرش والرئة والقلب والطحال والحنز لحم هذا فی عرف اهل الکوفة اما فی عرفنا فلا (تنویر الابصار و شرحه) قال المحقق فی الشامیه (قوله لحم) ولا یخفی انه لا یسمی لحما فی عرف مصر ایضا فعلم ان مافی المختصر ای الکنز مبنی علی عرف اهل الکوفة وان ذلک یختلف باختلاف العرف (کتاب الایمان مطلب حلف لا یاکل لحماً ۳/۷۷۱ ط سعید)

(۲) و کفارته تحریر رقبة او اطعام عشرة مساکین الخ (ردالمحتار مطلب فی کفارة الیمین ۳/۷۲۵ ط سعید)

(۳) نوع یتخیر بین البر والحنث والحنث خیر من البر فیندب فیه الحنث (عالمگیریه الباب الاول فی تفسیر ها ورکنها و صفتها ۲/۵۲ ط ماجدیه کوئٹه)

عن المضمرات وقد قیل هذا فی زمانهم اما فی زماننا فیمین وبه ناخذ ونا مرو نعتقد وقال محمد بن مقاتل الرازی انه یمین و به اخذ جمهور مشائخنا اه فهذا مؤید لکونه تعورف الحلف بها کعزة الله و جلاله (رد المحتار ص ٥٦ ج۳) (۱)

(۲) برتقدیر حانث ہو جانے کے وہی کفارہ اس پر لازم آئے گا جو حلف توڑنے والے پر لازم آتا ہے کہ غلام آزاد کرے یا دس محتاجوں کو کھانا دو وقتی کھلائے یا دس محتاجوں کو پوشاک دے دیوے بجائے کھانا کھلانے کے اگر دس محتاجوں کو ساڑھے سترہ سیر گیہوں ہر ایک محتاج کو پونے دو سیر گیہوں دے دے گا تو جب بھی کفارہ ادا ہو جائے گا (۲) فقط واللہ اعلم۔ اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

(جواب ۲۱۶) (از حضرت مفتی اعظم نور اللہ مرقدہ) اصل مذہب تو یہی تھا کہ حلف بالقرآن معتبر نہیں لیکن فقہائے متاخرین نے اس تاویل کے ساتھ کہ قرآن سے مراد کلام اللہ جو صفت ہے حق سبحانہ و تعالیٰ کی حلف بالقرآن کو معتبر قرار دے دیا ہے متاخرین کے قول کے موافق حلف بالقرآن پر حنث کی صورت میں کفارہ لازم آئے گا اور کفارہ یہی ہے جو جواب بالا میں تحریر ہے (۳) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

قرآن کی قسم کھانے میں نیت الفاظ منظومہ اور حروف منزلہ کی ہو تو قسم نہیں ہو گی۔

(سوال) (۱) میں قرآن شریف کی قسم کھاتا ہوں اور میری مراد وہ حروف منظومہ اور الفاظ ہیں جو کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنے گئے ہیں اور جو کہ حفاظ قرآن نماز تراویح میں ہمیں سناتے ہیں اور جو کلام اللہ الذی هو صفة ازلیة ہے وہ میری مراد نہیں ہے تو کیا یہ میری قسم ہو جائے گی یا نہیں؟ علامہ کاشانی نے بدائع ص ۸ ج ۳ میں اس کے متعلق کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے یا کہ نہیں؟

(۲) زید کہتا ہے کہ یہ حروف منظومہ اور آیات کہ جو رسول اللہ ﷺ سے سنی گئی ہیں اور حفاظ قرآن ہمیں سنایا کرتے ہیں یہ کلام اللہ الذی هو صفة ازلیة ہیں اور بکر کہتا ہے کہ بے شک یہ کلام اللہ تو ہیں لیکن حادث ہیں خدائے تعالیٰ کی صفت ازلیہ نہیں ہیں اس لئے کہ علامہ تفتازانی نے شرح عقائد ص ۴۹ میں کلام اللہ کو مشترک لکھا ہے اور ان آیات اور حروف منظومہ کو مخلوق اللہ اور حادث کہا ہے اور صفت ازلیہ نہیں کہا ہے نیز بکر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یسمعون کلام الله ثم یحرفونه (۱) (الآیة) اور

---

(۱) کتاب الایمان، مطلب فی القرآن ۳/۷۱۲، ط سعید

(۲) و کفارته تحریر رقبة او اطعام عشرة مساکین او کسوتهم بما یستر عامة البدن وان عجز عنها وقت الاداء صام ثلثة ایام ولاء (تنویر الابصار مع رد المحتار، مطلب کفارة الیمین ۳/۷۲۵، ۷۲۶ ط سعید)

(۳) مرجع سابق رقم ۱-۲

(٤) البقرة ۷۵

جو کلام اللہ کو خدائے تعالیٰ کی صفت ازلیہ ہے اور قائم بذاتہ تعالیٰ ہے اس کی تحریف اور اس پر تصرف ناممکن ہے تو آپ فرمائیں کہ ان میں سے کون حق پر ہے زید یا کہ بکر ؟
(۳) آپ نے جو فتوئی کے اندر کلام اللہ کا ذکر کیا ہے کہ (قرآن مجید سے مراد حالف نے کلام اللہ لی ہے تو یہ قسم ہو جائے گی) اس کلام اللہ سے آپ کی کیا مراد ہے وہ کلام جو صفت ازلیہ باری تعالیٰ کی ہے قائم بذاتہ یا کہ یہ حروف منظومہ اور آیات جو کہ حفاظ قرآن نماز تراویح میں سنایا کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے سنے گئے ہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۲۲۴۶ مولوی محمد فاروق صاحب (ضلع گوجرانوالہ) ۱۱ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۲ مئی ۱۹۳۸ء

(**جواب ۲۹۷**) (۱) اگر کوئی حالف اس تفصیل سے قسم کھائے جو آپ نے فرض کی ہے تو وہ قسم نہیں ہو گی کیونکہ اس میں محلوف بہ ایک ایسی متعین ہو گئی جو اللہ تعالیٰ کی صفت ازلیہ نہیں ہے اور صاحب بدائع کی عبارت کا یہی مطلب ہے اور ان کی یہ تحقیق مذہب متقدمین کے مطابق ہے(۱)
(۲) زید کا یہ قول کہ قرآن جو ہم پڑھتے ہیں اور سنتے ہیں یہ کلام اللہ ہے اس معنی سے صحیح ہے کہ یہ دال ہے اور اللہ کا کلام جو صفت ازلیہ ہے اس کا مدلول ہے اور عوام چونکہ دال و مدلول کا فرق نہیں سمجھتے اس لئے متاخرین نے قائل کے اس قول کو (میں قرآن کی قسم کھاتا ہوں) قسم قرار دیدیا ہے کیونکہ اس میں لفظ قرآن دال اور مدلول دونوں کا محتمل ہو سکتا ہے لہذا انہوں نے زجراً و تغلیظاً مدلول پر حمل کر کے قسم ہو جانے کا فتوئی دے دیا ہے(۲) "**وهو الاليق للعوام**" ہاں اگر زید کا مطلب یہ ہو کہ یہ الفاظ اور حروف جو ہماری زبان سے ادا ہوئے اور یہ آواز جو ہمارے منہ سے نکلی یہی بشخصہ اللہ کی صفت ہے تو یہ بات ظاہر البطلان ہے(۳) (**يسمعون كلام الله**) میں کلام اللہ کا اطلاق اس معنی سے کیا گیا ہے جس معنی سے میں کسی کی زبان سے بنام جہاں دار جان آفرین سن کر یہ کہتا ہوں کہ میں نے فلاں شخص کی زبان سے سعدی کا کلام یا سعدی کا شعر سنا۔
(۳) میں نے کلام اللہ کا لفظ اسی لئے لکھا ہے کہ عوام سے جب کہ وہ قرآن کی قسم کھاتے ہیں اگر دریافت کیا جائے کہ قرآن سے تمہارا کیا مطلب ہے اگر وہ جواب میں کہیں کہ ہماری مراد کلام اللہ ہے تو یہ لفظ

---

(۱) ولو قال بالقرآن او بالمصحف او بسورة كذا من القرآن فليس بيمين لانه حلف بغير الله تعالى٬ واما المصحف فلا شك فيه٬ واما القرآن سورة كذا فلان المتعارف من اسم القرآن الحروف المنظومة والاصوات المقطوعة تقطيع خاص لا كلام الله الذى هو صفة ازلية قائمة بذاته منافى السكوت والآخر (بدائع الصنائع٬ فصل واما ركن اليمين ۳ / ۸ ط سعيد)

(۲) قال الكمال ولا يخفى ان الحلف بالقرآن الآن متعارف فيكون يمينا (الدر المختار) قال المحقق فى الشامية (قوله قال الكمال) مبنى على ان القرآن بمعنى كلام الله فيكون من صفاته تعالى (رد المحتار مطلب فى القرآن٬ ۳ / ۷۱۲ ط سعيد)

(۳) وحاصله ان غير المخلوق هو القرآن بمعنى كلام الله الصفة النفسية به تعالى لا بمعنى الحروف المنزلة (رد المحتار٬ مطلب فى القرآن ۳ / ۷۱۲ ط سعيد)

دال اور مدلول دونوں پر محمول ہو سکتا ہے اس لئے تغلیظاً اس کو قسم قرار دیا جائے گا اور اگر وہ جواب میں مصحف کو بتائیں کہ یہ مراد ہے تو اس کو قسم نہیں قرار دیا جائے گا کیونکہ مصحف یقیناً غیر اللہ اور حادث اور مخلوق ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مشروع کام کرنے کی قسم کا حکم

(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) کسی اسلامی انجمن کے کام کو نہایت اخلاص سے کرنے کے لئے آپس میں بدظنی کے خیال کو دور کرنے کے لئے کارکنوں کا حلف اٹھانا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۱۸) کسی مشروع کام کرنے کا معاہدہ یا حلف کرنا ناجائز تو نہیں ہے لیکن بہتر نہیں ہے کیونکہ وہ کام اگر ضروری (فرض یا واجب) ہے تو خود شریعت کا حکم اس کے لئے کافی ہے اور مسنون یا مستحب ہے تو معاہدہ یا حلف سے ایک قسم کی پابندی اور سختی عائد ہو جاتی ہے اور در صورت خلاف عہد شکنی یا حلف شکنی لازم آتی ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

خدا کی قسم کھا کر توڑنے سے کفارہ واجب ہو گا.

(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ دہلی مورخہ یکم جون ۱۹۳۵ء)

(سوال) جو شخص جھوٹی قسمیں کھاتا ہو اور خدا اور رسول کی قسم کھا کر خلاف کرتا ہو اس کا کیا حکم ہے ؟

(جواب ۲۱۹) زیادہ قسمیں کھانا اچھا نہیں ہے(۳) اور جو شخص زیادہ قسمیں کھاتا ہے اس سے اکثر خلاف ہو جاتا ہے اگر اس نے خدا کی قسم کھا کر توڑی ہو تو اس کے ذمہ کفارہ دینا واجب ہے اور کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلائے یا کپڑا پہنائے اور ان دونوں کی طاقت نہ ہو تو تین روزے رکھے(۴) قرآن اور رسول کی قسم کھانا شریعت میں جائز ہی نہیں(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) حوالہ بالا رقم ۲ ۳

(۲) الیمین باللہ تعالی لا تکرہ ولکن تقلیلہ اولی من تکثیرہ (عالمگیریہ' الباب الاول فی تفسیر ہاشرعا ورکنہا و صفتہا ۲ ,۵۲ ط ماجدیہ کوئٹہ)

(۳) حوالہ بالا

(۴) وکفارتہ تحریر رقبۃ او اطعام عشرۃ مساکین او کسوتھم بما یستر عامۃ البدن . وان عجز عنہا وقت الاداء صام ثلثۃ ایام ولاء (تنویر الابصار مع رد المحتار' مطلب کفارۃ الیمین ۳/۷۲۵' ۷۲۶' ط سعید)

(۵) لا یقسم بغیر اللہ تعالی کالنبی والقرآن والکعبۃ (تنویر و شرحہ) قال المحقق فی الشامیہ (قولہ لا یقسم بغیر اللہ تعالی) بل یحرم کما فی القہستانی (رد المحتار قبیل مطلب فی القرآن ۳/ ۷۱۲ ط سعید)

"فلاں کے گھر کھانا کھاؤں تو مجھے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو" قسم کا حکم!

(ازاخبار سہ روزہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۳۷ء)

(سوال) زید نے قسم کھائی کہ میں بکر کے یہاں کھانا پینا ہرگز نہیں کروں گا کیونکہ وہ برادری سے باہر ہے اگر کھاؤں تو مجھے حشر میں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب نہ ہو (دونوں مسلمان ہیں) ایک ماہ بعد زید نے بکر کے یہاں کھانا کھالیا اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟

(جواب ۲۲۰) ایسی قسم جس کا توڑنا شرعاً مطلوب ہو توڑ دینا جائز ہے اور اس کا کفارہ ادا کر دینا چاہئے۔ بکر کے یہاں کھانا پینا نہ کرنے کی قسم اگر کسی معقول وجہ پر مبنی نہ تھی تو اسے توڑ دینا بہتر تھا(۱) اور اس کا کفارہ دس مسکینوں کو فی مسکین پونے دو سیر گیہوں دے دینے سے ادا ہو جائے گا(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

فصل دوم۔ قسم توڑنے کا کفارہ

قسم کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا کپڑا پہنانا ان کی طاقت نہ ہو تو تین دن مسلسل روزہ رکھنا ہے۔

(سوال) ایک آدمی نے قسم کھائی مگر یاد نہیں کہ کس کا نام لیکر قسم کھائی تھی کہ جب تک منکوحہ عورت یعنی اپنی بیوی سے فرمائش نہ کرے وہاں تک اس سے صحبت نہیں کروں گا بعد اس کے بغیر کہے عورت کے صحبت کرلی اور قسم کھاتے وقت طلاق کی نیت بھی نہیں کی تھی تو اس شخص پر کفارہ کیا لازم ہوگا؟ وہ ہمیشہ آج تک صحبت کرتا رہا اور کفارہ بھی نہیں دیا اس کے لئے کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۲۱) اگر قسم خدا تعالیٰ کی ذات یا صفات کے ساتھ کھائی ہو تو اس کا خلاف کرنے سے کفارہ لازم ہوگا ورنہ نہیں(۳) اور جب کہ طلاق کو معلق نہیں کیا تو طلاق بھی نہیں ہوگی کفارہ قسم یہ ہے کہ یا ایک غلام آزاد کیا جائے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے یا ایک ایک جوڑا کپڑا دیا جائے اگر ان تینوں میں سے کچھ نہ ہو سکے تو تین دن کے مسلسل روزے رکھے لیکن اگر کوئی شخص غلام کے آزاد کرنے یا دس مسکینوں کو کھانا کپڑا دینے پر قادر ہو اور پھر بھی روزے رکھ لے تو کفارہ ادا نہ ہوگا(۴)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) نوع یتخیر فیہ بین البر والحنث' والحنث خیر من البر فیندب فیہ الحنث (عالمگیریہ' الباب الاول فی تفسیرھا ورکنھا و شرطھا ۲/۵۲' ط ماجدیہ کوئٹہ)

(۲) انظر المرجع الرابع صفحہ گذشتہ(۳) والحاصل ان الیمین ما یکون باسم من اسماء اللہ او بالصفات ما کان متعارفاً (خلاصۃ الفتاوی' الجنس الاول فی الفاظ الیمین ۲/۱۲۵' ط سہیل اکیڈمی' لاہور)

(۴) و کفارتہ تحریر رقبۃ او اطعام عشرۃ مساکین او کسوتھم بما یستر عامۃ البدن وان عجز عنھا وقت الأداء صام ثلاثۃ ایام ولاء (تنویر الابصار مع رد المحتار' مطلب کفارۃ الیمین ۳/۷۲۵' ۷۲۶' ط سعید)

خدا کی قسم کھا کر توڑی تو کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا کپڑا پہنانا یا ان کی طاقت نہ ہو تو مسلسل تین دن روزہ رکھنا واجب ہے۔

(سوال) ایک شخص ایک مجمع میں قسم کلام پاک کی کھا چکا کہ میں آئندہ آپ کے پاس نہیں آؤں گا اور پھر اس جگہ آجاتا ہے پہلے بھی ایسا واقعہ ہو چکا ہے یہ شخص جھوٹی قسمیں کھانے کا عادی ہے۔ المستفتی نمبر ۱۶۷ اچھوٹے۔ دہلی ۶ رمضان ۱۳۵۲ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۲۲۲) زیادہ قسمیں کھانا اچھا نہیں ہے اور جو شخص زیادہ قسمیں کھاتا ہے اس سے اکثر خلاف ہو جاتا ہے اگر اس نے خدا کی قسم کھا کر توڑی ہو تو اس کے ذمے کفارہ دینا واجب ہے اور کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلائے یا کپڑا پہنائے اور ان دونوں کی طاقت نہ ہو تو تین روزے رکھے قرآن اور رسول کی قسم کھانا شریعت میں جائز ہی نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مسجد میں نہ آنے کی قسم کے بعد لوگوں کے کہنے پر مسجد جانے سے بھی کفارہ لازم ہوگا۔

(سوال) زید نے مسجد میں آنے سے قسم کھائی کہ میں اس مسجد میں نہیں آؤں گا بعد چند روز کے چند آدمی جاکر اس کو لے آئے تو اس صورت میں قسم کا کفارہ زید پر ہو گا یا لانے والوں پر کفارہ دس مسکینوں کو صبح و شام کھلانے سے ادا ہو گا یا اس طرح بھی گنجائش ہے کہ ایک غریب عاقل بالغ کو دس روز تک دونوں وقت کھلا دے اور بچوں کے کھلانے سے بھی ادا ہو گا کہ نہیں؟ المستفتی نمبر ۱۳۴۹ محمد یونس صاحب (متھرا) ۷ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۲۳) زید نے قسم کھائی تھی کہ میں فلاں مسجد میں نہ جاؤں گا پھر لوگوں کے کہنے سننے سے چلا گیا تو قسم کا کفارہ زید پر لازم ہو گا ان لوگوں پر لازم نہ ہو گا جو زید کو سمجھا بجھا کر مسجد میں لے گئے(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

سچ بولنے کی قسم کھانے کے بعد جھوٹ بولنے سے کفارہ لازم ہوگا۔

(سوال) ایک شخص حاکم کی پیشی میں بحیثیت گواہ پیش ہوتا ہے حاکم اس کو قرآن مجید پر ہاتھ رکھوا کر ان الفاظ سے قسم لیتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اقرار کرتا ہوں کہ جو کچھ کہوں گا سچ کہوں گا اس کے بعد وہ جو کچھ پوچھنا چاہتا ہے پوچھتا ہے اور اسی مجلس میں وہ شخص گواہی بیان کرتا ہے اس صورت میں اگر وہ گواہ خلاف واقعہ کے شہادت دے اور اسکا جھوٹ ثابت ہو جائے یا بعد میں وہ جھوٹ کا اقرار کرے

---

(۱) ومن فعل المحلوف علیه مکرها او ناسیا فهو سواء (هدایة' کتاب الایمان ۲ / ۴۷۹ ط مکتبه شرکه علمیه ملتان، و فی العالمگیریه' فتصح من المکره وکذا الجد و العمد فتصح من الخاطئ والهازل (الباب الاول فی تفسیرها شرعا ورکنها و شرطها و حکمها ۲ / ۵۱ ط ماجدیه' کوئٹه)

تو آیا قسم مذکورہ بالا میں وہ حانث ہو جائے گا ؟ یہ قسم منعقدہ کہلائے گی یا غموس ؟ان الفاظ سے قسم ہو جاتی ہے یا نہیں ؟اور مذکورہ بالا قسم میں اور اس طرح قسم کھانے میں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم (خدا) یا کسی زبان میں کہو کہ میں اس کام میں شریک تھا اور فلاں فلاں آدمی بھی موجود تھا اور بات دراصل غلط اور بناوٹی تھی جو شہادت بیان یہ دے رہا ہے سب خلاف ہے کیا فرق ہے یمین اول منعقدہ ہے اور ثانی غموس ہے یا دونوں غموس ہیں تو یہ لازم ہے یا دونوں لغو ہیں کیا فرق ہے اور ان کا کیا حکم ہے اور بصورت یمین غموس علاوہ توبہ ، نادانستہ کے کوئی تعزیر شرعاً دی جا سکتی ہے کہ اس نے بے باکانہ حلف کذب پر کی ہے تا کہ آئندہ اسے اور دیگر لوگوں کو عبرت اور تنبیہ ہو کہ کوئی ایسی جرأت نہ کرے اور اپنی مذہبی قسم کو ہلکا اور معمولی کلام نہ سمجھے جس سے اغیار کی نظر میں حقارت ہو۔ **المستفتی** نمبر ۱۹۸۰ شریف احمد۔ نئی چھاؤنی۔ دہلی ۲۸ شعبان ۱۳۵۶ھ مطابق ۳ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۲٤) ہاں یہ قسم ہو جاتی ہے اور اگر جھوٹ بولے تو کفارہ قسم ادا کرنا ہو گا یہ قسم آئندہ سچ بولنے یا جھوٹ بولنے کے حق میں منعقدہ ہے(۱) اور دوسری قسم جو سوال میں مذکور ہے وہ غموس ہے' یمین غموس پر تعزیر و تنبیہ کی جا سکتی ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ایک کام پر چند قسموں سے ایک ہی کفارہ کافی ہو گا .

(سوال) ایک شخص کسی بارے میں قسم کھاوے تو اس کو قسم مذکور کا کیا کفارہ دینا چاہئیے اور اسی بارے میں چند قسمیں کھاوے تو اسکا کفارہ کیا ہے ؟

(جواب ۲۲۵) ایک امر پر چند قسموں سے ایک ہی کفارہ کافی ہو جاتا ہے۔**وفی البغیۃ کفارات الایمان اذا کثرت تداخلت ویخرج بالکفارۃ الواحدۃ عن عھدۃ الجمیع (کذافی الشامی ص ٥٦)**(۳) اور کفارہ غلام کو آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنانا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے اور اگر ان تینوں چیزوں پر قدرت نہ ہو تو تین متواتر روزے رکھے **کفارۃ الیمین عتق رقبۃ یجزئ فیھا ما یجزی فی الظھار وان شاء کسا عشرۃ مساکین کل واحد ثوباً فما راد وادناہ ما یجوز فیہ الصلوۃ وان شاء اطعم عشرۃ مساکین کالا طعام فی کفارۃ الظھار فان لم یقدر علی احد الا شیاء الثلثۃ صام ثلثۃ ایام متتابعت** (٤) **واللہ اعلم بالصواب** محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) و منعقدۃ وھو ان یحلف علی امر فی المستقبل ان یفعلہ او لایفعلہ' و حکمھا لزوم الکفارۃ عند الحنث (عالمگیریہ' الباب الاول فی تفسیرھا شرعا و رکنھا و صفتھا ۲ / ۵۲ ط ماجدیہ' کوئٹہ)

(۲) غموس . و ھو الحلف علی اثبات شئ او نفیہ فی الماضی والحال یتعمدا لکذب فیہ فھذہ الیمین یاثم فیھا صاحبھا' و علیہ الاستغفار و التوبۃ دون الکفارۃ (عالمگیریہ' الباب الاول فی تفسیرھا شرعاً ورکنھا و صفتھا ۲ ۵۲ ط ماجدیہ' کوئٹہ)

(۳) کتاب الایمان' مطلب تتعدد الکفارۃ بتعدد الیمین ۳ / ۷۱٤' ط سعید

(٤) ھدایہ' فصل فی الکفارۃ' ۲ / ٤۸۱ ' ط مکتبہ شرکت علمیہ' ملتان

دوسرا باب
منت ماننا

بیماری سے صحت پر مسجد کے نمازیوں کو کھانا کھلانے کی منت کا حکم

(سوال) ایک شخص مسمی زید نے مرض میں گرفتار ہونے کی وجہ سے نذر مانی کہ اگر شافی مطلق نے مجھے کامل صحت مرحمت فرمائی تو میں مقابل کی مسجد یا فلاں مسجد کے نمازیوں کو کھانا کھلاؤں گا اب وہ شخص منذورہ زید نے صحت پاکر یا قبل صحت تمام نمازیوں میں تقسیم کرنے کا ارادہ کیا ہے سوال یہ ہے کہ امراء و اغنیاء جو نماز میں شامل ہوتے ہیں وہ اس نذر کی شیرینی کھا سکتے ہیں یا نہیں ؟بیوا توجروا

(جواب ۲۲۶) فلاں مسجد کے تمام نمازیوں کو کھانا یا شیرینی کھلانا اگر بطور ہبہ یا اباحت مقصود تھا تو یہ قربت مقصودہ نہیں ہے اور اگر بطور صدقہ مراد تھا تو چونکہ نمازیوں میں غنی اور محتاج دونوں شامل ہوتے ہیں اور تصدق علی الغنی صحیح نہیں ہو تالہذا یہ نذر صحیح یعنی لازم نہیں ہوتی اب اگر وہ کھانا یا شیرینی کھلانے تو تبرع ہوگا اور اس تبرع میں نیت تصدق نہ ہو تو اغنیاء اور فقراء کو کھانا جائز ہے۔نذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح مالم ینوابناء السبیل (درمختار) قلت و لعل وجه عدم الصحة فی الاولٰ عدم کونها قربةًالخ (ردالمحتار) (۱) ولو قال ان فعلت کذا فلله علی ان أضیف جماعة قرابتی فحنث لا یلزمه شئی الخ (هندیه) (۲) کتبہ محمد کفایت اللہ غفرلہٗ

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مزار پر چادر چڑھانے کی نذر کا حکم

(سوال) ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ میں بغداد میں حضرات پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مزار پر ایک غلاف چڑھاؤں گا تو اس پر اس نذر کا ادا کرنا واجب ہے یا نہیں اور اگر یہ شخص اس غلاف پر جتنا روپیہ لگتا ہے اتنا روپیہ حضرت پیران پیر کی روح مبارک کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کسی مصرف خیر میں صرف کرے تو درست ہے یا نہیں ؟اور اگر وہ اسطرح کرے تو اس کی نذر ادا ہو گی یا نہیں ؟

(جواب ۲۲۷) اگر اس نذر سے نذر کرنے والے کا صاحب قبر کی نذر کرنا اور اس کی طرف تقرب مقصود تھا اور ظاہر یہی ہے تو یہ نذر ہی معصیت و حرام ہے اور ایسی صورت میں نذر منعقد و صحیح نہیں ہوتی اس نذر کا معصیت ہونا تو عبارت ذیل سے واضح ہے۔

وقد نص العلامة قاسم بن قطلو بغافی شرح در رالبحار ان النذر الذی یقع من اکثر العوام للاموات کان یقول یا سیدی ان رد غائبی او شفی مریضی فلك من الذهب والفضة کذا

---

(۱) کتاب الایمان مطلب فی احکام النذر ۳/ ۷۳۸ ط سعید

(۲) کتاب الایمان ومما یتصل بذلك مسائل النذر ۲/ ۶۶ ط ماجدیه کوئٹه

ومن الثیاب کذا او الطعام او الشمع والزیت کذا حرام و باطل لکونہ نذر المخلوق و ما یؤخذ من الشمع والزیت والدرھم و نحوھا الی الضرائح الاولیاء تقرباً الیھم حرام لا یحل اکلہ لا لغنی ولا لفقیر ولا یجوز لخادم القبور اخذہ انتھی (عمدۃ الرعایۃ (۱) و مثلہ فی الدر المختار) (۲) اور نذر معصیت کا صحیح نہ ہونا بھی اسی عبارت مذکورہ سے واضح ہو گیا نیز عبارات ذیل بھی ملاحظہ ہوں۔

لا یلزمہ النذر الااذا کان طاعۃ و لیس بواجب وکان من جنسہ واجب علی التعیین فلا یصح النذربالمعاصی ولا بالواجبات الخ (الاشباہ والنظائر) (۳) اعلم انھم صرحوا بان شرط لزوم النذر ثلاثۃ کون المنذور لیس بمعصیۃ و کونہ من جنسہ واجب الخ (بحر الرائق) (۴) ہاں اگر نذر کرنے والے کا مقصود صاحب قبر کی نذر کرنا نہ تھا اور ان کی جانب تقرب منظور نہ تھا بلکہ غلاف کو صدقہ کرنا اور مجاوروں کو اس کی قیمت یا اس کے کپڑے سے نفع پہنچانا مقصود تھا تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ جن پر تصدق مقصود ہے وہ غنی ہوں اس صورت میں بھی نذر صحیح نہیں ہوئی کیونکہ تصدق علی الاغنیاء قربت مقصودہ نہیں نیز اس کی جنس سے کوئی دوسرا واجب شرعی بھی نہیں ہے۔نذر التصدق علی الاغنیاء لم یصح مالم ینوابناء السبیل (ردالمحتار) (۵) دوسری صورت یہ کہ وہ محتاج ہوں تو اس صورت میں نذر تو صحیح ہو جائے گی لیکن صرف اس طور سے کہ بقدر قیمت غلاف صدقہ کردیا جائے گا اور اس صورت میں فقیر کی تعیین ضروری نہیں ہے (۶) اور غلاف چڑھانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ فعل منذور اگر خود معصیت نہ ہو لیکن کوئی خارجی معصیت اسے عارض ہوتی ہو تو اس معصیت کا ترک لازم ہو جاتا ہے ولو نذر ذبح ولدہ یلزمہ الشاۃ استحساناً (عالمگیری) (۷) قلت وجہ لزوم الشاۃ ان النذر بالذبح قدصح والذبح قربۃ مقصودۃ و من جنسہ واجب شرعی وھوالا ضحیۃ اما اضافۃ الذبح الی الولد فلغاۃ لکونھا معصیۃ وانما

---

(۱) باب موجب الافساد ۱/۲۵۵' ط سعید

(۲) کتاب الصوم' فصل فی العوارض المبیحۃ لعدم الصوم ۲/ ۴۳۹' ط سعید

(۳) الفن الثانی' کتاب الصوم ۲/ ۷۱' ۷۲' ط ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ' کراتشی

(۴) فصل و من نذر صوم یوم النحر ۲/ ۳۱۶' ط بیروت لبنان

(۵) کتاب الایمان' مطلب فی احکام النذر ۳/۷۳۸'ط سعید

(۶) رجل قال مالی صدقۃ علی فقراء مکۃ ان فعلت کذا فحنث و تصدق علی فقراء بلخ او بلد اخری جاز و یخرج عن النذر (عالمگیریہ' ومما یتصل بذلک مسائل النذر ۲/ ۶۵' ط ماجدیہ کوئٹہ)

(۷) حوالہ بالا

لم تو ثر فی ابطال النذر لكونها عارضة عن مفهوم المنذور وهو الذبح ولما بطلت الاضافة الی الولد حکما بوجوب الشاة التی هی ادنی الذبائح (كفايت الله) الحاصل اگر صورت مسئولہ میں مقصود نذر میں تقرب الی صاحب القبر ہو تو نذر صحیح نہیں اور اگر مقصود تقرب الی اللہ اور تصدق علی المجاورین ہو تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ مجاورین اکثر اغنیا ہوتے ہیں ہاں اگر تقرب الی اللہ مقصود ہو ور فقراء پر تصدق تو نذر صحیح ہوئی اور ناذر کو جائز ہے کہ وہ قیمت غلاف فقراء و مساکین و طلبہ پر تقسیم کردے۔ واللہ اعلم کتبہ محمد کفایت اللہ غفر لہ' مدرس مدرسہ امینیہ' دہلی

يصح التضحيه بالشاة المشتراة قبل ايام النحر بنية التضحيه الواجبه

(سوال) ما قول العلماء رحمهم الله تعالى فى هذه المسئلة رجل موسر اشترى شاة قبل ايام النحر قال عند شرائها اذبح هذه الشاة فى ايام النحر للاضحية التي اوجبها الله على عباده الموسرين ولم يقل لله علي ان اضحي بها اى لا اوجبها على نفسه بل قال اضحى ما اوجب الله تعالى افى هذه الصورة ان ضحى بها فى ايام النحر تؤدى عنه الاضحية ام تصير نذراً فيذبح للاضحية شاةً اخرى ؟ بينوا توجروا

(ترجمہ) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ ایک مال دار آدمی نے ایام نحر سے قبل ایک بکری خریدی اور خریدتے وقت یہ کہا کہ اس بکری کو میں ایام نحر میں اس قربانی کے طور پر ذبح کروں گا جو اللہ نے اپنے مالدار بندوں پر واجب کی ہے اور یہ نہیں کہا کہ اس کا قربان کرنا مجھ پر واجب ہے یعنی اس کو اپنے اوپر واجب نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ وہ قربانی کروں گا جو اللہ نے واجب کی ہے تو اگر اس نے اس بکری کو ایام نحر میں ذبح کیا اس کی واجب قربانی ادا ہو جائے گی ؟ یا وہ بکری نذر ہو جائے گی ؟ اور قربانی کی ادائیگی کے لئے اس کو دوسری بکری خریدنی پڑے گی ؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۲۸) لوضحى بهذه الشاة المشتراة بنية التضحية الواجبة عليه تتادى بها فريضة الله و يصير فارغ الذمة ولا يجب عليه التضحية بشاة اخرى وذلك لانه لم ينو ولم يوجب على نفسه شاةً مبتداةً لتصير نذرا وانما عين الشاة المشتراة لاقامة الواجب الشرعى الذى كان عليه قبل الشراء و بمثل هذا الكلام لا يعقد النذر كرجل قال ان برئت من مرضى هذا ذبحت شاةً فبرئ لا يلزمه شئى الا ان يقول ان برئت فلله على ان اذبح شاة (كذافى الهندية ص ۷۱ ج ۲)(۱)

و علم منه ان النذر لا يصح حتى ياتى الناذر بصيغة الا لتزام و الا يحاب عليه لله و هى غير موجودة فى صورة السوال والله اعلم

(۱) المرجع السابق ۲ ٦٦

کتبہ محمد کفایۃ اللہ غفرلہ سنہری مسجد مدرسہ امینیہ دہلی ۹ محرم ۱۳۳۵ھجری

(ترجمہ) اگر اس شخص نے اپنی واجب قربانی کی ادائیگی کی نیت سے اس خریدی ہوئی بکری کو قربان کیا تو اللہ تعالیٰ کا فریضہ اس سے ادا ہو جائے گا اور وہ شخص بری الذمہ ہو جائے گا اور دوسری بکری خرید کر قربانی کرنا اس پر واجب نہیں ہوگا کیونکہ اس نے پہلی بکری خریدتے وقت اپنے اوپر خود واجب کرنے یا بطور خود اپنی طرف سے قربانی کرنے کی نیت نہیں کی تھی اگر ایسا ہوتا تو وہ نذر بن جاتی اور اس خریدی ہوئی بکری کو اس نے واجب شرعی کی ادائیگی کے لئے متعین کیا ہے جو خریدنے سے پہلے اس کے ذمہ تھا اور اس قسم کے کلام سے نذر منعقد نہیں ہوتی جیسے کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں اپنی اس بیماری سے شفایاب ہو جاؤں تو ایک بکری ذبح کروں گا پس اگر وہ شفایاب ہو جائے تو اس پر ذبح کرنا ضروری نہیں ہاں اگر یہ کہے کہ اگر میں شفایاب ہو جاؤں گا تو اللہ کے لئے ایک بکری قربان کروں گا تو وہ نذر ہوگی اور اس کی ادائیگی ضروری ہوگی

معلوم ہوا کہ نذر صحیح نہیں ہوتی جب تک کہ اللہ کے لئے اپنے اوپر واجب اور لازم کرنے کے الفاظ نہ بولے جائیں اور اس قسم کے الفاظ صورت مسئولہ میں موجود نہیں ہیں۔

(رد الجواب) (از مولوی عبدالرحمٰن شکارپور۔ سندھ) در صورت مسئولہ بر غنی مذکور دو شاۃ لازم خواہد شد یکے بہ نذر دو دیگر بہ ایجاب شرع چراکہ نذر مختص بہ لفظ للہ علی یا علی نیست بلکہ اگر گوید ایں شاۃ را اضحی خواہم نمود یا ایں را اضحیٰ کردم تاہم نذر خواہد شد قال فی الکفایۃ (۱) تحت قول الماتن ان کان اوجب علی نفسہ الخ ای شاۃ بعینہا بان فی ملکہ شاۃً فیقول اضحی بھذہ الخ

وقال فی ردالمحتار (۲) تحت قول الماتن ناذر لمعینۃ الخ فالمنذور بہ بان قال للہ علی ان اضحی شاۃً او بدنۃ او ھذہ الشاۃ او البدنۃ او قال جعلت ھذہ اضحیۃ انتھی

باقی ماند اگر در ایام نحر ایں صیغہا بوقت شرا گوید و در قصد ش اخبار عن الواجب الشرعی نیست تاہم دو شاۃ واجب خواہد گردید۔ واگر در قصد ش اخبار عن الواجب بود پس یک شاۃ لازم خواہد شد و اگر قبل از ایام نحر ایں صیغہا گوید بہر حال بر او دو شاۃ واجب خواہد گردید بر ابر است کہ در قصد ش اخبار عن الواجب بود یا نہ۔

قال فی رد المحتار (۳) باب الاضحیۃ و اعلم انہ قال فی البدائع ولو نذر ان یضحی شاۃً و ذلک فی ایام النحر وھو موسر فعلیہ ان یضحی شاتین عندنا شاۃً بالنذر و شاۃ بایجاب الشرع ابتداءً الا اذا عنی بہ الاخبار عن الواجب علیہ فلا یلزمہ الا واحدۃ ولو

---

(۱) کتاب الاضحیۃ ۸ / ۴۳۲ ط مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان

(۲) کتاب الاضحیۃ ۶ / ۳۲۰ ط سعید

(۳) حوالہ بالا

قبل ایام النحر لزمه شاتان بلا خلاف لان الصیغة لا تحتمل الاخبار عن الواجب قبل الوقت انتهی وقال فی موضع آخر و قدمنا ان الغنی اذا قصدبالنذر الاخبار عن الواجب علیه و کان فی ایام النحر لزمه واحدة والا فشاتان (۱) انتهی

پس ازیں عبارت واضح گردید کہ صیغہ نذر مختص بہ للہ علی یا علی نیست ودر صورت مسئولہ بر غنی مذکور دو شاۃ لازم خواہد شد وانچہ قبل النحر اخبار عن الواجب نمود قطعاً معتبر نیست پس انچہ مولانا مشتاق احمد صاحب و مولوی کفایت اللہ صاحب قلمی نمودہ اند کہ قول مذکور نذر نیست۔ ونہ بر غنی مذکور سوائے یک شاۃ مشترکۃ لازم خواہد گردید در نظر فقیر از روایات فقہا معلوم نمی شود۔ کما عرفت۔ واللہ اعلم

حررہ الفقیر عبدالرحمٰن شکارپوری

(ترجمہ) صورت مسئولہ میں غنی مذکور پر دو بکریاں لازم ہو جائیں گی ایک نذر کی وجہ سے اور دوسری واجب شرعی کی وجہ سے کیونکہ نذر میں اللہ کے لئے اپنے اوپر واجب و لازم کرنے کے الفاظ ضروری نہیں ہیں بلکہ اگر اس نے کہا کہ اس بکری کی قربانی کروں گا یا اس کی قربانی کروں گا تو نذر منعقد ہو جائے گی کفایہ میں ہے کہ اگر اس نے اپنے اوپر واجب کر لیا یعنی ایک جانور کو بعینہ واجب کر لیا مثلاً ایک جانور پہلے سے اس کی ملک میں تھا اس نے اس کے متعلق کہا کہ میں اس کی قربانی کروں گا (تو وہ نذر ہو جائے گی) اور رد المحتار میں قول ماتن نادر لمعینة کی تشریح میں کہا ہے کہ منذور بہ اس طرح ہوگا کہ اس نے کہا کہ اللہ کے لئے مجھ کو ایک بکری یا اونٹ کرنا ہے یا یہ خاص بکری یا اونٹ کہا یا یہ کہا کہ میں نے اس کو قربانی کے لئے قرار دیا۔ انتہی

رہی یہ بات کہ اگر ایام نحر میں بوقت خرید الفاظ مذکورہ کہے اور اس کی نیت اخبار عن الواجب الشرعی کی نہ تھی تو بھی دو بکریاں واجب ہوں گی اور اگر بقصد اخبار عن الواجب کہے تو ایک بکری لازم ہوگی اور اگر ایام نحر سے قبل الفاظ مذکورہ کہے تو اس پر دونوں صورتوں میں دو بکریاں واجب ہوں گی خواہ اس نے اخبار عن الواجب کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔

رد المحتار باب الاضحیہ میں بحوالہ بدائع منقول ہے کہ اگر اس نے ایام نحر میں منت مانی کہ ایک بکری کی قربانی کروں گا تو اگر وہ مالدار ہے تو اس پر دو بکریوں کی قربانی واجب ہوگی ایک منت کی اور ایک ایجاب شرعی کی لیکن اگر اس کی مراد اخبار عن الواجب تھی تو ایک ہی قربانی واجب ہوگی اور اگر ایام نحر سے قبل نذر مانی تو بالاتفاق اس پر دو ہی قربانیاں واجب ہوں گی کیونکہ الفاظ میں قبل از وقت اخبار عن الواجب کا احتمال نہیں ہے انتہی دوسری جگہ لکھا ہے کہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ اگر نذر سے مراد اخبار عن الواجب ہو اور زمانہ قربانی کا ہو تو اس پر ایک بکری لازم ہوگی ورنہ دو بکریاں۔ انتہی

---

(۱) رد المحتار' کتاب الاضحیہ ۶ / ۳۲۲ ط سعید

پس اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ نذر کا صیغہ لله علی یا علی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اور صورت مسئولہ میں غنی مذکور پر دو بکریاں لازم ہوں گی اور ایام نحر سے قبل اخبار عن الواجب قطعاً غیر معتبر ہے۔

پس جو کچھ مولانا مشتاق احمد صاحب اور مولانا کفایت اللہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ قول مذکور نذر نہیں ہے اور غنی مذکور پر ایک ہی جانور کی قربانی واجب ہو گی فقیر کے خیال میں روایات فقہیہ کے مطابق نہیں ہے۔ کما عرفت۔ واللہ اعلم

(نوٹ) اس کا جواب الجواب معلوم نہیں کہ حضرت مفتی اعظمؒ نے لکھا تھا یا نہیں ؟ مجھے دستیاب نہیں ہوا۔ (واصف عفی عنہ)

مسجد بنانے کی منت واجب الاداء نہیں .

(سوال) زید نے حالت بیماری میں یہ منت مانی کہ بعد صحت تین کام انشاء اللہ کروں گا اول یہ کہ لڑکی کا عقد جہاں تک ممکن ہو گا جلد کر دوں گا دوم یہ کہ جائیداد کل وقف علی الاولاد کر دوں گا سوم یہ کہ مسجد کی تعمیر تنہا بذات خود کروں گا اب وہ مسجد تعمیر کرا رہا ہے اور روپیہ بھی کافی ہے لیکن اثنائے تعمیر میں بکر نے کہا کہ ایک سو روپے واسطے تعمیر مسجد ہمارا بھی جمع کیا جائے علاوہ ازیں ایک سو روپیہ اور بھی دیں گے ایسی صورت میں بکر کا روپیہ شامل تعمیر مسجد کرنا جائز ہے یا نہیں جب کہ منت والے کے پاس روپیہ بھی کافی ہے اور تنہا تعمیر کی منت بھی ہے ؟

المستفتی نمبر ۶۷ احاجی عبدالرحمن 'جونابلا سپور۔ ۲۶ رمضان ۱۳۵۲ھ مطابق ۳ جنوری ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۲۹) مسجد بنانے کی منت واجب الادا نہیں ہوتی اس لئے زید کو جائز ہے کہ اپنے خالص مال سے مسجد بنادے یا دوسرے کو بھی شریک کرلے اگر وہ چاہے کہ اپنی منت کو اسی صورت سے پورا کرے جس صورت سے اس نے مانی ہے تو یہ بھی کر سکتا ہے کہ مسجد کی عمارت اپنے روپے سے بنادے اور بکر کے سو یا دو سو روپے لیکر اس کی تکمیل یعنی استر کاری وغیرہ میں صرف کر دے(۱) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'مدرسہ امینیہ 'دہلی

نذر کی قربانی میں عید قربانی کے جانور کی شرائط کا ہونا ضروری ہے .

(سوال) کسی شخص نے منت مانی کہ اگر فلاں کام ہو گیا تو قربانی کروں گا اس قربانی اور عید کی قربانی میں کیا فرق ہے ؟

---

(۱) وفی البدائع من شروطه ان یکون قربة مقصودةً فلا یصح النذر بعیادة المریض وتشییع الجنازه . وبناء الرباطات والمساجد (رد المحتار' مطلب فی احکام النذر ۳/۷۳۵ ط سعید)

المستفتی نمبر ۱۰۴۱ مولوی عبدالقدوس امام (ترکمان دروازہ دہلی) ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۷ جون ۱۹۳۶ء۔
(جواب ۲۳۰) قربانی کے جانور کی صفات اور اس نذر سے واجب ہونے والے جانور کی صفات یکساں ہونی ضروری ہیں اور اگر اس نے عید اضحیٰ کے زمانہ میں ذبح کرنے کی نیت کی ہو تو ۱۰'۱۱'۱۲ ذی الحجہ کے اندر ہی ذبح کرنا لازم ہوگا۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

حج کرانے کی نذر واجب الاداء نہیں۔

(سوال) زید نے یہ منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں کسی کو حج کراؤں گا زید کا کام ہوگیا زید اگر اتنا روپیہ جتنا کہ حج میں خرچ ہوتا ہو کسی ایسے شریف نادار کثیرالاولاد کو کام کاج کے لئے دے دے جس کی حالت ناگفتہ بہ ہو فاقوں پر نوبت ہو ایسے شخص کو روپیہ دینے سے زید کی منت ادا ہوجائے گی یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۱۰۹۸ محمد نذیر صاحب (دہلی) ۱۴ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۳ اگست ۱۹۳۶ء
(جواب ۲۳۱) یہ منت اس طرح لازم ہوجاتی کہ میں خود حج کروں گا لیکن کسی کو حج کراؤں گا اس طریق پر لازم نہیں ہوئی اور اس لئے جائز ہے کہ زید بجائے حج کرانے کے یہ روپیہ کسی نادار تنگدست شخص کی امداد میں دیدے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

حج کرانے کی نذر کی رقم محتاج کو دینا جائز ہے

(سوال) میری والدہ ماجدہ صاحبہ بیمار ہوئی تھیں میں نے خدا تعالیٰ سے یہ منت مانی تھی اگر یہ تندرست ہوجائیں گی تو میں ایک ایسے شخص کو حج کراؤں گا جس نے حج نہ کیا ہو اللہ پاک نے میری دعا قبول فرمائی اور میری والدہ ماجدہ صاحبہ کو تندرستی عطا کی اب میں نے ایک شخص کو تجویز کرکے یہاں سے دہلی لکھا مگر انہوں نے یہ جواب لکھا ہے کہ ایک ایسے شخص کثیرالاولاد ہیں بوجہ افلاس کے فاقوں تک نوبت رہتی ہے لہذا بجائے میرے حج کرانے کے انکو روپیہ دے دیجئے تاکہ اس رقم سے یہ کچھ کام کاج کرلیں اپنی اور اپنے بچوں کی پرورش کرسکیں مگر میری دلی تمنا یہ ہے کہ میں حج کراؤں شرعی حیثیت سے مجھے کیا کرنا چاہئے ؟
المستفتی نمبر ۱۱۲۸ سلطان احمد صاحب (کلکتہ) ۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۵ اگست ۱۹۳۶ء

---

(۱) ولوقال لله علی ان اذبح جزوراً و اتصدق بلحمه فذبح مکانه سبع شیاه جاز ووجهه لا یخفی (الدر المختار) قال المحقق فی الشامیه (قوله ووجهه لایخفی) وهو ان السبع تقوم مقامه فی الضحایا والهدایا (کتاب الایمان، مطلب فی احکام النذر ۳/ ۷۴۰ ط سعید)
(۲) ولم یلزم الناذر ما لیس من جنسه فرض کعیادة مریض و تشییع جنازه ودخول مسجد (التنویر و شرحه کتاب الایمان ۳/ ۷۳۶ ط سعید)

(جواب ۲۳۲) اس منت کو آپ اس کی اصلی صورت میں بھی پورا کر سکتے ہیں یعنی کسی کو حج کرادیں اور دوسری صورت اختیار کرنا یعنی کسی حاجت مند کو اس قدر رقم دیدینا جس قدر حج کرانے میں خرچ ہوتی تو یہ بھی جائز ہے جو صورت آپ پسند کریں اس کی شرعی اجازت ہے اولیٰ اور بہتر دوسری صورت ہے(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

نذر کی قربانی میں قربانی اور عقیقہ کے جانور کالحاظ رکھنا ضروری ہے!

(سوال) قربانی اور عقیقہ کی طرح نذر کے جانوروں میں عمر وغیرہ کی قیود و شروط ہیں یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۱۱۸۷ پروفیسر محمد جابر صاحب ایم اے۔(ضلع میمن سنگھ) ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۳۳) ہاں نذر کے جانور کے لئے بھی وہی شروط ہیں اور وہی عمر معتبر ہے جو قربانی کے جانور کے لئے(۲) ہاں یہ کہ نذر کسی خاص مشخص جانور کے متعلق ہو تو پھر شرائط کا اعتبار نہ ہوگا(۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) بکری سے پانچ فیصد مسجد کو دینے کی نذر واجب الادا ہے.
(۲) پانچ سو روپے ہونے پر ہر روز دو پیسے مسجد کو دینے کی نذر واجب الاداء ہے.

(سوال) (۱) اگر کسی دوکاندار نے اپنی بکری پر ۵ سیکڑا مسجد میں دینا کر لیا اور اس نے کچھ دیکر پھر نہ دیا تو کیا ہوگا ؟ (۲) اگر کسی شخص نے اپنے دل میں سوچ لیا کہ اگر مجھ پر پانچ سو روپے ہو جائیں گے تو مسجد میں دو پیسے روز دیا کروں گا اگر اس پر پانچ سو روپیہ ہو جائیں اور وہ دو پیسے روز مسجد میں نہ دے اور وہ ایک سال میں زکوٰۃ دے تو کیا ہوگا. المستفتی نمبر ۱۲۹۸ منشی عظمت اللہ خاں صاحب ضلع بجور۔ ۴ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۸ جنوری ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۳۴) (۱) اگر مسجد میں دینے کا ارادہ کیا تھا اور پھر نہ دیا تو مضائقہ نہیں لیکن اگر بطور نذر کے اپنے اوپر دینا لازم کر لیا تھا تو ادا کرنا واجب ہے(۴) (۲) یہ تو نذر ہو گئی جب پانچ سو روپے ہو جائیں گے تو ہر

---

(۱) حوالہ بالا (صفحہ گزشتہ)

(۲) ولو قال لله على ان اذبح جزورا واتصدق بلحمه فذبح مكانه سبع شياه جاز ووجهه لا يخفى (الدر المختار) قال المحقق في الشاميه (قوله ووجهه لايخفى) وهوان السبع تقوم مقامه في الضحايا والهدايا (كتاب الايمان مطلب في احكام النذر ۳/ ۷۴۰ ط سعيد)

(۳) وكذا لو قال لا هدين هذه الشاة والمسئلة بحالها يلزمه (عالمگيريه وما يتصل بذلك مسائل النذر ۲/ ۶۵ ط ماجديه كوئته) (۴) ومن نذر نذرا مطلقاً او معلقاً بشرط وكان من جنسه واجب اى فرض ووجد الشرط المعلق به لزم الناذر لحديث من نذر و سمى فعليه الوفاء بما سمى كصوم وصلوٰة و صدقة (التنوير و شرحه كتاب الايمان ۳/ ۷۳۵ ط سعيد)

روز اس وقت تک دیتا ہوں گے جب تک پانچ سو روپے رہیں اور جب پانچ سو روپے سے کم ہو جائیں تو پھر دینا لازم نہ ہوگا(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کام پورا ہونے پر ہر جمعہ کے روز روزہ کی نذر ماننے والا روزہ اور فدیہ دینے سے عاجز ہو تو کیا حکم ہے ؟

(سوال) ایک شخص نے منت مانی کہ اگر میرا فلاں کام پورا ہو جائے گا تو میں اپنی تمام زندگی کے اندر ہر جمعہ کا روزہ رکھا کروں گا مگر بعض مجبوریاں ایسی ہیں جن کی وجہ سے اس کو پورا نہیں کر سکتا اس کی مالی حالت بھی بہت کمزور ہے کوئی معقول کفارہ بھی ادا نہیں کر سکتا۔ المستفتی نمبر ۱۴۲۹ ممتاز جہاں بیگم منیجر مسلم گرلس اسکول۔ کراچی۔ بمبئی ۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۶ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۳۵) اگر نذر کی شرط پوری ہو گئی یعنی وہ کام پورا ہو گیا تھا تو وفائے نذر اس کے ذمہ لازم ہے (۲) روزہ رکھے یا بصورت مجبوری روزے کا فدیہ ادا کرے (۳) ہر جمعہ کا روزہ رکھنا لازم ہوا ہے جس جمعہ کو روزہ نہ رکھ سکتا ہو اس کا فدیہ پونے دو سیر گیہوں صدقہ کر دینا ہے اگر مہینے کے چار جمعے ہوں تو سات سیر گیہوں مہینہ بھر کا فدیہ ہوا اگر نہ روزے پر قادر ہو اور نہ فدیہ دینے کی قدرت ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرے کہ وہ اس کی کوتاہی کو اپنی رحمت سے معاف کر دے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

مسجد میں چراغ جلانے اور کھانا رکھنے کی نذر لازم نہیں .

(الجمعیۃ سہ روزہ دہلی مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) اکثر لوگ یہ منت مانتے ہیں کہ اگر کوئی مراد پوری ہو جائے تو ہم مسجد میں چراغ جلائیں گے اور کچھ پکا کر مسجد کے اندر جا جا رکھ دیں گے اور ایسا کر کے چلے جاتے ہیں صبح کو جو نمازی آتے ہیں وہ اٹھا کر کھا لیتے ہیں آیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۳۶) یہ نذر کہ ہمارا فلاں کام ہو گیا تو مسجد میں چراغ جلائیں گے یا مسجد میں کھانا رکھ آئیں گے منعقد نہیں ہوتی اور نہ اس کا پورا کرنا لازم ہے اگر کوئی شخص اس کو پورا کرنا چاہے اور مسجد کی معمولی روشنی کے لئے تیل یا روپیہ دیدے اور اسی طرح مسجد میں کھانا دے آئے تو جائز ہے (۴) محمد کفایت اللہ غفر لہ۔

---

(۱) حوالہ بالا (صفحہ گزشتہ)
(۲) (حوالہ بالا صفحہ گزشتہ)
(۳)ولواخر القضاء حتی صار شیخا فانیاً او کان النذر لصیام الابد فعجز لذلک او باشتغاله بالمعیشة . فله ان یفطر و یطعم لکل یوم مسکینا علی ما تقدم وان لم یقدر علی ذلک لعسرته یستغفر الله انه هو الغفور الرحیم (عالمگیریه'
الباب السادس فی النذر ۱/ ۲۰۹' ط ماجدیه' کوئٹه)
(٤) ولم یلزم الناذر ما لیس من جنسه واجب ای فرض . . . کعیادة مریض و تشییع جنازة و دخول مسجد (التنویر و شرحه' کتاب الایمان ۳ / ۷۳٦ ط سعید)

نذر کا بکرا عقیقہ یا واجب قربانی میں ذبح کرنا جائز نہیں
(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۳۰ء)

(سوال) زید نے ایک بکرا اللہ واسطے کا چھوڑ رکھا ہے بعد ازاں زید کے ایک لڑکا پیدا ہوا اب زید اس بکرے کو اپنے لڑکے کے عقیقہ میں کر سکتا ہے یا نہیں ؟ یا قربانی کے دنوں میں اس بکرے کی قربانی کر سکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۳۷) یہ بکرا تو مستقل طور پر نذر کا ہو گیا اس کو عقیقہ میں یا اپنی واجب قربانی میں ذبح کرنا جائز نہیں بلکہ اس کو اپنی نیت کے موافق قربان کرنا چاہئے(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

عزیز کی سلامتی واپسی پر جانور کی نذر مانی تو نذر پوری کرنا ضروری ہے .
(الجمعیۃ مورخہ ۱۳ جنوری ۱۹۳۶ء)

(سوال) کسی عزیز کی سلامت واپسی پر کسی جانور کو جو پانچ روپے کا ہو دینے کی نیت کر کے عزیز کی واپسی پر بجائے جانور کے ان روپیوں کی دیگر اشیاء مثلاً ایک نمازی عورت کے لئے چادر یا یتیم بچوں کے لئے کپڑے خرید کر دینا جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۳۸) دینے سے اس عزیز کو دینا مراد ہے تو جو چاہے دے سکتے ہیں اور اگر جانور کا قربان کرنا مراد ہے تو یہ نذر ہو گئی اور نذر تو اسی طرح ادا کرنا چاہئے جس طرح مانی تھی(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

بکرا ذبح کرنے کی نذر کے بعد بھیڑ ذبح کردے تو نذر پوری ہو جائے گی .

(سوال) ایک شخص نے نذر کی کہ اگر میں تندرست ہو جاؤں تو اللہ کے واسطے ایک بکرا ذبح کر کے خیرات کرنا میرے ذمہ لازم ہے یہ شخص اگر تندرست ہونے کے بعد بجائے بکرے کے بھیڑ قربان کردے تو نذر پوری ہو جائے گی یا نہیں ؟

(جواب ۲۳۹) یہ تبدیلی جائز ہے کیونکہ قربانی اور نذر کا حکم ایک ہے ۔ ولو قال لله علی ان اذبح جزورا واتصدق بلحمه فذبح مکانه سبع شیاہ جاز (درمختار ص ۷٦ ج ۱)(۳)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

---

(۱) ومن نذر ان یضحی شاۃ وذلك فی ایام النحر وھو موسر فعلیه ان یضحی بشاتین عندنا' شاۃ بالنذر و شاۃ بایجاب الشرع ابتداء الا اذا عنی به الاخبار عن الجواب علیه فلا یلزمه الا واحدۃ' ولو قبل ایام النحر لزمه شاتان بلا خلاف (رد المحتار' کتاب الاضحیة ٦/ ۳۲۰' ط سعید)

(۲) ومن نذر نذراً مطلقاً او معلقاً بشرط وکان من جنسه واجب ای فرض . ووجد الشرط المعلق به لزم الناذر لحدیث' من نذر وسمی فعلیه الوفاء بما سمی کصوم وصلوۃ و صدقة (تنویر الابصار وشرحه الدر المختار مع رد المحتار'
مطلب فی احکام النذر ۳/ ۷۳۵ ط سعید)

(۳) کتاب الایمان' مطلب فی احکام النذر ۳/ ۷٤۰ ط سعید

كتاب القضاء والافتاء

پہلا باب
ثالث بنانا

فریقین کی رضامندی سے بنایا گیا ثالث کا فیصلہ صحیح اور معتبر ہے

(سوال) شہر ساگر عملداری سرکار قیصر ہند (انگریزی) میں ایک پنچایت کے مجمع میں یہ پنچ لوگ برادری کے جھگڑوں زنا وغیرہ کے معاملات میں ڈنڈ یعنی جرمانہ وغیرہ کردیتے ہیں اور بموجودگی قاضی شہر (قاضی شہر یہ ایک ایسا شخص ہے جس کو کہ شہر کے مسلمانوں نے اپنی رضامندی سے بعد وفات اس کے والد کے معاملات نکاح خوانی و طلاق وغیرہ کے واسطے پگڑی باندھ کر قاضی مقرر کرالیا ہے اور نماز عیدین بھی اس کے پیچھے جماعت اہل اسلام ادا کرتی ہے) زید نے اپنی عورت مسماۃ ہندہ منکوحہ پر الزام زنا عمرو کے ساتھ لگایا اور چار مرتبہ روبرو حاضرین مجلس قسم کھاکر گواہی دی کہ میں نے اس کو عمرو کے ساتھ زنا کراتے دیکھا اور پانچویں مرتبہ کہا کہ لعنت خدا کی مجھ پر ہو اگر ہندہ سچی ہو اور ہندہ بھی اس پنچایت میں موجود تھی پھر ہندہ نے اسی طرح چار مرتبہ قسم کھا کر یہ کہا کہ خاوند میرا زنا کی تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور لعنت خدا کی ہو مجھ پر اگر وہ سچا ہو دریافت پر معلوم ہوا کہ اس عورت پر کبھی تہمت زنا کی نہیں لگائی گئی (یہ پنچایت تاریخ وقوعہ کے چار پانچ روز بعد جمع کی گئی تھی اور زید نے ہندہ کو اپنے مکان سے وقت شب نکال دیا تھا اور اس وقت سے اب تک ہندہ اور زید میں علیحدگی ہے) اس واسطے قاضی مذکور الصدر نے بمشورہ پنچان موجودہ باہم زید و ہندہ کے مجمع پنچایت میں تفریق کرادی اب قابل استفسار یہ امر ہے کہ کیا حالت مندرجہ بالا میں جو تفریق کہ قاضی مذکور نے بمشورہ پنچان کرادی ہے وہ عملداری انگریزی میں جہاں کوئی شرعی حاکم نہیں ہے جائز قرار دی جائے گی یا ناجائز؟ اور قاضی مذکور کی یہ تفریق جو مجمع پنچایت میں کی اس قاضی کے حکم کے مطابق جس کا کتب فقہ میں تذکرہ ہے سمجھی جائے گی یا نہیں؟ اور اس کارروائی سے جو زید و ہندہ کے باہم ہوئی اور زید نے ہندہ کو اپنے مکان سے وقوعہ کے بعد سے نکال دیا ہے کیا باہم زید و ہندہ کے طلاق ہوگئی یا نہیں اور اب ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ کسی طریقے سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جو نکاح کہ ہندہ کا زید کے ساتھ ہوا کیا اس کارروائی سے فسخ ہو گیا؟

معاملات فسخ نکاح کے متعلق جناب مولانا مولوی ابوالکلام آزاد مدظلہ نے اخبار صداقت مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۱۶ء کے پر یہ عبارت درج فرمائی ہے (اولاً تو جو عدالتیں آج موجود ہیں شرعاً ان کو قاضی وحاکم قرار نہیں دیا جاسکتا اور احکام شرعیہ میں جہاں کہیں قاضی یا حاکم کا لفظ آتا ہے اس سے موجودہ عدالتیں مقصود نہیں ہو سکتیں پس بحالت موجودہ ہندوستان میں سوائے اس کے چارہ نہیں ہے کہ مسلمان اپنے شرعی مقدمات کے لئے علما کی طرف رجوع کریں یا پنچایتی طریقے سے کام لیں) اور جناب مولانا مولوی عبدالروف صاحب نے اخبار مذکور الصدر تاریخ ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں مولانا ممدوح کی اس

طریقے پر تائید فرمائی ہے (لیکن اگر مسلمان ایک جتماعی کوشش اس امر کی کریں کہ یک قاضی اپنا منتخب مقرر کر لیں تو باتفاق فقہاء یہ صورت جائز ہوگی اور دوسرے ایسے ممالک میں جہاں مسلمان عیسائی سلطنتوں کے ماتحت آباد ہیں یہی صورت لی گئی ہے) تو کیا ان عبارات کا فائدہ دیگر ایسے ہی امورات شرعی میں قاضی مذکور الصدر اور پنچان سے لیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر ان طریقوں سے مسلمان تفریق کرائیں تو کیا وہ تفریق جائز متصور ہوگی یا نہیں؟ جواب بصواب سے سرفراز فرمائیں خادم محمد عبدالسلام بر مکان قاضی محمد عبدالعزیز قاضی شہر ناگر۔ مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۷ء

(جواب ۲٤۰) یہ قاضی جو ہندوستان کے اکثر شہروں میں نکاح یا عیدین کی نماز پڑھاتے ہیں شرعی وہ قاضی نہیں ہیں جو احکام اور قضا کے اختیارات رکھتے ہیں اس لئے ان کا کوئی فیصلہ قضا نہیں ہوگا۔ اور جن مسائل میں قضا کی ضرورت ہے ان میں ان کا حکم کافی نہ ہوگا جمعہ اور عیدین اور اس قسم کے مسائل دینیہ میں تو مسلمان جسے قاضی بنالیں وہ قاضی ہو سکتا ہے اور اس کا فیصلہ معتبر ہے کیونکہ حکومت موجودہ نے مذہبی معاملات میں آزادی دے رکھی ہے۔(۱) اور خود کچھ دست اندازی نہیں کرتی لیکن فصل خصومات کی عدالتیں خود اپنے قبضہ واختیار میں رکھی ہیں اس لئے رعایا کا فصل خصومات کے لئے کسی کو قاضی بنانا اس وقت تک معتبر نہ ہوگا جب تک حکومت سے انہیں یہ اختیار حاصل نہ ہو جائے۔

مگر صورت مسئولہ میں جب کہ زید و ہندہ نے اپنا فیصلہ کسی شخص کے سپرد کر دیا اور اس شخص کی تفریق پر فریقین راضی ہو گئے تو وہ شخص حکم ہو گیا اور اس کی تفریق صحیح اور معتبر ہوگی(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

ثالث بنانے کے اقرار نامہ پر دستخط کے بعد ثالث کا فیصلہ معتبر ہے

(سوال) زید و عابدہ زن و شوہر ہیں دونوں میں ناچاقی ہوئی اپنے نزاع کو رجوع ثالثی کیا گیا مگر ثالث نے کوابات طلاق کے بیان قلم بند کر کے واقعہ طلاق کو ثابت قرار دیا اور افتراق کا فیصلہ کر دیا بالآخر فیصلہ ثالثی منجانب عابدہ عدالت میں بدیں مضمون پیش ہوا کہ "زید نے طلاق مغلظہ دیا تھا۔ فریقین نے بادخال اقرار نامہ جات اپنے نزاعات طلاق کو رجوع ثالثی کیا ثالث نے افتراق کا فیصلہ کر دیا ہذا فیصلہ ثالثی عدالتی قرار دیا جائے" زید نے عابدہ کو طلاق دینے نیز ثالث کو طلاق کے تصفیہ کا اختیار تفویض کرنے سے انکار کیا فیصلہ ثالثی پر زید کے دستخط نہیں ہیں صرف اقرار نامہ پر دستخط ہیں ور اقرار نامہ پر بھی اقربائے عابدہ

---

(۱) ولو فقد وال لغلبة كفار وجب على المسلمين تعيين وال وإمام للجمعة (الدر المختار' كتاب القضاء' مطلب في حكم تولية القضاء في بلاد تغلب عليها الكفار ٥/٣٦٩' ط سعيد)

(۲) فحكم بينهما ببينة و اقرار و نكول و رضيا بحكمه صح لو في غير حد وقود ودية على عاقلة (تنوير الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار' باب التحكيم ٥/٤٢٨' ٤٢٩' ط سعيد)

نے بالجبر دستخط کروالینے کی نسبت ایک فوجداری کارروائی بھی کی تھی چونکہ یہ ایک شرعی معاملہ ہے جو ضابطہ کے تحت آگیا ہے عدالت نے مقدمہ ہذا میں بعد سماعت بحث یہ تنقیح برائے تصفیہ قائم کی ہے آیا قرار نامجات بنائے نالش مورخہ　　اگزہشت نمبر ۳۰۲ مابین فریقین شرعاً جائز و قابل نفاذ ہے ؟ اور کیا ثالثی امر شرعی طلاق کے تصفیہ کی مجاز ہو سکتی ہے ؟ بینوا توجروا المستفتی نمبر ۳۱۴ محمد امیر (حیدر آباد دکن) ۴ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۷ جون ۱۹۳۴ء۔

جواب ۲۴۱) اگر اقرار نامہ میں اس امر کی تصریح ہو کہ ثالث کو طلاق کا فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے تو ثالث کا فیصلہ دربارہ طلاق صحیح نہ ہو گا اور اگر یہ تصریح نہیں اور جھگڑا یہی تھا کہ طلاق دینے نہ دینے میں اختلاف تھا اور یہ مقدمہ ثالث کے سپرد کیا گیا تھا تو اس کا فیصلہ باقاعدہ ہے۔(۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

ثالث بنانے کے اقرار نامہ پر دستخط کے بعد ثالث کا فیصلہ معتبر ہے

(سوال) دو اقرار نامہ جات منسلکہ استفتائے ہذا کی بنا پر ثالث نے گواہان طلاق کے بیانات قلم بند کر کے طلاق ثابت قرار دیا اور افتراق کا فیصلہ کر دیا یہ فیصلہ ثالثی عدالت میں بدیں مضمون منجانب النساء پیش ہوا کہ فریقین نے بادخال اقرار نامہ جات اپنے تنازعات طلاق کو رجوع ثالثی کیا ثالث نے افتراق کا فیصلہ کر دیا لہذا فیصلہ ثالثی صداقت قرار دیا جائے عدالت نے حسب ذیل تنقیح برائے مقدمہ بعد سماعت قائم کی۔

آیا اقرار نامہ جات بنائے نالش مورخہ ۲۹ مرداد ۱۳۴۱ف اگزہشت نمبر ۳۰۲ مابین فریقین شرعاً جائز و قابل نفاذ ہے ؟ اور ثالثی امر فیصلہ طلاق کی مجاز ہو سکتی ہے واضح ہو کہ ہر دو اقرار نامہ جات پر فریقین کے دستخط ہیں اور فیصلہ ثالثی پر مدعا علیہ محمد امیر کے دستخط نہیں ہیں۔ المستفتی نمبر ۳۴۸ محمد امیر (حیدر آباد دکن) ۱۱ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۴ جون ۱۹۳۴ء۔

(جواب ۲۴۲) اقرار نامہ جات منسلکہ کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس میں بالتصریح ثالثوں کو طلاق مہر جہیز و اخراجات زچگی سے متعلق تصفیہ کرنے کا فریقین نے اختیار دیا ہے اس لئے ثالثوں کو حق تھا کہ وہ طلاق کے متعلق فیصلہ کریں اور ان کا فیصلہ متعلق طلاق ان کے حدود اختیارات کے اندر ہے(۲) اور فیصلہ ثالثی پر فریقین یا ان میں سے ایک فریق کے دستخط نہ ہوں تو کچھ حرج نہیں اقرار ناموں پر دونوں

---

(۱) وصح اخباره باقرار احد الخصمين و بعدالة الشاهد حال ولايته اى بقاء تحكيمه (تنوير الابصار و شرحه الدر المختار) قال المحقق في الشاميه (قوله و صح الاخبار الخ) اى اذا قال لاحد هما اقررت عندى اوقامت عندى بينة عليك لهذا فعدلوه عندى والزمت بذلك و حكمت لهذا فانكر المقضى عليه لايلتفت الى انكاره (باب التحكيم ۵/ ۴۳۰ ط سعيد)

(۲) فان حكم لزمها　　ثم استثناء الثلاثة يفيد صحة التحكيم في كل المجتهدات (تنوير الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار' باب التحكيم ۵/ ۴۲۹' ۴۳۰ ط سعيد)

فریقوں نے دستخط کئے ہیں جو ثالثی صحیح ہونے کے لئے کافی ہیں (۱) اقرار ناموں کی نقلوں پر میں نے سرخ روشنائی سے دستخط کر دیئے ہیں) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) عورت تین طلاق کی مدعیہ ہے شوہر دو کا تو کیا حکم ہے ؟
(۲) دی ہوئی طلاقوں کی تعداد میں شوہر شک ظاہر کرے تو کیا حکم ہے ؟
(۳) عورت تین طلاق کی مدعیہ ہے اور شوہر منکر تو کیا حکم ہے ؟
(۴) ثالث مقدمہ کا فیصلہ کر سکتا ہے
(۵) ثالث شرعی مسئلہ سے ناواقف ہو تو عالم سے مسئلہ معلوم کر کے اس کے موافق فیصلہ کرنا ضروری ہے۔

(سوال) (۱) عورت دعویٰ کرتی ہے کہ میرے شوہر نے میرے سامنے تین طلاق دی ہیں مگر شوہر کہتا ہے کہ میں نے ہرگز نہیں دی بلکہ صرف دو طلاق گواہ کسی کے پاس نہیں تو اس صورت میں کس کا قول معتبر ہو گا نیز شوہر رجعت کر سکتا ہے یا نہیں ؟
(۲) اگر کوئی دوسری صورت ایسی ہی پیش آئے جس میں شوہر شک وتردد ظاہر کرتا ہو تو کیا حکم ہو گا ؟
(۳) اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو تین طلاق دیتے ہوئے سنے اور شوہر منکر ہو تو اس عورت کو شوہر کے پاس رہنا جائز ہے یا نہیں ؟
(۴) فی زمانہ ہندوستان میں شرعی قاضی کہیں بھی موجود نہیں تو رفع نزاع کے لئے شرعی فیصلہ کی کیا صورت ہو گی ؟ فریقین کسی کو حکم مقرر کر کے یا پنچایت سے اگر فیصلہ حاصل کریں تو معتبر ہو گا یا نہیں ؟
(۵) اگر پنچ یا حکم مسئلہ شرعی سے ناواقف ہوں تو وہاں کا مفتی یا اور کوئی شخص قضا کا حکم بتا سکتا ہے یا نہیں ؟
بینوا توجروا۔ المستفتی نمبر ۳۸۳ عبداللطیف قاسمی (ضلع اعظم گڑھ) ۲ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ م ۱۴ اگست ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۴۳) اگر زوجہ تین طلاق کی مدعی اور شوہر تین کا منکر اور دو کا مقر ہے تو اس صورت میں حکم دیانت (عنداللہ) یہ ہے کہ واقع میں تین طلاق دی ہیں تو طلاق مغلظہ ہوئی اور دو دی ہیں تو حق رجعت ہے لیکن اگر فریقین حکم دیانت پر قانع اور عامل نہ ہوں تو حکم قضا یہ ہے کہ یا تو عورت تین طلاقوں کا ثبوت (بینہ عادلہ) پیش کرے ورنہ شوہر سے حلف لیکر اسکے موافق دو طلاق کا حکم دیا جائے گا اور اس کو اس صورت میں ظاہر کے لحاظ سے رجعت کا اختیار ہو گا۔

---

(۱) ورکنه لفظه الدال علیه مع قبول الآخر (تنویر الابصار و شرحه) قال المحقق فی الشامیه (قوله ورکنه لفظه) ای رکن التحکیم لفظه الدال علیه ای اللفظ الدال علی التحکیم کـ حکم بینا او جعلناک حکما او حکمناک فی کذا (باب التحکیم ۵/ ۴۲۸ ط سعید)

(اگرچہ فی الحقیقت قسم جھوٹی ہونے کی صورت میں اسے رجعت کا کوئی حق نہیں رہا ہے) سوال دوم کا حکم بھی یہی ہے(۱)

(۳) اگر عورت نے خود شوہر کی زبان سے تین طلاقیں سنی ہیں تو اس کو شوہر کے پاس رہنا جائز نہیں یعنی دیانۃ وہ اس کے لئے حلال نہیں رہی استخلاص نفس کی سعی کرے(۲)

(۴) حکم اور ثالث اس مقدمے کا فیصلہ کر سکتا ہے اور عدالت کا مسلمان جج بھی قاضی کے حکم میں ہو سکتا ہے(۳) اور جج یا سوال نمبر ۵ میں ذکر کئے ہوئے ثالث یا پنچایت جب خود مسئلہ سے ناواقف ہوں تو ان کا فرض ہے کہ کسی عالم سے دریافت کر کے اس کے موافق فیصلہ کریں اور عوام ان کو قضا کی صورت شرعیہ بتادے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

پنچایت کو قوم کی دینی و دنیوی فلاح پر نظر رکھ کر موافق شرع فیصلہ کرنا چاہئیے

(سوال) زید و بکر کے برادری ہے اور سب کام شادی غمی وغیرہ کے برادرانہ طریق پر انجام ہوتے ہیں قومی پنچایت بھی بنی ہوئی ہے اور شادی غمی زیر تحت رسومات مروجہ قبیحہ انجام پاتے ہیں مثلاً برادری میں کسی بچہ کی ختنہ ہیں تو اس میں علاوہ اور رسومات وغیرہ کے پاؤ پاؤ بھر گڑ فی گھر تقسیم ہوتا ہے اور اس ن یہاں تک پابندی ہے کہ اگر وہ تقسیم نہ کرے تو اس جرم میں برادری سے باہر کر دیا جاتا ہے اور اگر اہل رادری میں سے کوئی شخص حصہ نہ لے تو اس کو بھی برادری سے باہر کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ اپنے اس قصور یعنی گڑ تقسیم نہ کرنے یا حصہ نہ لینے کی معافی چاہے تو برادری اس پر جرمانہ کرتی ہے اور زر جرمانہ صول کر کے پھر ان کو برادری میں شامل کیا جاتا ہے زید کہتا ہے کہ رسومات مروجہ کو ترک کردو بکر ہیں کر کہتا ہے کہ اگر ان رسومات کو ترک کرتے ہیں تو برادری کا نظام بگڑتا ہے زید کہتا ہے کہ اگر نظام بگڑتا ہے تو بگڑنے دو بدعات سے تو بچیں گے بکر کہتا ہے کہ یہ حرام تو نہیں ہیں زید کہتا ہے کہ اس میں بوجہ

---

(۱) فان اختلفا فی وجود الشرط ای ثبوتہ لیعم العدمی فالقول لہ مع الیمین لانکارہ الطلاق (تنویر الابصار و شرحہ) قال المحقق فی الشامیہ: و فی البزازیہ ادعی الاستثناء او الشرط فالقول لہ' ثم قال و ذکر النسفی' ادعی الزوج الاستثناء وانکرت فالقول لہا ولا یصدق بلا بینۃ' وان ادعی تعلیق الطلاق بالشرط وادعت الارسال فالقول لہ. کتاب الطلاق' باب التعلیق' مطلب اختلاف الزوجین فی وجود الشرط ۳/۳۵٦ ط سعید)

(۲) والمرأۃ کالقاضی اذا سمعتہ او اخبرها عدل لا یحل لہا تمکینہ (رد المحتار کتاب الطلاق مطلب فی قول البحر الصریح یحتاج فی وقوعہ الی النیۃ ۳/۲۵۲' ط سعید)

(۳) ثم استثناء الثلاثۃ یفید التحکیم فی کل المجتہدات (الدر المختار) قال المحقق فی الشامیہ (قولہ فی کل المجتہدات) ای المسائل التی یسوغ فیہا الاجتہاد من حقوق العباد کالطلاق والعتاق (باب التحکیم ۵/۴۳۰' ط سعید)

(۴) ویحرم علی غیر الاہل الدخول فیہ قطعا من غیر تردد مر فی الحرمۃ (تنویر الابصار و شرحہ) قال المحقق فی الشامیہ (قولہ و یحرم علی غیر الاہل) بل المراد بہ ما مر فی قولہ' و ینبغی ان یکون موثوقا بہ فی عفافہ و عقلہ و یحتمل ان یراد بہ الجاہل (مطلب ابو حنیفہ دعی الی القضاء ثلاث مرات فأبی ۵/۳٦۸ ط سعید)

جماعت قوم کی تباہی ہے بجز کہتا ہے کہ ان کو ہمدردین میں تھوڑا ہی داخل کر رہے ہیں۔ المستفتی نمبر ۳۴۴ منشی محمد اختر خاں (دہلی) ۲۹ رجب ۱۳۵۳ھ مطابق ۷ نومبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۴۴) زید کا خیال صحیح ہے اور جس قوم کی پنچایت بنی ہوئی اور قائم ہے وہ بڑی خوش نصیب ہے یہ اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت ہے کہ کسی جماعت کا شیرازہ بندھا ہوا ہو مگر یہ خوش نصیبی اور رحمت اسی صورت میں ہے کہ پنچایت قوم کی دینی و دنیوی فلاح و بہبود پر نظر رکھے اور فیصلے شریعت کے موافق کرے بے شک فضول اور تباہ کن رسمیں اگرچہ فی حد ذاتہ مباح بھی ہوں مگر ان کے التزام کی وجہ سے قوم اور بالخصوص قوم کے غریب افراد تباہ اور زیر بار ہوتے ہوں واجب الترک ہیں قومی بہبود کے نقطہ نظر سے ان کو ترک کرانا ضروری ہے اور نظام کیوں بگڑنے لگا؟ جب پنچایت کا فیصلہ ہو کہ فلاں رسم بند کی جائے اور قوم اس کے فیصلے کے ماتحت اس رسم کو ترک کردے تو یہ تو نظام کی درستگی اور خوبی ہوئی اس کو نظام کا بگڑنا کون کہہ سکتا ہے؟(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

رضامندی سے بنایا گیا ثالث نکاح فسخ کر سکتا ہے.

(سوال) ایک لڑکی کا نکاح حالت نابالغی میں ایک لڑکے کے ساتھ لڑکی کے باپ نے کردیا عقد نکاح کے بعد لڑکا مجنون ہو گیا اور ڈھائی سال سے مجنون ہے لڑکے کا باپ کہتا ہے کہ اب وہ تزویج کے قابل نہیں لڑکی فسخ نکاح چاہتی ہے فریقین نے فسخ نکاح کے لئے ایک حکم مقرر کیا ہے کیا حکم بغیر تاجیل کے فسخ نکاح کر سکتا ہے؟ المستفتی نمبر ۲۰۳ مولوی محمد عظیم (ضلع میانوالی) ۲۷ شوال ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۴۵) حکم کو جب فریقین نے رضامندی سے حکم بنایا ہے اور اسکو فسخ نکاح کا اختیار دیا ہے اور زوج مجنون ہے تو حکم دونوں کا نکاح فسخ کر سکتا ہے اور تاجیل کی حاجت نہیں کیونکہ جنون جب کہ ڈھائی سال سے ہے تو جنون مطبق ہے اس میں تاجیل کی ضرورت نہیں ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

---

(۱) ینفذ حکم الثلثة بفقد صحة الحکم فی کل المجتہدات (الدر المختار) قال المحقق فی الشامیة قوله فی کل المجتہدات) ای المسائل التی یسوغ فیہا الاجتہاد من حقوق العباد کالطلاق والعتاق و الکتابة والشفعة بخلاف ماخالف کتابا او سنة او اجماعا (باب التحکیم ۵ / ۴۳۰ ط سعید)

(۲) فحکم بینہما ببینة او اقرار او نکول و رضیا بحکمه صح (الدر المختار باب التحکیم ۵ / ۴۲۸، ۴۲۹ ط سعید)

دوسرا باب

عہدہ قضاء اور قاضی کے فرائض

(۱) مسلمانان ہند کے ذمہ قاضی مقرر کرنا ضروری ہے یا نہیں ؟ حکومت سے قاضی مقرر کرنے کا مطالبہ کیسا ہے ؟
(۲) غیر مسلم حاکم کا فیصلہ اگر موافق شرع ہو تو مقبول ہے۔
(۳) چند ایسے مسائل جن میں مسلمان قاضی ہی کا فیصلہ معتبر ہے۔

(سوال) (۱) مسلمانان ہندوستان پر مسلمان قاضی مقرر کرنا ضروری ہے یا نہیں اور ہندوستان کے مسلمان اگر بطور خود قاضی مقرر کریں تو وہ قاضی شرعی ہوگا یا نہیں موجودہ صورت حالات میں کہ ہندوستان پر حکومت غیر مسلمہ متسلط ہے حکومت غیر مسلمہ سے مسلمان قاضی مقرر کرنے کا مطالبہ کر سکتے ہیں یا نہیں اور حکومت غیر مسلمہ کے مقرر کئے ہوئے قاضی شرعی ہو سکتے ہیں یا نہیں ؟
(۲) جن مسائل میں شرعی قاضی کا فیصلہ ضروری ہے ان میں غیر مسلم حاکم کا فیصلہ اگر قانون شریعت کے موافق بھی ہو کافی ہو سکتا ہے یا نہیں ؟
(۳) مثال کے طور پر چند مسائل جن میں مسلمان قاضی کا فیصلہ ضروری ہو بتا دیئے جائیں ؟

(جواب ۲٤٦) (۱) مسلمانوں پر پہلا اہم اور مقدم فرض یہ ہے کہ وہ مسلمان والی مقرر کریں کیونکہ غیر والی مسلم کے بہت سی اسلامی ضروریات پوری نہیں ہوتیں۔

ثم الاجماع على ان نصب الامام واجب والمذهب انه يجب على الخلق (شرح عقائد ص ۱۱۰)(۱)

والمسلمون لا بدلهم من امام يقوم بتنفيد احكامهم واقامة حدودهم و سد ثغورهم و تجهيز جيو شهم واخذ صدقاتهم و قهر المتغلبة والمتلصصة و قطاع الطريق واقامة الجمع والاعياد و قطع المنازعات الواقعة بين العباد و قبول الشهادات القائمة على الحقوق و تزويج الصغار والصغائر الذين لا اولياء لهم و قسمة الغنائم و نحو ذلك من الامور التى لا يتولا ها احاد الامة (العقائد النسفية ص ۱۱۰)(۲)

و نصبه اهم الواجبات فلذا قدموه على دفن صاحب المعجزات (در محتار) قوله اهم الواجبات اى من اهمها التوقف كثير من الواجبات الشرعية عليه (رد المحتار ص

---

(۱) ص ۱۵۳ ط مکتبہ خیر کثیر کراچی
(۲) مع شرحها للتفتازانی ص ۱۵۲، ۱۵۳ ط مکتبہ خیر کثیر کراچی

٤٠٤ ج ١)۔(١

ولو فقد وال لغلبه كفار وجب على المسلمين تعيين وال و امام للجمعة فتح

(درمختار)۔(٢

(ترجمہ) اس بات پر اجماع ہے کہ امام مقرر کرنا فرض ہے اور مذہب اہل سنت کا یہ ہے کہ امام مقرر کرنا مخلوق (مسلمانوں) پر فرض ہے۔

مسلمانوں کے لئے ایک ایسا امام ضروری ہے جو احکام جاری کر سکے اور حدود قائم کر سکے اور سرحدوں کا انتظام اور جیوش مسلمین کی تیاری کر سکتا ہو اور صدقات وصول کرے اور متغلب لوگوں کو دبا سکے چوروں اور ٹھگوں کو مقہور کر سکے جمعہ اور عیدین قائم کرے اور مقدمات کا فیصلہ کرے شہادتیں قبول کرے نابالغوں کا جن کے ولی نہیں ہیں نکاح کر دیا کرے غنائم تقسیم کرے اور اسی قسم کی بہت سی ضرورتیں ہیں جو افراد امت سے پوری نہیں ہو سکتیں۔

امام مقرر کرنا فرائض میں سے اہم فرض ہے اسی وجہ سے صاحب رسالت کے دفن سے پہلے صحابہ کرام نے امام مقرر کر لیا کیونکہ بہت سے واجبات شرعیہ امام پر موقوف ہیں۔

اگر غلبہ کفار کی وجہ سے والی مسلم نہ ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ ایک والی مسلم اور امام جمعہ مقرر کریں۔

قاضی مقرر کرنے کا اختیار بادشاہ اور امام کو ہے لوگ اگر خود قاضی مقرر کرلیں تو وہ قاضی نہ ہو گا کیونکہ ان کے مقرر کئے ہوئے قاضی کو تنفیذ احکام کا اختیار اور قدرت نہ ہو گی۔

واذا اجتمع اهل بلدة على رجل و جعلوه قاضياً يقضي فيما بينهم لا يصير قاضيا (عالمگیری) ۔(٣

اذا قلد السلطان رجلا قضاء بلدة كذا لا يصير قاضياً في سواد تلك البلدة مالم يقلد قضاء البلدة ونواحيها (عالمگیری)۔(٤

الا اذا كان لم يصلح له الا رجل واحد تعين هو لا قامة هذه العبادة فصار فرض عين عليه الا انه لا بد من التقليد فاذا قلد افترض عليه القبول (بدائع باختصار)۔(٥

واذا لم يكن سلطان ولا من يجوز التقلد منه كما هو في بعض بلاد المسلمين غلب عليهم الكفار كقرطبة الآن يجب على المسلمين ان يتفقوا على واحد منهم

(١) مطلب شروط الامامة الكبرى ١ /٥٤٨ ط سعيد

(٢) كتاب القضاء مطلب في حكم تولية القضاء في بلاد تغلب عليها الكفار ٥ /٣٦٩ ط سعيد

(٣) الباب الخامس في التقليد والعزل ٣ /٣١٥ ط ماجديه كوئٹه

(٤) مرجع سابق

(٥) فصل واما بيان من يفترض عليه قبول تقليد القضاء ٧ /٤ ط سعيد

یجعلونه والیاً فیولی قاضیا ویکون هو الذی یقضی بینهم الخ (شامی ، نقلاً عن النهر ناقلاً عن الفتح)

(ترجمہ) جبکہ کسی شہر کے لوگ متفق ہو کر کسی کو قاضی بنالیں جو فیصلے کیا کرے تو وہ واقعی قاضی نہیں بن جائے گا۔

جب کہ بادشاہ کسی شخص کو کسی شہر کا قاضی مقرر کرے تو وہ شخص مضافات شہر کا قاضی نہ ہو گا جب تک کہ بادشاہ شہر اور مضافات کی قضا سپرد نہ کرے۔

جب کہ شہر میں قضا کے لائق ایک ہی شخص ہو تو فریضہ قضاء ادا کرنے کے لئے وہ متعین ہے اور قضا اس پر فرض عین ہے مگر بادشاہ کی طرف سے قاضی بنایا جانا ضروری ہے تو جب کہ اسے قاضی بنایا جائے تو قبول کرنا اس پر فرض ہے۔

اور جب کہ بادشاہ اسلام اور ایسا مسلم حاکم جو قاضی مقرر کر سکتا ہے نہ ہو جیسے کہ مسلمانوں کے بعض شہروں میں جن پر کفار غالب ہوگئے ہیں مثلاً قرطبہ کے آج کل ہے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ متفق ہو کر کسی مسلمان کو والی مقرر کریں اور وہ والی قاضی کا تقرر کرے اور قاضی مسلمانوں کے فیصلے کیا کرے۔

اگر بادشاہ مسلمان نہ ہو اور مسلمان بھی کوئی والی مسلم مقرر نہ کر سکیں تو حالت مجبوری مسلمانوں کو حق ہے کہ غیر مسلم بادشاہ سے مسلمان قاضی مقرر کرنے کا مطالبہ کریں ایسی حالت میں غیر مسلم بادشاہ کے مقرر کئے ہوئے مسلمان قاضی قاضی شرعی ہو سکتے ہیں بشرطیکہ قاضی کو تنفیذ احکام کا اختیار ہو اور مسائل شرعیہ کے موافق فیصلہ کرنے سے روکا نہ جائے۔

و یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافراً (درمختار) فی التتارخانیة الاسلام لیس بشرط فیه ای فی السلطان الذی یقلد (ردالمحتار) (۲) الا اذا کان یمنعه عن القضاء بالحق فیحرم (درمختار) (۳) ولکن انما یجوز تقلد القضاء من السلطان الجائر اذا کان یمکنه من القضاء بحق ولا یخوض فی قضایاه بشر ولا ینهاه عن تنفیذ بعض الاحکام کما ینبغی اما اذا کان لا یمکنه من القضاء بحق و یخوض فی قضایاه بشر ولا یمکنه من تنفیذ بعض الاحکام کماینبغی لا یتقلد منه (الفتاوی العالمگیریه ص ۳۷۷ ج ۳) (۴)

لکن اذا ولی الکافر علیهم قاضیاً ورضیه المسلمون صحت تولیته بلاشبهة

---

(۱) مطلب فی تولیة حکم القضاء فی بلاد تغلب علیها الکفار ۵ / ۳۶۹ ط سعید

(۲) مطلب ابوحنیفه دعی الی القضاء ثلاث مرات فابی ۵ / ۳۶۸ ط سعید

(۳) ایضا

(۴) کتاب ادب القاضی الباب الاول ۳ / ۳۰۷ ط ماجدیه کوئٹه

(ردالمحتار) (۱)

(ترجمہ) منصب قضا قبول کرنا سلطان عادل اور ظالم کی طرف سے جائز ہے اگرچہ بادشاہ کافر ہو (درمختار) تاتارخانیہ میں ہے کہ قاضی مقرر کرنے والے بادشاہ کا مسلمان ہونا (صحت قضا کے لئے لازمی) شرط نہیں ہے مگر جب کہ بادشاہ (خواہ غیر مسلم ہو یا ظالم) قاضی کو فیصلہ حق سے روکے تو حرام ہے لیکن بادشاہ ظالم (خواہ غیر مسلم ہو یا مسلم) سے منصب قضا ایسی حالت میں قبول کرنا جائز ہے کہ بادشاہ قاضی کو حق کے موافق فیصلے صادر کرنے کی قدرت دے دے اور اس کے فیصلوں میں ناحق دخل نہ دے اور اس کو بعض احکام کی تنفیذ مناسب سے نہ روکے اگر بادشاہ قاضی کو حق فیصلہ نہ کرنے دے یا اس کے فیصلوں میں ناحق دخل دے یا بعض احکام کی تنفیذ مناسب نہ کرنے دے تو قضا قبول نہ کرنا چاہئے لیکن جب کافر بادشاہ کوئی قاضی مقرر کردے اور مسلمان اس پر رضامندی ظاہر کردیں تو یہ تقرر بلاشبہ درست ہے۔

(۲) غیر مسلم کو قاضی بنانا درست نہیں تھا کیونکہ قضا کے شرائط میں سے یہ شرط بھی ہے کہ قاضی مسلمان ہو پس غیر مسلم حکام قاضی شرعی کے قائم مقام نہیں ہوسکتے اور ان کا فیصلہ ضرورت شرعیہ کو پورا نہیں کرسکتا۔

ولا تصح ولاية القاضي حتى يجتمع في المولى شرائط الشهادة كذافي الهداية من الاسلام والتكليف والحرية الخ (عالمگیری) (۲) الصلاحية للقضاء لها شرائط منها العقل و منها البلوغ و منها الاسلام و منها الحرية الخ (بدائع) (۳)

قاضی کو قاضی بنانا صحیح نہیں جب تک اس میں شہادت کے شرائط نہ پائے جائیں یعنی مسلمان ہونا مکلف ہونا آزاد ہونا وغیرہ۔

صلاحیت منصب قضا کے لئے چند شرطیں ہیں ان میں سے عاقل ہونا اور بالغ ہونا اور مسلمان ہونا اور آزاد ہونا الخ ہے۔ (بدائع)

یوں تو مسلمانوں کے تمام نزاعات کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان حاکم ان کو فیصل کرے لانه لا ولاية لكافر على مسلم (۴) لیکن نزاعات کی ایک قسم تو ایسی ہے کہ ان کے لئے قاضی مسلم بااختیار کا ہونا اشد ضروری ہے جس کے نہ ہونے کی وجہ سے بہت سی اسلامی ضرورتیں معطل ہی نہیں بلکہ مسلمان سخت مواخذات شرعیہ میں مبتلا ہوتے ہیں صرف مثال کے طور پر اس قسم کے

---

(۱) مطلب في تولية القضاء في بلاد تغلب عليها الكفار ۵ / ۳۶۹ ط سعيد

(۲) كتاب ادب القاضي، الباب الاول ۳ / ۳۰۷ ط ماجدیہ کوئٹہ

(۳) فصل واما بيان من يصلح للقضاء ۷ / ۳ ط سعید

(۴) رد المحتار، مطلب شروط الامامة الكبرى ۱ / ۵۴۸ ط سعید

چند مسائل ذکر کئے جاتے ہیں :-

(۱) آج کل بسا اوقات کسی عورت کا خاوند مفقود ہو جاتا ہے اور عورت بھی نو عمر اور محتاج ہوتی ہے متاخرین حنفیہ کے فتویٰ کے موجب اس کے لئے گنجائش ہے کہ وہ اپنی طبعی اور مالی مشکلات سے خلاصی کی سبیل بہم پہنچائے لیکن اس کی تکمیل بغیر قاضی مسلم کے فیصلے اور حکم کے نہیں ہو سکتی ہزاروں عورتیں اس مصیبت میں مبتلا ہیں اور موجودہ حکومت کا قانون ان کی مصیبت رفع کرنے کے لئے ناکافی اور قاضی مسلم کا نہ ہونا ان تمام مصائب کا ذمہ دار ہے(۱)

(۲) بہت سی نابالغہ لڑکیوں کا نکاح ان کے ولی کر دیتے ہیں نکاح شرعاً درست ہو جاتا ہے مگر لڑکی کو بلوغ کے وقت اختیار ہوتا ہے کہ وہ نکاح کو باقی رکھے یا فسخ کرا دے مگر فسخ کے لئے قاضی کا حکم ضروری ہے اور بغیر قاضی شرعی کے حکم کے نکاح فسخ نہیں ہوتا موجودہ عدالتوں کے غیر مسلم حاکم اگر فسخ بھی کر دیں تو شرعاً ایسے فسخ کا اعتبار نہیں(۲)

(۳) بہت سے جاہل مسلمان اپنی بیوی پر بیجا زنا کی تہمت لگا کر اسے کس مپرسی کے عالم میں چھوڑ دیتے ہیں شریعت مقدسہ اسلامیہ نے ایسی صورت میں اس کا علاج لعان مقرر کیا ہے لیکن لعان کے لئے قاضی مسلمان ہونا ضروری ہے بغیر قاضی مسلمان کے لعان کر نے ہوئے اس مشکل کا کوئی حل نہیں(۳)

(۴) اسی طرح کوئی شریف اپنی بیوی کو بد چلنی میں مبتلا پائے اس کی سبیل بھی لعان ہے جس کے لئے قاضی مسلم ضروری ہے(۴)

(۵) اگر کوئی جاہل اپنی ساس کے ساتھ ناجائز حرکت کرے تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے لیکن ان دونوں میں تفریق قاضی شرعی کر سکتا ہے اور اس کے نہ ہونے کی وجہ سے بسا اوقات عورتیں سخت گندہ میں مبتلا رہتی ہیں اور کوئی چارہ کار نہیں پاتیں(۵)

(۶) بہت سی عورتوں کو ان کے خاوند معلقہ کر کے چھوڑ دیتے ہیں نان نفقہ نہیں دیتے اور

---

(۱) انما یحکم بموته قضاء لانه امر محتمل فما لم ینضم الیه القضاء لا یکون حجة (الدر المختار) قال المحقق فی التتمة: (قوله قضاء) ان هذا ای ما روی عن ابی حنیفة من تفویض موته الی رای القاضی نص علی انه یحکم بموته قضاء (مطلب فی الافتاء بمذهب مالک فی زوجة المفقود ۴/۲۹۷ ط سعید)

(۲) وحاصله انه اذا کان الزوج للصغیر والصغیرة غیر الاب والجد فلهما الخیار بالبلوغ او العلم به فان اختار الفسخ لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء (رد المحتار باب الولی ۴/۷۰ ط سعید)

(۳) وصفة اللعان ان یبتدئ القاضی بالزوج فیشهد اربع مرات ... واذا التعنا لا تقع الفرقة حتی یفرق القاضی بینهما (هدایة باب اللعان ۲/۴۱۸ ط مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

(۴) ایضاً

(۵) وبحرمة المصاهرة لا یرتفع النکاح حتی لا یحل لها التزوج الا بعد المتارکة (الدر المختار) قال المحقق فی التتمة: وعبارة الحاوی الا بعد تفریق القاضی او بعد المتارکة وقد علمت ان النکاح لا یرتفع بل یفسد (باب المحرمات ۳/۳۷ ط سعید)

کی طرح راہ راست پر نہیں آتے ایسے وقت شافعی ائمہ کے مذہب کے موافق قاضی تفریق کر سکتا ہے لیکن قاضی شرعی نہ ہونے کی وجہ سے ہزاروں عورتیں مبتلائے عذاب ہیں اگر غیر مسلم تفریق کا حکم بھی کردے تاہم نکاح منفسخ نہیں ہوگا۔(۱)

(۷) اگر عورت کو مرد نے طلاق نہیں دی ہے مگر عورت نے طلاق دے دینے کا دعویٰ کردیا اور گواہ پیش کر دیئے اور موجودہ عدالت نے طلاق تسلیم کر کے تفریق کا حکم کردیا تو یہ حکم شرعی عدالت نہ ہونے کی وجہ سے کالعدم ہے البتہ شرعی عدالت ہوتی اور قاضی مسلم یہ حکم کرتا تو درست ہو جاتا اور عورت بعد عدت دوسرا نکاح کر لیتی تو زنا کے گناہ میں گرفتار نہ ہوتی۔(۲)

(۸) عنین کے معاملے میں اور مجنون کے معاملے میں قاضی شرعی کا فیصلہ ضروری ہے غیر مسلم حاکم اگر نکاح کو فسخ بھی کردیں جب بھی شرعاً وہ منفسخ نہیں ہوتا اور زوجین یا دونوں میں سے ایک گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔(۳)

(۹) رمضان شریف کے چاند دیکھنے عید کے چاند دیکھنے کی شہادت قبول کرنا اور صوم یا فطر کا حکم دینا قاضی مسلم کا کام ہے جس کے نہ ہونے سے بہت سے جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔(۴)

اسی طرح اور بہت سے مسائل ہیں جن کا شرعی فیصلہ مسلمان قاضی پر موقوف ہے۔ واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفر لہٗ

(۱۔۲) عہدہ قضا کے استحقاق کے لئے صلاحیت واستعداد شرط ہے

(۳) قاضی مقرر کرنے کا حق مسلمان حاکم کو ہے وہ نہ ہو تو مسلمان جماعت کو ہے

(۴) قاضی کن اوصاف کے آدمی کو بنانا چاہئیے؟

(۵) قاضی کی خدمت اجازت کے بغیر انجام نہیں دینی چاہئیں.

(سوال) قضاءت ازروئے شرع شریف خاندانی حق یا ورثہ (ترکہ) ہے یا نہیں؟(۲) اگر ورثہ ترکہ

---

(۱) والحاصل ان التفريق بالعجز عن النفقة جائز عند الشافعي حال حضرة الزوج وكذا حال غيبته مطلقاً والحالة الاولى جعلها مشايخنا حكماً مجتهداً فيه فينفذ فيه القضاء (رد المحتار، مطلب في فسخ النكاح بالعجز عن النفقة وبالغيبة ۳/ ۵۹۰ ط سعيد)

(۲) وينفذ القضاء بشهادة الزور ظاهراً وباطناً في العقود والفسوخ كاقالة وطلاق (تنوير الابصار وشرحه) قال المحقق في الشامية (قوله والفسوخ) ادعت انه طلقها ثلاثا وهو ينكر واقامت بينة زور فقضى بالفرقة فتزوجت بآخر بعد العدة حل له وطؤها وان علم بحقيقة الحال وحل لاحد الشاهدين ان يتزوجها ولا يحل للاول وطؤها ولا يحل لها تمكينه (رد المحتار، مطلب في القضاء بشهادة الزور ۵/ ۴۰۵ ط سعيد)

(۳) ولا بانت بالتفريق من القاضي ان ابى طلاقها بطلبها (تنوير الابصار وشرحه الدر المختار مع رد المحتار باب العنين وغيره ۵/ ۴۹۸ ط سعيد)

(۴) وقبل بلا دعوى وبلا لفظ اشهد وبلا حكم ومجلس قضاء لانه خبر لا شهادة للصوم مع علة غيم وشرط للفطر مع العلة والعدالة نصاب الشهادة ولفظ اشهد (تنوير الابصار وشرحه الدر المختار مع رد المحتار كتاب الصوم ۲/ ۳۸۵، ۳۸۶ ط سعيد)

نہیں ہے تو شرعی قانون کے مطابق قاضی بنانے کا حق ہندوستان جیسے مقام میں کس کو ہے ؟ (۳) کیا غیر مسلم حاکم بغیر رضامندی جماعت مسلمین قاضی کسی کو مقرر کر سکتا ہے ؟ (۴) قاضی کیسے آدمی کو بنانا افضل ہے ؟ اس کی افضیلت کے کیا کیا اوصاف ہیں (۵) شرعی قاضی کی موجودگی میں منصب امامت صلوٰۃ جمعہ وغیرہ واقامت جمعہ واحیاء وغیرہ دوسرے کو شرعاً حاصل ہے یا نہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۱۳۴۶ عبدالمجید صاحب (مدراس) ۷ ۲ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۴۷) (۱) عہدہ قضا کا استحقاق صرف وراثت کے طور پر نہیں ہو تا بلکہ صلاحیت و استعداد لازم ہے ہاں صلاحیت اور استعداد رکھنے والے متعدد شخصوں میں سے اس کو ترجیح دی جائے جو قاضی سابق کا فرزند یا قریب ہو لیکن قاضی سابق کے فرزند یا قریب میں صلاحیت اور اہلیت نہ ہو تو اجنبی کو جو صلاحیت اور اہلیت رکھتا ہو مقدم رکھا جائے گا (۱)

(۲) قاضی بنانے کا حق مسلمان حاکم کو ہے اور مسلمان حاکم نہ ہو تو مسلمان کی جماعت کو (۲)
اگر غیر مسلم حاکم کسی کو بشرط رضامندی جماعت مسلمین قاضی بنادے تو یہ بھی درست ہے (۳)

(۳) جماعت مسلمین کی رضامندی کے بغیر اگر غیر مسلم حاکم کسی کو قاضی بنادے تو وہ قاضی صحیح قاضی نہ ہوگا اگرچہ قانوناً قاضی قرار دے دیا جائے۔

(۴) ہندوستان میں قاضی اپنے اصلی مفہوم کے لحاظ سے قاضی نہیں بنائے جاتے بلکہ صرف نکاح پڑھانے اور عیدین کی امامت وغیرہ جیسے کام ان کے سپرد ہوتے ہیں اس لحاظ سے ہر نیک اور صالح پڑھا لکھا آدمی قاضی بنایا جا سکتا ہے (۴)

(۵) آج کل تو شرعی قاضی کی خدمات یہی ہیں اور جب ایسا شخص موجود ہو جو شرعی طور پر ان خدمات کی اہلیت رکھتا ہے اور یہ خدمات اس کو تفویض کی گئی ہیں تو دوسرے کسی شخص کو اس کی اجازت کے بغیر یہ کام نہ کرنے چاہئیں (۵) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

الجواب صحیح۔ فقیر محمد یوسف دہلوی

---

(۱) الصلاحیة للقضاء لها شرائط' منها العقل و منها البلوغ و منها الاسلام و منها الحریة و منها البصر الخ (بدائع الصنائع' کتاب آداب القاضی ۳/۷ ط سعید)

(۲) واما بلاد علیها ولاة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد و یصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین (رد المحتار' قبیل مطلب فی حکم تولیة القضاء فی بلاد تغلب علیها الکفار ۵/۳۶۹' ط سعید)

(۳) اذا ولی الکافر علیهم قاضیا و رضیه المسلمون صحت تولیته بلاشبهة (رد المحتار' مطلب فی حکم تولیة القضاء فی بلاد تغلب علیها الکفار ۵/۳۶۹' ط سعید)

(۴) حوالہ بالا

(۵) واعلم ان صاحب البیت و مثله امام المسجد الراتب اولی بالامامة من غیره مطلقا (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار' باب الامامة ۱/۵۵۹' ط سعید)

زوجین کے درمیان انگریز عدالت کے مسلم جج تفریق کر سکتے ہیں!

(سوال) اگر زوجین میں تفریق کی ضرورت ہو تو اس ملک میں کون تفریق کر سکتا ہے؟ کیونکہ حاکم وقت نصاریٰ کی طرف سے کوئی قاضی مقرر نہیں ہے اور مسلمانوں کی تراضی و اتفاق سے بھی کسی کو منصب قضا نہیں ملا ہے بعض علما حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ کی عبارت واذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور موکلة الی العلماء و یجب علی الامة الرجوع الیهم و یصرون ولاة فاذا عسر جمعهم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا اقرع بینهم سے ہر عالم کو قاضی تصور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر ذی علم اس وقت اس ملک میں تفریق کر سکتا ہے حاکم وقت نصاریٰ کی طرف سے جو جج یا مجسٹریٹ یا اکسٹرا اسسٹنٹ ہیں اگر یہ علوم شریعت سے واقف ہوں اور مسلمان ہوں تو قاضی کے قائم مقام ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۴۸) ہاں ضرور انگریزی عدالتوں کے مسلم جج یا منصف قائم مقام قاضی شرعی کے ہو سکتے ہیں کیونکہ انکو حکومت کی طرف سے معاملات مخصوصہ اہل اسلام مثل طلاق نکاح میراث وغیرہ میں احکام شرعیہ کے موافق فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے(۱) حدیقہ ندیہ کی جو عبارت سوال میں مذکور ہے وہ یا تو دیانات پر محمول ہے کہ دیانات میں آج کل علماء بضرورت قائم مقام قاضی کے سمجھے جا سکتے ہیں لیکن فصل خصومات میں چونکہ گورنمنٹ کی طرف سے علما کو کوئی اختیار نہیں دیا گیا ہے اس لئے خصومات میں ان کا کوئی فیصلہ معتبر نہیں یا اس عبارت کا مفہوم یہ ہوگا کہ جہاں مسلمان حکام نہ ہوں وہاں کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے علماء کو اپنے فصل خصومات کے لئے والی بنالیں اور اگر مسلمان ایسا کریں تو بیشک ان علما کا فیصلہ معتبر ہوگا لیکن جب تک مسلمان ایسا نہ کریں اس وقت تک علما قائم مقام ولاۃ احکام نہیں ہو سکتے(۲) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) کبائر کا مرتکب شخص قاضی بننے کے لائق نہیں
(۲-۳) فاسق کے مکان کو محکمہ شرعیہ سمجھ کر اس میں شرعی امور کے تصفیہ کے لئے جانا جائز نہیں

---

(۱) یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرا (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار: مطلب ابو حنیفه دعی الی القضاء ثلاث مرات فابی ۵/ ۳۶۸ ط سعید)

(۲) ولو فقد وال لغلبة کفار وجب علی المسلمین تعیین وال و امام للجمعة (الدر المختار) قال المحقق فی الشامیه: و فی الفتح واذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منه کما هو فی بعض بلاد المسلمین غلب علیهم الکفار کقرطبة الآن یجب علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد منهم یجعلونه والیا فیولی قاضیاً و یکون هو الذی یقضی بینهم وکذا ینصبوا اماما یصلی بهم الجمعة (مطلب فی تولیه القضاء فی بلاد تغلب علیها الکفار ۵/ ۳۶۹ ط

(۴) کبائر کا مرتکب مردود الشہادۃ ہے
(۵) حرام مجلس کے انعقاد کے لئے چندہ دینا موجب فسق ہے
(۶) حق چھپانے والا مولوی بھی فاسق ہے
(۷) متبع شرع عالم دین کی توہین سخت گناہ ہے۔

(سوال) (۱) جوان پڑھ خاندانی قاضی کہ عیدین کی نماز کے لئے مع باجے کے گھوڑے پر سوار ہو کر عید گاہ جاتا ہو اور داڑھی منڈاتا ہو اور احکام شرعی پر آبائی رواج کو مقدم رکھتا ہو اور مسائل دینیہ سے بالکل نابلد ہو اور تارک صوم و صلوٰۃ ہو اور بدعت کے کاموں کو رواج دیتا ہو اور تعزیہ کے سامنے لوبان وغیرہ جلاتا ہو اور تعزیہ داروں کا حامی ہو ایسے شخص کو قاضی سمجھنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس سے نکاح پڑھوانا اور اس کی حمایت کرنا کیسا ہے ؟ (۲) ایسے قاضی کے مکان پر علماء کو امور شرعیہ کے تصفیہ کے لئے جانا درست ہے یا نہیں (۳) اور اس کے مکان کو محکمہ شرعیہ سمجھنا کیسا ہے ؟ (۴) جو شخص کہ باوجود ذی علم ہونے کے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتا ہو اور محرم میں لونڈے نچانے والوں اور مرثیہ سنانے والوں کا معاون و مددگار ہو بلکہ خود اس مجلس میں شریک ہوتا ہو اور رنڈیوں کا ناچ دیکھتا ہو اور محرم الحرام میں سر الشہادتین جیسی غیر معتبر کتاب کا واعظ ہو اور اسے خوب منہ بنا بنا کر پڑھتا ہو کہ سننے والے خوب روئیں اور یہ سمجھتا ہو کہ سامعین جتنا روئیں گے زیادہ ثواب ملے گا اور ہتک حرمت اہل بیت کا مرتکب ہو اور باوجود حکم شرعی دیکھ لینے کے بھی باز نہ آتا ہو اور علمائے محققین کے فتوٰی کو جو ادلہ شرعیہ کے موافق ہو محض اپنی ضد اور نفسانیت سے نہ مانتا ہو ایسے شخص کی گواہی شرعاً مقبول ہے یا نہیں (۵) جو مولوی کہ بزرگوں کے عرس مروجہ فی العوام میں جہاں رنڈیوں کا ناچ وغیرہ لہو و لعب ہوتا ہو چندہ دے اور لوگوں سے چندہ وصول کرائے اور ترغیب دے وہ کیسا ہے ؟ (۶) جو مولوی بایں خیال کہ عوام مجھ سے بد ظن ہو جائیں گے میری بے قدری ہو گی اور روزی میں نقصان پہنچے گا حق بات کو چھپائے اور معلوم ہو کر فتوٰی نہ دے وہ کیسا ہے اور ایسے شخص سے فتوٰی پوچھنا کیسا ہے ؟ (۷) ممنوعات شرعیہ سے روکنے والے علما کو سخت سست کہنا اور ان کی ہتک عزت کے درپے ہونا کیسا ہے ؟ **المستفتی** فقیر بلد ارخاں ملقب بہ نبی بخش چشتی عفی عنہ (مالی گاؤں)

(جواب ۲۴۹) جس شخص میں یہ باتیں ہوں کہ ڈاڑھی منڈاتا ہو اور ناجائز باجے کے ساتھ عید گاہ کو نماز کے لئے جاتا ہو احکام شرعیہ پر رواج کو مقدم رکھتا ہو تارک صوم و صلوٰۃ ہو تعزیہ پر لوبان جلاتا ہو تعزیہ داروں کی اس بدعت میں حمایت کرتا ہو وہ فاسق ہے اور ہرگز قاضی بننے کے لائق نہیں (۱) ۔ (۲'۳) ایسے شخص کو قاضی بنانا اور اس کے پاس فیصلے کے لئے جانا جائز نہیں اور اس کے مکان کو محکمہ

---

(۱) لکن لا ینبغی ان یقلد الفاسق لان القضاء امانۃ عظیمۃ وھی امانۃ الاموال والابضاع والنفوس فلا یقوم بوفائھا الا من کمل ورعہ ثم تقواہ (بدائع الصنائع فصل واما بیان من یصلح القضاء ۳/۷ ط سعید)

شریعہ سمجھنا خطا ہے(۱) (۴) یہ شخص بھی فاسق اور مردود الشہادۃ ہے(۲) (۵) ایسے عرسوں میں جہاں رنڈیوں کا ناچ ہو اور محرمات و منکرات کا مجمع ہو جیسا آج کل اکثر عرسوں میں ہوتا ہے جانے اور چندہ دینے والے وہ بھی فاسق اور دین کو تباہ کرنے والا ہے(۳) (۶) ایسا مولوی بھی فاسق ہے (۷) عالم باعمل متبع شریعت کو برا کہنا اور اس کی توہین کرنا سخت گناہ ہے اور بسا اوقات یہ بات کفر تک پہنچ دیتی ہے(۴)

واللہ اعلم محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرس مدرسہ امینیہ سنہری مسجد دہلی

الجواب صحیح۔ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند۔ ۲۷ شعبان ۱۳۳۳ھ

تیسرا باب
دعویٰ اور گواہی

ٹیلی فون پر عادل گواہوں کی شہادت بھی مقبول نہیں

(سوال) رمضان المبارک کی انتیس تاریخ کو ٹیلی فون پر چار معتبر عادل گواہوں نے شہادت دی کہ ہم نے ہلال فطر دیکھا ہے ان چار آدمیوں کو اور ان کی آوازوں کو میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں اور پہچانتا ہوں جب کہ تمام کاروباری اور خانگی امور میں ٹیلی فون پر ان لوگوں کا اعتبار کیا جاتا ہے تو چاند کی گواہی کیوں نہ معتبر سمجھی جائے اور اب تو یہ معلوم ہوا ہے کہ آئندہ ٹیلی فون پر گفتگو کرنے والے کا فوٹو بھی سامنے آجایا کرے گا اگرچہ اب تک رائج نہیں ہے موجودہ شکل میں اور جو آئندہ آنے والی ہے کچھ فرق ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۸۸ مولانا حکیم محمد ابراہیم صاحب راندیر ضلع سورت ۲ صفر ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۵۰) ٹیلی فون کی حیثیت اگرچہ ٹیلی گراف سے مختلف ہے لیکن شہادت کے موقع پر دونوں کا حکم شرعی ایک ہے جس طرح کہ تار کے ذریعے سے شہادت ادا نہیں کی جاسکتی اسی طرح ٹیلی فون بھی ادائے شہادت کے لئے مفید و مقبول نہیں قانونی عدالتیں بھی تار یا ٹیلی فون پر شہادت قبول نہیں کرتیں اگر آئندہ فون پر بات کرنے والے کا فوٹو بھی سننے والے کے سامنے آجائے جب بھی باب شہادت

---

(۱) والفاسق اهلها فيكون اهله لكن لا يقلد وجوبا و يا ثم مقلده كقابل شهادته به يفتى (تنوير الابصار و شرحه الدرالمختار مع رد المحتار' مطلب في حكم القاضي الدرزي والنصراني' ٥/ ٣٥٥' ٣٥٦ ط سعيد)

(۲) اتفقوا على ان الا علان بكبيرة يمنع الشهادة ... لا تقبل شهادة من يجلس مجلس الفجور والمجانه والشراب وان لم يشرب (عالمگيريه' الفصل الثاني فيمن لا يقبل شهادته لفسقه ٣/ ٤٦٦' ط ماجديه كوئٹه)

(۳) قال السماع والقول والرقص الذي يفعله المتصوفه في زماننا حرام (عالمگيريه الباب السابع عشر في الغناء واللهو و سائر المعاصي ٥/ ٣٥٢ ط ماجديه كوئٹه) قال الله تعالى: ولا تعاونوا على الاثم والعدوان (الآية). (المائدة: ٢)

(٤) و يخاف عليه الكفر اذا شتم عالما او فقيها من غير سبب (البحر الرائق' باب احكام المرتدين ٥/ ١٣٢ ط بيروت)

میں وہ ناقابل اعتبار رہے گا تمام کاروبار کا اس پر مدار ہونا اور روزانہ لوگوں کا تجارتی اور نجی کاموں میں اسکو معتبر سمجھنا اس کے لئے کافی نہیں کہ شہادت میں بھی اس پر اعتبار کیا جائے جیسے کہ حکومت ہند کے اہم سے اہم کام تار کے ذریعے انجام پاتے ہیں لیکن ایگزیکیوٹو (انتظامی) صیغہ میں تار پر بھروسہ کرنے کے باوجود جوڈیشل (عدالتی) صیغہ اس کو معتبر نہیں سمجھتا۔

ہاں جب کہ کثرت تار یا ٹیلی فون کی وجہ سے کسی کو خبر کا یقین ہو جائے تو وہ شخصی طور پر عمل کے لئے کافی ہو سکتا ہے لیکن حکم کے لئے کافی نہیں کیونکہ اس پر رویت ہلال یا فطر یا عید کا عام حکم نہیں دیا جا سکتا۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جس گواہی سے حقوق العباد ضائع ہوں اس کا چھپانا حرام ہے۔

(سوال) ایک قوم قلیل التعداد تمام واقعات صحیحہ کے معلومات ہونے کے باوجود شہادت حقہ کا کتمان کرتی ہے اقرار صحیحہ سے سبکدوش نہیں ہوتی اور ایک مظلوم جو کہ عالمانہ حیثیت میں ہے فریب و دغابازی سے مبرا اور پاک ہے اس کی مظلومیت محفوظ نہیں رکھتی ایسی قوم کے لئے عند اللہ کیا سزا ہے اور باشندگان شہر کو ازروئے شریعت ایسی قوم کے ساتھ کیسا برتاؤ رکھنا چاہئیے ؟ المستفتی نمبر ۲۰۸۸ مولانا عبدالرحیم صاحب (چھاؤنی نیچ) ۲۹ رمضان ۱۳۵۶ھ مطابق ۴ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۵۱) ایسی شہادت کا کتمان کرنا جس سے حقوق العبد ضائع ہوں حرام ہے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

(۱) شرعی شہادت پر حکومت سے طلبانہ و خوراک نہیں لینا چاہئیے
(۲) شہادت شرعی ہو تو آمد و رفت کا کرایہ لینا جائز ہے
(۳) عدالت میں موجود شخص چال چلن کی تصدیق کرنے پر اجرت نہیں لے سکتا
(۴) رشوت کی تعریف
(۵) زبانی کوشش سے ہو سکنے والے کام کی اجرت لینا کیسا ہے ؟

(سوال) (۱) گورنمنٹ کسی شخص کو کسی کام کے لئے بلاتی ہے تو اس کو طلبانہ یعنی خوراک و کرایہ دیتی

---

(۱) ولو سمعه من وراء الحجاب لا يسعه ان يشهد لاحتمال ان يكون غيره اذالنغمة تشبه النغمة الا اذا كان فى الداخل وحده و دخل و علم الشاهد به ليس فيه غيره ثم جلس على المسلك و ليس له مسلك غيره فسمع اقرار الداخل ولا يراه لانه يحصل به العلم، و ينبغى للقاضى اذا فسرله لا يقبله (عالمگیریه الباب الثانى فى بيان تحمل الشهادة ۳ ۴۵۲ ط ماجدیه کوئٹه)

(۲) و سبب وجوبها طلب ذى الحق اوخوف فوت حقه بان لم يعلم بهاذو الحق و خاف فوته لزمه ان يشهد بلا طلب (الدر المختار مع رد المحتار: کتاب الشهادات ۵ ۴۶۱'۴۶۲ ط سعيد)

ہے اس کا لینا عند الشرع جائز ہے یا نہیں سی طرح اگر کوئی بھائی شہادت کے لئے لے جائے تو وہ بھی طلبانہ دیتا ہے اس کا کیا حکم ہے ؟(۲) اگر کوئی شخص کسی شخص کو شہادت کے لئے یا کسی اور کام کے لئے دوسری جگہ ضلع یا تحصیل میں لے جائے تو اس شخص کو اپنے کام کے چھوٹنے کا حرجانہ لینا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر لے سکتا ہے تو کس مقدار تک لے سکتا ہے ؟(۳) اگر کوئی نمبر دار وہیں عدالت میں موجود ہو اور کوئی شخص اس سے چال چلن یا حیثیت کی تصدیق کرائے تو اس سے حیثیت یا چال چلن کی تصدیق کرانے کے عوض کرایہ خوراک لینا جائز ہے یا نہیں ؟(۴) رشوت کی مفصل تعریف کیا ہے کہ جس سے رشوت وغیر رشوت میں امتیاز ہو سکے (۵) اگر کسی شخص کی صرف زبانی کوشش سے کسی کا کام ہو سکتا ہے تو اس کے عوض کچھ لینا جائز ہے یا نہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۲۱۰۰ عبدالمجید خاں نمبر دار روہتک ۷ شوال ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۵۲) (۱) گورنمنٹ سے طلبانہ وخوراک لینا جائز ہے شہادت اگر شرعی شہادت ہو تو اس پر اجرت وخوراک نہیں لینا چاہئے (۱)(۲) صرف کرایہ آمدورفت لے سکتا ہے بشرطیکہ شرعی شہادت ہو(۲)(۳) نہیں چاہئے (۳)(۴) جو کام کہ خود اس پر کرنا لازم ہے اس کے کرنے پر اجرت لینا یا حق کو رشوت لے کرنا حق کر دینا یہ رشوت ہے(۴)(۵) اس میں تفصیل ہے خاص صورت ظاہر کر کے اس کا حکم دریافت کرو۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ہندو کی گواہی ہندو کے لئے معتبر ہے مسلمان کے خلاف نہیں

(سوال) ہندو کی شہادت شریعت میں معتبر ہے یا نہیں ؟ از روئے شریعت ہندو کی گواہی ماننا چاہئے یا نہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۲۳۰۸ عبدالشکور صاحب (الہ آباد) ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۲ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۲۵۳) ہندو کی گواہی ہندو کے لئے معتبر ہو گی(۵) مسلمان کے خلاف ہندو کی گواہی مقبول نہیں ہو گی (۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) وکذا الکاتب اذا تعین لکن له اخذ الاجرة لا للشاهد حتی لو ارکبه بلا عذر لم تقبل و به تقبل بحدیث "اکرموا الشهود" وجوز الثانی الاکل مطلقا وبه یفتی (الدر المختار مع رد المحتار' کتاب الشهادات ۵ / ۴۶۳ ط سعید)

(۲) حواله بالا

(۳) حواله بالا

(۴) قال فی الشامیه: وفی المصباح: الرشوة ما یعطیه الشخص الحاکم وغیره لیحکم له او یحمله علی ما یرید (مطلب فی الکلام علی الرشوة والهدیه' ۵ / ۳۶۲ ط سعید)

(۵) تقبل من اهل الاهواء والذمی علی مثله وان اختلفا ملة کالیهود والنصاری (تنویر الابصار مع رد المحتار' باب القبول و عدمه ۵ / ۴۷۲ ط سعید)

(۶) وفی الاشباه: لا تقبل شهادة کافر علی مسلم الا تبعا (الدر المختار مع رد المحتار' باب القبول و عدمه ۵ / ۴۷۵ ط سعید)

طلاق یا بیوی کو بیچنے کی گواہی دینا جائز بعض صورتوں میں واجب ہے !

(سوال) اگر کوئی شخص اپنی بی بی کو طلاق دے یا خرید و فروخت کرے تو اس کی طلاق کی یا بیع کی شہادت دینا جائز ہے یا نہیں ؟ **المستفتی نمبر ۲۶۳۹** محمد خاں صاحب (آگرہ) ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۳۰ جولائی ۱۹۴۰ء

(**جواب ۲۵٤**) طلاق یا بیوی کو بیچنے کی شہادت دینا نہ صرف جائز بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

شرعی شہادت دینے کے لئے اجرت لینا جائز نہیں .

(سوال) گواہ کو اپنی گواہی دینے کی اجرت لینی جائز ہے یا نہیں یعنی طلبانہ جو دیا جاتا ہے یا اور کسی قسم کی چیز بطور مزدوری وغیرہ ۔ **المستفتی نمبر ۲۶۶۲** مولانا محمد یوسف صاحب فقیر ٗ دہلوی ۵ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ مطابق ۸ اپریل ۱۹۴۱ء

(**جواب ۲۵۵**) قانون شہادت انگریزی کے ماتحت جن گواہوں کے نام سمن نکلوائے جاتے ہیں اور عدالت میں طلب کر لیا جاتا ہے وہ سب شرعی طور پر شاہد نہیں ہوتے تو جو گواہ شرعی طور پر شہادت کے لئے طلب کیا جائے اس کو شہادت کی اجرت لینا ناجائز ہے لیکن وہ گواہ جس کو شرعی شہادت کے لئے طلب نہیں کیا گیا بلکہ خواہ مخواہ انگریزی قانون شہادت کے بل پر طلب کر لیا گیا ہے وہ شرعاً شاہد نہیں اور وہ اپنے وقت کی اجرت لے سکتا ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

داڑھی منڈے کی شہادت یا وکالت سے نکاح منعقد ہوتا ہے .

(سوال) داڑھی منڈانے والے کی شہادت یا وکالت شادی کے موقعہ پر جائز ہے یا نہیں ؟ سی طرح ایسے شخص کی رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کی گواہی لینا جائز ہے یا نہیں ؟ **المستفتی نمبر ۲۴۷۲** شیخ اعظم شیخ معظم (دھولیہ ضلع مغربی خاندیس) ۸ صفر ۱۳۵۸ھ مطابق ۳۰ مارچ ۱۹۳۹ء

(**جواب ۲۵٦**) داڑھی منڈانے والے کی شہادت یا وکالت سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے مگر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کو شاہد یا وکیل نہ بنایا جائے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ٗ دہلی

---

(۱) و یجب الاداء بلا طلب لو الشهادة فی حقوق الله تعالی وهی کثیرة ' کطلاق امراة (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار' مع رد المحتار ' کتاب الشهادات ۵ / ٤٦٣ ط سعید) (۲) و کذا لکاتب اذا تعین' لکن له اخذ الاجرة لا للشاهد حتی لو ارکبه بلا عذر لم تقبل' و به نقبل لحدیث "اکرموا الشهود" (الدر المختار مع ردالمحتار ' کتاب الشهادات ۵ / ٤٦٣ ط سعید) (۳) وشرط حضور شاهدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولهما معا علی الاصح فاهمین انه نکاح علی المذهب یجز مسلمین لنکاح مسلمة ولو فاسقین (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار) قال المحقق فی الشامیه (قوله ولو فاسقین) اعلم ان النکاح له حکمان' حکم الانعقاد' و حکم الاظهار' فالاول ماذکره والثانی انما یکون عند التجاحد فلا یقبل فی الاظهر الاشهادة من تقبل شهادته فی سائر الاحکام ، قبیل مطلب فی عطف الخاص علی العام ۳ / ۲۱' ۲۲' ۲۳ ط ...

مدعی ایک اور مدعی علیہ دو ہوں تو مدعی کے ذمہ دونوں کے سامنے ثبوت پیش کرنا ضروری ہے۔

(سوال) مشکور علی خاں بالغ بولایت اپنے باپ اسد علی خاں کے اپنا نکاح مسماۃ سلطان زمن بیگم نابالغہ کے ساتھ بولایت اس کے باپ محمد ظہیر الدین خاں کے ظاہر کرتا ہے اور محمد عبدالغنی خاں بولایت اپنے باپ حاجی عبدالوہاب کے اپنا نکاح مسماۃ سلطان زمن بیگم کے ساتھ بولایت اس کے باپ محمد ظہیر الدین خاں کے ظاہر کرتا ہے اور مسماۃ سلطان زمن بیگم کا باپ محمد ظہیر الدین خاں اپنے حلفیہ بیان میں روبروئے عدالت بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنی دختر مسماۃ سلطان زمن بیگم کا نکاح محمد عبدالغنی خاں ولد حاجی عبدالوہاب کے ساتھ کیا ہے مشکور علی خان کے ساتھ نہیں کیا۔

اب عبدالغنی خاں اثبات نکاح کا عدالت دہلی میں دعویدار ہے جس میں مشکور علی خاں مدعاعلیہ ہے اور مشکور علی خاں اثبات نکاح کا عدالت ریاست رام پور میں دعویدار ہے جس میں محمد عبدالغنی خاں مدعاعلیہ نہیں ہے۔

سوال یہ ہے کہ عبدالغنی خاں کو از روئے شرع شریف مدعاعلیہ بنانا چاہئے یا نہیں ؟ کیونکہ خوف یہ ہے کہ عدم موجودگی عبدالغنی خاں میں اگر مشکور علی خاں کامیاب ہو جائے تو اس نکاح کا کیا حال ہو گا جس میں عبدالغنی خاں کو مدعاعلیہ ریاست رامپور نے نہیں بنایا۔

(جواب ۲۵۷) مشکور علی خاں کے دعویٰ کا تعلق صرف سلطان زمن کے ساتھ نہیں بلکہ نکاح کے دوسرے دعویدار عبدالغنی خاں سے بھی ہے کیونکہ وہ بھی سلطان زمن کے نکاح کا مدعی ہے اس لئے مشکور علی خاں کو اپنے اثبات دعویٰ کے لئے ضروری ہے کہ وہ عبدالغنی خاں کو بھی مدعاعلیہ قرار دے اور اس کے ولی کے روبرو اپنی شہادت و ثبوت وغیرہ پیش کرے(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' مدرس مدرسہ امینیہ' دہلی۔

ثالث کے سامنے ایک شخص مدعی طلاق ہو' میاں بیوی منکر ہوں تو کیا حکم ہے۔

(سوال) زید نے خالد کو یہ الزام دیا کہ اے خالد تو نے اپنی منکوحہ ہندہ کو میرے سامنے تین طلاقیں دیں اور خالد و ہندہ سراسر انکار کرتے ہیں زید اور خالد نے فیصلے کے لئے ایک قاضی صاحب پر اتفاق کیا مگر ہندہ نے سراسر انکار کیا اور کہا کہ یہ قاضی صاحب ضرور میرے خلاف فیصلہ کریں گے زید و خالد فیصلے

---

(۱) ولا يقضي على غائب ولا له اى لا يصح بل ولا ينفذ على المفتى به بحر الا بحضور نائبه و من يقوم مقام الغائب (تنوير الابصار و شرحه الدر المختار) قال المحقق فى الشاميه (قوله ولا يقضي على غائب) اى بالبينة سواء كان غائبا وقت الشهادة او بعضها و بعد التزكية وسواء كان غائبا عن المجلس او البلد (كتاب القضاء مطلب فى امر الامير و قضائه ٥/ ٤٠٩ ط سعيد)

کے لئے قاضی صاحب کے پاس حاضر ہوئے زید نے بحیثیت مدعی ہونے کے دعویٰ کیا کہ خالد نے میرے روبرو اپنی منکوحہ ہندہ کو تین طلاق دیں اور خالد نے اس دعویٰ سے انکار کیا قاضی صاحب نے مدعی سے شہادۃ کا مطالبہ کیا مدعی نے دو گواہ پیش کئے قاضی صاحب نے خالد سے سوال کیا کہ ان دو گواہوں کی شہادت پر جو فیصلہ مرتب ہو گا وہ تجھے منظور ہے یا نہیں؟ خالد نے کہا کہ اگر فلاں گواہ مسمی بکر حلف اللہ کہہ کر شہادت دے تو مجھے منظور ہے قاضی صاحب نے گواہ مسمی بکر کو کہا کہ زید نے جو دعویٰ کیا ہے اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے قسم اٹھا کر تو شہادت دینے کے لئے تیار ہے یا نہیں؟ بکر گواہ نے کہا کہ پہلے خالد قسم اٹھائے کہ میں نے ہندہ کو تین طلاق نہیں دیں تب میں قسم اٹھاؤں گا لیکن قاضی نے بکر کو کہا کہ مدعا علیہ کا حق قسم کھانے کا نہیں ہے ہذا قسم تمہیں ہی اٹھانی پڑے گی بیان بکر ہے کہ واللہ باللہ تعالیٰ خالد نے میرے سامنے ہندہ منکوحہ کو تین طلاق دیں بیان گواہ مسمی عمرو کہ خالد نے میرے سامنے منکوحہ کو تین طلاق دیں اگر میری شہادت کاذبہ ہو تو میری منکوحہ پر طلاق ہے قاضی صاحب نے فیصلہ سنادیا کہ خالد کی منکوحہ ہندہ کو تین طلاق خالد پر حرام ہے۔

اب علمائے اسلام کا آپس میں اختلاف ہو گیا اکثر علماء کی یہ رائے ہے کہ قاضی صاحب کا فیصلہ نافذ نہیں ہوا۔ **المستفتی** نمبر ۲۰۵۰ امرزا خاں ۷ رجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۳۷ء

(**جواب ۲۵۸**) کسی شخص کا یہ کہنا کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے جب کہ زوج اور زوجہ دونوں طلاق کے منکر ہوں یہ دعویٰ نہیں ہے کیونکہ دعویٰ اپنا حق طلب کرنے کا نام ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اجنبی اس اخبار میں اپنا کوئی حق طلب نہیں کر رہا بلکہ ایک حق اللہ یعنی حرمت زوجہ علی زوجہا کی خبر دے رہا ہے جو حقیقۃ شہادت ہے پس اس کا یہ قول دعویٰ قرار نہیں دیا جا سکتا اور اس بنا پر اس کا یہ قول غیر مجلس قضا میں لغو ہے اور اس لغویت کی وجہ سے یہ خصم نہیں بن سکتا اور جب یہ خصم نہیں ہوا تو اس کی اور زوج کی جانب سے تحکیم صحیح نہیں ہوئی کیونکہ تحکیم خصمین کی طرف سے ہوتی ہے اور صورت مسئولہ میں خصمین کا وجود ہی نہیں ہوا پس حکم کے سامنے جو شہادتیں ہوئیں وہ بھی غیر معتبر اور حکم کا فیصلہ بھی غیر معتبر۔(۱)

ہاں اس معاملے میں یہ اجنبی بھی ایک شاہد ہے اور طلاق کی شہادت دینے کے لئے دعویٰ بھی شرط نہیں مگر شہادت ادا کرنے کے لئے مجلس قضا شرط ہے اگر یہ اجنبی قاضی شرعی کے سامنے مجلس قضا میں جا کر شہادت دیتا کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے اور قاضی اس شہادت پر کارروائی کرتا تو وہ درست ہوتی(۲) بشرطیکہ شاہد کی طرف سے ادائے شہادت میں تاریخ طلاق سے غیر ضروری

---

(۱) التحکیم هو لغة جعل الحکم فیما لک لغیرک و عرفا تولیة الخصمین حاکما یحکم بینهما (تنویر الابصار وشرحه الدر المختار مع رد المحتار باب التحکیم ۵/ ۴۲۸ ط سعید)

(۲) هی اخبار صدق لاثبات حق بلفظ الشهادة فی مجلس القاضی (تنویر الابصار مع رد المحتار کتاب الشهادات ۵/ ۴۶۱ ط سعید)

تاخیر نہ ہوئی ہوتی، کیونکہ قاضی شرعی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ حقوق اللہ کی حفاظت کے لئے کارروائی کرے(۱) اور حکم اسی وقت قاضی کے قائم مقام ہو سکتا ہے جب کہ خصمین اس کو اپنی طرف سے فیصلے کا حق دیں اور جب تک خصومت متحقق نہ ہو تحکیم متحقق نہیں ہو سکتی(۲) پس صورت مسئولہ میں لفظ قاضی صاحب سے مراد اگر حکم ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو میرے نزدیک یہ تمام کارروائی عبث ہوئی واللہ تعالیٰ اعلم۔ دوسرے علمائے تحریر سے بھی تحقیق کی جائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(نوٹ) مکمل استفتاء مذکورہ بالا کتاب الطلاق باب متفرقات میں بھی درج کیا گیا ہے وہاں اس کے ساتھ حضرت مولانا تھانوی کی رائے بھی تحریر ہے۔ (واصف منتی عنہ)

عورت کے غلط دعویٰ پر قاضی کا فسخ نکاح قضاء صحیح ہوگا

(سوال) ہندہ نے خلاف واقعہ باغوائے چند اشخاص جو بدنیتی سے اپنے کسی عزیز کے ساتھ عقد کرنا چاہتے ہیں اپنے شوہر پر مظالم و عدم ادائے حقوق زوجیت کا دعویٰ عدالت منصفی میں کر کے فسخ نکاح کی درخواست کی ہے جب کہ عورت اس دعویٰ میں بالکل خلاف واقع اور جھوٹ کہتی ہو تو ایسی صورت میں کیا حکم حاکم فسخ نکاح ہو سکتا ہے؟ **المستفتی نمبر ۲۶۶۳** چودھری عبدالعزیز امروہہ۔ ۲۴ صفر ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۹۴۱ء۔

(جواب ۲۵۹) اگر عورت کا دعویٰ غلط اور خلاف واقع ہے تو شوہر کو لازم ہے کہ وہ حاکم پر یہ بات واضح کر دے اور عورت کے بیان کا غلط ہونا ثابت کر دے تاکہ حاکم عورت کو ڈگری نہ دے لیکن اگر حاکم پر عورت کے بیان کی غلطی واضح نہیں ہوئی اور اس نے عورت کو سچا سمجھتے ہوئے نکاح کو فسخ کر دیا تو قضاء یہ فسخ صحیح ہو گا مگر خدا کے نزدیک عورت اور جھوٹی گواہی دینے والے شخص سے نکاح کرے گی تو نکاح بشرط کفو و مہر مثل صحیح ہو گا۔(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔

---

(۱) و متی اخر شاهد الحسبة شهادته بلا عذر فسق فترد کطلاق امراة (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار کتاب الشهادات ۴۶۳/۵ ط سعید)

(۲) وادب القاضی التزامه لماندب الیه الشرع من بسط العدل و رفع الظلم و ترک المیل والمحافظة علی حدود الشرع و الجری علی سنن السنة (عالمگیریه الباب الاول فی تفسیر معنی الادب والقضاء ۳۰۶/۳ ط ماجدیه کوئٹه) (۳) تفسیره تصییر غیره حاکما فیکون الحکم فیما بین الخصمین کالقاضی (عالمگیریه باب الرابع و العشرون فی التحکیم ۳۹۷/۳ ط ماجدیه کوئٹه)

(۴) و ینفذ القضاء بشهادة الزور ظاهرا و باطنا فی العقود والفسوخ کاقالة وطلاق (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار) قال المحقق فی الشامیه (قوله والفسوخ) ادعت انه طلقها ثلاثا وهو ینکر و اقامت بینة زور فقضی القاضی بالفرقة فتزوجت بآخر بعد العدة حل له وطؤها وان علم بحقیقة الحال (رد المحتار مطلب فی القضاء بشهادة الزور ۴۰۵/۵ ط سعید) عن عبدالرحمن بن ابی بکرة قال کنا عند رسول الله ﷺ فقال الا انبئکم باکبر الکبائر ثلاثا ... و شهادة الزور (صحیح الاسناد مسلم باب الکبائر واکبرها ۶۴/۱ ط قدیمی کتب خانه کراچی)

حسبت پر مبنی شہادت بلاوجہ تاخیر سے غیر مقبول ہو جاتی ہے

(سوال) جناب کے حافظے اور مجموعہ فتاویٰ میں یہ سوال و جواب ہوگا کہ زید نے کہا "میں نے زمین و آسمان پیدا کئے، وغیر ذلک" پھر آٹھ ماہ کے بعد شہادت ہوتی ہے اور زید کے دعویٰ خدائی کا تذکرہ جس پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا سوال پیدا ہوا جس کی پوری تفصیل آپ کے پاس جا چکی ہے اور جناب نے یہ جواب مرحمت فرمایا تھا کہ "زید کا قول معتبر ہوگا ان لوگوں کا قول جو آٹھ دس ماہ کے بعد اس کا اظہار کرتے ہیں نا قابل التفات ہے"

لہذا گزارش ہے کہ جناب تھوڑی سی وقت کی قربانی دیکر شاہدین کی شہادت کا نا قابل التفات ہونے کی جو بنیاد ہے اور دلیل شرعی مع عبارات کتب مرحمت فرمائیں۔ **المستفتی** نمبر ۲۷۳۱ محمد سجاد (مدارس) ۲۷ جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۲ جولائی ۱۹۴۲ء

(جواب ۲۶۰) زید کا قول معتبر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا قول مع حلف کے معتبر ہوگا اور شہود کی شہادت معتبر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ شہادت دیانت اور حسبت یعنی للّٰہیت پر مبنی ہے اور ایسی شہادت بلاوجہ معقول تاخیر کرنے سے نا مقبول ہو جاتی ہے **ومتی اخر شاهد الحسبة شهادته بلاعذر فسق فترد** (درمختار) (۱) اس کے علاوہ یہ شہادت ردة پر ہے اور اس میں جب مشہود علیہ انکار کردے اور شہادتین کا اقرار کرلے تو شہادت شاہدین بے اثر ہو جاتی ہے۔ **شهد واعلى مسلم بالردة وهو منكر لا يتعرض له** (درمختار) (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

(۱) مرض الموت میں مملوکہ زمین ایک بیٹے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے.
(۲) خرید و فروخت پر گواہوں کی گواہی معتبر ہے
(۳) شہادت کے لئے لفظ اشہد کافی ہے
(۴) عادل گواہ کی گواہی میں کذب کا عقلی احتمال شرعاً و عرفاً معتبر نہیں

(الجمعیۃ مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

(سوال) ایک شخص نے اپنا ایک قطعہ اراضی (جو اس کی ملکیت میں صرف وہی قطعہ تھا) اپنے مرض الموت میں اپنے چار بیٹوں میں سے ایک بیٹے کے ہاتھ فروخت کیا اور بیٹے نے بطور سند و حجت باپ سے ایک خط لکھوا کر اپنے پاس رکھ لیا اب اس بیع کی وفات کے بعد بقیہ تین فرزندوں نے اپنے چوتھے بھائی کیساتھ اس متروکہ قطعہ اراضی پر شرکت کا دعویٰ کیا ہے مگر وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے یہ قطعہ زمین قیمتاً خریدا ہے جس کی شہادت میں وہی خط پیش کرتا ہے جو بطور سند باپ سے لکھوایا تھا مگر

---

(۱) كتاب الشهادات ٥/٤٦٣ ط سعيد

(۲) باب المرتد' مطلب جمله من لا يقتل اذا ارتد' ٤/ ٢٤٦ ط سعيد

قاضی اس خط کو حکم الخط یشبه الخط رد کرتا ہے پھر وہی مشتری اپنی طرف سے دو گواہ پیش کرتا ہے ایک کاتب یعنی جس نے وہ خط لکھا تھا دوسرا گواہ جس کا نام بھی اسی خط پر مرقوم ہے اب مندرجہ ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں :-

(۱) مرض الموت میں ایک قطعہ اراضی کو اپنے دیگر وارثوں کو محروم کرنے کی نیت سے فروخت کر دینا جائز تھا یا نہیں جب کہ وہی ایک قطعہ اراضی کل ملکیت تھی (۲) جب کہ حکم الخط یشبه الخط مرقوم شدہ بیع نامہ شرعاً رد کیا جا سکتا ہے تو پھر اس کا کاتب اور اس پر مرقوم شدہ گواہ کس طرح اور کس دلیل کی بناء پر شرعاً مقبول ہو سکتے ہیں (۳) اگر بفرض محال ان گواہوں کو شرعاً تسلیم کیا جائے تو پھر ان کی شہادت بغیر حلف کے معتبر ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ اگرچہ قاضی ان کی شہادت بغیر حلف کے قبول کرتا ہو (۴) جب الخط یشبه الخط کے اصول کے مطابق مدعا علیہ کے خط کو بوجہ احتمال مشابہۃ الخط کے مسترد کیا جاتا ہے تو پھر اگر کاتب اور مرقوم شدہ گواہ کو تسلیم کیا جائے گا تو اس حالت میں ان ہر دو گواہوں کی زبانی شہادت میں احتمال کذب کا موجود ہے یا نہیں ؟ اگر واقعی احتمال کذب موجود ہے تو پھر بروئے قانون اصولی اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال مذکورہ صورت میں بطل الشواهد کا حکم دیا جا سکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۶۱) (۱) بیع جائز ہے کیونکہ یہ تبرع نہیں ہے عقد معاوضہ ہے(۱) (۲) ان لوگوں کی گواہی مقبول ہو سکتی ہے کیونکہ خط کا رد کر دینا اس وجہ سے تھا کہ اس کا ثبوت نہ تھا تو اس کا ثبوت پیش کرنے اور ثابت کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں(۲) (۳) شہادت میں لفظ اشہد کافی ہے پس یہ لفظ ہی قائم مقام حلف کے ہے اس کے علاوہ مزید حلف ضروری نہیں ہے(۳) (۴) شاہد عادل کی زبانی شہادت میں کذب کا عقلی احتمال شرعاً عرفاً قابل اعتبار نہیں ورنہ باب شہادت ہی مسدود ہو جائے گا(۴) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

عورت یا مرد کے دعویٰ کے بغیر ان کے نکاح پر کسی کی شہادت مقبول نہیں.

(سوال) مسمی امان خان یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مسماۃ صاحبزادی نے حکیم محمد شریف سے نکاح کیا اور یہ ہر

---

(۱) اما تعریفها فمبادلة المال بالمال بالتراضی و اما رکنه فنوعان احد هما الایجاب والقبول والثانی واما حکمه فثبوت الملك فی المبیع للمشتری و فی الثمن للبائع اذا کان البیع تاما (عالمگیریه' الباب الاول فی تعریف البیع ورکنه وشرطه و حکمه ۳/۲' ط ماجدیه کوئٹه)

(۲) ونصابها لغیرها من الحقوق سواء کان الحق مالا اوغیره کنکاح و طلاق ووکالة واستهلال صبی ولو للارث رجلان او رجل وامراتان (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار' کتاب الشهادات ۵/ ۴۶۵' ط سعید)

(۳) ورکنها لفظ اشهد لاغیر لتضمنه معنی مشاهدة و قسم واخبار للحال (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار مع ردالمحتار' کتاب الشهادات ۵/۴۶۲' ط سعید)

(۴) والعدالة و هی شرط وجوب القبول علی القاضی لا جوازه کذافی البحر الرائق (عالمگیریه' الباب الاول فی تعریفها ورکنها و سبب ادائها ۳/ ۴۵۰' ط ماجدیه کوئٹه)

دو یعنی مسماۃ صاحبزادی اور حکیم محمد شریف اس نکاح سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے درمیان انعقاد نکاح ہوا ہی نہیں امان خاں انعقاد نکاح کے دو گواہ پیش کرتا ہے بیان یہ ہے کہ مسماۃ صاحبزادی کا جس روز نکاح ہوا اس روز صرف جان محمد، نور محمد دو اشخاص موجود تھے اور مسماۃ صاحبزادی و حکیم محمد شریف تھے اور کوئی نہیں تھا حکیم نے کہا کہ میں اس سے نکاح کرتا ہوں اور مسماۃ صاحبزادی نے تین دفعہ کہا کہ میں نے تجھ کو اپنا تن بخشا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ امان خاں جو ایک ثالث شخص ہے جس نے دعویٰ نکاح کیا باوجودیکہ مسماۃ صاحبزادی و حکیم محمد شریف انکار کر رہے ہیں اس ثالث شخص کے پیش کئے ہوئے گواہوں کی شہادت سے نکاح ثابت ہو گا یا نہیں؟

(جواب ۲۶۲) نکاح پر بغیر دعویٰ احد از زوجین شہادت مقبول نہیں پس جب تک زوجین میں سے کوئی نکاح کا مقر نہ ہو کسی تیسرے شخص کا شہادت پیش کرنا غیر معتبر ہے جن چیزوں میں شہادت بغیر دعویٰ مسموع ہو جاتی ہے وہ خالص حقوق اللہ ہیں نکاح ان میں داخل نہیں(۱) واللہ اعلم۔

چوتھا باب
منصب افتا اور مفتی کے فرائض

مطلقہ مغلظہ جھوٹی گواہی کی بناء پر مفتی کے فتویٰ سے حلال نہیں ہوتی.

(سوال) ایک شخص نے اپنی منکوحہ کو طلاق مغلظہ دی اور طلاق نامہ لکھ دیا چند روز کے بعد اس نے کہا کہ میں نے شرطی طلاق دی ہے اور جھوٹے گواہ لے جا کر مفتی سے فتویٰ لا کر اس کو حلال سمجھ کر اپنے تصرف میں لاتا ہے؟ المستفتی نمبر ۳۷۰ ینگ مسلم تورانی کلب ڈیگون۔ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ مطابق ۹ جولائی ۱۹۳۴ء

(جواب ۲۶۳) اگر شخص مذکور بلا شرط طلاق دے چکا ہے اور تین طلاقیں دی ہیں تو اس کی زوجہ اس کے لئے حرام ہو چکی ہے(۲) جن لوگوں نے جھوٹی گواہی دی وہ سخت گنہ گار اور فاسق ہوئے(۳) اور ان کی جھوٹی گواہی کی بناپر اور مفتی کے فتوے سے وہ عورت اس شخص کے لئے حلال نہیں

---

(۱) و یجب اداؤها بالطلب ولو حکما کما مر لکن وجوبه بشروط سبعه مبسوطة فی البحر وغیره منها عدالة قاض و قرب مکانه و طلب المدعی لو فی حق العبد (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار کتاب الشهادة ۵ ۴۶۳ ط سعید)

(۲) وان کان الطلاق ثلثا فی الحرة لم تحل له حتی تنکح زوجا غیره (هدایه فصل فیما تحل به المطلقة ۲ ۳۹۹ ط مکتبه شرکت علمیه ملتان)

(۳) عن عبدالرحمن بن ابی بکرة قال کنا عند رسول الله ﷺ فقال الا انبئکم باکبر الکبائر ثلثا الاشراك بالله و عقوق الوالدین و شهادة الزور (صحیح الامام مسلم باب الکبائر واکبرها ۱ ۶۴ ط قدیمی کتب خانه کراچی)

ہو جائے گی کیونکہ مفتی کا فتویٰ تو بیان سائل پر ہوتا ہے اگر بیان جھوٹا ہو تو مفتی اس کا ذمہ دار نہیں اور نہ اس کے فتوے سے حرام چیز حلال ہو سکتی ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

بغیر علم کے فتویٰ دینا حرام ہے۔

(سوال) زید نہ فقہ حدیث صرف و نحو کی عبارت پڑھ سکتے ہیں نہ سمجھ سکتے ہیں نہ قرآن صحیح پڑھ سکتے ہیں ناحق فتویٰ دیتے ہیں، اور لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرتے ہیں گویا پیشہ ہی یہ ہے کسی سے قرض لیتے ہیں تو دینا نہیں جانتے جھوٹ بول کر دغا و مکر سے لوگوں کا مال غصب کرتے ہیں آیا ایسے لوگوں سے خلط ملط رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۵۲۲ عبدالرحمن (ضلع ناسک) ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۲٦٤) بغیر علم کے فتویٰ دینا حرام ہے(۲) اور لوگوں کے حقوق غصب کرنا جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(جواب ۲٦٥) (۵۵۳) واقعہ مذکورہ فی السوال کے متعلق دو فتوے میں پہلے لکھ چکا ہوں یہ تیسرا ہے اور افسوس کہ پہلے فتووں کی نقل بھی میرے پاس موجود نہیں رکھی گئی اگر جوابوں میں کچھ اختلاف نظر آئے تو وہ بیان سائل کے اختلاف پر مبنی ہوگا کیونکہ مفتی کے پاس اس بات کے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ کون سا بیان سچا اور واقعہ کے مطابق ہے اور کون سا جھوٹا اور واقعہ کے خلاف ہے۔ محمد کفایت اللہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۵ جولائی ۱۹۳۵ء

یہ فیصلہ کرنا اہل شوریٰ کا کام ہے کہ فلاں کام دارالعلوم کے لئے مضر ہے یا نہیں؟

(سوال) مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم جن کے رسالے (مساوات اسلامی) کی وجہ سے ہندوستان کی بہت بڑی مسلم آبادی کے قلوب مجروح ہوئے ہیں اور دارالعلوم کو ہزار ہا روپے کا نقصان برداشت کرنا پڑا ہے دارالعلوم میں رکھنے کے لائق ہیں یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۲٦۴ نظم جمعیۃ الطلبہ دارالعلوم دیوبند ۲ شعبان ۱۳۵۴ھ مطابق ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲٦٦) دارالعلوم کو ایسی باتوں سے محفوظ رکھنا جو اس کی حالت مالیہ وانتظامیہ اور وقار کے لئے

---

(۱) فالحاكم مجبر منفذ والمفتي مخبر غير منفذ والمفتي مخبر غير منفذ (اعلام الموقعين لا يفتي و لا يحكم الا بما يكون عالما بالحق فيه' ٤ ١٣٣ ط دار الكتب العلمية' بيروت)

(۲) من افتى الناس وليس باهل للفتوى فهو آثم وعاص (اعلام الموقعين ٤ ١٦٦ ط دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) عن سليمان بن عمرو بن الاحوص عن ابيه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول فان دماءكم و اموالكم واعراضكم بينكم حرام (جامع الترمذي' باب ماجاء في تحريم الدماء والاموال ۲ ۳۹ ط سعيد)

مضر ہوں اہل شوریٰ کا فرض ہے اور یہ فیصلہ کرنا کہ فلاں امر دارالعلوم کے لئے مضر ہے یا نہیں یہ بھی اہل شوریٰ کا منصب ہے میں شخص سے متعلق اظہار رائے بھی مفتی کے منصب سے خارج سمجھتا ہوں چہ جائیکہ حکم شرعی لگانا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

مسئلہ پوچھنے پر عالم کا یہ کہنا' جاؤ میں نہیں جانتا' کیسا ہے ؟

(سوال) امام صاحب سے اگر کوئی مقتدی شرعی مسئلہ دریافت کرے تو کیا امام صاحب کو از روئے شریعت اسلام مقتدی کو یہ جواب دینا جائز ہوگا کہ جاؤ میں نہیں جانتا اگر مقتدی اس پر اصرار کرے تو امام صاحب کا یہ کہنا کہ مجھے تمہاری پرواہ نہیں خواہ میرے پیچھے نماز پڑھو یا نہ پڑھو جائز ہے یا ناجائز" المستفتی نمبر ۸۴۲ عبدالمجید خاں (شملہ) ۱۷ محرم ۱۳۵۵ھ مطابق ۹ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۲۶۷) امام صاحب کو اگر وہ مسئلہ معلوم نہ ہو تو ان کا یہ کہنا کہ "میں نہیں جانتا" بجا ہے مقتدی کو اصرار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ جو مسئلہ معلوم نہ ہو اس کے متعلق یہی جواب صحیح ہے کہ "میں نہیں جانتا" (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

مفتی پر زبانی جواب واجب ہے تحریری نہیں.

(سوال) کسی مفتی صاحب سے شرعی فتویٰ دریافت کیا جائے اور وہ یہ کہہ دے کہ مجھ کو کتاب دیکھنے کی فرصت نہیں ہے اور نہ قوت کسی اور جگہ تحقیق کر لیا جائے نیز مستفتی اپنا پتہ لفافے پر لکھنا بھول گیا مفتی صاحب کو پتہ لکھنا پڑا اس پر ان کا یہ لکھنا کہ لفافے پر پتہ لکھنا ضروری تھا حق مجھ کو تکلیف دی ایسے مفتی کے لئے شرعاً کیا حکم ہے مفتی کہلانے کا مستحق ہے یا نہیں ؟ کیونکہ مسلمان تو علمائے اسلام سے ہی فتویٰ حاصل کریں گے ؟ المستفتی نمبر ۸۴۲ عبدالمجید خاں (کوہ شملہ)

(جواب ۲۶۸) بھائی صاحب عالم اور مفتی کے ذمہ اتنی بات ہے کہ جو مسئلہ اس کے علم میں مستحضر ہو اور کوئی دریافت کرے تو بتادے اور مستحضر نہ ہو مگر کتاب دیکھ کر بتانے پر قدرت ہو اور اس میں اسے کوئی کلفت نہ ہو تو دیکھ کر بتادے لیکن کسی حال میں تحریری جواب دینا اس پر لازم نہیں اور پھر مکتوب الیہ یعنی مستفتی کے نام کا خط اور لفافہ اور پتہ لکھنا کسی حال میں لازم نہیں جو علماء کہ یہ سب کام کرتے ہیں یعنی تحریری جواب دیتے ہیں (حالانکہ مستفتی مقامی علماء سے زبانی دریافت کرلینے پر قادر ہیں) وہ محض تبرعاً اور بہ نیت ثواب یہ کام کرتے ہیں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان پر یہ بات فرض ہے یہ انکی خطا

---

(۱) وعن عبدالله قال یا ایها الناس من علم شیئا فلیقل به ومن لم یعلم فلیقل الله اعلم (مشکوة المصابیح) وفی المرقاة وذکر الزمخشری فی ربیع الابرار ان علیا کرم الله وجهه سئل عن شئ وهو علی المنبر فقال لا ادری فقیل کیف تقول لا ادری وانت طلعت فوق المنبر فقال انما طلعت بقدر علمی و طلعت بقدر جهلی لبلغت السماء (کتاب العلم الفصل الثالث ۱ / ۳۱۴ ط مدادیه ملتان)

نے یہ فرض نہیں کیا۔) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) مفتی کے لئے صاحب علم 'ماہر احوال زمانہ سے واقف ہونا ضروری ہے۔
(۲) غیر عالم فتویٰ دینے کا اہل نہیں بلا تحقیق و تصدیق اس کی باتوں پر عمل نہیں کرنا چاہئے
(۳) مفتی کا قصداً کسی مسلمان کے خلاف نام کی تصریح کے ساتھ غلط فتویٰ دینا سخت گناہ ہے
(۴) تکبر اور نام و نمود کی نیت سے اپنی تعریف شائع کر کے لوگوں کو دھوکہ دینا گناہ ہے۔

(سوال) (۱) زید نے کسی دارالعلوم دینیہ میں تعلیم دینیات باقاعدہ حاصل نہیں کی نہ درسی کتابیں پڑھنے کے بعد سند حاصل کی ہے نہ دستار فضیلت باندھی گئی ہے مگر دینی امور میں بحیثیت مفتی فتوے صادر کرتا ہے کیا ایسی ناقابل اطمینان صورت میں زید فتوی شرعی صادر کرنے کا مجاز ہے اور کیا زید کا فتوی قابل اعتماد ہے؟
(۲) کیا بصورت مذکورا صدر زید کے فتووں پر مسلمانوں کو صحیح سمجھ کر عمل کرنا چاہئیے؟
(۳) اگر کوئی مفتی غلطی سے عمداً کسی جلیل القدر مستند عالم متقی بزرگ امام کے خلاف غلط فتویٰ صادر کردے جس سے عالم موصوف کی عزت و حرمت خطرہ میں پڑ جائے اور مسلمانوں میں فتنہ و فساد جنگ و جدل کی آگ بھڑک جائے ایسے متقشف مفتی کے لئے کیا حکم ہے؟
(۴) اگر کوئی نماز پڑھانے والا اجیر امام جاہل مسلمانوں کو اپنے ہاتھوں کی بوسہ بازی کرانے سے منع نہ کرے اور کبر و رعونت سے دیگر بزرگان دین کی عظمت و مومر تبت کا لحاظ و ادب نہ کرے اور اپنی شہرت و نمود کے لئے پوسٹروں اور اخبارات میں جاہل سازشی اشخاص کی طرف سے بڑے بڑے القاب اور خطاب جو انبیاء کرام و اولیاء اللہ کی شان کے لائق ہوں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہوں طبع کرا کر عوام الناس کو اپنے دام تزویر میں لائے اور ایسی دھوکہ بازی و فریب کاری کے جال میں نادان مسلمانوں کو پھانسے گمراہ کرے ایسے امام کے واسطے کیا حکم ہے؟ المستفتی نمبر ۱۴۹۵ مولوی موسیٰ خان صاحب مدرس مدرسہ حسینیہ دہلی ۵ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۵ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۶۹) فتویٰ دینے والے کے لئے لازم ہے کہ وہ عالم 'صاحب بصیرت 'کثیر المطالعہ وسیع النظر 'احوال زمانہ سے واقف ہو جس شخص میں یہ اوصاف نہ ہوں وہ افتاکا اہل نہیں اور اس کے فتوے پر بدون تحقیق و تصدیق کے عمل جائز نہیں اور خود اس کو فتوی دینا جائز نہیں(۲)

---

(۱) لان الواجب علیہ الجواب باللسان دون الکتابۃ باليد (الدر المختار مع رد المحتار' مطلب فی اجرۃ صک القاضی و المفتی ۶ /۹۲ ط سعید) (۲) لا ینبغی لاحد ان یفتی الا من کان هکذا ویرید ان یکون المفتی عدلا عالما بالکتاب والسنۃ واجتہاد الرای الا ان یفتی بشیء قد سمعہ (عالمگیریہ: الباب الاول فی تفسیر الادب والقضاء ۳۰۸/۳ ط ماجدیہ کوئٹہ) وفی الشامیہ ان المفتی فی الوقائع لا بدلہ من ضرب اجتہاد و معرفۃ باحوال الناس (باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ' مطلب منہم ۳۹۸/۲' ط سعید)

اگر کوئی مفتی قصداً اور عمداً کسی مسلمان کے خلاف اس کے نام کی تصریح کے ساتھ غلط فتویٰ صادر کردے اور مقصود اس کو رسوا اور بدنام کرنا ہو تو ایسا مفتی سخت گناہ گار اور مفتری ہوگا(۱) اور اگر فتوے میں کسی نام کی تصریح نہ ہو بلکہ فرضی نام کے ساتھ مثلاً زید و عمر کے نام سے سوال کیا گیا ہو اور مفتی واقعات مندرجہ فی السوال پر حکم شرعی بتائے اور حکم شرعی صحیح ہو تو مفتی پر کوئی الزام نہیں اس میں مجرم وہ لوگ ہوں گے جو اس فتویٰ کو کسی خاص شخص پر چپکائیں گے حالانکہ اس شخص میں وہ باتیں موجود نہ ہوں جو سوال میں مذکور ہیں اور جن پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ اگر ریا و نمود کی نیت سے کوئی شخص اپنی تعریف خود شائع کرے یا کرائے تو وہ گناہ گار ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

دینی مسئلہ بغیر علم کے بتانا سخت گناہ ہے۔

(سوال) متعلقہ ذمہ داری مفتی

(جواب ۲۷۰) مذہبی مسئلہ بغیر علم کے من گھڑت بتانا بڑا گناہ ہے اس سے لوگوں کو مسئلہ نہیں پوچھنا چاہیے اور اس کے بتائے ہوئے مسئلہ پر جب تک کوئی عالم تصدیق نہ کردے عمل نہیں کرنا چاہیے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

فتویٰ کو بلاوجہ نہ ماننا موجب فسق اور بعض صورتوں میں موجب کفر ہے

(سوال) جو شخص فتویٰ کو نہ مانے اس کا کیا حکم ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۵۹۱ جلال الدین صاحب (حصار) ۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۲ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۷۱) جو شخص بلاوجہ فتویٰ کو نہ مانے وہ فاسق ہے اور اگر وہ کوئی معقول وجہ بیان کرے تو پھر اس وجہ پر غور کیا جا سکتا ہے(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

ایضاً

(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) جو شخص علمائے اہل سنت والجماعت کے فتوے سے انکار کرے اس کے لئے کیا حکم ہے ؟

---

(۱) عن ابی ہریرۃ قال : قال رسول اللہ ﷺ من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ (سنن ابی داود باب التوقی فی الفتیا ۲/ ۱۵۹ ط امدادیہ ملتان)

(۲) قال النبی ﷺ من سمع سمع اللہ بہ ومن یرائی یرائی اللہ بہ (صحیح البخاری باب الریاء والسمعۃ ۲/ ۹۶۲ قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۳) من افتی الناس ولیس باہل للفتوی فہو آثم وعاص (اعلام الموقعین ۴/ ۱۶۶ ط دار الکتب العلمیہ بیروت)

(۴) اذا جاء احد الخصمین الی صاحبہ بفتوی الائمۃ فقال صاحبہ لیس کما افتوا او قال لا نعمل بہذا کان علیہ التعزیر (عالمگیریہ منہا ما یتعلق بالعلم والعلماء ۲/ ۲۷۲ ط ماجدیہ کوئٹہ)

(جواب ۲۷۲) فتویٰ سے بغیر وجہ انکار کرنا فسق اور بسا اوقات موجب کفر ہو جاتا ہے(۱) ہاں اگر انکار کی کوئی وجہ ہو مثلاً فتویٰ غلط ہو تو غلط فتویٰ کا انکار ہی کرنا چاہئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

بغیر علم کے مسئلہ بتانا گناہ ہے

(الجمعیۃ مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۶ء)

(سوال) جو شخص بغیر علم کے مسئلہ بتائے اس کا حکم ماننا چاہئے یا نہیں ؟

(جواب ۲۷۳) بغیر علم کے مسئلہ بیان کرنا گناہ ہے(۲) اور لوگوں پر بھی ایسے شخص کی بات ماننا ضروری نہیں اگر صحیح مسئلہ بتائے تو مان لینا چاہئے لیکن صحت میں شک ہو تو کسی عالم سے تصدیق کر لینی چاہئے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جواب کے آخر میں "واللہ اعلم" لکھنا علماء کا طریقہ مسلوکہ ہے' اس سے جواب مشکوک نہیں ہوتا

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) اگر کوئی عالم صاحب کسی ایسے مسئلہ کا جواب جس کو اللہ تعالیٰ نے یا اس کے رسول ﷺ نے بخوبی واضح کر دیا ہو' لکھیں اور آخر میں واللہ اعلم بالصواب لکھ دیں یا زبانی جواب بتا کر آخر میں یہ کلمہ کہہ دیں تو کیا یہ سمجھا جائے کہ عالم صاحب کو اس مسئلے میں شک ہے۔

(جواب ۲۷۴) واللہ اعلم بالصواب لکھنا یا کہنا علمائے ربانیین کا طریقہ مسلوکہ ہے اور اس سے ان کے لکھے ہوئے یا بتائے ہوئے مسئلے میں کوئی شک وشبہ پیدا نہیں ہوتا نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ خود عالم صاحب کو اس میں شک ہے بہر حال یہ فقرہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز اور ہر صواب بات پر محیط ہے اور اس کا اقرار مؤمن کا وظیفہ ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

غیر قاضی کا فیصلہ قضا نہیں

(سوال) زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور اس کے بعد اس کی زوجہ نے ایک مولوی صاحب کے پاس گواہ قائم کئے کہ مجھے زوج نے پہلے ہی سے طلاق دی ہوئی ہے لیکن ان کی گواہی سے پہلی طلاق ثابت نہ

---

(۱) رجل عرض عليه خصمه فتوى الائمة فردها قيل يكفر لانه رد حكم الشرع (عالمگيريه' منها ما يتعلق بالعلم والعلماء ۲/۲۷۲ ط ماجديه كوئٹه)

(۲) من افتى الناس و ليس باهل للفتوى فهو اثم عاص (اعلام الموقعين ۴/۱۶۶ ط دار الكتب العلمية' بيروت)

(۳) واذا اجاب المفتي ينبغي ان يكتب عقيب جوابه والله اعلم او نحو ذلك (عالمگيريه' الباب الاول في تفسير معنى الادب والقضاء ۳/۳۰۹ ط ماجديه كوئٹه)

ہو سکی اس لئے مولوی صاحب نے فیصلہ کیا کہ پہلی طلاق ثابت نہیں اس لئے جب تک عدت نہ گزرے نکاح جائز نہیں اس فیصلے کے بعد اسی عورت نے اور گواہ اسی مولوی صاحب کے پاس پیش کئے کہ زید نے پہلے طلاق دی ہوئی ہے اس کے بعد اسی مولوی صاحب نے دوبارہ یہ فیصلہ کیا کہ پہلی طلاق ثابت ہے اور مدت جدا رہنے کی بھی درمیان میں موجود ہے لہذا اب جدید عدت کی ضرورت نہیں وہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے اس پر دوسرے مولوی صاحب نے کہا کہ یہ ثانی فیصلہ غلط ہے کیونکہ پہلے ایک دفعہ قضاء ہو چکی اب ثانی فیصلہ سے قضاء اول کا ابطال لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں اور در مختار (۱) کی اس عبارت کو پیش کیا ۔ قضی القاضی ببینة فی حادثة ثم قال رجعت عن قضائی او بداعیر ذلك او وقعت فی تلبیس الشهود او ابطلت کما لا یقع تو کیا اب مولوی صاحب کا فیصلہ صحیح ہے یا ثانی کا اعتراض صحیح ہے اور اس عورت کا نکاح بغیر عدت جدید کے ہو سکتا ہے یا نہیں اور کیا موجودہ زمانہ کے علماء کے فیصلوں کو فقہ میں بیان کردہ احکام قضاۃ پر قیاس کر سکتے ہیں ؟ اور اگر زوج خود بھی اس صورت میں بعد الطلاق جدید قرار کرے کہ میں نے پہلے طلاق دی ہوئی ہے اور اس کی عدت گزر چکی تو کیا اس کے قول کا بھی اعتبار ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۵۰۴ حافظ محمد خلیل صاحب مدرس مدرسہ ہاشمیہ سجاول (ضلع کراچی)

(جواب ۲۷۵) اول تو مولوی صاحب قاضی نہیں کہ ان کے فیصلے کو قضا قرار دیا جائے دوسرے یہ کہ محض عورت کے گواہوں کو ناقابل اعتماد قرار دیکر یہ فیصلہ کر دینا کہ پہلی طلاق ثابت نہیں یہ فیصلہ ہی صحیح نہیں کیونکہ گواہوں کے نہ ہونے یا قابل اعتماد نہ ہونے کی صورت میں مدعا علیہ یعنی زوج کی یمین پر فیصلہ کرنا تھا (۲) اس کا سوال میں ذکر نہیں پس مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ پہلی طلاق ثابت نہیں قضا نہیں ہے اور دوسری بار یہ کہنا کہ پہلی طلاق ثابت ہے یہ بھی قضا نہیں کیونکہ مولوی صاحب قاضی نہیں ہیں پس یہ دونوں فیصلے محض ان کے خیال اور مشورے ہیں عورت دیانۃً جس امر کو حق سمجھے اس پر عمل کر سکتی ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

ایک شخص مدعی نکاح ہو، عورت اور اس کے والد منکر ہوں تو کیا حکم ہے ؟

(سوال) ایک استفتا اور اس کا جواب غلام مصطفےٰ شاہ ساکن راولپنڈی نے شائع کیا ہے اس میں مسماۃ شاہ جہاں بیگم دختر منشی عبدالرحمن نے اپنے نکاح کا جو ذکر مستفتی غلام مصطفےٰ شاہ نے کیا ہے اس کی صحت

---

(۱) مطلب لا یصح رجوع القاضی عن قضائه الا فی ثلاث ۵/۲۳۰ ، ٤ ط سعید

(۲) فان اختلفا فی وجود الشرط ای ثبوته ليعم العدمي فالقول له مع اليمين لانكاره الطلاق (التنویر و شرحه باب التعلیق مطلب اختلاف الزوجین فی وجود الشرط ۳/۳۵٦ ط سعید)

(۳) واذا اجتمع اهل بلدة علی رجل و جعلوه قاضیا یقضی فیما بینهم لا یصیر قاضیا (عالمگیریه الباب الخامس فی التقلید والعزل ۳/۳۱۵ ط ماجدیه کوئٹه)

سے شاہ جہاں بیگم اور اس کا والد منشی عبدالرحمن دونوں انکار کرتے ہیں چنانچہ ان کے تحریری بیانات شائع ہو کر عوام الناس میں تقسیم ہو چکے ہیں کیا شاہ جہاں بیگم کا کسی دوسری جگہ نکاح نہیں ہو سکتا؟

(جواب ۲۷۶) اس استفتا کی حیثیت بھی وہی ہے جو اس استفتا و فتوی کی تھی جو غلام مصطفیٰ شاہ کی طرف سے شائع کیا گیا تھا اور باہر کے علماء کے لئے اس کی بھی صحت معلوم کرنے کا وسیلہ مسدود ہے اور شخصی ناموں سے استفتا کرنا اور شخصیات کے متعلق جواب دینا آداب استفتا و افتا کے خلاف ہے لہذا ہم غلام مصطفیٰ شاہ اور شاہ جہاں بیگم کے معاملے کے متعلق کوئی جواب نہیں دے سکتے صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ اگر غلام مصطفیٰ شاہ کا بیان صحیح ہے تو نکاح ہو گیا ہے اور اگر منشی عبدالرحمن اور شاہ جہاں بیگم کا بیان صحیح ہے تو غلام مصطفیٰ شاہ کی طرف سے بہتان ہے اور عزت و ناموس کی توہین کی گئی ہے اس کا فیصلہ کسی ثالث مسلم فریقین کے سامنے ہو سکتا ہے کہ کس کا بیان صحیح اور کس کا غلط ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' مدرسہ امینیہ دہلی۔

كتاب الطهارة

پہلا باب

حوض اور کنویں کے احکام

بکری کنویں میں گر کر مر جائے تو تمام پانی نکالنا ضروری ہے۔

(سوال) ایک بکری کنویں میں گرتے ہی مر گئی اور اس کی ناک سے خون وغیرہ بھی نکلا آدھ گھنٹے کے بعد نکالی گئی اب کنویں میں سے کس قدر پانی نکالنا چاہیے۔ بینوا بالدلیل

(جواب ۲۷۷) یہ کنواں ناپاک ہو گیا اس کا تمام پانی نکالنا چاہیے بکری کا مر جانا ہی کنویں کی ناپاکی کے لئے کافی تھا پھر خون کا نکلنا اور پانی میں مخلوط ہونا اور دوسرا سبب بھی ناپاکی کا جمع ہو گیا (۱) واللہ اعلم
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' سنہری مسجد دہلی۔

کنویں میں بکری یا اونٹ کی کتنی مینگنیاں گر جائیں تو ناپاک ہو گا۔

(سوال) کنویں میں بکری یا اونٹ کی مینگنیاں گر جائیں اور ٹوٹ نہ جائیں تو کتنے عدد تک پانی پاک رہے گا اور کب ناپاکی کا حکم دیا جائے گا؟ بینوا توجروا

(جواب ۲۷۸) کنویں میں اونٹ کی مینگنی گری ہو یا بکری کی۔ ٹوٹی ہو یا نہیں' سارا پانی نکالنا چاہیے۔ واکثرھم علی انه و فیه ضرورة و بلوی لا یتنجس والا نجس (ردالمحتار) (۲) البتہ اگر کسی جگہ ضرورت اور ابتلائے عام ہو جس سے حفاظت مشکل ہو تو وہاں دو چار مینگنیاں ثابت نکلنے سے ناپاکی کا حکم نہ دیا جائے گا (۳) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

چشمہ دار کنواں ناپاک ہو تو بھی موجود تمام پانی نکالنا ضروری ہے۔

(سوال) مولانا انوری نے اپنی کتاب "رکن دین" میں لکھا ہے کہ جو کنواں سوت دار ہو کہ جس کا پانی کبھی ٹوٹتا نہ ہو اس کا تمام پانی نکالا جائے جو عالم اس کا یہ فتویٰ دے کہ اس کا پانی دو سو سے تین سو ڈول تک نکالا جائے وہ بڑی غلطی پر ہے کیونکہ یہ فتویٰ امام محمد نے خاص کر بغداد کے کنوؤں کے بارے میں لکھا تھا بغداد کے کنوؤں میں عموماً دو سو سے تین سو ڈول تک پانی تھا' آیا مولانا انوری صاحب کا یہ حکم صحیح ہے یا نہیں؟

---

(۱) وان ماتت فیها شاة ... نزح جمیع ما فیها من الماء (هدایة فصل فی البئر ۱/۴۳ مکتبه شرکة علمیه ملتان)
(۲) فصل فی البئر' مطلب فی تعریف الاستحسان ۱/۲۲۱ ط سعید
(۳) وان کان صلبا نحو بعر الابل والغنم ذکر فی الاصل ان القیاس ان ینجس الماء قل الواقع فیه او کثر' و فی الاستحسان ان کان قلیلا لا ینجس و ان کان کثیرا ینجس ولم یفصل بین الرطب والیابس و الصحیح والمنکسر (بدائع الصنائع واما بیان المقدار الذی یصیر به المحل نجسا ۱/۷۶ ط سعید)

(جواب ۲۷۹) صحیح یہی ہے کہ تمام پانی نکالا جائے دو تین سو ڈول نکالنا کافی نہیں ہے(۱) واللہ اعلم

کنویں میں پیشاب کا ڈھیلا گر جائے تو تمام پانی نکالنا ضروری ہے۔

(سوال) پیشاب کا ڈھیلا مسجد کے کنویں میں گر گیا اور کنویں مذکورہ میں پانی ۲۵ گز نمبری ہے اور عرصہ ۳ ماہ سے بند پڑا ہے نمازیوں کو سخت تکلیف ہے۔

(جواب ۲۸۰) صورت مسئولہ میں کنویں کا تمام پانی نکالنا ضروری ہے(۲) اور پانی توڑ دینا ضروری نہیں بلکہ موجودہ پانی نکل جانا چاہئے جس کی صورت یہ ہے کہ ایک خاص کیفیت سے ایک گھنٹہ اس کا پانی نکال کر دیکھا جائے کہ کتنا کم ہوا پھر اسی کیفیت سے اتنے گھنٹوں تک پانی نکالیں کہ ۲۵ گز پانی اس حساب سے نکل جائے(۳) واللہ اعلم محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کنویں میں جوتا گر جائے تو کیا حکم ہے؟

(سوال) کنویں میں جوتا گر جائے تو کیا حکم ہے؟ المستفتی نمبر ۵۲۵ مولوی رضی الحسن (ضلع بلیا) ۵ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ مطابق ۶ اگست ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۸۱) کنویں میں پاک جوتا گر جائے تو کنواں پاک ہے اور یقینی طور پر یا بظن غالب ناپاک ہو تو کنواں ناپاک ہو گیا جوتا نکلے یا نہ نکلے کنواں حسب قاعدہ پاک ہو سکتا ہے(۴) تمام موجودہ پانی نکال دیا جائے تو کنواں پاک ہو جائے گا(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) و ان تعذر نزح کلها لکونها معینا فقدر ما فیها وقت ابتداء النزح قاله الحلبی (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار مع ردالمحتار ' فصل فی البئر ۱ / ۲۱۴ ط سعید)

(۲) ولو وقع فی البئر خرقة او خشبة نجسة نزح کل الماء (الفتاوی الخانیه علی هامش الفتاوی الهندیه' واما ما یفسد ماء البئر ۱ / ۹' ط ماجدیه کوئٹه)

(۳) وان کانت البئر معینة بحیث لا یمکن نزحها اخرجوا مقدارما کان فیها من الماء' و طریق معرفته ان تحفر حفرة مثل موضع الماء من البئر و یصب فیها ما ینزح منها الی ان تمتلئ' او ترسل فیها قصبة و تجعل المبلغ الماء علامة ثم ینزح منها مثلا عشر دلوا ثم تعاد القصبة فینظر کم انتقص ینزح لکل قدر منها عشر دلوا (هدایه فصل فی البئر ۱ / ۴۳ ط مکتبه شرکت علمیه ملتان)

(۴) ولو وقعت فی البئر خشبة نجسة او قطعة ثوب نجس و تعذر اخراجها و تغیبت فیها طهرت الخشبة والثوب تبعا لطهارة البئر (عالمگیریه' الباب الثالث فی المیاه ۱ / ۲۰' ط ماجدیه' کوئٹه)

(۵) اذا وقعت فی البئر نجاسة نزحت وکان نزح ما فیها من الماء طهارة لها (هدایه فصل فی البئر ۱ / ۴۱ ط مکتبه شرکت علمیه ملتان)

کنویں کے قریب نجس پانی ہو تو جب تک کنویں کے پانی کا رنگ یا بو یا ذائقہ تبدیل نہ ہو کنواں پاک ہے۔

(سوال) ایک مسجد کے قریب ایک کنواں ہے اس کے قریب سٹا ہوا ایک گڑھا ہے جس میں سب جائے ضرورت بھی کرتے ہیں اور اسی کے متاہوا برسات کے زمانے میں بہہ کر اسی گڑھا میں جمع ہوتا ہے جب زیادہ بارش ہوتی ہے تو گڑھے سے جب زیادہ پانی ہوتا ہے تو تھوڑا بہت بہہ جاتا ہے ورنہ سب اسی گڑھے میں جمع رہا کرتا ہے بلکہ سیاہ پانی ہو جاتا ہے اور گندگی پھیلتی ہے اور کنواں پتا ہوا ہے جو اس کے اندر بھی اس کا سوت جاتا ہے اس حالت میں اس کنویں کا پانی پاک ہے یا ناپاک؟ اس سے وضو اور غسل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بعض آدمی کہتے ہیں کہ مزہ میں بھی فرق معلوم ہوتا ہے؟ **المستفتی نمبر ۲۰۶** عبدالغنی خاں (ضلع مونگھیر) ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۲۸۲) اگر اس گڑھے کا نجس پانی کنویں میں جاتا ہے یا نجاست کا رنگ' بو' مزہ پانی میں ظاہر ہوتا ہے تو کنواں ناپاک ہے اور اگر پانی کنویں میں نہیں جاتا یا نجاست کا رنگ' بو' مزہ پانی میں ظاہر نہیں ہوتا تو کنواں پاک ہے۔(۱) گڑھے کا کنویں کے قریب ہونا یا پانی کے مزے میں کچھ فرق معلوم ہو مگر وہ فرق ایسا نہ ہو کہ اس کو نجاست کا مزہ قرار دیا جا سکے تو اس سے کنویں کی ناپاکی کا حکم نہیں دیا جائے گا۔(۲)

فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جب تک ناپاکی کا یقین نہ ہو محض ہندو کھٹیک کے پانی بھرنے سے کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

(سوال) جہاں ایک ہی کنواں ہو اور اس سے ہندو کھٹیک وغیرہ پانی بھرتے ہوں جو نجاست کا کوئی خیال نہیں رکھتے ایسے کنویں سے مسلمان پانی بھریں یا نہیں؟ **المستفتی نمبر ۱۵۹۱** جلال الدین صاحب (ضلع حصار) ۳ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ

(جواب ۲۸۳) جہاں ایک ہی کنواں ہو اور اس سے ہندو کھٹیک وغیرہ بھی پانی بھرتے ہوں تو وہاں بوجہ ضرورت اور عموم بلوی کے مسلمان بھی پانی بھر سکتے ہیں اور جب تک نجاست کا یقین نہ ہو جائے اس وقت تک پانی استعمال کر سکتے ہیں۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) بئر الماء اذا كانت بقرب البئر النجسة فهي طاهرة ما لم يتغير طعمه او لونه او ريحه كذا في الظهيرية (الباب الثالث في المياه ۱/ ۲۰ ط ماجديه' كوئٹه)

(۲) ولا يقدر هذا بالذرعان' حتى اذا كان بينهما عشرة اذرع وكان يوجد في البئر اثر البالوعة فماء البئر نجس' وان كان بينهما ذراع واحد ولا يوجد اثر البالوعة فماء البئر طاهر (عالمگيرية' الباب الثالث في المياه ۱/ ۲۰ ط ماجديه' كوئٹه)

(۳) ولو ادخل الكفار او الصبيان ايديهم لا يتنجس اذا لم يكن على ايديهم نجاسة حقيقة (حلبي كبير' فصل في احكام الحياض ص ۱۰۳ ط سهيل اكيدمي' لاهور)

دہ دردہ کنواں جوتا گرنے سے ناپاک نہ ہوگا.

(سوال) ریاست دوجانہ میں ایک باؤلی ہے جس کا طول ساڑھے گیارہ ہاتھ اور عرض ساڑھے گیارہ ہاتھ ہے (ہاتھ انگریزی گز کا نصف ۱۸ انچ کا مانا گیا ہے یعنی کہنی کی ہڈی سے وسطی کے ناخن تک) گہرائی پانی کی بہت ہے یعنی ۱۵ ہاتھ کے قریب ۔ تو یہ پانی مسلمان یا کسی غیر قوم کی جوتی گر جانے سے ناپاک ہو سکتا ہے یا نہیں اوراس پیمائش کے باؤلی حوض کبیر کی حد سے بھی زیادہ ہے یا نہیں مکرر عرض ہے کہ باؤلی چوکور ہے گول نہیں ۔ المستفتی نمبر ۱۶۷۱ مرزا محمد حمید الدین صاحب (رہتک) ۱۱ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۳۷ء

(جواب) (از نائب مفتی مولوی حبیب المرسلین) اس باؤلی مذکور کی مقدار دہ دردہ حوض سے بھی زیادہ ہے لہذا باؤلی بوجہ گر جانے ناپاک جوتی وغیرہ کے ناپاک نہیں ہوگی بلکہ بدستور سابق پاک ہی رہے گی (۱) فقط واللہ اعلم ۔ اجابہ وکتبہ حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ ' دہلی

بحضور اقدس عالی جناب مولانا مولوی کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم ہند دام فیوضہم

السلام علیکم ۔ اس خاکسار سے گزارش کرنے میں بوجہ بیان ایک شخص کے صرف یہ غلطی ہوئی ہے کہ اس باؤلی کو چوکور لکھ دیا ہے' حالانکہ یہ باؤلی گول ہے جسکا قطر ساڑھے گیارہ ہاتھ ہے حوض کبیر کا رقبہ ۱۰ اور ۱۰ کے حساب سے ۱۰۰ ہاتھ ہوتا ہے اور گول ½۱۱ ہاتھ قطر کے حساب سے ۱۰۳ ⅞ ہاتھ رقبہ ہوتا ہے یعنی سطح پانی کی تو اس صورت میں بھی باؤلی مذکورہ بالا حوض کبیر کی حد سے زیادہ ہوگی اور پاک ہی رہے گی یا نہیں ؟

(جواب ۲۸٤) (از حضرت مفتی اعظمؒ) جب پانی کی سطح کا رقبہ سو ذراع (ایک ذراع ۱۹ انچ کا) سے کم نہ ہو تو وہ باؤلی دہ دردہ یعنی حوض کبیر کے حکم میں ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

ہشت پہلو حوض کا رقبہ دہ دردہ کے رقبہ کے برابر ہو تو حوض کبیر کے حکم میں ہے !

(سوال) ایک حوض وضو کرنے کے لئے ہشت پہلو بنایا گیا ہے جس کا اندرونی رقبہ بھی پانی کا حصہ ساٹھ فٹ ہے اور دہ دردہ حوض کا بھی پیمائش کی رو سے پانی کا حصہ ساٹھ فٹ ہی ہوا کرتا ہے غرض پانی کا حصہ اس ہشت پہل حوض کا مربع حوض کے بالکل برابر بلکہ کچھ زائد ہے 'ہشت پہل حوض کا ہر پہل ساڑھے سات فٹ طولاً اور مربع دہ دردہ حوض کا ہر ضلع پندرہ پندرہ فٹ ہوتا ہے تو ایسی صورت میں اس ہشت

---

(۱) واذا كان الحوض عشرا فى عشر فهو كبير لا يتنجس بوقوع النجاسة اذا لم يرلها اثر (حلبي كبير ' فصل في احكام الحياض ص ۹۸ ط سهيل اكيڈمي' لاهور

(۲) الحوض اذا كان عشرا فى عشر اى طوله عشرة اذرع وعرضه كذالك فيكون وجه الماء مائة ذراع (حلبي كبير فصل في احكام الحياض ص ۹۷ ط سهيل اكيڈمي' لاهور)

پہل حوض سے وضو کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۱۷۸۰ حافظ محمد یعقوب پل بنگش۔ دہلی ۵ا رجب ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۳۷ء۔

(جواب) (از نائب مفتی مولوی حبیب المرسلین) حوض مربع دہ دردہ کے سوا اور اشکال کے حوض کہ مقدار میں حوض مربع دہ دردہ کے برابر ہوں تو ان کا حکم بھی مربع دہ دردہ کا ہی ہوتا ہے لہذا ہشت پہلو حوض مرقوم سے وضو کرنا جائز ہوگا اور وقوع نجاست سے یہ حوض ناپاک نہ ہوگا ولو له طول لا عرض لكنه يبلغ عشرا في عشر جاز تيسيرا (درمختار) فتاوی شامی میں اس کے متعلق یہ ہے (قوله جاز تيسيراً) اى جاز الوضوء منه بناء على نجاسة الماء المستعمل او المراد جاز وان وقعت فيه نجاسة الخ (ردالمحتار (۱) ج ۱ ص ۱۴۱) اجابه و كتبه حبيب المرسلين نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

(جواب ۲۸۵) (از حضرت مفتی اعظم نوراللہ مرقدہ) جب کہ حوض کا رقبہ دہ دردہ حوض کے رقبہ کے برابر ہو تو اس کا حکم دہ دردہ کے موافق ہوگا خواہ شکل کچھ بھی ہو مربع حوض جب کہ اس کی ہر سمت ۱۵ فٹ ہو تو اس کا رقبہ ۲۲۵ مربع فٹ ہوتا ہے اتنا ہی رقبہ جس شکل میں پورا ہو جائے اس کا حکم اس مربع حوض کے حکم کے موافق ہوگا۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

(۱) کنویں میں عورت گر کر زندہ نکال لی جائے تو کنواں پاک ہے۔
(۲) کنویں میں پیشاب کیا گیا ہو تو تمام پانی نکالنا ضروری ہے۔

(سوال) (۱) ایک عورت حاملہ ہے اور حمل قریب آٹھ ماہ کا ہوا کہ اسی عرصہ میں بچہ پیٹ میں مر گیا جس کے صدمہ سے وہ زیادہ بیمار ہو گئی یہاں تک کہ اس کے ہوش و حواس نادرست ہو گئے رات کے وقت اسے دردزہ شروع ہوا وہ جا کر ایک کنویں میں برہنہ گر پڑی معلوم ہونے پر وہ زندہ کنویں سے نکال لی گئی کنویں سے نکالنے کے بعد ۲۴ گھنٹے کے درمیان میں مرا ہوا بچہ پیدا ہوا اور عورت مذکورہ تقریباً ۳۶ گھنٹے کے بعد انتقال کر گئی ایسی حالت میں کنویں کا پانی کس طریق پر پاک ہوگا؟
(۲) اسی کنویں میں جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ایک دوسرا شخص جو دیوانہ اور پاگل ہے پاگل پنے کی حالت میں اس نے کنویں میں پیشاب کر دیا اور آج قریباً آٹھ نو ماہ کے بعد جب وہ کچھ اچھا ہو گیا تو بتلاتا ہے کہ میں نے کنویں میں پیشاب کر دیے تو ایسی حالت میں کنواں کس طریق پر پاک ہوگا؟ المستفتی نمبر ۱۹۸۹ بہادر خاں صاحب۔ یکم رمضان ۱۳۵۶ھ مطابق ۶ نومبر ۱۹۳۷ء۔

---

(۱) باب المیاه ۱/ ۱۹۳ ط سعید
(۲) حوالہ بالا

(جواب ۲۸٦) (۱) عورت کے گرنے اور زندہ نکال لینے سے تو کنواں ناپاک ہی نہیں ہوا(۱)
(۲) ہاں پیشاب کرنے کی وجہ سے (اگر پیشاب کرنا ثابت ہو) کنواں ناپاک ہوا اور سارا پانی نکال دینے سے پاک ہو جائے گا یعنی موجودہ تمام پانی نکل جانا کافی ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

کنواں چھپکلی کے گر کر مرنے یا پھولنے پھٹنے سے ناپاک نہیں ہوتا.

(سوال) جس چاہ میں چھپکلی مر جائے تو کتنے ڈول نکالنے چاہئیں اور اگر پھٹ جائے یا پھول جائے تو کل پانی نکالا جائے گا یا نہیں کیونکہ صاحب قدوری (۳) یوں فرماتے ہیں فان ماتت فیھا فارۃ او عصفورۃ او صعوۃ او سودانیة او سام ابرص (جس کے معنی سراج اللغات میں چلپاسہ و بہندی کھکلی و چھپکلی کے لکھے ہیں) نزح منھا ما بین عشرین دلواً الی ثلثین یہ صرف اس کے لئے ہے جو مر جائے اور اگر پھٹ جائے یا پھول جائے اس کے لئے صاحب مذکور یوں فرماتے ہیں وان انتفخ الحیوان او تفسخ نزح جمیع ما فیھا من الماء صغر الحیوان او کبر (۴) اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ بعض لوگ چھپکلی میں دم سائل نہیں بتاتے جب دم سائل نہیں تو چھپکلی کو چوہا اور چڑیا کے حکم میں کیوں رکھا نیز چھپکلی میں اگر دم سائلہ نہیں تو نجس ہونے میں تو کوئی کلام نہیں کیونکہ سابق علما کیا محقق نہ تھے نیز جو سلف کے اقوال کو (جن کی بدولت ہم تک یہ علم پہنچا ان کے قول کو) یوں کہیں کہ ان کا قول اتمام حجت نہیں یہ الفاظ ان کی شان میں بحنا گستاخی و توہین ہے یا نہیں نیز توہین و گستاخی کرنے والے کا کیا حکم ہے کیونکہ وہ یوں کہتے ہیں کہ حدیث میں دکھاؤ امید ہے کہ مدلل و مفصل جواب سے مستفیض فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے کہ اس صورت میں چاہ کا کیا حکم ہوگا۔ المستفتی نمبر ۲٦۰۵ محمد احمد ولد نیاز احمد (دہلی) ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۴۰ء

(جواب ۲۸۷) چھپکلی میں دم سائل نہیں ہے اس لئے اس کے پانی میں مرنے یا پھولنے پھٹنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا اس کی دلیل بھی فقہ کی کتابوں میں صاف طور پر لکھی ہے۔ و موت ما لیس له نفس سائلة لا ینجس الماء (۵) یعنی ایسے جانور کا پانی میں مر جانا جس میں دم سائل نہیں پانی کو ناپاک نہیں کرتا پس اس قاعدے کے ماتحت سام ابرص سے کوئی ایسا جانور مراد ہو سکتا ہے جس میں دم سائل ہو مثلاً

---

(۱) وکل حیوان سوی الخنزیر والکلب علی ماذکرہ اذا اخرج حیا من البئر بعد الوقوع والحال انه قد اصاب الماء فمه فانه ینظر ان کان سورہ طاهرا ولم یعلم ان علیه نجاسة لا ینجس الماء (حلبی کبیر فصل فی البئر ص ۱۵۹ ط سهیل اکیڈمی لاهور)
(۲) وان بالت شاة او بقرة او غیر هما مما یؤکل لحمه فی البئر تنجس (حلبی کبیر ' فصل فی البئر ص ۱٦۲ ط سهیل اکیڈمی لاهور)
(۳) ص ۱۱ ط سعید
(٤) حواله بالا
(٥) هدایة' باب الماء الذی یجوز به الوضوء وما لا یجوز به ۱ ۳۷ ط مکتبه شرکت علمیه ملتان)

گرگٹ جس میں دم سائل ہوتا ہے سام ابرص میں گرگٹ چھپکلی دونوں شامل ہیں جوہرہ نیرہ شرح قدوری میں سام ابرص کی تفسیر میں الوزغ الکبیر کی ہے لکھا ہے یعنی بڑا گرگٹ جس میں دم سائل ہوتا ہے(۱)

جن جانوروں میں دم سائل نہیں وہ اگرچہ حرام ہوں مگر ناپاک نہیں جیسے مکھی جھینگر کہ اگر یہ پانی میں شوربے میں گر جائیں مر جائیں تو پانی یا شوربا ناپاک نہیں ہوگا(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

حوض دہ دردہ ہونے کے لئے ۲۲۵ مربع فٹ ہونا کافی ہے خواہ جس شکل میں ہوں !

(سوال) بمبئی جیل روڈ کھدلباری میں ایک چھوٹی مسجد بہت پرانی ہے جسکے بعض حصے بوسیدگی کی وجہ سے گر گئے تھے اب دوبارہ تعمیر ہو رہی ہے اس کے حوض کی حالت یہ ہے کہ چوڑائی میں بارہ فٹ اور لمبائی میں ۲۵ فٹ اور گہرائی میں ساڑھے چار فٹ ہے اس پر بعض لوگوں نے اس وقت اعتراض کیا کہ یہ حوض دہ دردہ کے خلاف ہے ۱۵ فٹ عرض میں اور ۱۵ فٹ طول میں ہونا چاہئے بعض کہتے ہیں کہ ساڑھے سترہ فٹ عرض میں اور ساڑھے سترہ فٹ طول میں ہونا چاہئے پس از روئے شرع شریف حوض مذکورہ بالا کی نسبت کیا حکم ہے آیا اس میں وضو جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۶۲۸ فتح محمد صاحب بمبئی نمبر ۸ ۲ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ۹ جولائی ۱۹۴۰ء

(جواب ۲۸۸) ۱۵ فٹ طویل ۱۵ فٹ عریض حوض دہ دردہ ہوتا ہے مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ حوض کا رقبہ ۲۲۵ مربع فٹ ہونا کافی ہے یہ لازم نہیں کہ پندرہ فٹ سے ۱۵ فٹ ضرور ہو یعنی اگر ایک جانب ۱۵ کے بجائے ۲۵ فٹ اور دوسری طرف صرف ۹ فٹ ہو تو یہ دہ دردہ ہوگا کیونکہ رقبہ ۲۲۵ ہو گیا(۳)

پس صورت مسئولہ میں جو حوض کہ بارہ فٹ سے پچیس فٹ ہے اس کا رقبہ ۳۰۰ فٹ ہوتا ہے جو دہ دردہ کے مطلوب رقبے ۲۲۵ سے ۷۵ فٹ زیادہ ہے تو اس کے جائز حوض ہونے میں کوئی شبہ نہیں موجودہ مقدار تو ساڑھے سترہ سے بھی تقریباً ۲ فٹ زیادہ ہے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

غیر مسلم کو نہلا دھلا کر کنویں میں داخل کیا جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

(سوال) کوئی غیر مسلم نہلا دھلا کر اور پاک کپڑا پہنا کر اگر کسی کنویں میں کسی ضرورت سے داخل کیا

(۱) (قوله او سام ابرص) و فی الجوهرة: بتشديد الميم الوزغ الكبير (الجوهرة النيرة، ۱/۱۸، ط امداديه ملتان)
(۲) و موت ما ليس له دم سائل لا ينجس الماء ولا غيره اذا وقع فيه فمات او مات ثم وقع فيه و ذلك كالبق اى البعوض والذباب والزنابير بجميع انواعها (حلبی کبیر، فصل فی البئر ص ۱۶۴، ط سهيل اكيڈمی، لاهور)
(۳) ولوله طول لا عرض لكنه يبلغ عشراً فی عشر جاز تيسيراً (الدر المختار) قال المحقق فی الشامية (قوله لكنه يبلغ) كان يكون طوله خمسين وعرضه ذراعين مثلاً فانه لو ربع صار عشراً فی عشر (رد المحتار باب المياه ۱/ ۱۹۳ ط سعيد)

جائے تو اس سے کنواں نجس تو نہ ہوگا؟ **المستفتی نمبر ۲۶۷۶** نجم الحسن رضوی سیتاپور۔ ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ مطابق ۹ جولائی ۱۹۴۱ء

(جواب ۲۸۹) غیر مسلم کا بدن ناپاک نہیں اور صورت مسئولہ میں کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

شرعی گز نمبری گز سے ساڑھے آٹھ گرہ کا ہوتا ہے۔

(سوال) شرعی گز کتنا ہوتا ہے؟

(جواب ۲۹۰) شرعی گز نمبری گز سے ساڑھے آٹھ گرہ کا ہوتا ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ہندوؤں کے پانی بھرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا!

(سوال) ایک مسجد کے صحن میں ایک کنواں ہے چونکہ اس کا پانی نہایت خوشگوار اور صاف ہے اس لئے چھ سات برس سے تقریباً دو سو ہندو مسلم اس کا پانی استعمال کرتے ہیں زید کہتا ہے کہ اس کنویں کے پانی سے مسلمانوں کا وضو نہیں ہوتا ہندوؤں کے لئے اس کا استعمال ممنوع کرنا چاہیے۔ **المستفتی نمبر ۲۰۳۴** منشی سید الطاف حسین (ضلع گنٹور) ۱۲ رمضان ۱۳۵۶ھ مطابق ۷ نومبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۹۱) مسلمانوں کا وضو نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہندوؤں کو پانی سے بند کر دینا ٹھیک نہیں ہاں ان کو یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ احتیاط سے پانی بھرا کریں۔(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

دہ دردہ رقبہ یا اس سے زیادہ رقبہ کے تالاب میں نجاست کا کوئی اثر نہ ہو تو اس سے غسل اور وضو جائز ہے۔

(از اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

(سوال) موضع پالی میں ایک تاڈی نام پانچولائی شہر سے ڈھائی سو قدم اور حلال خوروں کے مکانات اور پاخانے کی ٹٹیوں سے ڈیڑھ سو قدم کے فاصلے پر واقع ہے جس میں برسات کا پانی شہر کی گلیوں سے بہہ کر آتا ہے اور جنگل سے زیادہ مقدار میں پاک پانی اس میں نہیں آتا البتہ کسی قدر راستوں اور قبروں کا

---

(۱) حتی لو اغتسل (ای الکافر) فوقع فیها من ساعته لا ینزح منها شی (رد المحتار' فصل فی البئر ۱/ ۲۱۴ ط سعید)

(۲) المعتبر فی الذراع ذراع الکرباس وهو سبع قبضات (حلبی کبیر' فصل فی احکام الحیاض ص ۹۸' ط سهیل اکیدمی' لاهور)

(۳) ولو ادخل الکفار او الصبیان ایدیهم لا ینجس اذا لم یکن علی ایدیهم نجاسة حقیقة (حلبی کبیر' فصل فی احکام الحیاض' ص ۱۰۳ ط سهیل اکیدمی' لاهور)

پانی اس نالی میں ضرور آتا ہے اور حلال خوروں کے مکانات کے پاس کوڑا اور غلاظت وغیرہ کا ڈھیر لگا ہوا ہے اور اس ڈھیر میں مردار جانور مثلاً کتے سور وغیرہ کی ہڈیاں پڑی رہتی ہیں اس کا پانی بھی اس نالی میں جاتا ہے اور رقبہ نالی کا دہ دردہ سے بہت زیادہ ہے ایسے پانی سے وضو غسل وغیرہ جائز ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۹۲) اگر اس تالاب کا رقبہ دہ دردہ سے زیادہ ہے اور اس کے پانی میں نجاست کا کوئی اثر نہیں ہے صاف شفاف پانی ہے تو اس سے وضو اور غسل جائز ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

چشمہ دار کنواں ناپاک ہو تو اس میں موجود تمام پانی نکالنا ضروری ہے .

(از اخبار الجمعیۃ مورخہ ۵ جون ۱۹۳۴ء)

(سوال) ایک کنواں جس کا اسکوائر یعنی ایریا سولہ فٹ دو انچ ہے اس میں ایک ڈھیلا جسکو کھڑ و کہتے ہیں وہ بجائے اینٹ کے خشک تھا گر گیا جس کی وجہ سے کنواں ناپاک ہو گیا کنویں میں پانی کی آمد بہت ہے ٹوٹ نہیں سکتا' اس میں اٹھارہ فٹ پانی ہے جگہ نہیں ہے مگر پھر بھی دو کوس جو تیں تو بھی چار فٹ پانی رہتا ہے ہم نے تین سو ڈول نکال کر پانی کو استعمال کر لیا ہے۔

(جواب ۲۹۳) جب کہ پانی ٹوٹ نہ سکے تو موجودہ پانی نکال دینا کافی ہے یعنی جتنا پانی موجود ہے وہ نکل جائے اور نیا پانی آتے رہنے کی وجہ سے نہ ٹوٹے تو مضائقہ نہیں صرف تین سو ڈول نکالنا کافی نہیں ہے۔(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

اوپر سے تنگ اندر سے کشادہ حوض میں نجاست گر جائے تو اس سے وضو کا حکم .

(از اخبار الجمعیۃ مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

(سوال) حوض اوپر سے تنگ ہے اور اندر سے کشادہ ہے ذات کچھ نہیں نظر آتی بعجہ ڈھکی ہوئی ہے پانی اوپر ہے تو اس حوض میں وضو ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

(جواب ۲۹٤) اگر کھلا ہوا پانی مقدار شرعی سے کم ہے تو اس سے وضو اس وقت تک کیا جا سکتا ہے جب تک کوئی نجاست اس میں نہ پڑے نجاست پڑنے سے وہ حوض ناپاک ہو جائے گا(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) واذا كان الحوض عشراً فی عشر فهو كبير لا يتنجس بوقوع النجاسة.. اذا لم يرلها اثر (حلبی كبير فصل فی احكام الحياض ص ۹۸ ط سہیل اکیڈمی' لاہور)

(۲) وان تعذر نزح كلها لكونها معينا فبقدر ما فيها وقت ابتداء النزح' قاله الحلبی (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار' فصل فی البئر ۱/ ۲۱٤ ط سعيد)

(۳) وان كان اعلیٰ الحوض اقل من عشرة فی عشرة واسفله عشر فی عشر او اكثر' فوقعت فيه نجاسته فی اعلی الحوض حكم بنجاسة الاعلی ثم انتقص الماء و انتهی الی موضع هو عشر فی عشر' فالا صح انه يجوز التوضؤ به والاغتسال فيه (عالمگيريه' الباب الثالث فی المياه ۱/ ۱۹ ط ماجديه' كوئته)

کنویں میں مرا ہوا کتا اگر جائے تو تمام پانی نکالنا ضروری ہے

(از اخبار الجمعیۃ مورخہ یکم اگست ۱۹۲۹ء)

(سوال) ایک کتا زہر کی گولی ڈالنے سے مر گیا اس کو کسی لڑکے نے مسجد کے کنویں میں ڈال دیا تین روز کامل وہ کنویں میں پڑا رہا اور پھول گیا کسی کو خبر نہ ہوئی تین روز بعد وہ کتا کنویں سے نکا۔ گیا مسجد کے پیش امام صاحب نے صرف پچاس ڈول جس میں چھ سیر پانی آتا ہے نکلوا دیئے پانی مسجد کے حمام وغیرہ میں اور محلے میں استعمال ہوتا رہا پانچ روز بعد جب مولوی صاحب سے استفسار کیا گیا کہ صرف پچاس ڈول نکلوانے سے کنواں کیونکر پاک ہو گیا؟ تو انہوں نے اسی ڈول اور نکلوا دیئے اس کنویں کا پانی برابر استعمال ہو رہا ہے؟

(جواب ۲۹۵) صورت مسئولہ میں کنویں کا تمام موجودہ پانی نکالنا ضروری تھا پچاس ڈول اور اس کے بعد اسی ڈول نکالنا کافی نہیں ہوا (۱) ہاں اگر کنویں میں مثلاً دو سو ڈول پانی ہو تو ایک سو تیس ڈول جو نکالے جا چکے ہیں محسوب کر لئے جائیں گے (۲) محمد کفایت اللہ غفرلہ'

مینڈک کے مرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا

(سوال) کنویں میں اگر مینڈک گر جائے تو کنواں ناپاک ہو گیا یا نہیں؟ اگر ناپاک ہو جاوے تو کتنا پانی نکالا جاوے؟ المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں۔ جگن پور ضلع فیض آباد

(جواب ۲۹۶) مینڈک کے مرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ اس میں دم سائل نہیں ہے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) کنویں سے زندہ یا مردہ سانپ برآمد ہو تو کتنا پانی نکال جائے؟
(۲) بچوں کے گرائے ہوئے پتھروں کے ناپاکی کا جب تک یقین نہ ہو کنواں پاک ہے

(سوال) (۱) کنویں میں اگر سانپ زندہ یا مردہ نکلے تو کتنا پانی نکا۔ جاوے؟ (۲) بچے کھیلتے کھیلتے کنویں میں ڈھیلے یا ٹھیکری پھینک دیتے ہیں اور اس ڈھیلے یا ٹھیکری کے پاک یا ناپاک ہونے کا علم نہیں ہوتا ایسی صورت میں کتنا پانی نکالا جاوے؟

(جواب ۲۹۷) (۱) سانپ اگر زندہ نکلے تو کنواں پاک ہے اور مردہ نکلے اور سانپ آبی نہ ہو تو

---

(۱) وان ماتت فيها شاة او آدمي او كلب نزح جميع ما فيها من الماء (هدايه فصل في البئر ۱: ۴۳ ط مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) ولو نزح بعضه ثم زاد في الغد نزح قدر الباقي في الصحيح (الدر المختار فصل في البئر ۱: ۲۱۳ ط سعيد)

(۳) و موت مالا دم له كالسمك و نحوه كما لا يفسد الماء لا يفسد غيره كالعصير و نحوه و في رواية عن ابي يوسف وكذا الضفدع (فتاوى القاضي خان على هامش الهنديه فصل فيما يقع في البئر ۱: ۱۰ ط ماجديه كوئٹه)

کنواں ناپاک ہے(۱) اور اس کا حکم مرغی مردہ نکلنے کا ہے(۲) (۲) ڈھیلے یا ٹھیکری کے ناپاک ہونے کا علم ہو تو کنواں ناپاک ہوگا اور نجاست غلیظہ (پیشاب اور پاخانہ) کی ناپاکی ہو تو سارا پانی نکالنا ہوگا(۳) اور اگر گرنے والی چیز کا ناپاک ہونا معلوم نہ ہو تو کنواں پاک رہے گا(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دہ دردہ کی گہرائی کتنی ہونی چاہئے .

(سوال) دہ دردہ حوض کی گہرائی کم از کم کتنی ہونی چاہئے ؟

(جواب ۲۹۸) گہرائی صرف اس قدر کافی ہے کہ دونوں ہاتھوں سے پانی اٹھایا جائے تو زمین یعنی پانی کے نیچے کی تہ نہ کھلے(۵) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

دوسرا باب
انسان اور اس کے عوارض
فصل اول۔ بول وبراز کے احکام

شیر خوار لڑکا اور لڑکی دونوں کا پیشاب ناپاک ہے .

(سوال) اگر چھ ماہ کی بچی کپڑے پر پیشاب کردے تو وہ پاک ہے یا ناپاک اور اگر شیر خوار لڑکا چھ یا سات ماہ کا پاک کپڑے پر پیشاب کردے تو پاک سمجھا جائے یا ناپاک بعض کہتے ہیں کہ اگر شیر خوار لڑکا پیشاب کردے تو اس کپڑے پر پاک پانی کا چھینٹا دینے سے وہ کپڑا پاک ہو جاتا ہے کیا یہ صحیح ہے ؟

المستفتی نمبر ۲۰۹۳ حافظ محمد رفیق صاحب ضلع کھیڑا (بمبئی) ۳ شوال ۱۳۵۶ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۲۹۹) حنفیہ کے نزدیک شیر خوار لڑکے اور شیر خوار لڑکی دونوں کا پیشاب ناپاک ہے ہاں

---

(۱) اما الحیة البریة التی لاتعیش فی الماء اذا ماتت فی الماء فانها تفسده (حلبی کبیر فصل فی البئر ص ۱۶۶ ط سہیل اکیدمی' لاہور)

(۲) ماتت فیه حمامة او دجاجة او ماقارب بها فی الجثة نزح منها اربعون دلوا او خمسون (حلبی کبیر' فصل فی البئر ص ۱۵۷ ط سہیل اکیدمی' لاہور)

(۳) ولو وقع فی البئر خرقة او خشبة نجسة ینزح کل الماء (فتاوی القاضی خان علی هامش الهندیه' واما ما یفسد ماء البئر ۱ / ۹ ط ماجدیه' کوئٹہ)

(٤) الیقین لا یزول بالشك' الاصل بقاء ما کان علی ما کان (الاشباه والنظائر' القاعدة الثالثة ص ۵۷ ط بیروت)

(۵) والمعتبر فی عمقه ان یکون بحال لا ینحسر بالاغتراف هو الصحیح (عالمگیریه' الباب الثالث فی المیاه ۱ / ۱۸ ط ماجدیه کوئٹہ)

لڑکے کے پیشاب کو زیادہ مبالغہ کے ساتھ دھونا ضروری نہیں پانی بہادینا اور نچوڑ دینا کافی ہے(۱) فقط
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

وضو میں مستعمل پانی کے چھینٹوں کا حکم.

(از اخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۲۹ء)

(سوال) آبدست کے پانی کی چھینٹ اڑ کر دو ایک قطرے اگر جسم پر یا کپڑے پر پڑ جائے تو اس سے نماز پڑھنا جائز ہوگا؟

(جواب ۳۰۰) آبدست کرتے وقت پانی کے قطرے کپڑوں پر گرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں ایک وہ پانی جو نجاست دھلنے اور نجس ہونے کے بعد گرتا ہے وہ تو ناپاک ہے دوسرا وہ پانی جو لوٹے یا ہاتھ پر سے گر جاتا ہے قبل اس کے کہ نجاست سے مخلوط ہو وہ پاک ہے پہلی صورت میں ایک درہم کی مقدار تک عفو اور اس سے زیادہ واجب الغسل ہے(۲) محمد کفایت اللہ غفرلہ'

پیشاب کی پاکی کے لئے ڈھیلا اور پانی دونوں کا استعمال افضل ہے.

(از اخبار الجمعیۃ مورخہ ۹ جنوری ۱۹۳۰ء)

(سوال) پیشاب کی پاکی کے لئے کلوخ کا لینا سنت ہے یا پانی کا لینا؟

(جواب ۳۰۱) کلوخ (پتھر' ڈھیلا) لینا اس کے بعد پانی سے دھونا افضل ہے اور اگر صرف پانی سے استنجے کر لے تو یہ بھی جائز ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل دوم۔ حیض و نفاس

ایام حیض میں قرآن مجید یا کتاب کے جس ورق پر آیات ہوں ان پر ہاتھ لگانا جائز نہیں.

(سوال) اگر ایسے ایام ہوں جس میں حرام ہے کہ عورتیں ہاتھ لگائیں کلام پاک کو کیا ایسی حالت میں

---

(۱) وهذا هو قولنا معشر الحنفية انه يجب غسل بول الغلام كما يجب غسل بول الجارية الا انه لا يبالغ في الاول كما يبالغ في الثاني الخ (اعلاء السنن' باب وجوب غسل الثوب من بول الصبي الرضيع ۱/۲۹۱' ط ادارة القرآن والعلوم الاسلامية' كراچی)

(۲) وقال محمد هو طاهر فان اصاب ذلك الماء ثوبا ان كان ماء الاستنجاء واصابه اكثر من قدر الدرهم لا تجوز فيه الصلوة (فتاوى القاضي خان على هامش الهندية' فصل في الماء المستعمل ۱/۱۵ ط ماجدية' كوئٹه)

(۳) ثم اعلم ان الجمع بين الماء والحجر افضل و يليه في الفضل الاقتصار على الماء (رد المحتار' فصل في الاستنجاء' ۱/۳۳۸ ط سعيد)

ایسی کتاب کو بھی ہاتھ لگانا پڑھنا جائز ہے جس میں دس بارہ یا ایک دو آیات قرآن پاک کی ہوں ؟

المستفتی نمبر ۱۰۸ میر حمید الغفور صاحب سابق جج شملہ۔ ۲۲ رجب ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۰۲) حیض کی حالت میں قرآن مجید کو چھونا اور ایسی کتاب جس میں قرآن مجید کی آیتیں لکھی ہوں ان آیت کے ورق پر ہاتھ لگانا ناجائز ہے(۱) کتاب کو چھونا اٹھانا جائز ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

ایام حیض میں عورت قرآن شریف کے علاوہ تمام اذکار کو پڑھ سکتی ہے.

(سوال) جس عورت کو حیض آتا ہو وہ درود شریف دلائل الخیرات پڑھ سکتی ہے یا نہیں ؟ **المستفتی** نمبر ۱۱۸۰ سید جلال الدین (ضلع آرہ شاہ آباد) ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۰۳) ہاں سوائے قرآن مجید کے تمام اذکار پڑھنا مباح ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

شوہر نے بے خبری میں ایام حیض میں جماع کیا تو گناہ نہیں.

(سوال) ایک عورت کو ہمیشہ مہینہ کے آخری ہفتہ میں حیض ہوا کرتا تھا اس کی شادی مہینے کے دوسرے ہفتے میں ہوئی اور شب کو ہم بستر ہونے سے اسے حیض شروع ہو گیا لیکن بے خبری کی وجہ سے خاوند دوبارہ ہمبستر ہوا ایسی حالت میں دونوں میں سے کسی پر گناہ ہوا یا نہیں ؟ اگر گناہ ہوا تو اس کا کفارہ وغیرہ کتنا دینا چاہئے شادی کے بعد سے حیض مہینہ کے دوسرے ہفتہ میں ہونے لگا ہے ؟ **المستفتی** حاجی محمد داؤد صاحب تاجر چٹائی و کمر بند۔ بازار بلیماران۔ دہلی

(جواب ۳۰۴) بے خبری سے ایسا ہو گیا تو دونوں میں سے کسی پر گناہ نہیں ہوا(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

نفاس والی عورت کے چھوئے ہوئے برتنوں کو ناپاک سمجھنے والا اور دیگر حرام افعال کا مرتکب شخص سرداری کے لائق نہیں.

(سوال) نفاس والی عورت جب کہ تعویذ کا ذریعہ ہو اس کے چھوئے ہوئے مٹی کے ظروف کو عقیدۃً ناپاک سمجھنا۔ رسومات کافرہ کی پابندی کرنا مثلاً لڑکے کے کان کسی بزرگ کے نام پر چھدوانا۔ حقوق العباد

---

(۱) و یمنع قراءۃ قرآن بقصدہ و مسہ ولو مکتوبا بالفارسیۃ فی الاصح الا بغلافہ المنفصل کما مر وکذا یمنع حملہ کلوح وورق فیہ آیۃ (تنویر الابصار و شرحہ الدر المختار مع رد المحتار باب الحیض ۱ / ۲۹۳ ط سعید)

(۲) قال فی البحر و فی شرح الدرر و الغرر رخص المس بالید فی الکتب الشرعیۃ (البحر الرائق باب الحیض ۱ / ۲۱۲ ط بیروت)

(۳) ولا باس لحائض و جنب بقراءۃ ادعیۃ و مسہا وحملہا و ذکر اللہ تعالی و تسبیح الخ (تنویر الابصار و شرحہ الدر المختار مع رد المحتار باب الحیض ۱ / ۲۹۳ ط سعید)

(۴) ثم ھو کبیرۃ لو عامدا مختارا عالما بالحرمۃ لا جاھلا او مکرھا او ناسیا (الدر المختار مع رد المحتار باب الحیض ۱ / ۲۹۷ ط سعید)

کو تلف کرنا اور کھا جانا۔ بطلب حقوق شدت اور سختی سے پیش آکر حلف انکار کرنا یہ فاسد عادتیں ایک سردار قوم کے اندر پائی جائیں تو ایسے شخص کو سردار از روئے شریعت تصور کرنا چاہئے یا نہیں۔ اور ایسے شخص سے مسلمانوں کو کیسا برتاؤ کرنا چاہئے؟ المستفتی نمبر ۲۰۸۸ مولانا عبدالرحیم صاحب (چھوٹی تھی) ۲۹ رمضان ۱۳۵۶ھ مطابق ۴ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۰۵) حیض و نفاس والی عورت کے ہاتھ جب کہ ان پر کوئی ظاہری نجاست نہ ہو پاک ہیں اور ان کے لگنے چھونے سے مٹی تانبے وغیرہ کے برتن ناپاک نہیں ہوتے (۱)

کسی بزرگ کے نام پر بچوں کے کان چھیدنا حرام ہے کسی کا حق مارنا اور کھاجانا بھی حرام ہے ایسا شخص سرداری کے لائق نہیں جو لوگوں پر ظلم کرے اور ان کے مال مارے۔ (۲) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

عورت کو نفاس کا خون وقفہ وقفہ سے چالیس دن سے زیادہ آئے تو چالیس دن نفاس کے ہوں گے۔

(سوال) ایک عورت کو ۴۶ دن نفاس کا خون آیا اور بعد کی حالت یہ ہے کہ تین دن طہر پھر ایک دن خون پھر تین دن طہر پھر دس دن خون پھر ایک دن طہر پھر ایک دن خون پھر نو دن طہر نو دن خون اور اس کے بعد سے اب تک طہر ہے اس عورت کو پہلے ایک نفاس ہو چکا ہے جو ۳۵ یوم کا تھا پہلے عموماً اس کو آٹھ یوم کا حیض آتا تھا مگر تاریخیں یاد نہیں تو اب صورت مسئولہ میں اس کے نفاس کے یوم کتنے اور طہارت کے یوم کتنے اور حیض کے یوم کتنے شمار ہوں گے اگر خدانخواستہ آئندہ ایسی ہی گڑبڑی کی حالت رہی تو طہارت و حیض کے دن کس طرح شمار کئے جائیں گے اس کے لئے قاعدہ بتادیں نفاس اور حیض کے درمیان طہارت کم از کم دن کتنے ہوتے ہیں؟ المستفتی نمبر ۲۸۱۴ سلیمان موسیٰ حافظ جی یار ڈوں ضلع سورت۔ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ

(جواب ۳۰۶) نفاس کے چالیس دن ہوں گے اس کے بعد طہارت کا حکم ہوگا (۳) اور کیا اس کو ایام رضاعت میں پہلے بھی خون حیض کا آتا رہا ہے یا رضاعت کے ایام میں حیض نہیں آتا تھا اس کا جواب دیا جائے تو آئندہ کا حکم بتایا جائے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

---

(۱) ولا یکرہ طبخها ولا استعمال ما مسته من عجین او ماء او نحوهما (رد المحتار، باب الحیض ۱: ۲۹۲ ط سعید)

(۲) لا یجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغیر سبب شرعی (عالمگیریہ، فصل فی التعزیر ۲: ۱۶۷ ط ماجدیہ، کوئٹہ)

(۳) قل النفاس لاحد له، واکثره اربعون یوما والزائد علیه استحاضہ (هدایہ، فصل فی النفاس ۱: ۷۰ ط مکتبہ شرکۃ علمیہ، ملتان)

تتمہ سوال۔ جواب میں جو بات دریافت فرمائی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جی ہاں پہلے بھی ایام رضاعت میں اس کو حیض کا خون آتا رہا ہے اور یہ وہی ہے جو سوال میں لکھا گیا ہے کہ اس کو پہلے عموماً آٹھ یوم کا حیض آتا تھا مگر اس کی تاریخیں یاد نہیں ہیں تو اب باقی ایام میں طہارت کے دن کتنے اور حیض کے دن کتنے ؟

حضرت والا! یہی مسئلہ میں نے جامعہ ڈابھیل کے مفتی اسمٰعیل بسم اللہ صاحب مد ظلہ العالی پر بھی لکھا تھا مگر سوال میں فرق صرف اتنا ہے کہ اس آپ کے سوال میں آخری طہر ۱۹ دن کا ہے اور ان کے سوال میں پانچ دن کا ہے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ان پر سوال لکھا اور اس کا جواب آیا اور پھر آپ پر سوال لکھا تو یہ جو ایام طہر کے گزرے وہ زیادہ کر دیئے گئے۔

انہوں نے جواب دیا ہے کہ حد فاصل دوم کے درمیان میں طہارت کے جو پندرہ دن ہونے چاہئیں وہ کہیں نہیں ہیں لہذا اس کی نفاس کی عادت کے ۳۵ یوم نفاس شمار کر کے باقی ایام استحاضہ میں شمار ہوں گے جس میں نماز روزے ادا کرنے ہوں گے لہذا اس کو جن تاریخوں میں پہلے آٹھ یوم حیض آتا تھا عادت کا وہ اب ان تاریخوں میں آٹھ یوم حیض شمار ہو گا اور باقی کا استحاضہ۔

حضرت والا! میرے ناقص مطالعہ کے لحاظ سے جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ عرض کرتا ہوں اگر چالیس دن نفاس کے شمار کئے جائیں تب بھی دو خون کے درمیان کی اقل مدت طہر پندرہ یوم وہ نہیں آتی لہذا آخری طہر جو ۱۹ یوم کا ہے اور اس وقت ۲۸ یوم کا ہوا ہے اس کے علاوہ سب ایام استحاضہ کے ہیں لہذا اس کی نفاس کی سابقہ عادت جو ۳۵ یوم کی ہے وہ عود کر آئے گی تو اس کا یہ نفاس بھی ۳۵ یوم کا ہو گا اس کے بعد احتیاطاً ۱۵ دن کا طہر ہو گا اس کے بعد اس کی سابقہ عادت کے مطابق آٹھ دن حیض کے ہوں گے اور اس کے بعد اب تک کے ایام طہر کے ہوں گے اگر خدانخواستہ ان کو پندرہ دن کا طہر نہ آتا تو پھر ان کو بائیس دن طہر کے ہوتے پھر آٹھ دن حیض کے پھر بائیس دن طہر کے پھر آٹھ دن حیض کے اور ایسے ہی حکم چلتا رہتا اس لئے کہ عورتوں کو عموماً مہینے میں ایک بار دم حیض آتا ہے ایام رضاعت میں حیض نہ آنے کو اس مسئلہ سے کیا نسبت ہے وہ بھی ارشاد فرمائیں ؟

(جواب) (از مولانا مفتی عبدالغنی صاحب۔ صدر مفتی دار الافتاء مدرسہ امینیہ۔ بعد وفات حضرت مفتی اعظمؒ) جب کہ نفاس کی ۳۵ دن کی پہلی عادت تھی لیکن اس دفعہ خلاف عادت ۳۶ دن خون آیا لیکن تین دن بند رہ کر پھر چالیسویں دن بھی خون آگیا اس کے بعد کچھ دن بند رہا اس صورت میں نفاس کے چالیس دن شمار ہوں گے البتہ اگر خون مستمر رہتا یہاں تک کہ چالیس یوم سے متجاوز ہو جاتا تو بے شک عادت سے زائد کو استحاضہ میں شمار کیا جاتا در مختار میں ہے اما المعتادہ فترد لعادتها و كذا الحيض شامی(۱) میں ہے اذا كان عادتها فى النفاس ثلاثين يوماً فانقطع دمها على راس عشرين يوماً و طهرت

---

(۱) باب الحيض ۱ / ۳۰۰ ط سعيد

عشرۃ ایام تمام عادتھا فصلت و صامت ثم عاودھا الدم فاستمر بھا حتی جاوز الا ربعین ذکر انھا مستحاضۃ فیما زاد علی الثلاثین دوسری جگہ ہے **صورتہ فی النفاس کانت عادتھا فی کل نفاس ثلاثین ثم رات مرۃ احدی و ثلثین ثم طھرت اربعۃ عشر ثم رات الحیض فانھا ترد الی عادتھا وھی الثلاثون و یحسب الیوم الزائد من الخمسۃ عشر التی ھی طھر** (۱) کیونکہ دم نفاس اور دم حیض میں کم ازکم پورے پندرہ یوم کا فاصلہ ضروری ہے۔ **اقل الطھر بین الحیضتین او النفاس والحیض خمسۃ عشر یوماً ولیا لیھا اجماعا** (۲) اگر عادت بھول گئی یعنی ایام حیض کے عدد یاد ہیں لیکن یہ بھول گئی کہ مہینے کے پہلے عشرہ میں حیض آیا ہے یا دوسرے عشرہ میں یا تیسرے عشرہ میں تو تحری کرکے ظن غالب پر عمل کرے گی۔ **و من نسیت عادتھا اما بعدا او بمکان او بھما انھا تتحری** (۳) الخ فقط محمد عبدالغنی غفرلہ (ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ)

فصل سوم۔ آدمی کا جسم اور جھوٹا

بھنگی یا چمار نہلا دھلا کر پاک کرلیا جائے تو اس کے ہاتھ کی چیزیں پاک ہیں

(سوال) بعض مسلمان عیسائیوں چماروں بھنگیوں وغیرہ کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا یا ان کے ہاتھ کا پانی استعمال نہیں کرتے خواہ اپنا جسم و لباس پاک صاف رکھیں بر خلاف اس کے بعض ہندو اقوام مثلاً برہمن' راجپوت مہاجن مالی بڑھئی کہار وغیرہ کے ہاتھ کا کایا ہوا کھانا یا ان کے ہاتھ کا پانی استعمال کرتے ہیں ان مسلمانوں کا یہ فعل از روئے قرآن و حدیث جائز ہے یا ناجائز؟ **المستفتی نمبر ۲۸۵** اللہ دیا صاحب ماسٹر (ضلع سہارنپور) ۲ صفر ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۷ مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۰۷) شریعت مطہرہ نے غیر مسلم کے بدن کو پاک قرار دیا ہے' خواہ وہ بھنگی ہو یا چمار یا اور کوئی کام کرنے والا ہو اس میں کسی ذات یا پیشہ کی تخصیص نہیں ہے (۴) ہاں بھنگی یا چمار یا ایسے لوگ جو نجاست کے کاموں میں رہتے ہیں ان کا بدن یا لباس ظاہر کے لحاظ سے اکثر ناپاک رہتا ہے اس لئے اس ناپاکی کے غلبۂ ظن کی بنا پر ان کا حکم ایسے لوگوں سے مختلف ہے جو نجاست سے ایسا تعلق نہیں رکھتے مگر جب کہ کسی بھنگی یا چمار کو نہلا دھلا کر پاک صاف کرلیا جائے تو اس کے ہاتھ کی چیز اور کسی برہمن کے

---

(۱) المرجع السابق ۱/ ۳۰۰

(۲) المرجع السابق ۱/ ۲۸۵

(۳) المرجع السابق ۱/ ۲۸۶

(۴) فسؤر آدمی مطلقاً ولو جنباً او کافراً .... طاھر (تنویر الابصار و شرحہ الدر المختار مع رد المحتار مطلب فی السؤر ۱/ ۲۲۲ ط سعید)

ہاتھ کی چیز میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) بھنگی کے ہاتھ پاک ہوں تو اس کے ساتھ کھانا محض اس وجہ سے کہ بھنگی ہے ناجائز نہیں
(۲) بھنگی سے مسجد میں جھاڑو دلوانا کیسا ہے ؟

(سوال) (۱) ایک غیر مذہب بھنگی کے ساتھ مسلمان کو کھانا کھانا ایک پلیٹ میں کیسا ہے ؟
(۲) ایک غیر مذہب بھنگی کو بلا کر مسجد میں جھاڑو دلوانا کیسا ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۳۳۶ شیخ عبدالغفور صاحب۔ دہلی ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۶ فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۰۸) (۱) اسلام کا اصول یہ ہے کہ انسان کا بدن پاک ہے' خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم اس میں بھنگی اور چمار کا بھی سوال نہیں ہے(۱) سوال میں غیر مذہب بھنگی کی تصریح کی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر غیر مسلم بھنگی کو نہلا دھلا کر اس کا بدن اور ہاتھ پاک صاف کر لئے جائیں تو اس کے ساتھ ایک برتن میں کھانے والا محض اس بنا پر کہ غیر مذہب کے ساتھ کھایا ہے ناپاک کھانے یا حرام کھانے کا مرتکب قرار نہ دیا جائے گا کیونکہ اس مفروضہ صورت میں اس کے ہاتھ پاک کرا لئے گئے ہیں رہی یہ بات کہ اس نے غیر مذہب اور بھنگی کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیوں کیا تو یہ بہت مختلف حالات اور مختلف مصالح کے لحاظ سے بدل سکتی ہے اگر کوئی معقول وجہ اپنے ساتھ کھلانے کی ہو تو پھر کوئی الزام اور اعتراض نہیں(۳) اور کوئی معقول وجہ نہ ہو تو بلا وجہ غیر مسلموں کے ساتھ کھانے پینے کے تعلقات قائم کر لینے کا الزام ہو گا مگر ناپاک یا حرام کھانے کا الزام نہ ہو گا(۴) (۲) احاطہ مسجد میں نماز کی جگہ کے علاوہ باقی جگہ میں بھنگی سے جھاڑو دلوائی جائے تو کوئی حرج نہیں اور اگر بھنگی کے پاؤں اور بدن پاک ہونے کا یقین ہو تو نماز کی جگہ میں بھی اس سے جھاڑو دلوائی جا سکتی ہے کیونکہ انسان کا بدن فی حد ذاتہ اسلامی اصول کے لحاظ سے پاک ہے(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) حتی لو اغتسل (ای الکافر) فوقع فیہا من ساعتہ لا ینزح منہا شی (رد المحتار' فصل فی البئر' ۱ / ۲۱۴ ط سعید)
(۲) فسور آدمی مطلقا ولو جنبا او کافرا طاہر (تنویر الابصار و شرحہ الدر المختار مع رد المحتار ۱ / ۲۲۲ ط سعید)
(۳) وفی التفاریق لا باس بان یضیف کافرا لقرابۃ او لحاجۃ (عالمگیریہ الباب الرابع عشر فی اہل الذمۃ والاحکام التی تعود الیہم ۵ / ۳۴۷ ط ماجدیہ کوئٹہ)
(۴) ان ابتلی بہ المسلم مرۃ او مرتین فلا باس بہ واما الدوام علیہ فیکرہ کذا فی المحیط (عالمگیریہ الباب الرابع عشر فی اہل الذمۃ والاحکام التی تعود الیہم ۵ / ۳۴۷ ط ماجدیہ کوئٹہ)
(۵) لا باس بدخول اہل الذمۃ المسجد الحرام و سائر المساجد وہو الصحیح (عالمگیریہ الباب الرابع عشر فی اہل الذمۃ والاحکام التی تعود الیہم ۵ / ۳۴۶ ط ماجدیہ کوئٹہ)

بھنگی کے ہاتھ پاک ہوں تو اسکے ساتھ کھانا کھانا جائز ہے 'تبلیغی مقصد کے پیش نظر یہ عمل قابل تحسین ہے .

(سوال) اگر کوئی شخص خاکروب (بھنگی غیر مسلم) کے ہاتھ دھلواکراور خوب صاف کر کے اس کے ساتھ کھانا کھائے تو جائز ہے ؟ سوال مذکور کی صورت اس وجہ سے پیش آئی کہ مولانا عطا اللہ شاہ بخاری نے مجلس احرار سنبھل کے ایک بیان میں اسلام کی رواداری غیر مذاہب کے لوگوں پر واضح کرتے ہوئے اپنا یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک جگہ میں نے خود بھنگی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا اس کے منہ کا آدھا کھانا آدھا بھی میں نے کھالیا اب ایک صاحب نے شاہ صاحب موصوف کی تقلید میں ایک بھنگی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالیا ہے کچھ لوگ اس خیال پر چراغ پا ہو رہے ہیں براہ مہربانی اگر ممکن ہو تو دو چار دلیل بھی جواب کے ساتھ ارقام فرماکر ممنون فرمائیں ؟ المستفتی نمبر ۱۴۲۷ مولانا طاہر الانصاری صاحب فاضل دیوبند (سنبھل مراد آباد) ۲۷ صفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۹ مئی ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۰۹) اسلام کا مسلمہ اصول ہے کہ انسان کا بدن پاک ہے اور انسان کا جھوٹا پاک ہے خواہ مسلم ہو یا کافر(۱) اس اصول پر جب کہ کسی انسان کے ہاتھ پاک ہوں(۲) اور کھانا بھی حلال ہو(۳) برتن بھی پاک ہوں(۴) اور مسلمان اس کے ساتھ کھانا کھالے تو اس میں کوئی اصولی غلطی نہیں ہے اور اگر کسی موقعہ پر اسلامی اصول کی حقیقت واضح کرنے کے لئے کوئی شخص یہ کام کرے تو وہ قابل تحسین ہے نہ کہ محل الزام(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'دہلی

غیر مسلم کے ہاتھ پاک ہوں تو اس کے ساتھ کھانا کھانا جائز ہے تبلیغی مقصد کے پیش نظر یہ عمل مستحسن ہے .

(سوال) انجمن خدام اسلام جگراؤں کے زیر اہتمام ایک تبلیغی ہفتہ اوائل ستمبر میں منایا گیا جس میں علمائے کرام میں سے ایک نے اسلامی مساوات پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اسلام سب بنی نوع انسان

---

(۱) فسؤر الآدمي مطلقا ولو جنبا او كافرا طاهر (تنوير الابصار و شرحه مع رد المحتار' مطلب في السور ۱/ ۲۲۲ ط سعيد)

(۲) ولو ادخل الكفار والصبيان ايديهم لا ينجس اذا لم يكن على ايديهم نجاسة حقيقة (حلبي كبير' في احكام الحياض ص ۱۰۳ ط سهيل اكيدمي لاهور)

(۳) لا باس بطعام المجوس كله الا الذبيحة فان ذبيحتهم حرام (عالمگيرية' الباب الرابع عشر في اهل الذمة الخ ۵/ ۳۴۷ ط ماجدية' كوئته)

(٤) و يكره الا كل و الشرب في اواني المشركين قبل الغسل (ايضاً)

(۵) وفي التفاريق لا باس بان يضيف كافرا لقرابة او لحاجة كذا في التمرتاشي ولا باس بالذهاب الى ضيافة اهل الذمة (عالمگيرية' نفس المكان) ان فعل ذلك ليميل قلبه الى الاسلام فلا باس به (عالمگيرية' الباب الرابع عشر في اهل الذمة ۵/ ۳۴۸ ط ماجدية' كوئته)

کو یکساں سمجھتا ہے حتی کہ ایک مسلمان ایک کافر کا جھوٹا کھا پی سکتا ہے بلکہ اپنے دین کو ضرر پہنچے بغیر ان کے گھر کا بھی کھا پی سکتا ہے اچھوتوں میں سے ایک نے جو سب اجلاسوں میں حاضر رہا اور جو مائل بہ اسلام تھا اور اب بھی اس دعوے کی صداقت کو آزمانے کے لئے علماء و دیگر معززین کی دعوت کردی جو قبول کرلی گئی کھانا تیار کرنے میں یہ اہتمام مدنظر تھا کہ مسلمان سے گوشت خریدنے کے بعد مسلمان ہی پکائے چنانچہ بریانی مسلمان نائی نے پکائی اور حلوا اچھوتوں نے تیار کیا البتہ کھانا مہمانوں کے آگے رکھنے والے اچھوت تھے علماء و اکابر کے اس فعل پر جو محض بنظر تالیف قلوب و بمقصد تبلیغ اس طور سے عمل میں لایا گیا کہ کھانا کھانے سے قبل محاسن اسلام پر ایک مبسوط تقریر اسی اچھوت کے گھر کی گئی اور اس میں دعوت اسلام دی گئی۔ بعض معاندین نے بفحوائے **انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا** (۱) بطور استدلال پیش کیا اور مشہور اہل سنت کا متفقہ مذہب کہ ان کے بدن نجس نہیں اعتقادات نجس ہیں نظر انداز کردیا گیا اس شور و غل کی وجہ سے بہت سے اچھوت جو دائرہ اسلام کے بہت قریب آئے تھے اب خاموش ہوگئے ہیں آپ از روئے شریعت ظاہر فرمادیں کہ طرفین میں سے کون حق پر ہے۔ **المستفتی** نمبر ۱۸۹۴ جناب صفی عبداللہ ایم اے صدر انجمن خدام اسلام جگراؤں ۸ شعبان ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۱۰) اسلامی اصول کے بموجب کافر و مشرک کا بدن نجس نہیں بلکہ جب بدن پر کوئی نجاست نہ ہو تو بدن پاک ہے (۲) اور ان کے ہاتھ کا کھانا بھی جائز ہے (۳) اور تبلیغی مقصد کے پیش نظر جن مسلمانوں نے اچھوتوں کے ہاتھ کا کھانا کھایا وہ مستحق اجر ہیں۔ (۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

کافر کا بدن پاک ہو تو اس کا جھوٹا اور پکایا ہوا کھانا کھانا جائز ہے
تبلیغی مقصد سے یہ عمل موجب اجر ہے۔

(سوال) ہمارے یہاں ایک مولوی صاحب کچھ عرصہ سے فقہ شریف کا مسئلہ اپنی وعظوں میں اس طرح بیان فرماتے رہے ہیں کہ کافر کا جھوٹا پاک ہے چوہڑے بھی ہندوؤں کی مانند ہیں لہذا چوہڑوں کا کھانا بھی جائز ہے چنانچہ اب کی وعظ پر یعنی کل ۹/۳۰-۶ کو ایک چوہڑے نے جو کہ اپنے آپ کو مذہبی سکھ کہلا رہا ہے اس نے مولوی صاحب کی مع چند احباب دعوت کردی مولوی صاحب نے نہایت خوشی

---

(۱) التوبة : ۲۸

(۲) ولو ادخل الکفار او الصبیان ایدیھم لا ینتجس اذا لم یکن علی ایدیھم نجاسة حقیقة (حلبی کبیر فصل احکام الحیاض ص ۱۰۳ ط سہیل اکیڈمی لاہور)

(۳) ولا باس بالذھاب الی ضیافة اھل الذمة (عالمگیریہ الباب الرابع عشر فی اھل الذمة والا حکام التی تعود الیھم ۵/۳۴۷ ط ماجدیہ کوئٹہ)

(۴) یطرن فعل ذلک لیمیل قلبه الی الاسلام فلاباس به (عالمگیریہ نفس المکان ۵/۳۴۸)

سے بے چون و چرا منظور فرمائی اور بوقت روانگی یعنی جب دعوت کھانے کیلئے جانے پر تیار ہوئے اس وقت نعرہ اللہ اکبر بلند آواز سے لگایا بعدہ مولوی صاحب معہ ایک جماعت کثیر کے نعتیں پڑھتے ہوئے اس چوہڑے کے گھر پہنچے اور چوہڑوں نے بدست خود ان کو کھانا اتارا اور اپنے گھر کا پانی وغیرہ بھی پینے کو دیا اور مولوی صاحب نے نہایت فراخدلی سے مع اپنے رفقاء کے دعوت کو نوش فرمالیا۔

دعوت کے اہتمام کی کیفیت حسب ذیل ہے :-

حلوے کو تو خود ان چوہڑوں نے اپنے گھر کے پانی وغیرہ سے تیار کیا اور پلاؤ کو ایک حجام نے تیار کیا حجام کہتا ہے کہ بجز پکانے کے باقی سب کام پانی وغیرہ کا ڈالنا غرض کہ سب اہتمام ان چوہڑوں ہی کا رہا ہے ہاں گوشت جو پلاؤ میں ڈالا گیا ہے ان کے ہمراہ میں نے قصاب کی دکان سے خرید کیا تھا جب کہ انہوں نے اپنے قبضے میں کر لیا میں بازار چلا گیا دو گھنٹے کے بعد میں بازار سے سودا سلف خرید کر کے جب ان چوہڑوں کے گھر پہنچا تو میں نے ان کے گھر سے منگوا کر دیگ میں پکا دیا عالیجاہا ہم نہایت ہی ادب سے التماس کرتے ہیں کہ مولوی صاحب کے اس مسئلہ نے ہمارے یہاں ہر ایک مسلمان کے دل میں بے چینی پیدا کر دی ہے لہذا معروض ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات سے آگاہی فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(۱) کیا فقہیہ کتب میں مذکور ہے کہ کافر کا جھوٹا پاک ہے اور اس کے یہی معنی ہیں جس پر مولوی صاحب نے عمل کیا ہے ؟

(۲) کیا فقہاء عظام کے مسائل مستنبط من القرآن والاحادیث نہیں ہیں ؟ اگر ہیں تو کیا فقہاء عظام کے مسائل کی مطابقت قرآن مجید واحادیث شریف سے ضروری نہیں ؟

(۳) اللہ جل جلالہ ایک جگہ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ مشرک تو نرے گندے ہیں اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ مسلمانوں تمہارے لئے اہل کتاب کا کھانا حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے کیا قرآن شریف کی ان آیات کی رو سے یہ نہیں پایا جاتا کہ فقہائے کرام نے جو کافر کا لفظ بیان فرمایا ہے اس سے اہل کتاب مراد ہیں جو کہ عیسائی یہودی وغیرہ ہیں۔

(۴) کیا کفار کی دعوت کو قبول کرنا خلاف امر جناب رسول اللہ ﷺ نہیں ہے آنحضور ﷺ تو مشکوۃ شریف میں فاسقین کی دعوت سے بھی منع فرماتے ہیں۔

(۵) ذبیحہ کا گوشت جو تقریباً دو گھنٹے چوہڑوں کے گھر انکے قبضے میں رہا کیا شرع شریف ایسے گوشت کے کھانے کی اجازت دیتی ہے ؟

(۶) اگر مولوی صاحب کی شرعاً اس میں کچھ گرفت ہو تو ان کے متعلق حکم شرع تحریر فرمایا جائے۔ **المستفتی** نمبر ۲۱۱۲ مستری نذیر احمد (ضلع لودھیانہ) ۱۰ شوال ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۴ دسمبر ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۱۱) مسئلہ شرعیہ فقہاء حنفیہ کے نزدیک یہی ہے کہ کافر کا بدن پاک ہے جب کہ اس

پر کوئی ظاہری نجاست نہ ہو، کافر کا جھوٹا بھی پاک ہے پس اگر اس کا اطمینان کرنے کے بعد کہ کھانے میں کوئی ناجائز و ناپاک چیز نہ تھی(۲)اور پکانے والے اور کھلانے والوں کے ہاتھ بھی کسی نجاست سے ملوث نہیں تھے تو ان کے ہاتھ کے کھانے میں کوئی شرعی جرم نہیں ہے(۳)اور اگر تبلیغی ضرورت یا اسلامی مساوات کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے ایسا کیا جائے تو موجب اجر و ثواب ہے(۴) آیت "انما المشرکون نجس" میں نجاست سے اعتقادی نجاست مراد ہے نہ کہ جسمانی(۵)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

نجاست کا یقین یا ظن غالب نہ ہو تو کافر کا جھوٹا کھانا پینا جائز ہے

(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۲۷ء)

(سوال) زید نے جان بوجھ کر کافر کا حقہ اپنا ہاتھ لگا کر پی لیا یہ فعل کیسا ہے؟ کافر و مشرک کا جھوٹا کھانا پینا کیسا ہے؟

(جواب ۳۱۲) جب کہ ناپاک ہونے کا ظن غالب نہ ہو تو اس صورت میں کوئی مواخذہ نہیں فی حد ذاتہ جائز ہے جب کہ نجاست کا ظن غالب نہ ہو (۶) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

(جواب دیگر ۳۱۳) کافر کے ہاتھ سے تر اور سیال چیز لینا فی حد ذاتہ جائز ہے لیکن اگر کافر کی بے احتیاطی کی وجہ سے ملوث بالنجاستہ ہونے کا گمان ہو تو بچنا بہتر ہے اور غالب گمان ہو تو لینا ناجائز ہے اور ناپاک ہونے کا یقین ہو تو بلا کراہت جائز ہے(۷) کیونکہ انسان کا بدن فی نفسہ اسلامی اصول کے لحاظ سے پاک قرار دیا گیا ہے(۸) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' (از اخبار الجمعیۃ مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۳۴ء)

---

(۱) ولو ادخل الکفار او الصبیان ایدیھم لا یتنجس اذا لم یکن علی ایدیھم نجاسۃ حقیقۃ (حلبی کبیر ص ۱۰۳ سہیل اکیڈمی' لاہور)

(۲) فسور الآدمی مطلقا ولو جنبا او کافرا طاہر (رد المحتار' مطلب فی السؤر' ۱ / ۲۲۲ ط سعید)

(۳) لا باس بطعام المجوس کلہ الا الذبیحہ فان ذبیحتھم حرام ولا باس بالذھاب الی ضیافۃ اھل الذمہ (عالمگیریہ' الباب الرابع العشر فی اھل الذمہ والاحکام التی تعود الیھم ۵ / ۳۴۷ ط ماجدیہ کوئٹہ)

(۴) ینظر ان فعل ذلک لیمیل قلبہ الی الاسلام فلا باس بہ (عالمگیریہ' الباب الرابع عشر فی اھل الذمہ والاحکام التی تعود الیھم ۵ / ۳۴۸' ط ماجدیہ کوئٹہ)

(۵) فالمراد بقولہ تعالی انما المشرکون نجس النجاسۃ فی اعتقادھم (رد المحتار مطلب فی السؤر ۱ / ۲۲۲ ط سعید)

(۶) فسور الادمی مطلقا ولو جنب او کافرا طاہر (رد المحتار' مطلب فی السؤر' ۱ / ۲۲۲ ط سعید)

(۷) ولو ادخل الکفار او الصبیان ایدیھم لا یتنجس اذا لم یکن علی ایدیھم نجاسۃ حقیقۃ (حلبی کبیر فصل فی احکام الحیاض ص ۱۰۳ ط سہیل اکیڈمی لاہور)

(۸) فسور الادمی مطلقا ولو جنب او کافرا طاہر (رد المحتار مطلب فی السؤر ۱ / ۲۲۲ ط سعید)

فصل چہارم۔ وضو غسل اور تیمم

اعضاء تیمم پر غبار آلود ہاتھ پھیرنا فرض ہے' کوئی عضو رہ جائے تو تیسری ضرب کی ضرورت نہیں

(سوال) تیمم میں اعضا کو گرد لگانا فرض ہے ؟ یا صرف ہاتھ پھیرنا فرض ہے نیز یہ کہ تیمم دو ضرب سے ہوتا ہے اب اگر کوئی عضو چھوٹ جائے تو اس کے لئے تیسری ضرب لگائی جائے یا نہیں ؟ بینوا توجروا

(جواب ٣١٤) تیمم میں اعضائے تیمم پر غبار آلود ہاتھ پھیرنا فرض ہے' یہ ضروری نہیں کہ اعضا پر بھی غبار نظر آنے لگے(۱) تیمم میں اگر کوئی عضو چھوٹ جائے تو اس کے لئے تیسری ضرب کی ضرورت نہیں ویسے ہی اس جگہ ہاتھ پھیر دینا کافی ہے(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ٹخنوں سے نیچے پاجامہ رکھنا سخت گناہ ہے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا

(سوال) پاجامہ اگر ٹخنوں سے نیچے ہو تو وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں ؟ بعض آدمی کہتے ہیں کہ مسلم شریف اور مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث شریف موجود ہے کہ پاجامہ ٹخنوں سے نیچے پہننے سے وضو باطل ہو جاتا ہے بذا یہ حدیث شریف ہو تو اس سے مطلع فرمائیں ؟

(جواب ٣١٥) اس امر کی کوئی معتبر دلیل نہیں کہ ٹخنے سے نیچا پاجامہ پہننے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ ٹخنے سے نیچے پاجامہ رکھنا سخت گناہ ہے(۳) لیکن ایسا کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور جو حدیث کہ ابوداؤد شریف(۴) میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو جو ٹخنے سے نیچے کپڑا پہنے ہوئے تھے وضو کرنے کا حکم دیا اول تو اس میں ایک راوی ابو جعفر ہے جو مجہول ہے(۵) دوسرے اس سے یہ بھی ثابت نہیں کہ وضو ٹوٹ جانے کی وجہ سے حکم دیا تھا ممکن ہے کہ اس کے گناہ کے کفارہ کے لحاظ سے یہ حکم دیا ہو کیونکہ وضو سے اعضاء کے گناہ جھڑ جاتے ہیں(۶) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) ثم عندهما ای عند ابی حنيفه و محمد لشرط في صحه التيمم مجرد المس ولا يشترطان علوق شئ منهما (حلبی کبیر' باب التیمم ص ٧٦ ط سہیل اکیڈمی' لاہور)

(۲) امر که فصر بتان الخ (حلبی کبیر باب التیمم ص ٦٢ ط سہیل اکیڈمی' لاہور)

(۳) عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال ما اسفل من الكعبين من الازار في النار (صحيح البخاري' باب ما اسفل من الكعبين ففي النار ٢/٨٦١ ط قديمی کتب خانه' کراچی)

(٤) باب ماجاء في ارسال الازار ٢/٥٦٥ ط امداديه ملتان

(٥) و في اسناده ابو جعفر رجل من اهل المدينة لا يعرف اسمه (معالم السنن لابی سليمان الخطابی' باب ما اسفل من الكعبين ففي النار ٦/٥١' ط انصار السنة المحمديه)

(٦) يحتمل و الله اعلم انه امره باعادة الوضوء دون الصلوة لان الوضوء مكفر للذنوب كما ورد في الاحاديث الكثيرة (بذل المجهود في حل سنن ابی داؤد' باب ماجاء في اسبال الازار ٥/٥٤ ط معهد الخليل الاسلامی' کراچی)

غسل جنابت میں سونے کے دانت کے نیچے پانی پہنچانا ضروری نہیں .

(سوال) اگر سونے کا دانت لگوالیا ہو تو کیونکر اس کے اندرونی حصہ یعنی جڑ اور برابروں میں غسل جنابت کے وقت پانی پہنچایا جا سکتا ہے اور نہ پہنچے تو غسل ہو جاتا ہے یا نہیں ؟ **المستفتی نمبر ۲۹۶، ۱۵ صفر ۱۳۵۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۹۳۴ء**

(**جواب ۳۱۶**) اندرونی حصہ میں پانی پہنچانا اس لئے ضروری نہیں کہ اب وہ دانت بوجہ لازم اور ثابت ہونے کے اصلی دانت کے حکم میں ہو جاتا ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(**جواب دیگر**) (از نائب مفتی صاحب) جب اصلی و خلقی دانت پر سونے کا پترہ چڑھا دیا جائے تو یہ سونے کا خول بوجہ شدت اتصال کے کالجزء ہی ہو جائے گا اور اس کے نیچے اصلی دانت کا غسل واجب نہ ہوگا تنویر الابصار و در مختار میں ہے(**غسل ما فیہ حرج کعین) وان اکتحل بکحل نجس (و ثقب انضم و) لا (داخل قلفۃ) الخ علی ھامش ردالمحتار** (۲) **جلد اول ص ۱۱۳** سونے کا دانت ضرورۃً لگوایا ہو یا زینتہً دونوں صورتوں میں حکم مختلف نہ ہوگا۔ فقط حبیب المرسلین عفی عنہ نائب مفتی مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب صحیح۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

غسل کرنے سے وضو ہو جاتا ہے وضو کے لئے چار اعضاء کو خاص کرنے کی وجہ .

(**سوال**) ہر نماز کے لئے پنج وقتہ وضو کیا جاتا ہے اگر ایک ہی دفعہ وضو کر لیا جائے اور چار وقت نہ کیا جائے تو عقل سلیم طہارت کا حکم نہیں لگا سکتی اور طہارت ظاہری کا اثر طہارت باطنی پر پڑتا ہے یا نہیں ؟ اور طہارت کے لئے ان اعضا کو کیوں خاص کیا گیا ؟ اگر ان اعضا کے دھونے کے بجائے غسل کر لیا جائے تو کیا وضو ہو جائے گا ؟ **المستفتی نمبر ۲۷۴ محمد عبدالجبار (رنگون) ۱۰ صفر ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۴ مئی ۱۹۳۵ء**

(**جواب ۳۱۷**) نماز کے لئے طہارت کی ضرورت ہے طہارت کے لئے ان اعضا کو اس لئے خاص کیا گیا کہ یہ اعضا اکثر حالات میں خارجی موثرات سے متاثر ہوتے رہتے ہیں اور تلویث کا اثر ان اعضا پر بہ نسبت باقی اعضا کے زیادہ ہو سکتا ہے اس لئے انہیں اعضا کو دھونے کے لئے مخصوص کیا گیا وضو کی جگہ غسل کر لینا بدرجہ اتم کافی ہے اور غسل کے اندر وضو خود بخود ہو جاتا ہے(۳) لیکن اگر ہر نماز کے لئے غسل کا حکم عام دیا جاتا تو مسلمانوں پر اس کی تعمیل دشوار اور قریب قریب ناممکن ہو جاتی اس لئے حکم تطہیر میں لوگوں کی آسانی کا لحاظ بھی خدائے علیم و حکیم و خبیر کے احکام میں موجود ہے طہارت ظاہر کا اثر

---

(۱) الاصل وجوب الغسل الا انہ سقط للحرج (رد المحتار' مطلب فی ابحاث الغسل ۱ / ۱۵۲ ط سعید)
(۲) مبحث ابحاث الغسل ۱ / ۱۵۲ ط سعید
(۳) عن عائشہ قالت : قال النبی ﷺ لا یتوضؤ بعد الغسل (جامع الترمذی' باب الوضوء بعد الغسل ۱ / ۳۰ ط سعید)

طہارت باطن پر بیشک پڑتا ہے اس لئے نماز جو طہارت باطن کا ذریعہ ہے' اس کے لئے طہارت ظاہر کی شرط کردی گئی(۱)اور طہارت ظاہری میں مکلفین کی آسانی کا بھی پورا لحاظ رکھا گیا ہے کیونکہ بفحوائے الدین یسر احکام دینیہ کا بنا آسانی پر رکھا گیا ہے واللہ اعلم   محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دانتوں پر سونے کا چڑھایا ہوا خول مانع غسل اور وضو نہیں

(سوال) اگر کوئی شخص صحت و سلامتی اپنے دانتوں پر بغرض زینت سونے کا پتہ اس طرح چڑھائے کہ دو یا چار دانتوں پر یا ساری بتیسی پر سونے کا خول منڈھا دے کہ جس سے دانت اور مسوڑھے سب بند ہو جائیں تو وضو اور غسل ہو جائے گا یا نہیں فقہائے کرام نے باب الغسل میں لکھا ہے کہ بدن کے جس حصے میں آٹا چپک کر سوکھ جائے یا چکنا میل ناخن کے اندر ہو جس کی وجہ سے پانی اس کے اندر نہ پہنچ سکے تو غسل نہیں ہوگا۔ المستفتی نمبر ۵۳۹ مولوی ظہور احمد (کاٹھیاواڑ) ۱۲ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۸ جولائی ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۱۸) دانتوں کی کسی خرابی کی وجہ سے سونے کا خول چڑھوانا ناجائز نہیں اور محض زینت کے لئے چڑھانا مکروہ ہے اور ضرورۃ چڑھایا ہو یا بلا ضرورت بہر صورت غسل و وضو کے لئے وہ مانع نہیں کیونکہ وہ ایک جزء لازم کی حیثیت رکھتا ہے(۲) بخلاف آٹے اور چکنے میل کے کہ وہ جزء لازم نہیں(۳) ہے فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ولا يشد سنه المتحرك بذهب بل بفضة وجوزهما محمدؒ تنوير الابصار و درمختار (۴) جلد/ ۵ الجواب صحيح حبيب المرسلين عفي عنه نائب مفتي –

حالت جنابت میں کھانا پینا جائز ہے' بہتر یہ ہے کہ وضو یا ہاتھ منہ دھو کر کھا پی لیا جائے.

(سوال) حالت جنابت میں کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۶۱۱ حکیم محمد قاسم (ضلع میانوالی) ۷ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۶ ستمبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۱۹) جنابت میں کھانا پینا درست ہے بہتر یہ ہے کہ وضو کر کے کھائے پئے اور بغیر وضو کئے صرف ہاتھ منہ دھو کر کھا پی لے تو یہ بھی ناجائز نہیں خلاف اولی ہے(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) و قيل سببها الحدث في الحكميه وهو وصف شرعي يحل في الاعضاء يزيل بالطهارة (رد المحتار ' كتاب الطهارة ۱ / ۸۵ ط سعيد) (۲) الاصل وجوب الغسل الا انه سقط للحرج (رد المحتار ' مطلب في ابحاث الغسل ۱ / ۱۵۲ ط سعيد) (۳) والعجين في الظفر يمنع تمام الاغتسال (عالمگيريه' الباب الثاني في الغسل ۱ / ۱۳ ط ماجديه كوئته) (٤) كتاب الحظر والاباحة' فصل في اللبس ۶ / ۳۶۱-۳۶۲ ط سعيد (۵) و في الشاميه قال في الخلاصة اذا اراد الجنب ان ياكل فالمستحب له ان يغسل يديه و يتمضمض اه تامل وذكر في الحليه عن ابي داؤد وغيره ' انه عليه الصلوة والسلام اذا اراد ان ياكل وهو جنب غسل كفيه وفي رواية مسلم يتوضأ وضوءه للصلوة (باب الحيض ۱ / ۲۹۳-۲۹۴ ط سعيد)

دانت صاف کرنے کے برش میں اگر خنزیر کے بال ہوں تو اس کا استعمال ناجائز ہے!

(سوال) انگریزی برش جو دانتوں پر استعمال ہوتا ہے' اس میں اگر سور کے بال ہوں تو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں' المستفتی نمبر ۶۱۱ حکیم محمد قاسم (ضلع میانوالی)

(جواب ۳۲۰) اگر خنزیر کے بالوں کا برش ہو تو اس کا استعمال قطعاً ناجائز ہے۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

وضو میں انگلیوں کا خلال کس وقت کرنا چاہئیے.

(سوال) (۱) وضو میں ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال گٹوں تک ہاتھ دھونے میں کرے یعنی شروع وضو میں یا کہنیوں کے دھوتے وقت کرے؟ سیدھی طرف سے یا الٹی طرف سے؟
(۲) چوتھائی سر کا مسح یا تمام سر کا مسح کرتے ہیں؟ اس کی کیا دلیل ہے؟ المستفتی نمبر ۶۵۸ مجیدی دواخانہ بمبئی ۲۷ رجب ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۶ اکتوبر ۱۹۳۵ء

(جواب ۳۲۱) وضو میں انگلیوں کا خلال ابتدائے وضو میں ہاتھ دھوتے وقت کرنا چاہئیے(۲)
(۲) حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض ہے،(۳) اور پورے سر کا مسح سنت ہے پورے سر کا مسح کرنا چاہئیے تاکہ فرض اور سنت دونوں ادا ہو جائیں(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

وضو میں مسواک سنت مؤکدہ ہے.

(سوال) وضو میں مسواک سنت مؤکدہ ہے یا محض سنت؟ المستفتی نمبر ۶۵۸ مجیدی دواخانہ بمبئی

(جواب ۳۲۲) وضو میں مسواک سنت مؤکدہ ہے(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

دانت صاف کرنے کے برش میں خنزیر کے بال ہونے کا شبہ ہو تو اس کا استعمال نہیں کرنا چاہئیے.

(سوال) دانت صاف کرنے کا برش خنزیر کے بالوں کا ہو تو جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) حلا جلد خنزیر فلا یطہر (تنویر الابصار و شرحہ الدر المختار) قال المحقق فی الشامیہ (قولہ فلا یطہر) ای لانہ نجس العین بمعنی انہ ذاتہ بجمیع اجزائہ نجسۃ حیا و میتا (الطہارۃ مطلب فی احکام الدباغۃ ۱ / ۲۰۴ ط سعید)
(۲) ان التخلیل انما یکون بعد التثلیث لانہ سنۃ التثلیث (رد المحتار ۱ / ۱۱۷ ط سعید)
(۳) و مسح ربع الراس مرۃ (تنویر الابصار مع رد المحتار' و کان الوضوء اربعۃ ۱ / ۹۹ ط سعید)
(۴) و مسح کل راسہ مرۃ مستوعبۃ (تنویر الابصار و شرحہ) قال المحقق فی الشامیہ (قولہ مستوعبۃ) ھذا سنۃ ایضا کما جزم بہ فی الفتح (ارکان الوضوء اربعۃ ۱ / ۱۲۱ ط سعید)
(۵) والسواک سنۃ مؤکدۃ (تنویر الابصار و شرحہ الدر المختار کتاب الطہارۃ ۱ / ۱۱۳ ط سعید)

المستفتی نمبر ۸۳۱ محمد انور (ضلع جالندھر) ۱۳ محرم ۱۳۵۵ھ مطابق ۶ اپریل ۱۹۳۶ء
(جواب ۳۲۳) ولایتی برش جس میں خنزیر کے بال ہونے کا شبہ ہو استعمال نہیں کرنا چاہئیے(۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

ناک اور آنکھ سے آنے والے پانی کا حکم

(سوال) زکام کے وقت میں جو پانی ناک سے جاری ہوتا ہے ابتداءً سفید ہوتا ہے بعد میں زرد اور بدبودار ہو جاتا ہے یا آنکھوں میں درد ہونے کی صورت میں آنسو آتے ہیں یہ ناقض وضو ہیں یا نہیں ؟
(جواب ۳۲۴) ناک سے آنے والا پانی جب تک متغیر اللون والریح نہ ہو اسی طرح آنکھ سے آنے والے آنسو جب تک پانی کی طرح صاف ہوں نواقض وضو میں نہیں ہیں(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

سونے کا لگایا ہوا دانت مانع غسل نہیں

(سوال) سونے کا دانت جیسا کہ آج کل لوگ بنواتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ دوسرے دونوں طرف کے دانتوں پر بھی خول چڑھ جاتا ہے غسل کی حالت میں خولوں کے اندر پانی نہیں پہنچ سکتا اور نہ یہ خول اتر سکتے ہیں ایسے دانت لگوانے شرعاً جائز ہیں یا نہیں ؟ غسل ہو جائے گا یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۹۳۵ شیخ محمد ابراہیم (مانڈلے برما) ۷ صفر ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹ مئی ۱۹۳۶ء
(جواب ۳۲۵) ضرورت کی بناء پر یہ دانت لگوانا جائز ہے محض زینت کے لئے لگوانا مکروہ ہے(۳) غسل دونوں حالتوں میں درست ہو جائے گا کیونکہ یہ دانت لگنے کے بعد جسم کا حکم لے لیتے ہیں(۴)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

سبیلین سے خارج ہونے والا مطلقاً ناقض وضو ہے

(سوال) عاجز بہت ضعیف ہونے کے علاوہ اور مختلف امراض میں بھی مبتلا رہتا ہے بواسیر کا بھی خون اور کبھی پیپ اور مادہ کبھی کم کبھی زیادہ نکلتا ہے اور کپڑا ملوث ہو جاتا ہے فتاویٰ شامی جلد ا ص ۱۲ میں ایسے عذر

---

(۱) حلا جلد خنزیر فلا یطهر (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار) قال المحقق فی الشامیه (قوله فلا یطهر) ای لا نجس العین بمعنی ان ذاته بجمیع اجزائه نجسة حیا و میتا (مطلب فی احکام الدباغة ۱/ ۲۰۴ ط سعید)
(۲) کما لا ینقض لو خرج من اذنه و نحوها کعینه و ثدیه قیح و نحوه کصدید (تنویر و شرحه) قال المحقق فی الشامیه قال فی البحر و فیه نظر بل الظاهر اذا کان الخارج قیحا او صدیدا النقض سواء کان مع وجع او بدونه لانهما لا یخرجان الا عن علة (مطلب فی نواقض الوضوء ۱/ ۱۴۹ ط سعید)
(۳) لو تحرکت سن رجل وخاف سقوطها فشدها بالذهب او بالفضة لم یکن به باس (عالمگیریه الباب العاشر فی استعمال الذهب والفضة ۵/ ۳۳۶ ط ماجدیه کوئٹه)
(۴) الاصل وجوب الغسل الا انه سقط للحرج (رد المحتار مطلب ابحاث الغسل ۱/ ۱۵۲ ط سعید)

کی حالت میں کپڑے کے ناپاک نہ ہونے کو مفتی بہ بتایا گیا ہے مگر سبیلین سے خارج ہونے کو شرح منیۃ المصلی کے ص ۱۱۸ میں اس قاعدے سے مستثنیٰ کیا ہے کہ سبیلین کے خارج ہونے میں جو سیلان خون و پیپ ہو یا سیلان نہ ہو مجرد ظہور سے ناقض وضو قرار دیا ہے غالباً نجس ہی ہوگا میری نظر بہت ضعیف ہوگئی فتاویٰ پڑھا نہیں جاتا میرا خیال یہ ہوتا ہے کہ سبیلین سے بول و براز کا اگر ظہور ہو تو یقیناً ناقض وضو اور نجس ہے اور اگر مدوہ بول و براز کے خون یا پیپ نکلی تو موافق پہلے قاعدہ مرقومہ کے شاید نجس اور ناقض وضو نہ ہو جواب تحریر فرمائیں آپ کی تحریر مجھے اطمینان دہ ہے۔ **المستفتی** نمبر ۱۳۲۴ (مولوی) محمد مشتاق احمد صاحب (ضلع کرنال) ۹ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۲۶) مخدوم مکرم حضرت مولانا دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مکرمت نامہ نے ممنون و مشکور فرمایا حق تعالیٰ آپ کے سایہ مکرمت و فیوض کو تا دیر مبسوط رکھے آمین آپ کا وجود باعث برکات و خیرات ہے سبیلین سے ہر خارج نجس و ناقض وضو ہے کم ہو یا زیادہ سائل ہو یا نہ ہو اور رطوبت دبر بہر صورت نجس ہے **وكذا الدود والحصاة اذا خرج من احد هذين الموضعين لاستتباع الرطوبة وهي حدث في السبيلين وان قلت (غنية المستملي)** (۱) اور کسی زخم سے خون یا پیپ کا تھوڑا تھوڑا نکلتا رہنا اور کپڑے کو لگتا رہنا بے شک بقول مفتی بہ نہ ناقض وضو ہے اور نہ اس سے کپڑا ناپاک ہوتا ہے مگر یہ حکم سبیلین کا نہیں ہے ہاں بواسیر میں مخرج سے باہر مسے اور مسوں کی جڑ میں قروح ہو جاتے ہیں ان میں سے جو خون یا رطوبت نکلتی اور کپڑے پر لگتی رہتی ہے اس کا حکم دوسرے زخموں کا ہے کیونکہ اس سے نکلنے والی رطوبت خارج من السبیلین میں داخل نہیں ہے خارج من السبیلین میں وہی رطوبت داخل ہے جو مقعد کے اندر سے باہر آئے اور جو حوالی مقعد کے بیرونی مسوں یا زخموں سے نکلے اس کا حکم مثل دیگر اجزاء جسم سے نکلنے والی رطوبت یا خون وریم کے ہوگا (۲) امید کہ دعائے خیر میں خادم کو یاد فرماتے رہیں گے۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی ۹ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ

وضو یا غسل میں کوئی جگہ خشک رہ جائے تو صرف اسی جگہ کو دھو لینا کافی ہے' خواہ باقی اعضا خشک ہوں یا نہ ہوں۔

(سوال) وضو یا غسل میں کوئی عضو یا جگہ بھولے سے خشک رہ جائے تو اسی عضو یا جگہ کو دھوئے یا دوبارہ وضو کرے اگر اسی جگہ کا دھونا کافی ہے تو آیا یہ حکم جب تک ہے جب تک اعضا تر ہیں یا اعضاء کے خشک ہونے کے بعد بھی ہے؟ **المستفتی** نمبر ۱۳۴۹ محمد یونس صاحب (متھرا) ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۰ فروری ۱۹۳۷ء

---

(۱) فصل في نواقض الوضوء ص ۱۲۵ ط سهيل اكيدمي' لاهور پاكستان

(۲) ثم المراد بالخروج من السبيلين مجرد الظهور و في غير هما عين السيلان (الدر المختار مع رد المحتار مطلب في نواقض الوضوء ۱/۱۳۵ ط سعيد)

(جواب ۳۲۷) صرف خشک رہ جانے والے عضو کو دھولینا کافی ہے خواہ باقی اعضا کے خشک ہونے سے پہلے دھوئے یا خشک ہونے کے بعد (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

دخول حشفہ سے بیوی پر بھی غسل واجب ہوگا.

(سوال) زوجہ پر جو کہ (بوجہ خامی کے) حظ مجامعت سے مبرا ہے. غسل جنابت لازم ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۱۵۷۹ محمد خاں صاحب (ملک مالوہ) ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۸ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۲۸) بقدر دخول حشفہ موقع ہو اور دخول حشفہ ہو جائے تو عورت پر بھی غسل واجب ہوگا ورنہ نہیں (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جنازے کے لئے کئے ہوئے وضو سے فرائض ونوافل پڑھنا جائز ہے

(سوال) جنازہ کے لئے جو وضو کیا ہو کیا اس سے دوسرے فرض اور نفل نمازیں پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟
المستفتی نمبر ۲۰۳۹ ولی محمد صاحب (کاٹھیاواڑ) ۱۲ رمضان ۱۳۵۶ھ مطابق ۷ نومبر ۱۹۳۷ء
(جواب ۳۲۹) جنازہ کے لئے جو وضو کیا ہو اس سے فرض اور نفل ہر نماز پڑھی جا سکتی ہے (۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(۱) ضرورت کی وجہ سے دانتوں پر سونے کا خول چڑھانا جائز ہے' زینت کے لئے مکروہ
(۲) دانتوں پر سونے کا چڑھا ہوا سونے کا خول مانع غسل و وضو نہیں.

(سوال) (۱) آج کل عام طور پر دانتوں پر سونے اور چاندی کے خول پہنائے جاتے ہیں جو پورے دانت کو ڈھانک لیتے ہیں اور پورا دانت خول میں پوشیدہ ہو جاتا ہے اس طرح مرد کے لئے دانتوں پر چاندی اور سونے کا استعمال درست ہے یا نہیں ؟

---

(۱) ولو تركها اى ترك المضمضة او الاستنشاق او اللمعة من اى موضع كان من البدن ناسيا فصلى ثم تذكر ذلك يتمضمض او يستنشق او يغسل اللمعة و يعيد ما صلى الخ (حلبى كبير' فرائض الغسل ص ۵۰ ط سهيل اكيدمى' لاهور)

(۲) الا يلاج فى احد السبيلين اذا توارت الحشفة يوجب الغسل على الفاعل والمفعول به انزل اولم ينزل وهذا هو المذهب لعلمائنا (عالمگيريه' الفصل الثالث فى المعانى الموجبة للغسل ۱/ ۱۵ ط ماجديه' كوئته)

(۳) تيمم لصلوة الجنازة او السجدة التلاوة اجزاه ان يصلى به المكتوبة بلا خلاف (عالمگيريه' الفصل الاول فى امور لا بد منها فى التيمم ۱/ ۲۶ ط ماجديه' كوئته)

(۲) یہ چاندی اور سونے کا خول غسل کے تو مانع نہیں ہوتا غسل میں کلی کرنا فرض ہے خول شدہ دانت کی حالت میں غسل کا یہ فرض (کلی کرنا) ادا ہو جاتا ہے کہ نہیں؟ المستفتی نمبر ۲۳۱۵ سکریٹری صاحب محمڈن ایجوکیشنل سوسائٹی (کولہاپور اسٹیٹ) ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۴ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۳۰) دانتوں پر چاندی یا سونے کے خول بلا ضرورت چڑھانا مکروہ ہے لیکن اگر ضرورت کی وجہ سے چڑھائے جائیں تو مکروہ نہیں (۱) اور بہر صورت چڑھانے کے بعد یہ خول وضو اور غسل کے جواز پر اثرانداز نہیں ہوتے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

گردن کے مسح کے بعد انگلیوں کے خلال کا کوئی ثبوت نہیں.

(سوال) وضو میں سر اور گردن کے مسح کے بعد ہاتھ کی انگلیوں کا خلال کرنا چاہئے یا نہیں؟
المستفتی نمبر ۲۸۱۲ محمد عبدالشکور فیض آباد ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ

(جواب ۳۳۱) سر اور گردن کے مسح کے بعد انگلیوں کے خلال کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے اسے ترک کر دیا جائے (۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جنبی کے ہاتھ پاک ہوں تو اس کا پکایا ہوا کھانا یا روٹی کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں:

(سوال) متعلقہ احکام جنابت

(جواب ۳۳۲) جس کو جنابت یعنی غسل کی حاجت ہو اس کو ناپاک کہہ سکتے ہیں مگر یہ ناپاکی ایسی نہیں ہے کہ اس کے بدن پر ناپاکی کے احکام جاری ہوں۔ یہ ناپاکی حکمی ہے یعنی نماز پڑھنے مسجد میں داخل ہونے قرآن مجید کی تلاوت کرنے میں تو وہ ناپاک ہے (۴) مگر کھانے پینے میں اس کے ہاتھ کی پکائی ہوئی روٹی کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے (۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) لو تحرک سن رجل وخاف سقوطها فسدها بالذهب او بالفضة لم یکن به باس (عالمگیریه الباب العاشر فی استعمال الذهب والفضة ۵/۳۳۶ ط ماجدیه' کوئٹه)

(۲) الاصل وجوب الغسل الا انه سقط للحرج (رد المحتار' مطلب فی ابحاث الغسل ۱/۱۵۲ ط سعید)

(۳) ان التخلیل انما یکون بعد التثلیث لانه سنة التثلیث (رد المحتار' کتاب الطهارة ۱/۱۱۷ ط سعید)

(٤) و یمنع دخول مسجد - وقراءة قرآن و مسه الا بغلافه وکذا حمله' ولاباس بقراءة ادعیه و مسها و حملها وذکر الله تعالی و تسبیح واکل وشرب بعد مضمضة و غسل یده (تنویر الابصار وشرحه مع رد المحتار' باب الحیض ۱/۱۹۳'۱۹٤ ط سعید)

(۵) ولا یکره طبخها ولا استعمال ما مسته من عجین او ماء و نحوهما (رد المحتار' باب الحیض ۱/۲۹۲ ط سعید

کمزور بوڑھے کو پانی کے استعمال سے سخت بیماری کا اندیشہ ہو تو غسل کے لئے تیمم کر سکتا ہے

(سوال) متعلقہ تیمم بوجہ ضعف و مرض

(جواب ۳۳۳) بوڑھا کمزور آدمی جسے خوف ہو کہ اگر غسل کرے گا تو سخت بیمار ہو جائے گا اسے جائز ہے کہ غسل کے بجائے غسل کا تیمم کر کے اور وضو کر کے نماز پڑھ لے پھر دھوپ کے وقت غسل کر لے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

حنفیہ کے نزدیک بھی تیمم میں کہنیوں تک ہاتھ پھیرنا فرض ہے

(سوال) **بسم الله الرحمن الرحيم عن ابن عباس انه سئل عن التيمم فقال ان الله تعالى قال في كتابه حين ذكر الوضوٴ فاغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق وقال في التيمم فامسحوا وجوهكم و ايديكم منه وقال والسارق و السارقة فاقطعوا ايديهما فكان السنة في القطع الكفين انما هو الوجه والكفين** (۲)

مذہب حنفیہ این است کہ مرفقان داخل است در غسل و عند الشافعی داخل نیست **هذا القياس في التيمم** ودر قطع یدین مذہب حنفیہ این است کہ قطع تا رسغین باشد۔

از ابن عباس کسے سوال کرد کہ در تیمم کدام حکم مقرر است آیا قیاس بر وضوٴ است یا بر قطع ایدی یعنی اگر قیاس بر وضوٴ شود تا مرفقین مسح لازم می آید و اگر بر قطع قیاس شود تا رسغین لازم می آید۔

الحال اگر قیاس بر وضوٴ شود بالکل موافق باشد بمذہب حنفیہ و اگر قیاس بر قطع شود چنانچہ از **فكان السنة في القطع الكفين الخ** معلوم میشود بظاہر از مذہب حنفیہ مخالف باشد تاہم مضر نیست زیرا کہ ایں اجتہاد حضرت ابن عباس باشد دیگر ایں ست کہ مخالف از حدیث صریح است کہ درباب تیمم ذکر شدہ ضربتین فرمودہ یک بلوجہ و دیگر لیدز راعین دیگر این کہ تیمم خلف وضوٴ است۔ چنانچہ در وضوٴ مرفقین داخل است در تیمم نیز داخل شود۔

امام الدین ۱۹۲۸ء

(ترجمہ) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ان سے تیمم کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں وضو کے متعلق فرمایا ہے کہ پس تم اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ اور تیمم کے متعلق فرمایا پس تم اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو اور فرمایا چوری کرنے والے مرد اور

---

(۱) و يجوز التيمم اذا خاف الجنب اذا اغتسل بالماء ان يقتله البرد او يمرضه (عالمگیریہ' الفصل الاول في امور لا بدمنها في التيمم' ۱/۲۸ ط ماجدیہ' کوئٹہ)

(۲) جامع الترمذی' باب ماجاء في التيمم ۱/۳۸ ط سعید

عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو تو قطع میں مسنون طریقہ کفین کا قطع ہے تو تیمّم میں بھی چہرہ اور کفین کا مسح ہے۔

حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ دونوں کہنیاں دھونے کے حکم میں داخل ہیں اور امام شافعی کے نزدیک داخل نہیں ہیں یہی قیاس تیمم میں بھی ہے اور قطع یدین کے باب میں حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ قطع کلائی تک ہے۔

ابن عباس سے کسی شخص نے پوچھا کہ تیمم میں کون سا حکم مقرر ہے؟ آیا وضو پر قیاس کیا جائے گا یا قطع ایدی پر؟ یعنی اگر وضو پر قیاس ہو تو کہنیوں تک مسح ضروری ہوتا ہے اور قطع قیاس ہو تو صرف کلائیوں تک ہوتا ہے۔

اب اگر وضو پر قیاس کیا جائے تو مذہب حنفیہ کے موافق ہوگا اور قطع پر قیاس کیا جائے جیسا کہ **فکان السنة فی القطع الکفین الخ** سے معلوم ہوتا ہے تو اگرچہ بظاہر حنفیہ کے مخالف ہے مگر مضر نہیں کیونکہ یہ حضرت ابن عباس کا اجتہاد ہے دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث صریح کے مخالف ہے جو تیمم کے بارے میں آئی ہے کہ دو ضربیں ہیں ایک چہرے کے لئے دوسری ذراعین کے لئے۔

پھر یہ کہ تیمم وضو کا قائم مقام ہے تو جیسے وضو میں کہنیاں داخل ہیں تیمم میں بھی داخل ہوں گی۔

(نوٹ) یہ امتحان کے پرچہ کا جواب ہے حاصل کردہ نمبر ۵۰ / ۴۰ واصف

(جواب ۳۳۴) مطلب جواب ابن عباس نہ این است کہ مجیب فہمید بلکہ ابن عباس تیمم را تا رسغین ثابت می کنند و گویند کہ اگر تا مرفقین بودے حق تعالیٰ الی المرافق ذکر نمودے چناں کہ در آیہ وضو ذکر فرمود و چناں کہ در آیہ قطع ذکر غایت نیست وازیں وجہ دراں قصر بر رسغین سنت شد ہمچنیں عدم ذکر غایت در تیمم مستلزم قصر بر رسغین است۔

اما جواب حنفیہ پس قدرے ازاں ذکر کردید و قدرے ترک نمودید۔ محمد کفایت اللہ ۷ صفر ۱۳۲۸ھ

(ترجمہ) **ریمارك ممتحن** ۔ حضرت ابن عباس ؓ کے جواب کا مطلب یہ نہیں ہے جو مجیب نے سمجھا ہے بلکہ ابن عباس تیمم کو کلائیوں تک ثابت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر تیمم مرفقین تک ہوتا تو حق تعالیٰ الی المرافق بھی فرماتا جیسا کہ آیہ وضو میں ذکر فرمایا ہے اور جس طرح آیہ قطع میں غایت کا ذکر نہ ہونے کی وجہ سے کلائیوں پر قصر کرنا مسنون ہوا اسی طرح تیمم میں عدم ذکر غایت قصر بر رسغین کو مستلزم ہے۔

لیکن حنفیہ کا جواب تم نے کچھ لکھا اور کچھ چھوڑ دیا۔ محمد کفایت اللہ ۷ صفر ۱۳۲۸ھ

دانت صاف کرنے کے لئے ایسے برش کا استعمال جس میں خنزیر کے
بال ہوں حرام ہے۔ (الجمعیۃ دہلی مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) دانتوں میں انگریزی دوائی لگانے کے لئے ان برشوں کا استعمال ہوتا ہے جن کے ڈبوں پر " برسلز" لکھا ہوتا ہے جس کے معنی " موئے خنزیر" ہیں اور تجربہ کار واقف حضرات کہتے ہیں کہ اگر یہ برش بالوں کے ہیں تو ضرور خنزیر کے بال ہیں کیونکہ وہی سخت ہوتے ہیں ان کو جلایا جائے تو بال کی طرح سکڑ جاتا ہے اور بدبو دیتا ہے۔

(جواب ۳۳۵) اگر برش کے متعلق یقین یا گمان غالب ہو کہ وہ خنزیر کے بالوں سے بنائے جاتے ہیں تو ان کا استعمال مسلمانوں کے لئے حرام ہے اور جب کہ ان پر ایسے الفاظ لکھے ہیں جنکا ترجمہ " موئے خنزیر" ہوتا ہے تو بہر صورت ان کا استعمال اسلامی غیرت و حمیت کے بھی منافی ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ایسے برشوں کو جن پر لفظ " موئے خنزیر) کے ہم معنی الفاظ لکھے ہوئے ہوں اور ایسے برش جن میں خنزیر کے بالوں کا ہونا متیقن یا مظنون ہو ہرگز استعمال نہ کریں(۱) محمد کفایت اللہ غفرلہ'

سخت اونی یا سوتی موزے جن پر سے پانی نہ چھنے اور چمڑے کے موزوں پر مسح جائز ہے۔
(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۲۸ء)

(سوال) موزہ اگر پہنے ہو رات کو یا صبح کو نماز کے وضو کی ضرورت ہو تو بوجہ سردی کے موزہ اتار نہ سکے اس پر تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ موزہ سوت یا ریشم یا اون کا ہے؟

(جواب ۳۳۶) چمڑے کے موزوں پر مسح جائز ہے(۲) اگر اونی یا سوتی موزے بھی اس قدر دبیز اور موٹے ہوں کہ ان پر سے پانی نہ چھنے تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہے(۳) محمد کفایت اللہ غفرلہ' دہلی

حالت جنابت میں تیل لگا کر غسل کرنے سے غسل درست ہوگا۔
(از اخبار الجمعیۃ مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

(سوال) جنابت کی حالت میں پاک تیل لگا کر غسل کر سکتا ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۳۷) ہاں غسل درست ہو جائے گا(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) خلا جلد خنزیر فانه لا یطهر (تنویر الابصار و شرحه) قال المحقق فی الشامیه (قوله' فلا یطهر) ای لانه نجس العین بمعنی ان ذاته بجمیع اجزائه نجسة حیاً و میتاً (مطلب فی احکام الدباغة ۱ / ۲۰۴ ط سعید)

(۲) المسح علی الخفین جائز و الا خبار فیهامستفیضة (هدایه' باب المسح علی الخفین ۱ / ۵٦ ط مکتبه شرکت علمیه' ملتان)

(۳) او جوربیه ولو من غزل او شعر الثخینین بحیث یمشی فرسخاً و یثبت علی الساق بنفسه ولا یری ما تحته' ولا یشف الا ان ینفذ إلی خف قدر الفرض (تنویر الابصار و شرحه مع رد المحتار' باب المسح علی الخفین ۱ / ۲٦۹ ط سعید)

(٤) واذا ادهن فامر الماء فلم یصل یجزی (عالمگیریه' الفصل الاول فی فرائضه ۱ / ۱٤ ط ماجدیه' کوئٹه)

مسواک سے دانتوں کو صاف کرنا مسنون ہے 'برش اگر پاک ہو
تو اس کا استعمال مباح ہے .(الجمعیۃ مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۱ء)
(سوال) دانت صاف کرنے کے لئے کئی قسم کے برش ملتے ہیں کیا ان سے دانتوں کا صاف کرنا جائز ہے؟
(جواب ۳۳۸) دانتوں کو مسواک سے صاف کرنا مسنون ہے(۱) برش اگر پاک ہو تو اس کا استعمال اگرچہ طریقہ مسنونہ کے موافق نہیں تاہم مباح ہو گا(۲) مگر سنا ہے کہ دانت مانجھنے کے برش خنزیر کے بالوں سے بنائے جاتے ہیں اگر یہ صحیح ہو یا اس کا شبہ بھی ہو تو ایسے برش کا استعمال قطعاً ناجائز ہے(۳)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

تمباکو نوشی اور نسوار رکھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا.
(الجمعیۃ مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۳۵ء)
(سوال) تمباکو نوشی اور نسوار کشی سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟
(جواب ۳۳۹) تمباکو نوشی اور نسوار کشی سے وضو نہیں ٹوٹتا(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

بواسیر میں مبتلا شخص جس کے کپڑے ہمیشہ ناپاک رہتے ہوں کیسے نماز پڑھے؟
(سوال) ایک شخص مرض بواسیر میں مبتلا ہے ہر وقت مسے باہر نکلے رہتے ہیں کھڑی کھڑی انگلی سے دبا کر اندر کرتا رہتا ہے اور نیز فوطہ پر پھوڑا نکلا تھا جو ٹوٹ گیا ہے ایک سوراخ نیچے ہوا ہے اور دوسرا اوپر ہے دونوں ہر وقت جاری رہتے ہیں اور جب ہوا نکلتی ہے تو نیچے والے سوراخ سے بھی نکلتی ہے لونگی بدل کر نماز پڑھتا ہے جب بھی نجاست سے کچھ نہ کچھ کپڑے آلودہ ہو جاتے ہیں اور مریض کے پاس کوئی ایسا آدمی نہیں جو ہر وقت کپڑے دھو سکے ایسی صورت میں مریض نماز کس طرح ادا کرے؟
المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں جگن پور ضلع فیض آباد
(جواب ۳۴۰) مریض کے پاس اگر کوئی آدمی نہیں ہے تو وہ جہاں تک خود صفائی اور پاکی پر قادر ہو وہاں تک کرے اس کے بعد خدا تعالیٰ کے عفو و کرم پر نظر رکھے(۵) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) والسواک سنۃ مؤکدۃ (تنویر الابصار و شرحہ ۱/۱۱۳ ط سعید)
(۲) و عند فقدہ او فقد اسنانہ تقوم الخرقۃ او الخشنۃ او الا صبع مقامہ (الدر المختار مع رد المحتار مطلب فی منافع السواک ۱/۱۱۵ ط سعید)
(۳) خلا جلد خنزیر فانہ لا یطہر (تنویر الابصار و شرحہ، قال المحقق فی الشامیہ (قولہ فلا یطہر) ای لانہ نجس العین بمعنی ان ذاتہ بجمیع اجزائہ نجسۃ حیا و میتا (مطلب فی احکام الدباغۃ ۱/۲۰۴ ط سعید)
(۴) والمعانی الناقضۃ للوضوء کل ماخرج من السبیلین والدم والقیح والصدید والقئ اذا کان ملء الفم والنوم الخ (مختصر القدوری کتاب الطہارۃ ص ۶ ط سعید)(۵) فاذا فاتت القدرۃ سقط التکلیف فھذا جملۃ ما یتعلق من المسائل بآیۃ الوضوء (التفسیر الکبیر لمائدۃ ۱۱/۱۶۴ ط دار الکتب العلمیۃ تہران)

بدن سے نجاست زائل کئے بغیر نماز نہ ہو گی۔
(سوال) ایک شخص وجع مفصل کی بیماری میں مبتلا ہے اور اس کو پانی نقصان کرتا ہے اگر اس کو احتلام ہو جائے تو وہ بدا دھوئے نجاست حقیقیہ کے تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟
المستفتی مولوی عبدالرؤف خاں جگن پور
(جواب ۳٤۱) نجاست لگی رہے تو نماز نہیں ہو گی نجاست زائل کرنا ضروری ہے(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

فصل پنجم۔ حد بلوغ

لڑکی حیض آنے یا پندرہ سال کی ہونے سے بالغہ ہو جاتی ہے
(سوال) لڑکی کس عمر میں بالغ ہوتی ہے ؟
(جواب ۳٤۲) جب لڑکی کو حیض آنے لگے یا پندرہ سال کی پوری ہو جائے بالغہ ہو جاتی ہے(۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱۔ ۴۔ ۷) لڑکی حیض آنے یا احتلام یا پندرہ سال کی ہونے سے بالغہ ہو جاتی ہے۔
(۲) موئے زیر ناف کا ظاہر ہونا علامت بلوغ نہیں
(۳) حیض آنے کے بعد بھی لڑکی باکرہ کہلائے گی
(۵) لڑکے کی علامات بلوغ
(۶) مراہق و مراہقہ کی پہچان
(سوال) (۱) لڑکی کے شرعی بالغہ ہونے کا قطعی معیار اور یقینی پہچان کیا ہے ؟ (۲) کیا صرف موئے زیر ناف کا ظاہر ہونا لڑکی کے شرعی بالغہ ہونے کا کافی ثبوت ہے ؟ (۳) اگر حیض کا آنا بالغہ ہونے کی دلیل ہو تو شبہ یہ ہے کہ بعض لڑکیوں کو محض آٹھ نو برس کے سن میں جب کہ نہ موئے زیر ناف کا پتہ ہوتا ہے نہ کسی اور علامت کا مگر حیض کا آنا شروع ہو جاتا ہے پھر کیا ایسی لڑکیوں کو ہم بالغہ کہیں گے ؟ (۴) یہ ظاہر ہے کہ بالغہ لڑکیوں کو اپنے نکاح میں اختیار ہے اور ان کی رضا مندی کے بغیر نکاح درست نہیں ہوتا تو معاملہ نکاح میں لڑکی کے بالغہ یا نابالغہ ہونے کی پہچان کیا ہے ؟ (۵) خون حیض آنے کے بعد لڑکی باکرہ

---

(۱) تطهير النجاسة واجب من بدن المصلي ويجوز تطهيرها بالماء وبكل مائع طاهر (هدايه' باب الانجاس و تطهيرها ۱/۷۱ ط مكتبه شركت علميه' ملتان)
(۲) بلوغ الجارية بالاحتلام والحيض والحبل فان لم يوجد منهما فحتى يتم بكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى (تنوير الابصار مع رد المحتار' فصل بلوغ الغلام بالاحتلام ۶/۱۵۳' ط سعيد)

کہلائے گی یا نہیں ؟(۶) مراہق اور مراہقہ کی پہچان کیا ہے ؟(۷) معاملات میں شہادت بالغ ہونا شرط ہے تو اس وقت علامت بلوغ کون سی چیز قرار پائے گی ؟(۸) لڑکوں کے بالغ ہونے کی کیا کیا علامتیں ہیں ؟ المستفتی نمبر ۹۳۰ محمد حسین ضلع پٹنہ ۲۶ صفر ۱۳۵۵ھ مطابق ۸ مئی ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۴۳) (۱) حیض احتلام حمل علامات بلوغ ہیں یا پندرہ سال کی عمر پوری ہو جانا۔(۱)(۲) نہیں (۲) (۳) اگر نو سال کی عمر والی لڑکی کو باقاعدہ حیض آنے لگے تو وہ بالغہ قرار دی جائے گی (۳)۔(۴) باقاعدہ حیض یا پندرہ سال کی عمر پوری ہونا (۴)۔(احتلام یا حمل حیض کے بعد ہی واقع ہوتے ہیں)(۵) ہاں باکرہ کہلائے گی یعنی حیض آنے سے بکارت زائل نہیں ہوتی (۵)۔(۶) قریب البلوغ کو مراہق کہتے ہیں لڑکیوں میں اس کی پہچان پھاتیوں کا ابھار وغیرہ ہے (۶)۔(۷) وہی علامتیں جو اوپر مذکور ہوئیں (۷) احتلام یا انزال یا پندرہ سال کی عمر پوری ہو جانا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

تیسرا باب
برتنوں اور کپڑوں کی پاکی

معذورین کے کپڑے کب تک پاک شمار ہوں گے

(سوال) درمختار صفحہ ۲۱۳ پر ایک مسئلہ معذورین کے بیان میں آیا ہے جس کی عبارت یہ ہے (و **حکمه الوضؤ) لا غسل ثوبه و نحوه الخ** اس میں شبہ یہ باقی رہا کہ غسل ثوب کا بالتفصیل کوئی عرصہ نہیں بتایا کہ کب تک نہ دھویا جائے اور ثوب معذورین کب تک پاک ہی کے حکم میں رہے گا۔ المستفتی نمبر ۴۳۳ وصی الحسن (گنجپورہ ضلع کرنال) ۱۶ رمضان ۱۳۵۳ھ م ۲۴ دسمبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۴۴) آپ نے درمختار کی عبارت وحکمه الوضو لا غسل ثوبه کے متعلق دریافت

---

(۱) حوالہ بالا ، صفحہ گزشتہ ،

(۲) مفادہ انہ لا اعتبار لنبات العانة ، رد المحتار' فصل فی بلوغ الغلام' ۶ ۱۵۳ ۱۵۴ ط سعید ،

(۳) بلوغ الجارية بالاحتلام والحيض والحبل وادنى مدته لها تسع سنين (تنوير الابصار مع رد المحتار' فصل في بلوغ الغلام ٦ :١٥٣' ١٥٤ ط سعيد ،

(٤) حواله بالا

(٥) وإذا زالت بكارتها بوثبة او حيضة فهي في حكم الابكار (هداية' باب الاولياء والاكفاء ٢ '٣١٥ ط مكتبه شركت علميه ملتان)

(٦) واما نهود الثدى فلا يحكم به للبلوغ في ظاهر الرواية (رد المحتار' فصل في بلوغ الغلام ٦ ١٥٣ ط سعيد)

(٧) بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والجارية بالاحتلام والحيض والحبل فان لم يوجد فيهما فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة (تنوير الابصار مع رد المحتار' فصل بلوغ الغلام بالاحتلام ٦:١٥٣' ١٥٤ ط سعيد)

فرمایا ہے کہ کپڑا اب تک نہ دھویا جائے اس میں تین قول ہیں ایک یہ کہ اگر دھونے کے بعد دوبارہ نجس ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو دھونا واجب ہے اور اگر دوبارہ نجس ہونے کا اندیشہ ہو تو دھونا واجب نہیں دوسرا قول یہ ہے کہ اگر دھو کر ادائے نماز کا موقع مل سکتا ہے یعنی دوبارہ ناپاک ہونے سے پہلے نماز ادا کر سکتا ہے تو دھونا واجب ہے ورنہ نہیں تیسرا قول یہ ہے کہ دھونے کے بعد نماز کے وقت کے اندر ناپاک ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو تو دھونا واجب ہے اور نماز کے وقت کے اندر دوبارہ ناپاک ہو جائے تو دھونا واجب نہیں درمختار نے قول ثانی کو مختار للفتویٰ کہا ہے اس کی تصریح وحکمه الوضوء کے پانچ سطر کے بعد وان سال علی ثوبه میں موجود ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

خریدا ہوا کوٹ یا واسکٹ کا پلید ہونا یقینی نہ ہو تو دھونا واجب نہیں

(سوال) جو کوٹ یا واسکٹ مستعمل شدہ نیلام میں خریدے جاتے ہیں جن کے کسی استعمال کرنے والے کا پتہ نہیں اس کو پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۴۵) ان کو دھو کر پہننا بہتر ہے اگرچہ جب تک نجاست کا یقین نہ ہو جائے دھونا واجب نہیں(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

مٹی کے برتن میں کتا منہ ڈالے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا۔

(سوال) پانی سے بھرے ہوئے مٹی کے مٹکے میں کتے نے منہ ڈال دیا تو پانی کے ساتھ اگر برتن بھی ناپاک ہو گیا تو اس کی پاکی کی کیا شکل ہوگی؟ المستفتی نمبر ۱۵۹۱ جلال الدین صاحب (ضلع حصار) ۳ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۲ جولائی ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۴۶) مٹی کے پانی سے بھرے ہوئے مٹکے میں کتا منہ ڈال دے تو اس کا پانی بھی ناپاک ہو جائے گا اور مٹکا بھی ناپاک ہو جائے کا پانی پھینک دیا جائے اور مٹکا تین مرتبہ دھویا جائے ہر مرتبہ دھو کر

---

(۱) وان سال علی ثوبه فوق الدرهم جاز له ان لا یغسله ان کان لو غسله تنجس قبل الفراغ منها ای الصلوة والا تنجس قبل فراغه فلا یجوز ترک غسله هو المختار للفتوی وکذا مریض لا یبسط ثوبه الا تنجس فورا له ترکه تنویر الابصار وشرحه) (قوله هو المختار للفتوی) وقیل لا یجب غسله اصلا وقیل ان کان مفیدا بان لا یصیبه مرة اخری یجب وان کان یصیبه المرة بعد الاخری فلا لکن فیها من الزاهدی ایضا عن شیخ صدر انه لو یبقی طاهرا الی ان یفرغ من الصلوة ولا یبقی الی ان یخرج الوقت مقیدا یصلی بدون غسله خلافا للشافعی لان الرخصة مقدرة عنه بخروج الوقت (مطلب فی احکام المعذور ۱ / ۳۰۶ ، ۳۰۷ ط سعید)

(۲) وفی التتارخانیة من شک فی انائه او ثوبه او بدنه اصابته نجاسة او لا فهو طاهر ما لم یستیقن وکذا ما یتخذه اهل الشرک او الجهلة من المسلمین کالسمن والخبز والاطعمة والثیاب (رد المحتار قبیل مطلب فی ابحاث الغسل ۱ / ۱۵۱ ط سعید)

اتنی دیر چھوڑ دیا جائے کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔(۱)

کفار کو حرام گوشت پکانے کے لئے مسلمان اپنی دیگیں دے سکتے ہیں، جھٹکے کے واسطے بکری ان کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے

(از اخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۲۷ء)

(سوال) جھٹکہ اور خنزیر کھانے والے مشرکوں کو جھٹکہ پکانے کے لئے مسلمان اپنی دیگیں برتن وغیرہ دے دیں تو جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کے ہاتھ جھٹکے کے واسطے بکرا فروخت کرنا کیسا ہے؟ جس برتن میں جھٹکہ پکایا جائے وہ پاک کس طرح کیا جائے؟

(جواب ۳۴۷) کفار کو مسلمان اپنے تانبے پیتل لوہے کے برتن عاریۃً یا کرایہ پر دے سکتے ہیں اور اگر مشرکین و کفار ان برتنوں میں جھٹکہ یا مینہ یا خنزیر کا گوشت پکائیں تو یہ برتن دھونے سے پاک ہو جائیں گے۔(۲) البتہ مٹی کے برتن نہیں دینے چاہئیں کہ ان میں یہ چیزیں پکنے کے بعد (اگرچہ شرعاً وہ بھی پاک کئے جا سکتے ہیں) مسلمان کی طبیعت میں نفرت پیدا ہو جائے گی اور ان کا استعمال کرنے پر قلب مطمئن نہ ہو سکے گا اسی طرح مسلمان کسی مشرک و کافر کے ہاتھ جانور فروخت کر سکتا ہے بیع میں کوئی گناہ نہیں جھٹکہ کرنا اس کا فعل ہے اس فعل کا گناہ اس مسلمان بائع کے ذمہ نہیں ہے(۳) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

کافر کے دھلے ہوئے کپڑوں کے ناپاک نہ ہونے کا غالب گمان ہو تو ان میں نماز جائز ہے

(از اخبار الجمعیۃ مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۲۹ء)

(سوال) ہندو اور کفار کے ہاتھ کے دھلے ہوئے کپڑے پہن کر نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۴۸) کفار کے دھوئے ہوئے کپڑے جب تک کہ ان کے ناپاک ہونے کا ظن غالب نہ ہو پاک قرار دئیے جائیں گے اور ان میں نماز جائز ہوگی(۴) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) وقدر بتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ ای غیر منعصر مما یتشرب النجاسة (تنویر الابصار و شرحه الدر المختار مع رد المحتار، باب الانجاس ۱/ ۳۳۲ ط سعید)

(۲) فان اذا علم فانه لا یجوز ان یشرب ویاکل منها قبل الغسل (عالمگیریه، الباب الرابع عشر فی اهل الذمة والاحکام التی تعود الیهم ۵/ ۳۴۷ ط ماجدیه کوئٹه)

(۳) وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم انه یتخذه خمرا لان المعصیة لا تقوم بعینه بل بعد تغیره (تنویر الابصار وشرحه) قال المحقق فی الشامیة: قوله لا تقوم المعصیة بعینه، یوخذ منه ان المراد بما تقوم المعصیة بعینه ما یحدث له بعد البیع وصف آخر یکون فیه قیام المعصیة (رد المحتار کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البیع ۶/ ۳۹۱ ط سعید)

(۴) وفی التاتارخانیه من شک فی انائه او ثوبه او بدنه اصابته النجاسة او لا فهو طاهر ما لم یستیقن، وکذا ما یتخذه اهل الشرک والجهلة من المسلمین کالسمن والخبز والاطعمة والثیاب (رد المحتار، قبیل مطلب فی ابحاث الغسل ۱/ ۱۵۱ ط سعید)

تانبے، پیتل اور لوہے کے برتن جائز تقاریب کے لئے غیر مسلموں کو کرایہ پر دینا جائز ہے۔

(از اخبار الجمعیۃ دہلی مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۳۶ء)

(سوال) یہاں سنی مسلمانوں کی ایک جماعت ہے جس میں کھانا پکانے کا دیگچہ وغیرہ برتن اور کئی قسم کا دیگر اسباب ہے وہ مسلمانوں کو کرایہ پر دیا جاتا ہے یہ سامان ہندوؤں اور احمدی یا قادیانی جیسے لوگوں کو کرایہ پر دینا اور اس کی اجرت لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۴۹) تانبے پیتل لوہے وغیرہ ایسی دھات کے برتن جس میں جذب کی صلاحیت نہیں ہے مسلموں غیر مسلموں کو کرایہ پر دینے سے ان برتنوں کے ناپاک ہو جانے کا شبہ نہیں ہو سکتا اگر جائز تقاریب میں کرایہ پر برتن دے دیئے جائیں تو مضائقہ نہیں ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جنبی کا دھویا ہوا کپڑا پاک ہے

(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ دہلی مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۳۷ء)

(سوال) حالت جنابت میں کپڑا جو ناپاک ہو گیا اس کو غسل جنابت کے بعد پاک کرنا چاہئے یا غسل جنابت سے پہلے؟ اور حالت جنابت میں کپڑا دھونے سے پاک ہو جائے گا یا نہیں؟

(جواب ۳۵۰) حالت جنابت میں ناپاک کپڑے کو دھو کر پاک کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں لوگوں کا یہ خیال ہے کہ جنابت کی حالت میں ناپاک کپڑا دھونے اور پاک کرنے سے کپڑا پاک نہیں ہوتا غلط ہے۔ (۲)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی

دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑوں میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

(الجمعیۃ مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

(سوال) کیا دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے سے نماز جائز ہے؟

(جواب ۳۵۱) دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑوں سے نماز جائز ہے (۳) محمد کفایت اللہ غفر لہ'

---

(۱) وجاز اجارة بيت - ليتخذ بيت نار اوكنيسة او بيعة (تنوير الابصار و شرحه مع رد المحتار' كتاب الحظر والاباحة ، فصل في البيع ۶/ ۳۹۲ ط سعيد)
(۲) ولا يكره طبخها و ستعمال ما مسته من عجين او ماء او نحو هما (رد المحتار' باب الحيض ۱/ ۲۹۲ ط سعيد)
(۳) وكذا (اى طاهر ما لم يستيقن نجسة) ما يتخذه اهل الشرك و الجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والاطعمة والثياب (ردالمحتار' قبيل مطلب ابحاث الغسل ۱/ ۱۵۱ ط سعيد)

چوتھا باب
صابون

ولایتی صابون جس میں خنزیر کی چربی پڑتی ہے' کے استعمال کا حکم

(سوال) آج کل ولایتی صابون عموماً استعمال کیا جاتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس میں خنزیر کی چربی پڑتی ہے اس وجہ سے اس کے استعمال میں تردد پیدا ہو گیا ہے شرعی حکم سے مطلع فرماکر ممنون فرمایا جائے
واجر کم علی اللہ

(جواب ۳۵۲) اول تو یہ امر محقق نہیں کہ صابون میں خنزیر کی چربی پڑتی ہے اگرچہ نصاریٰ کے نزدیک خنزیر کا استعمال جائز ہے اور انہیں اس سے کوئی پرہیز واجتناب نہیں ہے لیکن پھر بھی یہ ضروری نہیں کہ صابون میں اس کی چربی ضرور ڈالی جاتی ہو ظاہر ہے کہ یورپین کارخانے تجارت کی غرض سے صابون بناتے ہیں اور ایسے ذرائع مہیا کرتے ہیں جن سے ان کی مصنوعہ اشیاء کی تجارت میں ترقی ہو۔

آپ نے اکثر یورپین چیزوں کے اشتہاروں میں یہ الفاظ ملاحظہ فرمائے ہوں گے کہ "اس چیز میں بنانے کے وقت ہاتھ نہیں لگایا گیا اس چیز میں کسی مذہب کے خلاف کوئی چیز نہیں ڈالی گئی اس چیز کو ہر مذہب کے لوگ استعمال کر سکتے ہیں" وغیرہ وغیرہ ان باتوں سے ان کا مقصود کیا ہوتا ہے؟ صرف یہی کہ اہل عالم کی رغبتیں اس چیز کی طرف مائل ہوں اور ان کے مذہبی جذبات اور قومی خیالات ان اشیاء کے استعمال میں مزاحم نہ ہوں اور ان کی تجارت ہر قوم میں عام ہو جائے اور یہی ہر تجارت کرنے والے کے لئے پہلا مہتم بالشان اصول ہے کہ وہ اپنی تجارت کو پھیلانے کے لئے ان لوگوں کے مذہبی جذبات اور قومی خیالات کا لحاظ کرے جن میں اس کی تجارت فروغ پذیر ہو سکتی ہے اور اس کے مال کی کھپت ہے اہل یورپ جو ہندوستان اور اکثر اطراف عالم میں اپنا مال پھیلانا چاہتے ہیں اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ مسلمان ہر حصہ عالم میں بکثرت موجود ہیں اور یہ کہ مسلمان خنزیر اور اس کے اجزا کے استعمال کو حرام مطلق سمجھتے ہیں پس موافق اصول تجارت ان کا اولین فرض یہ ہے کہ اشیاء تجارتی میں جن کی اشاعت و ترویج ان کا مطمح نظر ہے ایسی چیزیں نہ ڈالیں جن کی خبر ہو جانے پر مسلمان ان چیزوں کے استعمال کو حرام سمجھیں اور ان کی تجارت کو ایک بڑا صدمہ پہنچے میرا یہ مطلب نہیں کہ یورپین اشیاء میں ایسی چیزوں کا استعمال جو مسلمانوں کے نزدیک حرام ہیں غیر ممکن ہے بلکہ غرض صرف یہ ہے کہ یقینی طور پر معلوم نہ ہونے کی صورت میں گمان غالب یہ ہے کہ اصول تجارت کے موافق وہ ایسی چیزیں نہ ڈالتے ہوں گے پس صرف اس بنا پر کہ یہ چیزیں یورپ سے آتی ہیں اور اہل یورپ کے نزدیک خنزیر حلال ہے یہ خیال قائم کر لینا کہ ان میں ضروری طور پر خنزیر کی چربی پڑتی ہو گی یا پڑنے کا گمان غالب ہے صحیح نہیں ہندو جن کے ہاتھ میں ہندوستان کی اکثری تجارت کی باگ ہے بہت سی ناپاک چیزوں کو پاک اور پوتر

سمجھتے ہیں گائے کا گوبر اور پیشاب ان کے نزدیک نہ صرف پاک بلکہ متبرک بھی ہے باوجود اس کے ان کے ہاتھ کی بنی مٹھائیاں اور بہت سی خوردنی چیزیں عام طور پر مسلمان استعمال کرتے ہیں اور استعمال کرنا شرعاً جائز بھی ہے یہ کیوں؟ صرف اس لئے کہ چونکہ ہندو دوکاندار جانتے ہیں کہ ہمارے خرید ہندو، مسلمان اور دیگر اقوام کے لوگ ہیں اور ہندوؤں کے علاوہ دوسرے لوگ گائے کے گوبر اور پیشاب کو ناپاک سمجھتے ہیں اس لئے وہ تجارتی اشیاء کو ایسی چیزوں سے علیحدہ اور صاف رکھتے ہیں تاکہ خریداروں کو ان سے خریدنے میں تامل نہ ہو اور خریداروں کے مذہبی جذبات ان کی تجارتی اغراض کی مزاحمت نہ کریں۔

یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے جس پر بہت سے جزئیات کا حکم متفرع ہوتا ہے اور نہ صرف صابون بلکہ یورپ کی تمام مصنوعات کی طہارت و نجاست اسی قاعدے کے نیچے داخل ہے ولایتی کپڑے اور بالخصوص رنگین کپڑے جو مسلمان عموماً استعمال کرتے ہیں کسے خبر ہے کہ ان رنگوں میں کیا کیا چیزیں ملائی جاتی ہیں اور کن پاک یا ناپاک اشیاء کی آمیزش ہوتی ہے لیکن قاعدہ مذکورہ کی بناپر ان چیزوں کا حکم بھی یہی ہے کہ جب تک یقینی طور پر یا گمان غالب یہ ثابت نہ ہو کہ کوئی ناپاک چیز ملائی جاتی ہے ناپاکی کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔

طہارت و نجاست کے باب میں کتب فقہیہ میں بہت سی ایسی نظیریں موجود ہیں جن میں محض گمان اور شک کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا ماہرین کتب فقہ پر یہ امر واضح ہے(۱)

ثانیاً۔ اگر اس امر کا ثبوت اور کوئی دلیل بھی موجود ہو کہ صابون میں خنزیر کی چربی پڑتی ہے تاہم صابون کا استعمال جائز ہے کیونکہ صابن میں جو ناپاک تیل یا چربی پڑتی ہے وہ صابون بن جانے کے بعد پاک ہو جاتی ہے روایات ملاحظہ ہوں۔

ویطھر زیت تنجس بجعله صابوناً به یفتی للبلوی کتنور رش بماء نحس لا باس بالخبز فیه (درمختار) (۲) یعنی روغن زیتون ناپاک ہو جائے تو صابون بنا دینے سے پاک ہو جاتا ہے اسی پر عموم بلوی کی وجہ سے فتویٰ دیا جاتا ہے جیسے تنور میں ناپاک پانی چھڑک دیا جائے تو اس میں روٹی پکانے کا مضائقہ نہیں۔ **جعل الدھن النجس فی صابون یفتی بطھارته لانه تغیر والتغیر یطھر عند محمد و یفتی به للبلوی اه (مجتبی کذافی رد المحتار)** (۳) یعنی ناپاک تیل صابون میں ڈال دیا جائے تو پاک ہو جاتا ہے کیونکہ اس کی حقیقت پلٹ جاتی ہے اور حقیقت کا پلٹ جانا امام محمدؒ کے نزدیک پاک کر دیتا ہے اور عموم بلوی کی وجہ سے اسی پر فتویٰ ہے۔

---

(۱) وفی التتارخانیة من شك فی انائه و ثوبه او بدنه اصابته النجاسة اولا فهو طاهر مالم یستیقن وکذا ما یتخذه اهل الشرك والجهلة من المسلمین کالسمن والخبز والا طعمة والثیاب(ردالمحتار قبیل مطلب ابحاث الغسل ۱/ ۱۵۱ ط سعید) وفی الاشباه الیقین لا یزول بالشك(الفصل الاول القاعدة الثالثة ص ۵۷ ط بیروت)
(۲) باب الانجاس ۱/ ۳۱۵ ط سعید
(۳) باب الانجاس ۱/ ۳۱۶ ط سعید

قدذكر هذه المسئلة العلامة قاسم في فتاواه وكذا ما سياتي متنا و شرحا من مسائل التطهير بانقلاب العين وذكر الادلة على ذلك بما لامزيد عليه و حقق و دقق كما هو دابه رحمه الله فليراجع ثم هذه المسئلة قدفرعوها على قول محمد بالطهارة بانقلاب العين الذى عليه الفتوى واختاره اكثر المشائخ خلافا لابي يوسف كما في شرح المنيه والفتح وغيرهما (رد المحتار) (۱) یعنی اس مسئلہ کو علامہ قاسمؒ نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے اور اسی طرح وہ مسائل جو متن و شرح میں آگے آتے ہیں جن میں انقلاب عین پر پاکی کا حکم دیا گیا ہے اور علامہ قاسمؒ نے اس کے دلائل نہایت تحقیق و تدقیق سے بیان فرمائے جیسا کہ ان کا طریقہ ہے خداتعالیٰ ان پر باران رحمت نازل فرمائے پھر سمجھنا چاہئے کہ یہ مسئلہ فقہاء نے امام محمدؒ کے قول پر متفرع کیا ہے کہ ان کے نزدیک انقلاب عین سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اس کو اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے امام ابو یوسفؒ کا اس میں خلاف ہے جیسا کہ شرح منیہ اور فتح القدیر (۲) میں مذکور ہے المرتب عليها اه (رد المحتار) یعنی فتح القدیر میں ہے کہ بہت سے مشائخ نے اس کو اختیار کیا ہے اور یہی مذہب مختار ہے کیونکہ شریعت نے وصف نجاست اس حقیقت پر مرتب کیا تھا اور حقیقت بعض اجزاء کے منتفی ہو جانے سے منتفی ہو جاتی ہے تو بالکل پلٹ جانے سے کیوں منتفی نہ ہو کیونکہ نمک گوشت اور ہڈی سے مغائر ہے پس ہڈی اور گوشت جب کہ نمک بن جائیں تو ان کو نمک ہی قرار دیا جائے گا اور اس کی نظیر شریعت میں یہ ہے کہ نطفہ ناپاک ہے پھر وہ علقہ یعنی خون بستہ بن جاتا ہے وہ بھی ناپاک ہے پھر مضغہ یعنی گوشت بن کر پاک ہو جاتا ہے اور شیرۂ انگور پاک ہے پھر شراب بن کر ناپاک ہو جاتا ہے پھر سرکہ بن کر پاک ہو جاتا ہے اس سے ہم نے جان لیا کہ حقیقت کا پلٹ جانا اس وصف کے زوال کو مستلزم ہے جو اس حقیقت پر مرتب تھا (رد المحتار) (۳) الحمار والخنزير اذا وقع في المملحة فصار ملحا او بئر البالوعة اذا صار طينا يطهر عندهما خلافا لابي يوسف كذافي محيط السرخسي (فتاوى عالمگيرى) (۴) پس نمک کا کھانا جائز ہے۔ اھ۔ گدھا یا خنزیر کان نمک میں گر کر نمک بن جائیں یا نجاست کا کنواں بالکل کیچڑ ہو جائے تو پاک ہو جاتا ہے یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا مذہب ہے اور امام ابو یوسفؒ کا خلاف ہے اھ۔ ولو احرقت العذرة اوالروث فصار كل منهما رمادا او مات الحمار في المملحة وكذا ان وقع فيها بعد موته وكذا الكلب والخنزير لو وقع فيها فصار ملحا طهر عند محمد واكثر المشائخ اختار واقول محمد و عليه الفتوى لان الشرع رتب و صف النجاسة على تلك الحقيقة و قد زالت بالكلية فان الملح غير

---

(۱) حوالا بالا (صفحه گزشته)
(۲) باب الانجاس و تطهيرها ۱ / ۲۰۱ ط مصر
(۳) باب الانجاس ۱ / ۳۱۷ ط سعيد
(۴) الباب السابع الفصل الاول في تطهير الانجاس ۱ / ۴۵ ط ماجديه كوئته

العظم واللحم فاذا صارت الحقيقة ملحا ترتب حكم الملح حتى لواكل الملح جار و نظيره النطفة نجسة و تصير علقة وهي نجسة و تصير مضغة فتطهر وكذا الخمر تصير خلا و على قول محمد فرعو اطهارة صابون صنع من دهن نجس و عليه يتفرع ما لو وقع انسان او كلب في قدر الصابون فصار صابونا يكون طاهرا لتبدل الحقيقة انتهى مختصرا (غنية (۱) المستملى شرح منية المصلى) (ترجمہ) اگر پاخانہ یا گوبر جلا کر راکھ کر دیا جائے یا گدھا کان نمک میں گر کر مر جائے یا مر کر گر جائے اسی طرح کتا یا خنزیر گر جائے اور نمک بن جائے تو امام محمدؒ کے نزدیک پاک ہو جاتا ہے اور اکثر مشائخ نے امام محمدؒ کے قول کو اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کیونکہ شریعت نے نجاست کا حکم اس حقیقت پر لگایا تھا جو بالکلیہ زائل ہو گئی کیونکہ نمک اور چیز ہے ہڈی گوشت اور چیز ہے پس جب کہ حقیقت نمک بن گئی تو نمک کا حکم اس پر لگ گیا یہاں تک کہ اس کا کھانا بھی جائز ہو گیا اور اس کی نظیر نطفہ ہے کہ وہ ناپاک ہے پھر خون بستہ بن جاتا ہے وہ بھی ناپاک ہے پھر گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے اور پاک ہو جاتا ہے اسی طرح شراب کہ نجس ہے سرکہ بن کر پاک ہو جاتی ہے اور امام محمدؒ کے اس قول پر اس صابون کی طہارت بھی متفرع ہے جو ناپاک تیل سے بنایا جائے اور اسی قول پر یہ مسئلہ بھی متفرع ہوتا ہے کہ انسان یا کتا صابون کی دیگ میں گر کر صابون بن جائے تو پاک ہو جائے گا کیونکہ حقیقت بدل گئی ان روایات منقولہ سے امور ذیل بصراحت ثابت ہو گئے۔

(۱) انقلاب حقیقت سے طہارت و نجاست کا حکم بدل جاتا ہے۔

(۲) یہ حکم طہارت بانقلاب حقیقت امام محمدؒ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اکثر مشائخ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

(۳) صابون میں روغن نجس یا چربی کی حقیقت بدل جاتی ہے اور انقلاب عین حاصل ہو جاتا ہے (در مختار اور مجتبیٰ کی مذکورہ بالا عبارتیں دیکھو)

پس اب سوال کا جواب واضح ہو گیا کہ صابون خواہ کسی چیز کی چربی یا روغن نجس سے بنایا جائے صابون بن جانے کے بعد وہ پاک ہو جاتا ہے اور اس کا استعمال جائز ہے کیونکہ انقلاب حقیقت کی وجہ سے وہ چربی چربی اور روغن روغن نہ رہا بلکہ صابون ہو کر پاک ہو گیا جیسے مشک اصل میں خون ناپاک ہوتا ہے لیکن مشک بن جانے کے بعد وہ پاک اور جائز الاستعمال ہو جاتا ہے پس ولایتی صابون کے استعمال کے لئے اس تحقیقات کی کچھ ضرورت نہیں کہ اس کے اجزاء کیا ہیں؟ وہ پاک ہیں یا ناپاک؟ کیونکہ حقیقت صابونیہ اس کی طہارت کی کفیل ہے جیسے کہ حقیقت مسکیہ اس کی طہارت کی ضامن ہے۔

اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ روایات مذکورہ سابقہ سے روغن نجس کے صابون کا پاک ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ یہ حکم روغن کے ساتھ خاص ہو کیونکہ اصل اس کی پاک ہے ناپاکی بوجہ سے اسے

---

(۱) فصل فى الآسارى ص ۱۸۸-۱۸۹ ط سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان

عارض ہوتی ہے پس اس سے خنزیر کی چربی کے صابن کا حکم نکالنا صحیح نہیں ہے کیونکہ خنزیر اور اس کے اجزاء نجس العین تھے تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ انقلاب عین سے پاک ہو جانا نجس العین اور غیر نجس العین دونوں میں یکساں طور پر جاری ہوتا ہے خون بھی نجس العین ہے مشک بن جانے سے پاک ہو جاتا ہے خود خنزیر کا انقلاب حقیقت کے بعد پاک ہو جانا بھی روایات ذیل سے ثابت ہے :-

ولاملح كان حمارا او خنزيراً ولا قذر وقع في بئرفصار حماة لانقلاب العين به يفتي (درمختار) (۱) یعنی وہ نمک پاک نہیں جو دراصل گدھا یا خنزیر تھا اور وہ پلیدی بھی جو کنویں میں گر کر کیچڑ بن جائے ناپاک نہیں کیونکہ انقلاب حقیقت ہو گیا اسی پر فتویٰ ہے قوله لا نقلاب العين علة للكل وهذا قول محمدؒ و ذكر معه في الذخيرة والمحيط ابا حنيفةؒ (حلیه) (۲) یعنی مصنف کا قول کہ انقلاب عین موجب طہارت ہے یہ گدھے اور خنزیر کے نمک اور پلیدی کے کیچڑ بن جانے کے بعد پاک ہو جانے کی دلیل ہے اور یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور ذخیرہ اور محیط میں امام ابو حنیفہؒ کو بھی امام محمدؒ کے ساتھ ذکر کیا ہے قال في الفتح (۳) وكثيرمن المشائخ اختاروه وهو المختار لان الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة و تنتفي الحقيقة بانتفاء بعض اجزاء مفهومها فكيف بالكل فان الملح غير العظم واللحم فاذا صار ملحا ترتب حكم الملح و نظيره في الشرع النطفة نجسة و تصير علقةً وهي نجسة و تصير مضغةً فتطهر والعصير طاهر فيصير خمراً فينجس و يصير خلاً فيطهر فعرفنا ان استحالة العين تستتبع زوال الوصف -

ان نصوص فقہیہ سے امور ذیل ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) گدھا خنزیر کتا انسان انقلاب حقیقت کے حکم میں سب برابر ہیں کچھ تفاوت نہیں۔

(۲) یہ کان نمک میں گر کر مریں یا مرے ہوئے گریں دونوں حالتوں میں یکساں حکم ہے یعنی میتہ جو بنص قرآنی حرام اور نجس ہے وہ بھی اسی حکم میں شامل ہے۔

(۳) انسان جس کے اجزاء سے بوجہ کرامت انتفاع حرام ہے اور خنزیر و میتہ جن سے بوجہ نجاست انتفاع حرام ہے انقلاب حقیقت کے بعد ان پر انسان اور خنزیر و میتہ کا حکم باقی نہیں رہتا بلکہ بعد انقلاب حقیقت پاک اور جائز الانتفاع ہو جاتے ہیں جب کہ انقلاب حقیقت طاہرہ کی طرف ہو۔

(۴) کان نمک میں گرنے اور صابن کی دیگ میں گرنے کا حکم یکساں ہے کہ یہ دونوں صورتیں موجب انقلاب حقیقت ہیں جیسا کہ کبیری شرح منیہ کی عبارت میں صراحۃً مذکور ہے۔

ان امور کے ثبوت کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ خنزیر یا میتہ یا کتے کی چربی سے بنے ہوئے صابن

---

(۱) باب الانجاس ۱/۳۲۶ ط سعید

(۲) رد المحتار' باب الانجاس ۱/۳۲۷ ط سعید

(۳) باب الأنجاس و تطهيرها ۱/۲۰۰-۲۰۱ ط مصر

کے جواز استعمال میں تردد کیا جائے۔

اور یہ شبہ کچھ وقعت نہیں رکھتا کہ خنزیر بنص قرآنی حرام اور نجس ہے پس صابن بن جانے کے بعد اس کی طہارت کا حکم کرنا نص قرآنی کا معارضہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ یہ معارضہ نہیں نص قرآنی نے خنزیر میتہ کو نجس بتایا ہے لیکن نمک یا صابن بن جانے کے بعد وہ خنزیر یا میتہ ہی کہاں رہے دیکھو شراب بنص قرآنی حرام اور نجس ہے اور سرکہ بن جانے کے بعد بالاتفاق وہ پاک اور حلال ہو جاتی ہے پس جس طرح کہ شراب منصوص النجاستہ پر سرکہ بن جانے کے بعد طہارت و حلت کا حکم کرنا نص قرآنی کا معارضہ نہیں اسی طرح خنزیر کے صابن بن جانے کے بعد اس کی طہارت کا حکم نص قرآنی کا معارضہ نہیں۔

اصل یہ ہے کہ شریعت نے جس حقیقت پر نجاست کا حکم لگایا تھا وہ حقیقت ہی نہیں رہی اور بعد انقلاب جو حقیقت متحقق ہوئی وہ شریعت کے نزدیک پاک ہے پس یہ حکم طہارت بھی حکم شرعی ہے نہ غیر۔

تنبیہ اول۔ یہ بات ضروری طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگرچہ خنزیر میتہ وغیرہ کی چربی سے بنے ہوئے صابن کا استعمال جائز ہے لیکن کسی مسلمان کو یہ حلال نہیں کہ وہ خنزیر وغیرہ کی چربی سے صابن بنائے کیونکہ قصداً ان چیزوں کو صابن بنانے کے لئے استعمال کرنا جائز نہیں اور یہ بات ہے کہ غیر مسلموں کے بنانے اور صابن بن جانے کے بعد استعمال جائز ہو جائے۔

تنبیہ دوم۔ انقلاب حقیقت سے حکم بدل جانے کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں اتنی بات تو یقیناً ثابت ہے اور فقہائے کی تصریحات بھی اس کے متعلق آپ ملاحظہ فرما چکے کہ جب انقلاب حقیقت ہو جائے تو حکم بدل جاتا ہے لیکن یہ بات ابھی تک قابل تحقیق ہے کہ انقلاب حقیقت سے مراد کیا ہے تو واضح ہو کہ انقلاب حقیقت سے مراد یہ ہے کہ وہ شے فی نفسہ اپنی حقیقت چھوڑ کر کسی دوسری حقیقت میں متبدل ہو جائے جیسے شراب سرکہ ہو جائے یا خون مشک بن جائے یا نطفہ گوشت کا لوتھڑا وغیرہ وغیرہ کہ ان صورتوں میں شراب نے فی نفسہ اپنی حقیقت خمریہ اور خون نے اپنی حقیقت دمویہ اور نطفہ نے اپنی حقیقت منویہ چھوڑ دی اور دوسری حقیقتوں میں متبدل ہو گئے حقیقت بدل جانے کا حکم اس وقت دیا جا سکتا ہے کہ حقیقت اولیٰ متقلبہ کے آثار مختصہ اس میں باقی نہ رہیں جیسا کہ امثلہ مذکورہ میں پایا جاتا ہے کہ سرکہ بن جانے کے بعد شراب کے آثار مختصہ بالکل زائل ہو جاتے ہیں۔

بعض آثار کا زائل ہو جانا یا بوجہ قلت آثار کا محسوس نہ ہونا موجب انقلاب نہیں جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر آٹے میں کچھ شراب ملا کر گوندھ لیا جائے اور روٹی پکالی جائے تو وہ روٹی ناپاک

ہے(۱) یا گھڑے دو گھڑے پانی میں تولہ دو تولہ شراب یا پیشاب ملا دیا جائے تو وہ پانی ناپاک ہے (۲) حالانکہ روٹی یا پانی میں اس قلیل المقدار شراب کا کوئی اثر محسوس نہ ہوگا لیکن چونکہ شراب نے ان صورتوں میں فی نفسہ اپنی حقیقت نہیں چھوڑی ہے اس لئے ناپاکی کا حکم باقی ہے اور محسوس نہ ہونا بوجہ قلت اجزا کے ہے چونکہ شراب کے اجزا کم تھے اور آٹے کے اجزا زیادہ اس لئے وہ روٹی میں محسوس نہیں پس یہ اختلاط ہے نہ کہ انقلاب۔

اسی طرح حقیقت منقلبہ کی بعض کیفیات غیر مختصہ کا باقی رہنا مانع انقلاب نہیں جیسے شراب کے سرکہ بن جانے کے بعد بھی اس کی رقت باقی رہتی ہے یا صابون میں قدرے دسومت روغن نجس کی باقی رہتی ہے کیونکہ رقت حقیقت خمریہ کے ساتھ اور دسومت حقیقت دہنیہ کے ساتھ مختص نہیں ہے پس انقلاب عین کی وجہ سے تبدل احکام کا حکم کرتے وقت بہت غور واحتیاط سے کام لینا ضروری ہے کیونکہ بسا اوقات انقلاب واختلاط میں اشتباہ پیش آجاتا ہے اور انقلاب کو اختلاط یا اختلاط کو انقلاب سمجھ لیا جاتا ہے۔ واللہ الموفق

تنبیہ سوم۔ اس انقلاب واختلاط کے اشتباہ کا ہمارے اس مسئلہ صابون پر کوئی اثر نہیں ہے کیونکہ ہم نے تصریحات فقہاء سے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ کسی چیز کا صابون بن جانا انقلاب حقیقت ہے نہ کہ اختلاط۔ اس لئے اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں واللہ اعلم و علمہ اتم کتبہ الراجی رحمۃ ربہ محمد کفایۃ اللہ غفرلہ مدرس مدرسہ الامینیۃ الواقعۃ بدھلی ۲۵ شعبان ۱۳۳۴ھ

ہذا التحقیق صحیح عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ الجواب صواب محمد انور عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند

پانچواں باب
متفرقات

مستعمل جاری پانی سے وضو کا حکم۔

(سوال) (۱) ٹین کی سوفت کی نالی ہے جس پر بیٹھے ہوئے بہت سے لوگ اپنے اپنے لوٹوں سے وضو

---

(۱) قلت: لكن قد يقال إن الدبس ليس فيه انقلاب حقيقة لأنه عصير جمد بالطبخ وكذا السمسم إذا درس واختلط دهنه بأجزائه ففيه تغير وصف فقط كلبن صار جبنا وبر صار طحينا وطحين صار خبزا بخلاف نحو خمر صار خلا (رد المحتار باب الأنجاس ۱/ ۳۱۶ ط سعيد)

(۲) إذا وردت النجاسة على الماء تنجس الماء إجماعا (الدر المختار مع رد المحتار، باب الأنجاس ۱/ ۳۲۶ ط سعيد)

گر رہے ہیں اب اسکا پانی بہتا ہوا نالی کے باہر جاتا ہے اگر کوئی شخص نالی کے اخیر میں بیٹھ کر وضو کرنے لگے اس خیال سے کہ یہ ماء جاری ہے تو کیا اس شخص کے لئے یہ فعل جائز ہو گا کہ نہیں ؟
(۲) اگر اس پانی کے علاوہ دوسرا پانی بھی نہ ہو تو دوسرے لوگ کیا کریں ؟ آیا وضو اور تیمم دونوں کریں یا صرف وضو اور تیمم ؟ المستفتی نمبر ۱۲۱۴ کریم اللہ خاں صاحب (ضلع بلاس پور) ۷ رجب ۱۳۵۵ھ م ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۵۳) اگر اس نالی میں صرف وہی پانی بہہ کر جاتا ہے جو لوگوں کے استعمال سے گرتا ہے تو وہ سارا پانی غیر مطہر ہے اس سے وضو جائز نہیں لیکن اگر پانی میں وضو کے استعمالی پانی کے علاوہ اور پانی بھی آتا ہو اور وہ غیر مستعمل پانی مقدار میں مستعمل سے زیادہ ہو تو وہ پاک اور پاک کرنے والا ہے اس سے وضو جائز ہو گا(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ ' دہلی

بیلوں کے پیشاب سے غلہ کو پاک کرنے کے لئے غلہ کی کوئی مقدار نکال دینا.

(سوال) زمیندار جو دانہ و غلہ نکالنے کے وقت تھوڑے سے دانے دانوں کے انبار میں سے اللہ واسطے نکالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیل جو پیشاب پاخانہ غلہ کو روندتے وقت کرتے ہیں ان کو یہ نکالے ہوئے کم و بیش دانے پاک کر دیتے ہیں جیسے کہ زکوۃ' تحریر فرمائیں کہ نکالنے چاہئیں یا نہیں ؟ اگر نکالنے چاہئیں تو نکالنے کا کیا اندازہ ہو ؟

(جواب ۳۵٤) جو غلہ زمیندار اس نیت سے نکالتے ہیں کہ روندتے وقت بیلوں نے جو پیشاب پاخانہ کر دیا تھا اس کی طہارت ہو جائے تو زمینداروں کا یہ فعل درست اور ٹھیک ہے اس ترکیب سے سارا غلہ پاک ہو جاتا ہے جو سائل کو دیا ہے اور جو باقی بچا ہے اور غلہ کی اتنی مقدار نکالنا چاہئے جتنا کہ اندازاً بیلوں کے پیشاب پاخانے سے خراب ہوا تھا ولو بالت الحمر علی الحنطة حال الدوس فذهب بعض الحنطة فالباقی طاهر وكذا الذاهب ايضا (کبیری ۲) مجتبانی ص ۲۰۳) كما لو بال حمر علی نحو حنطة تدوسها فقسم او غسل بعضه او ذهب بهبة او اكل او بيع حيث يطهر وكذا الذاهب لا حتمال وقوع النجس في كل طرف (درمختار مختصراً)(۳)

---

(۱) او مماثلا كمستعمل فبالا جزاء فان المطلق اكثر من النصف جاز التطهير بالكل والا لا وهذا يعم الملقى والملاقي ففي الفساقي يجوز التوضو مالم يعلم تساوي المستعملين على ما حققه في البحر والنهر (الدر المختار مع رد المحتار' باب المياه ۱ / ۱۸۲ ط سعيد)
(۲) فروع مشتی' ص ۲۰۵ ط سهيل اكيدمي لاهور
(۳) باب الانجاس ۱ / ۳۲۸ ط سعيد

راستوں کی کیچڑ اور پانی میں آثار نجاست نہ ہو تو پاک ہیں

(سوال) راستوں کی کیچڑ اور ناپاک پانی معاف ہے یا نہیں ؟

(جواب ۳۵۵) راستوں کی کیچڑ پر مواضع ضرورت میں پاکی کا حکم کیا جائے گا بشرطیکہ اس میں آثار نجاست ظاہر نہ ہوں(۱)

جنبی شخص کے لئے بہتر یہ ہے کہ وضو یا ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھائے .

(سوال) رمضان شریف میں سحری کے وقت کسی آدمی کو احتلام ہوا اور اسے یقین ہے کہ غسل کرنے کے بعد کھانے کا وقت باقی رہے گا مگر اس نے کاہلی کی وجہ سے غسل نہیں کیا اور کھانا کھا لیا تو اس کا روزہ ہوگا ؟ یا نہیں اور حالت جنابت میں کھانا کھانے سے گناہ گار ہو گا یا نہیں اور حالت جنابت میں کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر جائز ہے تو کس طرح کھائے وضو کرکے یا ہاتھ دھو کے کھائے ؟

(جواب ۳۵۶) حالت جنابت میں بغیر منہ دھوئے ہوئے یا وضو کئے ہوئے کھانا پینا خواہ رمضان میں ہو یا غیر رمضان میں خلاف اولیٰ ہے بشرطیکہ ہاتھوں پر کسی قسم کی نجاست نہ لگی ہو سحری کھاتے ہوئے تو مناسب یہ ہے کہ غسل کر ڈالے یا وضو کر لے یا کم از کم ہاتھ دھو ڈالے(۲) واللہ اعلم

(۱) مشرکوں میں نجاست اعتقادی ہے اور ان کا جھوٹا پاک ہے .
(۲) بلی کا جھوٹا مکروہ ہے .

(سوال) اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں رسول خدا ﷺ کے آخر عہد میں مشرک کو نجس العین فرمایا ہے لہٰذا ان کا جھوٹا کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ اور رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے نزول کے بعد کسی مشرک کے ساتھ کھانا کھایا ہے یا نہیں ؟

(۲) بلی کا جھوٹا کھانا جائز ہے یا نہیں ؟ المستفتی نمبر ۳۴ نذیر احمد۔ ضلع بلیا۔ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۳۳ء

(جواب ۳۵۷) قرآن شریف میں مشرکوں کو نجس فرمایا ہے اس سے اعتقادی نجاست مراد ہے ورنہ انسان کا جسم ناپاک نہیں ہے.(۳) قرآن مجید میں نصاریٰ کو مشرک قرار دیا ہے باوجود اس کے طعام الذین

---

(۱) وفي الفيض: طين الشوارع عفو وان ملاء الثوب للضرورة- والعفو مقيد بما اذا لم يظهر فيه اثر النجاسة (ردالمحتار' مطلب في العفو عن الشوارع ۱ / ۳۲۴ ط سعيد) (۲) وفي الشاميه . قال في الخلاصة اذا اراد الجنب ان ياكل فالمستحب له ان يغسل يديه و يتمضمض ' تامل وذكر في الحلية عن ابي داؤد وغيره انه عليه الصلوة والسلام اذا اراد ان ياكل وهو جنب غسل كفيه' وفي رواية مسلم' متوضا وضوئه' للصلوة (باب الحيض ۲۹۳ - ۲۹۴ ط سعيد) (۳) فسور آدمي مطلق ولو جنبا او كافرا طاهر (تنوير الابصار و شرحه) قال المحقق في الشاميه (قوله كافرا) لانه عليه السلام انزل بعض المشركين في المسجد على ما في الصحيحين' فالمراد بقوله تعالى' انما المشركون نجس" النجاسة في اعتقادهم (مطلب في السؤر ۱ / ۲۲۲ ط سعيد)

اوتوا الکتاب حل لکم (۱) کا حکم بھی موجود ہے۔
(۲) بلی کا جھوٹا مکروہ ہے (۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ 'مدرسہ امینیہ 'دہلی

کفار کے مستعمل کنوؤں یادیگر اشیاء میں جب تک نجاست یقینی نہ ہو پاک ہیں ۔

(سوال) آپ نے عنایت نامے میں ہر چند شرح وبسط کے ساتھ مسئلہ مستفسرہ پر روشنی ڈالی ہے لیکن افسوس کہ ایک اہم ٹکڑا نظر انداز ہو گیا جس کی وجہ سے مسئلے کا جواب نامکمل رہ گیا۔

میں نے عرض کیا تھا کہ علاوہ نجاست بدنی کے غیر مسلم (اہل ہنود)اشیائے خوردنی کے تیار کرنے میں ایسے اجزا استعمال کرتے ہیں جو شرعی نقطہ خیال سے پاکیزہ نہیں ہو سکتے الجواب "لازمی طور پر نہیں بلکہ امکانی طور پر کبھی کر گزرتے ہوں گے"

مثلاً ایک کنویں میں چوہا گر کر مر گیا شریعت کی رو سے اس کنویں کا پانی پاک نہیں رہا اور ظاہر ہے کہ جب یہ پاک نہیں رہا تو کھانے پینے کے کام میں کیسے لایا جا سکتا ہے اس کی نجاست حکمی ہی سہی عینی نہ سہی۔ الجواب "حکمی نہیں بلکہ حقیقی ہے"

اس پانی کو پیا تو نہیں جا سکتا۔ الجواب "پینا کھانا وضو کرنا سب ناجائز"

شریعت نے اسے پاک کرنے کا طریقہ تجویز کر دیا لیکن اس میں بالتحقیق یہ معلوم ہے کہ غیر مسلم اس کنویں کو اس طریقہ سے پاک نہیں کریں گے زیادہ سے زیادہ اس جانور کو نکال کر باہر پھینک دیں گے الجواب "بیشک وہ خود پاک کرنے کی فکر نہ کریں گے لیکن اس کنویں سے مسلمان بھی پانی بھرتے ہیں تو مسلمان اس کو پاک کر لیں گے اور ہندو مزاحم نہ ہوں گے"

کلمہ شریف پڑھ کر نہ سہی۔ الجواب "یہ تو پاکی کا طریقہ شرعیہ نہیں"

پانی نکالنا تو ضروری ہے لیکن وہ ایسا نہیں کرتے سوال یہ ہے کہ جن چیزوں میں یہ پانی پڑا ہو ان کا کھانا کیسا ہے الجواب "اگر مسلمانوں کو اس کا علم ہو جائے تو اس کا کھانا ناجائز ہے"

نجاست بدنی کے لئے تو کہہ دیا کہ خود دیکھ لیجئے کہ اس کے ہاتھوں کی نجاست تو نہیں تک ہے لیکن ایسے پانی کو کس طرح دیکھ سکتے ہیں کہ ایسے کنویں کا یا برتن کا ہے جو شرعی طور پر پاک نہیں ہے۔ الجواب "جب تک کسی پانی کا ناپاک ہونا معلوم اور یقین نہ ہو جائے اس وقت تک وہ پاک ہے" جیسے نل کا پانی اور تمام ان کنوؤں کا پانی جو غیر مسلم بستیوں میں ہوں اور وہاں مسلمان پہنچیں اور خود کنویں سے نکالیں۔

---

(۱) المائدة : ۵

(۲) وسؤر هرة- طاهر للضرورة مكروه تنزيها في الاصح (تنوير الابصار و شرحه مطلب في السؤر ۱ /۲۲۳-۲۲۴ ط سعيد)

اس میں قیاس، ظن کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ یہ چیز ہمارے تحقیقی علم میں ہے کہ یہ لوگ پانی کو اس طرح سے پاک نہیں کرتے اس طرح کتے کا جھوٹا ہمارے یہاں ناپاک ہے لیکن وہ اس کے استعمال سے کراہت بھی نہیں کرتے یہی چیزیں وہ ان اشیا کے تیار کرنے میں استعمال کرتے ہیں تو یہ چیزیں مسلمانوں کے نزدیک کس طرح کھانے کے قابل ہو سکیں گی اس میں ظن اور قیاس کو دخل نہیں بلکہ مشاہدہ اس کا شاہد ہے۔ کم از کم ایک مسلمان جب پانی یا دودھ یا گھی استعمال کرے گا تو وہ خود کتنا ہی غلیظ کیوں نہ ہو لیکن ایسی چیزیں ہرگز استعمال نہیں کرے گا جو شرعی معیار کے مطابق ناپاک ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ "نجاست بدنی کو پانی سے صاف کرلیں تو کافر و مسلم دونوں پاک ہو جائیں گے" بالکل درست اور بجا لیکن نجاست کو صاف کرنے کے لئے پانی بھی تو پاک ہونا چاہئے نہ یہ کہ ظاہری نجاست کو تو پانی سے دھو دیا لیکن جو نجاست پانی کے اندر خود موجود تھی وہ سارے بدن پر چپک کر رہ گئی اتنا فرق ضرور ہے کہ پہلی نجاست سامنے نظر آتی تھی یہ دوسری نظر نہیں آتی میں یہ نہیں کہتا کہ ایک غیر مسلم محض اس لئے نجس ہے کہ وہ غیر مسلم ہے بلکہ یہ کہ غیر مسلم ان چیزوں کو بلا تکلف استعمال کرتا ہے جو مسلمانوں کے نزدیک نجس ہیں جن میں سے بعض تو دیکھی جا سکتی ہیں لیکن اکثر دیکھی نہیں جا سکتیں ان کا استعمال محض اس لئے تو جائز ہو نہیں سکتا کہ وہ نظر نہیں آتیں جب کہ ہمارا تمدنی تجربہ اور عملی مشاہدہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ان چیزوں کے استعمال سے دریغ نہیں کرتے جو مسلمان کے نزدیک نجس ہیں الجواب "بیشک دریغ نہیں کرتے لیکن یہ لازم نہیں کہ روزانہ ان کا استعمال یقینی ہے"

المستفتی نمبر ۸۸۲ چودھری غلام احمد خاں (شملہ) ۲۷ محرم ۱۳۵۵ھ مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۵۸) اگرچہ آپ کے سوالات میری گزشتہ تحریروں پر غور کرنے سے حل ہو جاتے ہیں تاہم مزید وضاحت کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔

کنویں میں گر کر چوہا مر جائے یا مرا ہوا چوہا گر جائے تو یہ پانی اسلامی احکام کی رو سے ناپاک ہو گیا اور جب کسی مسلمان کو علم یا ظن غالب ہو جائے کہ کسی ہندو (بلکہ مسلمان) نے اس پانی سے کوئی چیز بنائی ہے تو اسکا اس کو استعمال کرنا جائز نہیں مگر یہ ناپاکی ایک ناپاک چیز کے ذریعہ سے پانی میں آئی ہے اس میں کفر و اسلام کا تفاوت نہیں ہے یہ صحیح ہے کہ ہندو اسے ناپاک نہیں سمجھتا اور اس لئے وہ اس کنویں کے پانی کو بے تامل استعمال کرے گا لیکن ایسے واقعات کہ کنویں میں چوہا گر کر مرجائے کثیر الوقوع اور غیر مسلموں کے کنویں کے لئے لازم نہیں ہیں اس قسم کے معاملات میں ظن غالب پر عمل کیا جاتا ہے اور کیا جا سکتا ہے۔(۱)

---

(۱) وفی الدر(حاشیة) من شك فی انائه او ثوبه او بدنه اصابته نجاسة اولا فهو طاهر مالم يستيقن وكذا ما يتخذه اهل الشرك و الجهلة من المسلمين كالسمن و الخبز والا طعمة والثياب (رد [illegible] مطلب ابحاث الغسل ۱ / ۱۵۱ ط سعید)

اس کے علاوہ اگر غیر مسلم کے ہاتھ کی بنائی ہوئی مٹھائی وغیرہ کے استعمال سے اس بنا پر پرہیز کیا جائے کہ وہ اس قسم کی ناپاکیوں سے احتراز نہیں کرتے گو ایسے واقعات شاذونادر ہی وجود میں آتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ اصل مسئلہ پر اس سے کوئی زد نہیں پڑتی اور یہ کہ اسلام نے غیر مسلم کے جسم کو (جب کہ اس پر کوئی حقیقی نجاست نہ ہو) پاک قرار دیا ہے اور جب کہ ہم کسی ہندو کو اپنے سامنے بلا کر اپنے پاک پانی سے اس کے ہاتھ دھلوا کر اپنے سامنے اس پانی سے آٹا گوندھوا کر یا قند کا قوام بنوا کر اس کے ہاتھ سے روٹی پکوائیں یا مٹھائی بنوائیں تو وہ مٹھائی یا روٹی پاک ہے محض غیر مسلم کے ہاتھ سے تیار ہونے کی بنا پر وہ ناپاک نہیں، (۱) میری سابقہ تحریرات کا مطلب اسی قدر تھا۔

جب کہ مسئلہ کی یہ نوعیت صاف ہو گئی کہ انسانی جسم پاک ہے خواہ مسلمان ہو یا کافر تو اب صورت مسئلہ آپ کی اس تحریر کے بموجب یہ ہوئی کہ جسم انسانی بحیثیت جسم انسانی ہونے کے پاک ہے مگر چونکہ غیر مسلم بہت سی ایسی چیزوں کو استعمال کرتے ہیں جو اسلامی احکام کی رو سے ناپاک ہیں اور وہ انہیں ناپاک نہیں سمجھتے بلکہ پاک اور مقدس خیال کرتے ہیں (مثلاً گائے کا پیشاب) تو ان حالات میں مسلمانوں کو ان کی بنائی ہوئی چیزوں کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ بعض مرتبہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چونکہ ہندو مسلمانوں کے ہاتھوں کو ناپاک سمجھ کر ان کے ہاتھ کی تر چیزوں کے استعمال سے اجتناب کرتے ہیں اور اپنی چیزوں میں مسلمانوں کا ہاتھ نہیں لگنے دیتے اور لگ جائے تو اسے پھینک دیتے ہیں اور مسلمانوں کو کوئی چیز دیتے ہیں تو نہایت ذلت آمیز طریقے سے اوپر سے ان کے ہاتھوں میں ڈال دیتے ہیں ان کے اس سلوک کو دیکھتے ہوئے اسلامی غیرت کس طرح اجازت دے سکتی ہے کہ ان کے ہاتھ کی مٹھائی پوریاں کچوریاں مسلمان استعمال کریں۔

میں اسکے متعلق یہ عرض کرتا ہوں کہ جہاں تک ہندوؤں کے عقیدے اور اس سلوک کا تعلق ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ مسلمان بھی قومی غیرت اور خودداری پر عمل کریں اور جو ہندو ان کے ہاتھ کو ناپاک قرار دیتے ہیں اور ان کے ہاتھ کی چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں وہ بھی بہ تقاضائے غیرت و خودداری ان سے پرہیز کریں اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہ جراء سیئة سیئة مثلها کے ماتحت گرفت نہیں مگر یہ یاد رہے کہ اگر مسلمانوں کے نزدیک ہندوؤں کا یہ فعل غلط اور خلاف عقل اور ذلیل ہے تو وہ خود اپنے اس فعل کو فی حد ذاتہ صحیح اور موافق عقل و شریعت قرار نہ دیں۔ بلکہ یہی کہیں کہ انسانوں کے درمیان اس قسم کا طرز عمل جاری کرنا غلط اور خلاف عقل اور مبتذل تو ضرور ہے مگر ہم صرف مجازاۃ کرتے ہیں نہ یہ کہ یہ طرز عمل ہمارے نزدیک مستحسن ہے۔

---

(۱) فسؤر الادمی مطلقا ولو حبا او کافرا - طاہر (تنویر الابصار و شرحه مع رد المحتار، مطلب فی السؤر ۱ / ۲۲۲ ط سعید) ولو ادخل الکفار او الصبیان ایدیهم لا تنجس اذا لم یکن علی ایدیهم نجاسة حقیقیة (حلبی کبیر، فی احکام الحیاض ص ۱۰۳ ط سهیل اکیڈمی، لاهور)

اب رہی یہ بات کہ ہندوؤں کا ناپاکیوں سے احتراز نہ کرنا اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ جب کسی قوم یا جماعت کے متعلق یہ یقین یا ظن غالب ہو کہ وہ ناپاکی کا استعمال ضرور کرتی ہے تو اس سے احتراز لازم و فرض ہے مگر محض کسی قوم کا یہ عقیدہ کہ چوہا گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا یا کتے کا جھوٹا پاک ہے اس سے احتراز کرنے کو لازم نہیں کرتا مثلاً مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ ہیں جو منی کو ناپاک قرار نہیں دیتے (۱) ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کو پاک سمجھتے ہیں (۲) تو محض اس وجہ سے ہم ان کے ہاتھ کے کھانے سے پرہیز کرنے نہیں کہ ممکن ہے جو پانی انہوں نے استعمال کیا ہے اس میں بکری کا پیشاب پڑ گیا ہو اور انہوں نے اسے پاک قرار دے کر وہی پانی استعمال کر لیا ہو اسلئے ہم استعمال نہیں کر سکتے یہ حکم عام طور سے صحیح اور قابل عمل نہیں کوئی شخص بنابر زہد و تقویٰ اپنے نفس کے لئے یہ طرز عمل اختیار کرے تو مضائقہ نہیں مگر حنفی مسلمان عام طور پر اس کے پابند کر دیئے جائیں کہ شوافع، مالکیہ کے کھانے وغیرہ سے اس بنا پر احتراز کرو کہ ان کے نزدیک ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب پاک ہے' یہ درست نہیں۔

بہر حال دیکھنا یہ ہے کہ غیر مسلم اگرچہ اس کنویں کے پانی کو استعمال کر لیں گے جس میں چوہیا گر کر مر جائے مگر کیا روز مرہ کے واقعات میں یہ چیز کثیر الوقوع ہے؟ کیا ان کے پانی میں جسے وہ روزانہ استعمال کرتے ہیں غالب گمان یہی ہے کہ ضرور وہ چوہا گرے ہوئے کنویں کا پانی ہوگا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کا التزام آپ بھی نہ کر سکیں گے۔ اور اگر التزام کر لیں تو میرا جواب یہ ہوگا کہ ہاں اگر روزانہ استعمال کے پانی میں نجس شے کی آمیزش کا گمان غالب ہے تو بیشک احتراز لازم ہے مگر میں اس نظریہ کو تسلیم نہیں کرتا کہ ایسا گمان غالب ہے بالخصوص ایسی حالتوں میں کہ اب اکثری طور پر شہروں میں نلوں کا پانی استعمال کیا جاتا ہے اور نلوں کے پانی کا خزانہ یعنی وہ حوض جن میں سے نل میں پانی آتا ہے اکثری طور پر غیر مسلموں کی نگرانی میں ہوتے ہیں اور ان میں چوہے گھونس بلی کتے گر کر مر جانے کا اور اتصال پہنچنے کا امکان موجود ہے اور اس بنا پر نلوں کے پانی کے استعمال میں بھی عدم جواز کا پہلو ہے جس سے احتراز عموماً آج کل تقریباً ناممکن ہے۔

اس اصول کے موافق سلف صالحین میں بہت سے نظائر موجود ہیں بخاری میں حضرت عمر کا یہ اثر کہ ''انہوں نے ایک سفر میں ایک نصرانیہ کے گھر سے پانی لیکر وضو کیا'' اسی سلسلے میں لایا گیا ہے کہ غیر مسلم کے گھر کا پانی وضو کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے جب کہ خاص اس پانی کے ناپاک ہونے

(۱) قال الشافعی المنی طاهر (الهداية، باب الانجاس و تطهيرها ۱/۷۳ ط مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)
(۲) وبول ما يؤكل لحمه نجس نجاسة خفيفة وطهره محمد (تنوير الابصار و شرحه مع رد المحتار قبيل مطلب في التداوي بالمحرم ۱/۲۱۰ ط سعيد)
(۳) وتوضأ عمر بالحميم ومن بيت نصرانية (صحيح البخاري، باب وضوء الرجل مع امرأته و فضل وضوء المرأة ۱/۳۲ ط قديمي كتب خانه كراچی)

کا ظن غالب نہ ہو اگرچہ یہ بات قطعی تھی کہ نصرانی خنزیر اور شراب عام طور پر استعمال کرتے تھے مگر یہ عام استعمال اس خاص پانی کے ناپاک قرار دینے کے لئے کافی نہ تھا امید ہے کہ اس گزارش کے بعد کوئی شبہ باقی نہ رہے گا۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

تولیہ یا رومال سے پاؤں یا جوتا جھاڑنے کے بعد چہرہ پونچھنا اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

(سوال) ایک صاحب کی عادت ہے کہ پیدل سفر کرنے کی حالت میں پہنچ کر تولیہ یا رومال جو ان کے پاس موجود ہوتے ہیں ان سے پیر اور جوتے جھاڑ کر گرد صاف کر دیتے ہیں اور پھر اس پر نماز پڑھتے ہیں اور وضو کر کے ہاتھ اور منہ پونچھ لیتے ہیں اگر اعتراض کیا جاتا ہے تو جواب دیتے ہیں کہ خشک چیز ہے جو شے پاک ہے اور جائز ہے دوسروں کا خیال ہے کہ وہ پاک ہے مگر مکروہ ضرور ہے۔ المستفتی نمبر ۱۵۰۹ محمد خان صاحب (ملک ماوہ) ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ مطابق ۸ جون ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۵۹) تولیہ یا رومال سے جوتی اور پاؤں جھاڑنے کے بعد منہ پونچھنا اس پر نماز پڑھنا جائز ہے اور جب کہ رومال یا تولیہ پر غبار ظاہر نہ رہے تو کوئی کراہت بھی نہیں۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی

مقعد میں تھرمامیٹر لگانے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔

(سوال) یہاں پر ایک اسپتال ہے جس میں مخصوص طور پر تپ دق اور سل کا علاج ہوتا ہے اس اسپتال میں مریض کے درجہ حرارت کو ناپنے کے لئے تھرمامیٹر بجائے منہ یا بغل میں رکھنے کے مقعد میں رکھا جاتا ہے وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ منہ یا بغل میں رکھنے کی درجہ کی گرمی قابل اعتبار نہیں ہے حرارت کا درجہ روزانہ کم سے کم چار دفعہ صبح، دوپہر، شام اور رات کو ناپا جاتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی حالت میں مریض نماز کس طرح ادا کرے اور قرآن شریف کس طرح چھوئے کیونکہ مریض دن میں چار چار دفعہ کیسے نہائے امید کہ جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔
المستفتی نمبر ۲۴۳۵ محمد یونس صاحب۔ مدن پلی۔ ۷ اذیقعدہ ۱۳۵۷ھ م ۹ جنوری ۱۹۳۹ء

(جواب ۳۶۰) مقعد میں تھرمامیٹر لگانے سے غسل واجب نہیں ہوتا(۱)(۲) پس مریض اس عمل کے بعد صرف وضو یا تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے اور قرآن مجید کو چھو سکتا ہے(۳) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) [illegible] و الا فهو طاهر [illegible] (رد المحتار، فصل مطلب في ابحاث الغسل ۱/۱۵۱ ط سعيد)

(۲) والمعاني الموجبة للغسل انزال المني على وجه الدفق والشهوة من الرجل والمرأة والتقاء الختانين من غير انزال والحيض والنفاس (مختصر القدوري ص ۷ ط سعيد)

(۳) ولكن لو ادخل اصبعه في دبره ولم يغيبها فان غيبها او ادخلها عند الاستنجاء بطل وضوؤه (الدر المختار مع رد المحتار، مطلب في نواقض الوضوء ۱/۱۴۹ ط سعيد)

دری یاٹاٹ جو نچڑ نہ سکے کے پاک کرنے کا طریقہ

(سوال) مسجد کی جانماز دری یا ٹاٹ کی جو نچڑ نہ سکے ناپاک ہو گئی وہ کس طرح پاک ہو سکتی ہے ؟
المستفتی نمبر ۲۲۹۵ عبد الحلیم (نارنول) ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ مطابق ۶ جون ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۶۱) دری یا ٹاٹ کو دھو کر ڈال دو جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو دوسری بار دھوؤ اور پھر جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو تیسری بار دھوؤ پاک ہو جائے گی(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

جلتے تنور میں کتا گرے اور جل کر مر جائے تو تنور کا کیا حکم ہے؟

(از اخبار سہ روزہ الجمعیۃ مورخہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۲۵ء)

(سوال) اگر جلتے ہوئے تنور میں کتا گرے اور جل کر مر جائے تو اس تنور کا کیا حکم ہے ؟

(جواب ۳۶۲) جلتے ہوئے تنور میں کتا گر کر مر جائے تو جب کتا جل کر راکھ ہو جائے یا اس کو نکال کر پھینک دیا جائے اس کے بعد تھوڑا سا توقف کر کے روٹی پکانے میں کوئی حرج نہیں(۲) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

---

(۱) وقدر تثلیث جفاف ای انقطاع تقاطرہ فی غیرہ ای غیر منعصر مما یتشرب النجاسۃ (تنویر الابصار و شرحہ الدر المختار' باب الانجاس ۱ / ۳۳۲ ط سعید)

(۲) کتنور رش بماء نجس لا بأس بالخبز فیہ یطہر ان لم یظہر فیہ اثر النجس بعد الطبخ ذکرہ الحلبی (تنویر الابصار وشرحہ)قال المحقق فی الشامیۃ' بخلاف - عذرۃ صارت رمادا (قولہ ذکرہ الحلبی)وعللہ بقولہ لاضمحلال النجاسۃ بالنار و زوال اثرہا (رد المحتار باب الانجاس ۱ / ۳۱۵-۳۱۶ ط سعید)

كتاب الختان والخفاض

بے ختنہ بالغ شخص دوسرے سے ختنہ کرا سکتا ہے۔

(سوال) زید کے موضع اور نواح میں وجہ نہ ہونے رواج سنت نبوی (ختنہ) اکثر معمر و جوان آدمی بے ختنہ ہیں جب کہ وہ لوگ اس کوتاہی سے آگاہ ہوئے ہیں اس کمی کو پورا کرنا چاہتے ہیں لیکن اول تو بہت سے لوگ بوجہ کمزوری دل خود ختنہ کرنے سے قاصر ہیں دوم اگر موافق سنت شریف لونڈی سے کراویں تو اس زمانے میں معدوم ہیں اب کیا ہو سکتا ہے کہ یا تو وہ تارک فرض ہو کر کسی تجربہ کار شخص سے ختنہ کراویں یا تارک سنت رہیں اگر کوئی صورت امکان کی ہو تو مطلع فرمائیں؟

(جواب ۳۶۳) صورت مسئولہ میں اگر ایسے شخص خود ختنہ نہیں کر سکتے اور آج کل باندیاں بھی نہیں ہیں جو ختنہ کر سکیں تو دوسرا ختنہ کر سکتے ہیں۔(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

خطنہ کی تقریب میں دعوت دینا ضروری نہیں۔

(سوال) اگر کوئی شخص اپنے لڑکے کے ختنے میں کسی کو دعوت نہ دے نہ کھانا کھلائے تو کیا حکم ہے؟ ایک شخص نے ایسا کیا تو لوگوں نے بائیکاٹ کر دیا پھر اس نے قربانی کی تو لوگوں نے قربانی کا گوشت لینے سے انکار کر دیا اور دوسرے لوگوں کو بھی روکا وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس نے ختنہ کی تقریب میں ہم کو دعوت نہیں دی تھی۔المستفتی نمبر ۲۹۹ شاہ محمد صاحب ۱۲ محرم ۱۳۵۳ھ مطابق کیم مئی ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۶٤) ختنے کی تقریب میں دعوت دینا اور بستی کے لوگوں کو کھانا کھلانا لازم نہیں ہے لڑکی کو وسعت ہو اور وہ اپنی خوشی سے دعوت دے دے تو اسے اختیار ہے لیکن لوگوں کو اس سے زبردستی دعوت لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔(۲) اور نہ دینے کی وجہ سے اس کا بائیکاٹ کر دینا اور قربانی کا گوشت نہ لینا اور دوسروں کو بھی لینے سے باز رکھنا یہ سب ناجائز باتیں ہیں(۳) یہ لوگ شریعت سے ناواقف ہیں ان کو نرمی اور آہستگی سے تبلیغ کر کے واقف کرانا چاہئے فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کیا عورتوں کا ختنہ بھی سنت ہے؟

(سوال) زید کہتا ہے اور ایک کتاب کا بھی ثبوت پیش کرتا ہے کہ عورتوں کی ختنہ ہونا چاہئے شرع

---

(۱) قیل فی ختان الکبیر اذا امکن ان یختن نفسه فعل والا لم یفعل الا ان یمکنه ان یتزوج او یشتری ختانة فتختنه وذکر الکرخی فی الجامع الصغیر و یختنه الحمامی ، (عالمگیریه الباب التاسع عشر فی الختان ٥/ ۳٥۷ ط ماجدیه کوئٹه)

(۲) لا ینبغی التخلف عن اجابة الدعوة العامة کدعوة العرس والختان و نحوهما ... و ان لم یاکل فلا باس ، (عالمگیریه الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات ٥/ ۳٤۳ ط ماجدیه کوئٹه)

(۳) عن عائشة ان رسول الله ﷺ قال لا یکون لمسلم ان یهجر مسلما فوق ثلثة فاذا لقیه سلم علیه ثلاث مرار کل ذلک لا یرد علیه فقد باء باثمه ، (سنن ابی داؤد باب فی هجرة الرجل اخاه ۲/ ۳۲٥ ط امدادیه ملتان)

شریف میں کیا حکم ہے ؟ المستفتی نمبر ۳۴۹ محمد بال شاہ (ضلع متھرا) ۲ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹ جون ۱۹۳۴ء

(جواب ۳۶۵) عورتوں کا ختنہ جس کو عربی میں خفض کہتے ہیں' عرب میں اس کا رواج تھا اور ایک حدیث میں یہ ذکر آیا ہے کہ ایک عورت سے جو عورتوں کا ختنہ کیا کرتی تھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس میں مبالغہ نہ کیا کرو بلکہ بہت تھوڑی سی مقدار قطع کیا کرو کہ اس میں مرد اور عورت دونوں کا فائدہ ہے (۱) اور عورتوں کے ختنے کو بعض فقہا نے سنت اور بعض نے مکرمت یعنی ایک اچھی اور شرافت کی بات بتایا ہے (۲) لیکن یہ سنت مؤکدہ اور ضروری نہیں ہے اگر کیا جائے تو اچھا ہے نہ کیا جائے تو کوئی شرعی الزام اور مواخذہ نہیں ہے بخلاف لڑکوں کے ختنے کے کہ وہ سنت مؤکدہ ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

(۱) کیا بے ختنہ مسلمان کا ختنہ ضروری ہے ؟
(۲) بے ختنہ مسلمان کا نکاح جائز ہے .
(۳) بے ختنہ مسلمان کی اولاد کا نکاح باختنہ مسلمان کی اولاد سے جائز ہے .
(۴) بالغ نو مسلم کا ختنہ کر دینا بہتر ہے .
(۵) کیا بے ختنہ بالغ مسلمان پر ختنہ کے لئے سختی کی جا سکتی ہے ؟
(۶) بے ختنہ کے پیشاب کی پاکی اور نماز درست ہو سکتی ہے .
(۷) بے ختنہ بالغ مسلمان کا ختنہ جائز ہے .
(۸) بے ختنہ مسلمان کا نکاح جائز ہے .
(۹) بے ختنہ بالغ مسلمان طہارت میں احتیاط کرے تو باختنہ مسلمانوں کی امامت کر سکتا ہے

(سوال) (۱) بے ختنہ بالغ مسلمان کی ختنہ کرانا جائز ہے یا نہیں ؟ (۲) بے ختنہ بالغ مسلمان کا نکاح جائز ہے یا نہیں ؟ (۳) بے ختنہ بالغ مسلمان کی اولاد سے باختنہ بالغ مسلمان کی اولاد کا نکاح درست ہے یا نہیں ؟ (۴) ایک بالغ ہندو مسلمان ہو کر ختنہ کرانا چاہتا ہے کیا اس کا ختنہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ (۵) بے ختنہ بالغ مسلمان کا نکاح اگر جائز ہے تو قریہ یا شہر کے غفلتی لوگ ختنہ سے بے پروا ہو جائیں گے ؟ (۶) سنا گیا ہے کہ بے ختنہ بالغ مسلمان کی پیشاب کی پاکی نہیں ہوتی اور اس وجہ سے اس کی نماز بھی درست نہیں ہوتی ؟ (۷) بالغ ہونے کے بعد بے ختنہ مسلمان کا ختنہ کرانا حرام ہے تو اگر ختنہ کرالیا تو اس کی سزا کیا

---

(۱) عن ام عطیة الانصاریة ان امراة كانت تختن بالمدینة فقال لها النبی ﷺ لا تنهكی فان ذلك احظی للمراة واحب للبعل (سنن ابی داؤد باب فی الختان ۲ : ۳۶۸ ط امدادیه ملتان)

(۲) اختلفت الروایات فی ختان النساء ذكر فی بعضها انها سنة هكذا فی المحیط عن بعض المشائخ و ذكر شمس الائمه فی ادب القاضی للخصاف ان ختان النساء مكرمة (عالمگیریه الباب التاسع عشر فی الختان ۵ : ۳۵۷ ط ماجدیه کوئٹه)

ہے؟ (۸) بے ختنہ بالغ مسلمان کا نکاح اگر جائز نہیں ہے تو کیا وہ ہمیشہ بے نکاح ہی رہے گا؟ (۹) بے ختنہ بالغ مسلمان با ختنہ مسلمانوں کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟ المستفتی نمبر ۳۹۷ محمد حیات (ضلع بیجاپور) ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۲ ستمبر ۱۹۳۴ء

(جواب ۳٦٦) غیر مختون بالغ مسلمان کی ختنہ کرانا اگر کسی وجہ سے ضروری ہو جائے تو جائز ہے مثلاً وہ ختنہ کی اہمیت سے عملاً محتنہ نہ ہو یا اس کی وجہ سے دوسرے کے لئے یہ رسم قائم ہو جانے کا احتمال ہو(۱) (۲) بے ختنہ مسلمان کا نکاح جائز ہے(۲) (۳) بے ختنہ مسلمان کی اولاد کا نکاح ختنہ والے مسلمان کی اولاد کے ساتھ جائز ہے(۳) (۴) اگر بالغ غیر مسلم مسلمان ہو جائے تو اس کا ختنہ کرا دینا بہتر ہے کہ اس سے خوف ارتداد نہیں رہتا یا کم ہو جاتا ہے(۴) (۵) اتفاقی طور پر کوئی مسلمان غیر مختون رہ جائے تو اس کے لئے ختنہ کی اتنی سختی برتنی مناسب نہیں ہاں اگر کوئی عناداً ختنہ نہ کرائے تو اس کو ختنہ کے لئے مجبور کرنے میں مضائقہ نہیں(۵) (۶) بے ختنہ مسلمان کے ناپاک رہنے کا شبہ ضرور رہتا ہے لیکن یہ مطلب نہیں کہ وہ پاک ہو نہیں سکتا اور یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ غیر مختون ہمیشہ بے نماز ہی رہتے ہیں(٦) (۷) اوپر بتایا گیا ہے کہ ضرورت اور مصالح شرعیہ کی بنا پر بالغ کا ختنہ کرانا جائز ہے(۷) مطلقاً حرام نہیں ہے (۸) نمبر ۲ ملاحظہ ہو (۹) اگر وہ استنجے اور طہارت میں احتیاط کرتا ہو تو وہ ختنہ والے مسلمان کی امامت بھی کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ اتفاقی طور پر غیر مختون رہ گیا ہو ختنہ کے سنت ہونے کا قائل ہو(۹) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) و اذا اجتمع اهل مصر على ترك الختان قاتلهم الامام كما نقاتلهم كما في ترك سائر السنن (فتاوى القاضي خان على هامش الهندية' فصل في الختان ٣ / ٤٠٩ ط ماجديه كوئته)

(۲) لانه يمكن ان يتزوج امراة و يشترى امة تختنه ... لان الختان سنة للرجال (رد المحتار' فصل في النظر والمس ٦ / ٣٧١ ط سعيد)

(۳) ايضا

(٤) قيل في ختان الكبير اذا امكن ان يختن نفسه فعل والا لم يفعل الا ان يمكنه ان يتزوج و يشترى ختانه فتختنه وذكر في الجامع الصغير و يختنه الحمامي (عالمگيريه' الباب التاسع عشر في الختان ٥ / ٣٥٧ ط ماجديه كوئته)

(٥) واختلفوا في الختان قيل انه سنة وهو الصحيح (عالمگيريه' الباب التاسع عشر في الختان ٥ / ٣٥٧ ط ماجديه كوئته)

(٦) اذا اجتمع اهل مصر على ترك الختان قاتلهم الامام كما يقاتلهم في ترك سائر السنن (فتاوى القاضي خان على هامش الهندية' فصل في الختان ٣ / ٤٠٩ ط ماجديه كوئته)

(٧) الاقلف ... ولو توضأ ولم يوصل الماء تحت الجلدة جاز (فتاوى القاضي خان على هامش الهندية' فصل في الختان' ٣ / ٤٠٩ ط ماجديه كوئته)

(٨) قيل في ختان الكبير اذا امكن ان يختن نفسه فعل الخ (عالمگيريه' الباب التاسع عشر في الختان ٥ / ٣٥٧ ط ماجديه كوئته)

(٩) فان قالوا هو على خلاف ما يمكن الا ختان فانه لا يشدد عليه ولا يتعرض بل يترك ويكون ذلك عذرا والواجبات تسقط بالاعذار فالسنة اولى (فتاوى القاضي على هامش الهندية' فصل في الختان ٣ / ٤٠٩ ط ماجديه كوئته)

ختنہ کی تقریب میں ناجائز کام نہ ہو تو شرکت جائز ہے

(سوال) میرا نواسہ ہے اور اس کی ختنہ ہو گئی ہے اس کے دادا کہتے ہیں کہ میں اس کا کھانا کروں گا اس میں اگر مجھے بلایا جائے تو میں شریک ہو جاؤں یا نہیں ؟ کیونکہ میں فی الحال تو ختنے میں شریک نہیں ہوتا جب سے مجھے معلوم ہوا ہے لیکن کھانے کے متعلق مجھے معلوم نہیں ہے۔ المستفتی نمبر ۷۸۵ محمد حیات (ضلع علی گڑھ) ۲۱ محرم ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۴ اپریل ۱۹۳۶ء

(جواب ۳۶۷) ختنہ کی تقریب میں شریک ہونا اور کھانے میں شریک ہونا فی حد ذاتہ جائز ہے بشرطیکہ ریاو شہرت کے لئے یہ کام نہ ہو اور قرض ادھار لیکر یہ کام نہ کیا جائے اور کوئی ناجائز کام مثلاً گانا بجانا نہ ہو(۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

کیا عورت کا ختنہ بھی مسنون ہے ؟

(سوال) زید کا بیان ہے کہ عورت کا ختنہ سنت رسول اللہ ﷺ ہے ور بلکہ زواجر ہندی آدم فی الحدیث میں یہ مسئلہ تحریر ہے لیکن عمرو اس مسئلہ کے خلاف ہے اور کہتا ہے کہ عورت کا ختنہ سنت رسول اللہ ﷺ نہیں ہے اور نہ زواجر ہندی آدم فی الحدیث کو مانتا ہے ؟ المستفتی نمبر ۱۴۲۳ مسماۃ فاطمہ بائی صاحبہ (بمبئی) ۲۱ صفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۳ مئی ۱۹۳۷ء

(جواب ۳۶۸) عورت کے ختنے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے جیسے کہ شامی (۲) جلد خامس ص ۵۲۲ میں مذکور ہے بعض فقہاء اس کو سنت بعض مستحب کہتے ہیں اور اس پر سب متفق ہیں کہ اس کی کوئی تاکید نہیں ہے ختنہ نہ کرانے میں کوئی گناہ یا ملامت نہیں ہے ابو داؤد (۳) میں حدیث ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک عورت عورتوں کا ختنہ کیا کرتی تھی تو حضور ﷺ نے اس کو فرمایا تھا لا تنھکی یعنی ختنہ میں کھال زیادہ نہ کاٹا کرے۔ اور شامی (۴) میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ختان الرجال سنة و ختان النساء مکرمة یعنی مردوں کا ختنہ سنت ہے اور عورتوں کا ختنہ عزت یعنی مردوں کی خوشنودی کے لئے ہے مطلب یہ کہ مردوں کے ختنے کی طرح سنت متقدمہ کدہ نہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ'

---

(۱) لا ینبغی التخلف عن اجابة الدعوة العامة کدعوة العرس والختان و نحوهما . واما اذا علم قبل الحضور فلایحضره لانه لا یلزمه حق الدعوة (عالمگیریه الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات ۳۴۳/۵ ط ماجدیه کوئٹه)

(۲) وفی کتاب الطهارة من السراج الوهاج' اعلم ان الختان سنة عندنا للرجال والنساء' وقال الشافعی واجب وقال بعضهم سنة للرجال مستحب للنساء (رد المحتار' مسائل شتی ۷۵۱/۶ ط سعید)

(۳) باب فی الختان ۳۶۸/۲ ط امدادیه' ملتان

(۴) مسائل شتی ۷۵۱/۶

ختنہ کی دعوت جائز ہے

(سوال) ختنہ میں دعوت کرنی درست ہے یا نہیں ؟ حدیث طبرانی الخرس والا عذار والتوکیرانت فیه بالخیار سے گنجائش معلوم ہوتی ہے اور حدیث مسند احمد ولیمة الختان لم یکن یدعی لها سے ممانعت وبدعت ثابت ہوتی ہے پس اس بارے میں کیا حکم ہوگا ؟ المستفتی نمبر ۲۳۲۲ محمد یسین صاحب اعظم گڑھ ۵ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۳۸ء

(جواب ۳۶۹) ولیمة الختان لم یکن یدعی لها کا مفہوم اسی قدر ہے کہ یہ معمول نہ تھا ، یہ کالفاظ اس کو شامل ہے اس لئے فی حد ذاتہ اباحت ہے(۱) ہاں آج کل کے مصالح اسلامیہ اس کے مقتضی ہیں کہ ایسی دعوتیں جس قدر کم ہوں بہتر ہے۔ فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

ختنہ کرنا سنت اور مسلمانوں کا شعار ہے .

(سوال) ایک شخص اپنے لڑکوں کی ختنہ نہیں کراتا اور اس بات سے بھی انکار کرتا ہے اور اس کے چار لڑکے ہیں جن میں ایک لڑکے کی عمر تیئس سال اور دوسرے کی چھبیس سال اور تیسرے کی انیس سال اور چوتھے کی تیرہ سال ہے مگر اس نے کسی کی ختنہ نہیں کرائی تمام ویسے ہی ہیں اب لوگ اس سے کراہت کرتے ہیں کیا وہ اس سے قطع تعلق کر سکتے ہیں یا کہ نہیں ؟ المستفتی نمبر ۲۵۱۹ محمد اسلوب (جلد شہر)۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۵ جولائی ۱۹۳۹ء

(جواب ۳۷۰) ختنہ سنت ہے مگر مسلمانوں کے لئے اسلامی شعار ہے یہ شخص کسی وجہ سے ختنہ نہیں کرتا چار بچوں کا ختنہ نہ کرانا بظاہر کسی عذر پر مبنی نہیں ہے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اسے بچوں کے ختنے کرانے پر مجبور کریں اور نہ مانے تو اس کو حکمت اور موعظت حسنہ کے ساتھ سمجھائیں یہاں تک کہ وہ اپنی ضد سے باز آجائے اگر مناسب حد تک اس کے ساتھ سختی بھی کی جائے تو مضائقہ نہیں(۲) سختی سے صرف یہ مراد ہے کہ مسلمان اس کو اپنی تقریبات شادی و غمی میں شرکت کی دعوت نہ دیں۔ اس کے یہاں تقریبات میں شریک نہ ہوں(۳) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ' دہلی

---

(۱) لا ینبغی التخلف عن اجابة الدعوة العامة کدعوة العرس والختان و نحوهما (عالمگیریہ الباب الثانی عشر فی الهدایا و الضیافات ۵ / ۳۴۷ ط ماجدیہ کوئٹہ)

(۲) والا صل ان الختان سنة کما جاء فی الخبر وهو من شعائر الاسلام و خصائصه فلو اجتمع اهل بلدة علی ترکه حاربهم الامام فلا یترك الا لعذر (تنویر الابصار و شرحه مع رد المحتار' مسائل شتی ۶ / ۷۵۱ ط سعید)

(۳) قال المهلب غرض البخاری فی هذا الباب ان یبین صفة الهجران الجائز' وانه یتنوع بقدر الجرم فمن کان من اهل العصیان یستحق الهجران بترك المکالمة کما فی قصة کعب و صاحبیه (فتح الباری شرح صحیح البخاری باب مایجوز من الهجران لمن عصی ۱۰ / ۴۱۵ ط مکتبة مصطفی مصر)

غیر مسلم ماہر ڈاکٹر سے ختنہ کرانا جائز ہے۔

(الجمعیۃ مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۲۸ء)

(سوال) غیر مسلم ڈاکٹر (سکھ یا ہندو) سے لڑکے کی ختنہ کرانی جائز ہے یا نہیں؟

(جواب ۳۷۱) واقف کار غیر مسلم ڈاکٹر سے ختنہ کرانا جائز ہے (۱) محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

---

(۱) وافاد فی النهر تبعا للبحر جواز التطبيب بالكافر فيما ليس فيه ابطال عبادة (الدر المختار) قال المحقق في الشاميه (قوله . وافاد في النهر) - و فيه اشارة الى ان المريض يجوز له ان يستطيب بالكافر فيما عدا ابطال العبادة (ردالمحتار' فصل العوارض المبيحة لعدم الصوم ۲/۴۲۲-۴۲۳ ط سعيد)

(الحمد لله الذى تم بنعمته الصالحات)

دارالاشاعت کی مطبوعہ فقہی کتب ایک نظر میں

بہشتی زیور مُدلّل مُکمّل ـــــ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح

فتاویٰ رحیمیہ اردو ۱۰ حصے ـــــ مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری

فتاویٰ رحیمیہ انگریزی ۳ حصے " " "

فتاویٰ عالمگیری اردو ۱۰ جلد مع پیش لفظ مولانا محمد تقی عثمانی ـــــ اورنگ زیب عالمگیر

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۲ حصے ۱۰ جلد ـــــ مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۲ جلد کامل ـــــ مولانا مفتی محمد شفیع رح

اسلام کا نظام اراضی ـــــ " " "

مسائل معارف القرآن (تفسیر معارف القرآن میں مذکور قرآنی احکام) " " "

انسانی اعضاء کی پیوندکاری ـــــ " " "

پراویڈنٹ فنڈ ـــــ " " "

خواتین کے لیے شرعی احکام ـــــ اہلیہ ظریف احمد تھانوی رح

بیمہ زندگی ـــــ مولانا مفتی محمد شفیع رح

رفیق سفر سفر کے آداب و احکام ـــــ " " "

اسلامی قانون نکاح، طلاق، وراثت ـــــ فضیل الرحمن ہلال عثمانی

علم الفقہ ـــــ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رح

نماز کے آداب و احکام ـــــ انشاء اللہ خان مرحوم

قانون وراثت ـــــ مولانا مفتی رشید احمد صاحب

داڑھی کی شرعی حیثیت ـــــ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب

الصبح النوری شرح قدوری اعلیٰ ـــــ مولانا محمد حنیف گنگوہی

دین کی باتیں یعنی مسائل بہشتی زیور ـــــ مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح

ہمارے عائلی مسائل ـــــ مولانا محمد تقی عثمانی صاحب

تاریخ فقہ اسلامی ـــــ شیخ محمد خضری

معدن الحقائق شرح کنز الدقائق ـــــ مولانا محمد حنیف گنگوہی

احکام اسلام عقل کی نظر میں ـــــ مولانا محمد اشرف علی تھانوی رح

حیلہ ناجزہ یعنی عورتوں کا حق تنسیخ نکاح " " "

دارالاشاعت ❁ اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی ۱ پاکستان ۲۱،۲۶۳۱۸۶۱ مستند اسلامی و علمی کتب کا مرکز